فتاویٰ فیض الرسول

تصنیف

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدیؒ

سابق صدر شعبہ افتاء دار العلوم اہل سنت فیض الرسول

شبیر برادرز

۴۰- بی ، اردو بازار ، لاہور

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

نام کتاب ـــــ فتاویٰ برکاتیہ

بیادگار ـــــ صاحب البرکات حضرت مخدوم سید شاہ برکت اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان بانی سلسلۂ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف ضلع ایٹہ (یو، پی)

تصنیف ـــــ فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب قبلہ مدظلہ العالی

ترتیب ـــــ مولانا محمد ابرار احمد امجدی بن فقیہ ملت قبلہ مدظلہ

ترتیب ـــــ مولانا محمد شمس الحق قادری استاذ دار العلوم امجدیہ

کتابت ـــــ حافظ محمد اشرف بستوی۔

تصحیح کتابت ـــــ مولانا محمد عبد الحی قادری مرکز تربیت افتار دار العلوم امجدیہ

〃 ـــــ مولانا قاری رضی الدین احمد استاذ دار العلوم امجدیہ

تعداد فتاویٰ ـــــ ۴۴۳

سن اشاعت ـــــ ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸ء

باہتمام ـــــ

شائع کنندگان ـــــ شبیر برادرز۔ ۴۰ اردو بازار۔ لاہور

قیمت ـــــ =/275 روپے

یو اینڈ می پرنٹرز' لاہور

تہدیہ

بخدمت اقدس واقف رموز شریعت، امام ارباب طریقت
پیشوائے اولیاء حقیقت، شمس العارفین سراج السالکین، سلطان المرشدین
زبدۃ الاصفیاء، سید الاولیاء، شیخ العلماء، مخدوم الفقہا حضور احسن العلماء

سید حیدر حسن میاں صاحب قبلہ

علیہ الرحمۃ والرضوان مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ
(متوفی ۱۴۱۶ھ-۱۹۹۵ء)

جن کے علم و عمل اور زہد و تقویٰ سے اسلام و سنت کے
مسلک اعلیٰ حضرت کو بڑا فروغ ملا اور بے شمار
گم گشتگان راہ کو صراط مستقیم نصیب ہوا

گر قبول افتد زہے عز و شرف

جلال الدین احمد

نشانِ منزل

فقیہہ ملت حضرت علامہ الحاج الحافظ القارِی المفتی محمد جلال
الدین احمد امجدی دامت برکاتہم ' اپنے علم و عمل اور مضبوط قلمی تحقیق
کے باعث بین الاقوامی سطح پر ایک ممتاز شخصیت کے طور پر جانے
پہنچانے جاتے ہیں۔ آپ راقم السطور محمد منشاء تابش قصوری مدرس
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی وساطت سے اپنی تمام تصانیف کے جملہ
حقوق اشاعت ملک شبیر حسین ولد محمد دین ' ناشر کتب اسلامیہ اردو بازار
لاہور کو تفویض کر چکے ہیں ' زیر نظر آپ کی تازہ تصنیف فتاویٰ برکاتیہ
المعروف فتاویٰ فیض الرسول جلد سوم بھی اشاعت کے لئے راقم السطور
کو عنایت فرمائی۔ جسے ادارہ موصوفہ اپنی شاندار روایتی طباعت سے
قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ دعا ہے
اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا سایہ عاطفت سلامت رکھے اور
آپ کی تصانیف کو قبولیت کا شرف مرحمت فرمائے۔ آمین۔ بجاہ طٰہٰ
و یٰس صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ بارک وسلم

فقط

محمد منشا تابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

22/ذوالحجۃ المبارکہ 1419ھ 10 مئی 1999ء ' ہفتہ

مختصر سوانح

صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان

از

امین ملت حضرت سید شاہ محمد امین میاں صاحب قبلہ قادری برکاتی

سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ شریف ضلع ایٹہ

یو، پی

صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا شمار ہندوستان میں قادریہ سلسلہ کے اہم بزرگوں میں ہوتا ہے۔ گنگا اور جمنا کی لہروں کے بیچ برج کے اس تہذیبی علاقے میں رشد و ہدایت کا سبق دینے والا کوئی صوفی بزرگ حضرت شاہ برکت اللہ کی قامت کو نہیں پہنچتا۔

ولادت آپ سید شاہ اویس کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپکی ولادت ۲۶ رجمادی الآخرہ ۱۰۷۰ھ کو بلگرام میں ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب سید الشہدا رحضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطہ سے سید الانبیار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

بچپن کا زمانہ اپنے والد ماجد میر سید اویس اور دیگر بزرگان خاندان کے آغوش تربیت میں گزارا۔ سید شاہ برکت اللہ کے والد ماجد نے اپنے وصال (۲۰ رجب ۱۰۹۷ھ) سے پہلے شاہ صاحب کو سجادہ نشینی اور سلاسل آبائی قدیم چشتیہ، سہروردیہ اور قادریہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی تھی مگر چونکہ ظرف عالی تھا۔ لہذا شاہ صاحب نے سید مربی بن سید عبد النبی، سید غلام مصطفےٰ بن سید فیروز اور سید شاہ لطف اللہ بلگرامی سے بھی اجازت وخلافت پائی اور ان سے اکتساب فیض و برکت

فرمایا۔

سیدالبرکات کا خطاب

حضرت شاہ برکت اللہ کو حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑا عشق تھا اور اس دور میں کالپی شریف ضلع جالون میں مشہور زمانہ بزرگ حضرت سید شاہ فضل اللہ مسند رشد و ہدایت پر جلوہ افروز تھے۔ شاہ برکت اللہ اپنے والد کے وصال کے بعد مارہرہ تشریف لا چکے تھے۔ کالپی کے مشائخ سے غائبانہ عقیدت روز افزوں تھی۔ لہٰذا انہوں نے کالپی شریف کا سفر کیا اور سید شاہ فضل اللہ کالپوی سے اجازت و خلافت سلاسل عالیہ قادریہ چشتیہ، سہروردیہ نقشبندیہ، ابوالعلائیہ حاصل کی اور صاحب البرکات کا خطاب پایا۔

عقد

حضرت شاہ برکت اللہ کا عقد سید مودود بلگرامی بن سید محمد فاضل بلگرامی کی صاحبزادی وافیہ بی بی سے ہوا۔ ان سے دو صاحبزادے سید آل محمد اور شاہ نجات اللہ۔ اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ پہلی صاحبزادی بی بی بدھن کا عقد سید شاہ لطف اللہ کے صاحبزادے سید نورالحق سے ہوا۔ دوسری صاحبزادی ننھی بی بی کا عقد سید عزیز اللہ بن سید غلام محمد سے ہوا۔ اور تیسری صاحبزادی کا عقد سید امان بن سید جان محمد سے ہوا۔

بلگرام سے ہجرت

حضرت سید شاہ برکت اللہ کے بلگرام سے مارہرہ ہجرت کرنے کی صحیح تاریخ کا علم نہیں ہو سکا البتہ یہ طے ہے کہ آپ نے ۱۰۹۷ھ کے بعد بلگرام کی سکونت ترک فرما دی اور مارہرہ کو مسکن بنایا۔ شاہ برکت اللہ کے دادا میر سید عبدالجلیل (متوفی ۱۰۵۷ھ) مارہرہ کو اپنا وطن بنا چکے تھے۔ شاہ صاحب نے مارہرہ میں اپنے دادا کی خانقاہ میں قیام فرمایا مگر ایک شریر قوم گوندل کی ہمسائیگی پسند نہ فرما کر ۱۱۱۸ھ میں قصبہ سے باہر جدید آبادی کی بنیاد ڈالی اور مسجد و خانقاہ تعمیر فرمائی۔ اس جدید آبادی کا نام "پیم نگر برکات نگری" رکھا جو اب میاں کی بستی کے نام سے موسوم ہے۔

وصال

حضرت شاہ برکت اللہ کا وصال شب عاشورہ محرم الحرام ۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷۲۹ء کو مارہرہ میں ہوا۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے مآثر الکرام میں تاریخ وصال یوں لکھی ہے۔

تاریخ وصال او خرد کرد رقم
صاحب برکات واصل منزل قدس

۱۱۴۲ھ

ایک اور تاریخ وصال علامہ آزاد بلگرامی نے اس مصرع سے نکالی۔

فنا فی اللہ شد آں پیر محرم

۱۱۴۲ھ

نواب محمد خاں بنگش مظفر جنگ نے شجاعت خاں ناظم کے زیر اہتمام شاہ برکت اللہ کا روضہ تعمیر کرایا جو اب درگاہ شاہ برکت اللہ کے نام سے موسوم ہے۔

علمی کارنامے

حضرت شاہ برکت اللہ کا دور علوم وفنون کی ترقی کے لئے بے حد سازگار تھا۔ شہنشاہ وقت اورنگ زیب کو اسلامی علوم سے بے حد دلچسپی تھی۔ اس کے حکم سے فقہ اسلامی کی مشہور کتاب "فتاویٰ عالمگیری مرتب کیا گیا جو عرب ممالک میں فتاویٰ ہندیہ سے مشہور ہے۔

شاہ صاحب کا بلگرام کے اس خطہ پاک سے تعلق تھا جہاں علمائے ظاہر اور علمائے باطن کثیر تعداد میں موجود تھے۔ اور اس دور میں اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ شاہ صاحب نے اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے قرآن وحدیث، فقہ ومنطق اور فلسفہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے علاوہ عربی فارسی اور سنسکرت کے کلاسیکی ادب کا بھی مطالعہ کیا۔ شاہ صاحب نے گیتا وید، اپنشد اور ہندو فلسفہ کو بہت اچھی طرح سمجھا۔ اور یہ ضروری بھی تھا کیونکہ تبلیغ کے لئے دوسرے مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

شاہ صاحب کی تصانیف سے ان کی علمیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔

تصانیف

کتاب "خاندان برکات" کے مصنف حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شاہ صاحب کی مندرجہ ذیل تصانیف بتائی ہیں۔

(۱) رسالہ چہار انواع (۲) رسالہ سوال و جواب (۳) عوارف ہندی (۴) دیوان عشقی (۵) پیم پرکاش (۶) ترجیع بند (۷) مثنوی ریاض العاشقین (۸) وصیت نامہ (۹) بیاض باطن (۱۰) بیاض ظاہر (۱۱) رسالہ تکسیر۔

آپ کے ہندی دیوان "پیم پرکاش" کے تفصیلی مطالعہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے ہماری تصنیف "شاہ برکت اللہ" ملاحظہ ہو۔

آپ کے خلفاء

آپ کے خلیفۂ خاص آپ کے بڑے صاحبزادے سید آل محمد ہوئے جن کے ذریعہ مارہرہ مطہرہ سے سلسلۂ برکاتیہ جاری ہے۔ بعض دیگر خلفاء آپ کے یہ ہیں۔

(۱) شاہ عبداللہ

یہ مارہرہ کے رہنے والے تھے۔ اور قوم کے کنبوہ تھے۔ ہندی میں شاعری کرتے تھے۔ ان کا تخلص پنچھی تھا۔

(۲) شاہ میم

یہ دکن کے باشندہ تھے۔ دکن سے دہلی آئے۔ فارسی کے صاحب دیوان شاعر تھے۔ ۱۱۵۰ھ میں انتقال ہوا۔

(۳) شاہ مشتاق البرکات

یہ شاہ برکت اللہ کے نہایت باکمال خلیفہ تھے۔ ۱۱ صفر ۱۱۶۷ھ کو انتقال ہوا

(۴) شاہ من اللہ

ان کا نام علی شیر خان تھا۔ یہ شاہجہاں پور کے رہنے والے تھے۔ ۱۱۷۶ھ میں انتقال ہوا۔

(۵) شاہ راجو

یہ بلگرام کے رہنے والے تھے اور سید ابوالفرح کی

اولاد میں سے تھے۔ ان کا انتقال ۱۱۴۳ھ میں ہوا۔

(۶) شاہ ہدایت اللہ یہ قصبہ کرُاولی ضلع ایٹہ کے باشندے تھے۔ ۱۱۴۹ھ میں انتقال ہوا۔

(۷) شاہ روح اللہ ان کا نام محمد مسعود تھا۔ نواب خیر اندیش خاں عالمگیری کے خاندان سے تھے۔ فارسی اور ہندی میں شاعری کرتے تھے۔ فارسی میں دیوانہ اور ہندی میں اجان تخلص تھا۔ ۱۱۷۲ھ میں انتقال ہوا۔

(۸) شاہ عاجز یہ مارہرہ کے باشندہ تھے۔ اور قوم کے کنبوہ تھے۔

(۹) شاہ نظر اصل نام محمد معظم تھا۔ ان کا انتقال ۱۱۴۳ھ میں ہوا۔

(۱۰) شاہ صابر ان کا نام غلام علی تھا۔ یہ مارہرہ کے رہنے والے تھے، ان کا انتقال ۱۱۶۷ھ میں ہوا۔

(۱۱) شاہ جمعیت مارہرہ کے رہنے والے کنبوہ تھے۔

(۱۲) حسین بیراگی یہ قوم کے سُنار تھے اور ہندی میں شاعری کرتے تھے۔

(۱۳) شاہ صادق حضرت شاہ برکت اللہ کے یہ چہیتے خلیفہ تھے۔ قصبہ بھرگین ضلع ایٹہ میں انتقال ہوا۔ اور وہیں مزار ہے۔

ان حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے خلیفہ تھے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین

تقریظ جلیل

شارح بخاری فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی شاہ محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی دامت برکاتہم العالیہ

سربراہ شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڈھ، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رحمۃ للعلمین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین

فتاویٰ فیض الرسول کی دو جلدیں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں جو کتاب الطہارت سے کتاب الفرائض تک فقہ کے جملہ ابواب پر مشتمل ہیں جس کو دار العلوم فیض الرسول کے ناظم اعلیٰ صاحبزادہ شعیب الاولیا حضرت علامہ شاہ غلام عبد القادر صاحب قبلہ علوی مدظلہ العالی نے اپنے اہتمام سے دار الاشاعت فیض الرسول براؤں شریف سے بڑی آب و تاب کے ساتھ چھپوایا ہے۔ موصوف نے دونوں جلدیں اس خادم کو عطا فرمائی تھیں لیکن میں اب جس حال میں ہوں اس کے پیش نظر ان کا مطالعہ نہیں کر سکا۔ ہاں جستہ جستہ بہت سے فتاویٰ مطالعہ میں آئے ہیں۔

فقیہ ملت حضرت علامہ شاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی دامت برکاتہم کے فتاویٰ کا اب تیسرا مجموعہ صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بانی سلسلۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کی یاد میں بنام "فتاویٰ برکاتیہ" شائع ہونے جا رہا ہے مفتی صاحب نے بار بار تقاضے کئے کہ میں ان کے فتاوے پر اپنی رائے ظاہر کر دوں۔ ان کے ارشاد کی تعمیل کثرت کار و ہجوم افکار میں پھنسے رہنے کی

وجہ سے نہیں کرسکا۔ پھر انہوں نے عزیزا سعد مولانا مفتی محمد نسیم صاحب نائب مفتی و استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کو اس کام کے لئے مجھ پر مسلط فرما دیا اور یہ اس طرح تقاضے پر تقاضے کرتے رہے گویا قرض وصول کر رہے ہیں۔ مولیٰ عزوجل ان مخلص احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ یہ لوگ مجھ ناکارے کی رائے کا کچھ وزن محسوس کرتے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب کے فتاوے کسی رائے کے محتاج نہیں۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ آں کہ عطار بگوید۔

بحمدہ تبارک وتعالیٰ اس خادم کا تعلق پوری دنیا سے ہے اس وسیع تعلق کو سامنے رکھ کر میں بلا خوف لومۃ لائم کہہ سکتا ہوں کہ حضرت مفتی صاحب کے فتاوے مستند اور معتمد ہیں ـــــ اس زمانے میں سب سے زیادہ قابل رحم مفتی غریب ہے جب کہ یہ کام دینی خدمات میں سب سے زیادہ اہم ہے اسی لئے فقہائے اسلام نے فرمایا کہ جو عالم ایسا مرجع فتویٰ ہو جسے سنن مؤکدات پڑھنے کا موقع نہ ملے تو سوائے سنت فجر کے دیگر سنن مؤکدات مؤکدہ نہیں رہ جاتیں۔ عالمگیری میں ہے۔ "قال مشائخنا العالم اذا صار مرجعا فی الفتوی یجوز لہ ترک سائر السنن لحاجۃ الناس الی فتواہ الا سنۃ الفجر کذا فی النہایۃ" (جلد اول ص۸۹)

اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ بے علم عوام کو حکم ہے کہ جو تم نہ جانتے ہو علماء سے پوچھو، ارشاد ہے۔ "فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"۔ تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ (سورہ نحل آیت ۴۳) علماء نے فرمایا ہے اگر کوئی تلاوت کر رہا ہے اور اذان کی آواز آئی تو تلاوت روک کر اذان بغور سنے اور اس کا جواب دے لیکن اگر فقہاء علمی مذاکرے میں ہوں، تو ان کے لئے وہ حکم نہیں۔ تنوالابصار و درمختار میں ہے۔ "ویجیب من سمع الاذان ولو جنبا لا حائضا (الی ان قال) وتعلیم علم وتعلمہ بخلاف القرآن ... اس کے تحت شامی میں ہے "ای شرعی فیما یظہر ولذا عبر فی الجوہرۃ بقراءۃ الفقہ" (جلد اول ص۲۹۶)

جو اذان سنے وہ جواب دے اگرچہ جنبی ہو حائضہ جواب نہ دے نہ وہ جو علم

کی تعلیم دینے یا تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہے قرآن کی تلاوت کرنے والا جواب دے، علم سے مراد علم شرعی ہے اسی لئے جوہرہ میں قرارت فقہ فرمایا۔

ایک شخص سے نماز میں کوئی غلطی ہوگئی جس سے نماز فاسد ہوگئی اس نے کسی مفتی سے فتویٰ پوچھا مفتی نے فتویٰ دینے میں دیر کی اس اثنا میں اس شخص کا انتقال ہوگیا اس غریب کے ذمہ ایک وقت کی نماز رہ گئی اس کا سبب فتوے کی تاخیر ہوا۔ ایک شخص سے کفر سرزد ہوا اس نے عالم سے فتویٰ پوچھا فتویٰ دینے میں دیر ہوگئی اور وہ مرگیا یہ کتنا عظیم سانحہ ہوا۔ اسی سے مفتی کی اہمیت ظاہر ہوگئی۔

لیکن یہ کام جتنا مشکل ہے لوگوں نے اس کو اتنا ہی آسان سمجھ لیا ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بہار شریعت اور فتاویٰ رضویہ دیکھ کر کوئی بھی فتویٰ لکھ سکتا ہے۔ لیکن یہ وہی لوگ کہتے ہیں جو اس بحر ناپیداکنار کا ساحل پر کھڑے نظارہ کرتے ہیں۔

ع کجا دانند حال ما سبک ساران ساحلہا

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ؟ فتاویٰ فیض الرسول کی جلدیں جو پہلے چھپ چکی ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں ان کے سوالات پڑھ کر بغیر اس کا جواب پڑھے ہوئے یہ کہنے والے بہار شریعت و فتاویٰ رضویہ سے جواب نکال لیں۔

یہ صحیح ہے کہ بہار شریعت اور فتاویٰ رضویہ نے مفتی کا کام بہت آسان کر دیا ہے لیکن آسانی کے باوجود فتویٰ نویسی کی دشواری اپنی جگہ قائم ہے۔

فقہائے کرام نے اپنی خداداد فراست بصیرت و ذہانت سے ہزاروں کلیات اور لاکھوں جزئیات اپنے صحائف میں تحریر فرما دیئے ہیں مگر نئے نئے مسائل اور مسائل کی نئی نئی شکلیں ایسی رونما ہو جاتی ہیں کہ ذہین سے ذہین آدمی کو کلیات سے یا جزئیات سے حکم نکالنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔

پھر اس زمانے میں سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ بحمدہٖ تبارک و تعالیٰ مدارس دینیہ کی کثرت ہے اور ہر مدرسے والے دارالافتاء کا بورڈ لگائے ہوئے

ہیں اور مفتی بیٹھائے ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر کے فتاویٰ دیکھ کر رونا آتا ہے
کسی دل جلے نے مکاتب اسلامیہ کا حال دیکھ کر کہا تھا۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا — کار طفلاں تمام خواہد شد

اور اب مجھے اپنے زمانے کا حال دیکھ کر کہنا پڑتا ہے۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں مفتی — کار افتار تمام خواہد شد

عوام بے چارے الگ پریشان ہوتے ہیں کہ آخر فلاں بھی تو مفتی ہے
اس نے یہ فتویٰ دیا ہے۔

فتویٰ نویسی کی بنیادی شرط خدا ترسی ہے اس کے مفقود ہونے کی وجہ سے
یار لوگوں نے کیا کیا گل کھلاتے ہیں۔ کسی نے کوا کھانے کو ثواب لکھ دیا۔ کسی نے
بکرے کے خصیے کھانے کو جائز کہہ دیا۔ کسی نے منی آرڈر کی اجرت کو سود کہہ دیا۔
کسی نے ہندوستان کو دارالحرب کہہ دیا کسی نے حرام کی یہ تعریف کی "حرام وہ
ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر ہے۔ اور اس کا بے عذر چھوڑنے
والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے ——— اور مکروہ تحریمی کا حکم یہ لکھ دیا۔
"اس کا بغیر عذر کے ترک کرنے والا گنہگار اور عذاب کا مستحق ہے (بہشتی زیور)
اس ماحول میں حضرت مفتی صاحب کے فتاویٰ کی اشاعت ایک اہم دینی فریضہ
تھا جسے دارالعلوم فیض الرسول نے ادا کیا۔ اور اب کتب خانہ امجدیہ بستی آپ کے
فتاویٰ کا تیسرا مجموعہ چھاپ کر یہ اہم دینی فریضہ انجام دینے جا رہا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کے فتاوے صرف عوام ہی کے لئے مفید نہیں بلکہ
علمائے کرام حتی کہ موجودہ دور کے مفتیان عظام کے لئے بھی اعلیٰ درجے کا رہنما
ہے۔ فتویٰ لکھنے میں یہ چند باتیں ضروری ہیں۔

۱۔ سوال کو کما حقہ سمجھنا۔

۲۔ سوال کے لب ولہجہ سیاق وسباق سے یہ پہچان لینا کہ سائل کا منشا کیا
ہے؟ یہ سب سے اہم کام ہے۔ جو شخص بہت دقیق تنقیدی نظر نہ رکھتا ہو وہ اس

کو شاید ہی جان سکے یہ بہت ماہر حاذق کا کام ہے۔

۳۔ مفتی مخلص ہو۔

۴۔ انتہائی ذہین وفطین ہو۔

۵۔ زبان عرب کا پورا پورا ماہر ہو، عبارت النص، دلالت النص، اشارۃ النص، اقتضاء النص وغیرہ کے ذریعہ فقہی عبارتوں کے جملہ معانی سمجھنے کا ملکہ رکھتا ہو۔

۶۔ متداول کتب فقہ کا کامل مطالعہ کئے ہوتے ہو اور اس کے حافظے میں فقہ کے اکثر کلیات وجزئیات محفوظ ہوں۔

۷۔ کسی سے مرعوب نہ ہو۔

۸۔ اتنا جری ہو کہ بلا خوف لومۃ لائم حق بات کہنے کی جرأت رکھتا ہو۔ مزاج پر غصہ غالب ہو اور نہ لینت (نرمی)

۹۔ سوال کے بارے میں جب تک پورا اطمینان خاطر نہ ہو جائے حکم صادر نہ کرے۔

۱۰۔ جو بھی حکم دے اس کی قوی دلیل پہلے ذہن نشین کرلے۔

۱۱۔ متشابہ مسائل میں امتیاز پر قادر ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس کسوٹی پر میں نے حضرت مفتی صاحب کے فتاویٰ کو پرکھا تو بحمدہ تبارک وتعالیٰ اسے پورے طور پر کامل پایا۔

میرے برادر خواجہ تاش فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب علم وفضل خشیت وتقویٰ، اتباع شریعت میں یگانۂ عصر ہیں۔ ان سب خوبیوں میں سب سے بڑی خوبی اور کمال یہ ہے کہ وہ دینی معاملے میں نہ مداہنت کرتے ہیں اور نہ کسی بڑے سے بڑے شخص سے مرعوب ہوتے ہیں اور نہ ناقدین کی بے جا تنقید کی پرواہ کرتے ہیں۔

بمبئی میں جب سے مساجد بنی ہیں یہ رواج عام ہے کہ مساجد میں نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ ایک بار حضرت مفتی صاحب کے کسی محب کا انتقال ہوا ان سے

درخواست کی گئی کہ آپ نماز جنازہ پڑھائیں۔ لیکن حسب عادت وحسب رواج جنازہ مسجد میں رکھا گیا انہوں نے حکم شرعی بیان فرمایا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے[1] میں مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھا سکتا۔ لوگوں نے مفتی صاحب پر کئی طرح سے بڑا دباؤ ڈالا مگر وہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھانے سے برابر انکار کرتے رہے! آخرکار لوگ مسجد سے جنازہ نکالنے پر مجبور ہوگئے اور اسے باہر لائے تو آپ نے نماز پڑھائی —— اس پر ایک ہنگامہ کھڑا ہوگیا جس کی قیادت ایک ایسے شخص کررہے تھے جنھیں بعض اجلۂ علمائے کرام بھی ولی مانتے تھے جس سے بہت بڑا ہنگامہ کھڑا ہوگیا بے پڑھے لکھے عوام نے جو جی میں آیا حضرت مفتی صاحب کو کہا لیکن انہوں نے کسی بات کی پرواہ نہیں کی —— اس زمانے میں ایسی استقامت کی مثالیں شاید وباید ہی کہیں ملتی ہیں۔ اور ایک مفتی کی یہی شان ہونی چاہئے جو آج کل قریب قریب مفقود ہے۔

میری دعا ہے کہ رب قدیر حضرت مفتی صاحب کو اسلام وسنیت کی طرف سے بہترین جزا رخیر عطا فرمائے۔ ان کے ظل ہمایوں کو دراز سے دراز تر فرمائے اور ان کے فیض کو عام وتام کرے۔ آمین

محمد شریف الحق امجدی

۱۶ر محرم الحرام ۱۴۱۹ھ
۱۳ر مئی ۱۹۹۸ء

---

[1] فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۷۔ بہار شریعت ج ۴ ص ۱۵۸

از
انوار احمد قادری امجدی

تعارف

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی

آپ ضلع بستی وسدھارتھ نگر کے واحد مرجع فتاوی، جید مفتی ہیں جن کو نہ صرف روح فتوی نویسی کا مکمل ادراک ہے بلکہ فقہ کے غامض مسائل اور جزئیات پر عبور حاصل ہے۔ اور ملک کے صف اول کے مفتیان کرام میں آپ کا شمار ہوتا ہے [1]

ولادت ونسب

آپ ۱۳۵۲ھ - ۱۹۳۳ء میں اوجھا گنج ضلع بستی میں پیدا ہوئے۔ اوجھا گنج بستی شہر سے بیس کلومیٹر پچھم فیض آباد روڈ سے تین کلومیٹر دکھن واقع ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ جلال الدین احمد بن جان محمد بن عبدالرحیم بن غلام رسول بن ضیاء الدین بن محمد سالک بن محمد صادق بن عبدالقادر بن مراد علی۔

خاندانی حالات

آپ کا خاندان ٹانڈہ (ضلع امبیڈکر نگر) کے پورب علاقہ بڑہر کے مشہور ومعروف راجپوت خاندان کے ایک فرد مراد سنگھ سے تعلق رکھتا ہے۔ جو اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوکر ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے کے بعد مراد علی کہلائے۔ اور گھر والوں نے جب دباؤ ڈال کر اسلام سے برگشتہ کرنا چاہا تو زمینداری وتعلقہ داری چھوڑ کر ضلع امبیڈکر نگر کی مشہور مسلم آبادی شہزاد پور میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کی اولاد میں سے ضیاء الدین مرحوم بغرض

---

[1] ڈاکٹر غلام یحیی انجم۔ تذکرہ علمائے بستی ص۴۹

تجارت ضلع بستی آتے رہے۔ اسی اثنا میں اوجھا گنج کے مسلمانوں سے تعلقات پیدا ہوگئے تو زمین خرید کر اسی آبادی میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

آپ کے والد گرامی جان محمد مرحوم بڑے متقی و پرہیز گار تھے، دینداری اور نماز کی انتہائی پابندی ان کا نشان زندگی رہا۔ ابتدائے جوانی میں ان کو جامع مسجد کا امام مقرر کیا گیا تو وہ محض رضائے الٰہی کی خاطر بلامعاوضہ زندگی بھر پابندی کے ساتھ نماز پنجگانہ اور جمعہ وعیدین کی امامت فرماتے رہے۔ ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۷۰ھ ۔ ۱۹۵۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔

آپ کی والدہ محترمہ بی بی رحمت النساء مرحومہ ایک دیندار گھرانے کی لڑکی تھیں۔ نماز اور صبح تلاوت قرآن مجید کی بے حد پابند تھیں۔ دعائے گنج العرش اور درود لکھی ان کو زبانی یاد تھے جنھیں وہ روزانہ پڑھا کرتی تھیں۔ آبادی کے اندر تقویٰ اور پرہیز گاری میں اپنی مثال نہیں رکھتی تھیں۔ ۱۴ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۷۹ء کو ان کے ظاہری سایہ سے بھی آپ محروم ہوگئے۔

تعلیم

فقیہ ملت قبلہ نے ناظرہ اور حفظ کی تعلیم مقامی مولوی محمد زکریا مرحوم سے حاصل کی۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کیا اور ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء یعنی ساڑھے دس سال کی عمر میں حفظ مکمل کیا۔ فارسی آمدنامہ التفات گنج ضلع امبیڈکر نگر میں وہاں کے مقامی مولانا عبدالرؤف سے پڑھی۔ اور فارسی کی دوسری کتابوں کی تعلیم مولانا عبدالباری ڈھلموی سے حاصل کی اور عربی کی ابتدائی کتابیں بھی انھیں سے پڑھیں۔

جب التفات گنج کے مدرسہ کا نصاب آپ نے مکمل کرلیا تو ۱۹۴۷ء کے ہنگامے کے فوراً بعد ناگپور (مہاراشٹر) چلے گئے دن بھر کام کرتے جس سے پچیس تیس روپیے ماہانہ اپنے والدین کی خدمت کرتے اور اپنے کھانے وغیرہ کا انتظام کرتے اور بعد نماز مغرب اپنے دس ساتھیوں کے ہمراہ تقریباً بارہ بجے رات تک حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ سے مدرسہ شمس العلوم میں پڑھتے اور صبح بعد نماز فجر ایک قاری جو اپنی بدمذہبی چھپائے ہوئے تھا فن قرأت حاصل کرتے۔ اس طرح ناگپور

میں آپ کی تعلیم کا سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ ۲۴ ر شعبان ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹ ر مئی ۱۹۵۲ء کو حضرت علامہ نے آپ کو سند فراغت عطا فرما کر دستار بندی عطا کی۔

حضرت علامہ نے ناگپور سے جمشید پور جا کر مدرسہ فیض العلوم قائم فرمایا اور آپ کو وہاں بلا لیا مگر بر وقت مدرسہ فیض العلوم میں مدرس کی ضرورت نہ تھی اس لئے آپ کو ایک مکتب میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا گیا تو چار ماہ بعد دل برداشتہ ہو کر حضرت علامہ کی اجازت سے آپ گھر چلے آئے۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ مطابق جنوری ۱۹۵۵ء میں آپ مدرسہ قادریہ رضویہ بھاؤ پور ضلع سدھارتھ نگر کے مدرس مقرر ہوئے۔ اسی درمیان شعیب الاولیا حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ نے مکتب فیض الرسول کو دار العلوم بنا دیا تو آپ بھاؤ پور سے مستعفی ہو کر براؤں شریف آگئے اور یکم ذوالحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۰ ر جولائی ۱۹۵۶ء سے دار العلوم فیض الرسول کے مدرس ہو گئے۔ اور مسلسل اکتالیس سال تک وہاں سے ہر طرح اپنا علمی فیضان جاری رکھا پھر ضعیف العمری اور مستقل بیماری وغیرہ کے سبب ۱۲ ر شعبان ۱۴۱۶ھ کو براؤں شریف سے مستعفی ہو کر اپنے وطن آگئے اور دار العلوم امجدیہ ارشد العلوم جسے آپ نے بہت پہلے قائم کر رکھا تھا اس کو مرکز تربیت افتا بنا دیا جس میں ملک کی مشہور و معروف درسگاہوں کے فارغ التحصیل علما حضرت فقیہ ملت قبلہ سے فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔

اور ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ سے تربیت افتا کا مراسلاتی کورس بھی جاری کر دیا ہے جس سے دور دراز کے علما خط و کتابت کے ذریعہ فائدہ اٹھا رہے ہیں اور فتویٰ نویسی کی مشق کر رہے ہیں ـــــــ مرکز تربیت افتا کی تاسیس اور اس کا مراسلاتی کورس آپ کا ایسا جماعتی کارنامہ ہے جسے ملت کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔

فتویٰ نویسی ۲۴ ر صفر المظفر ۱۳۷۷ھ ـ ۱۹۵۷ء کو ۲۴ ر سال کی عمر میں آپ نے پہلا فتویٰ لکھا۔ پھر ملک اور بیرون ملک سے آئے ہوئے ہزاروں فتاوے بڑی تحقیق سے لکھے جو بنام فتاویٰ فیض الرسول کتاب الطہارت سے

کتاب الفرائض تک فقہ کے جملہ ابواب پر مشتمل دو جلدوں میں چھپ کر منظر عام پر آچکے ہیں۔ اور آپ کے فتاویٰ کا یہ تیسرا مجموعہ بنام فتاویٰ برکاتیہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

تصنیفات

فتاویٰ کے علاوہ آپ نے متعدد کتابیں بھی لکھی ہیں جو اسلام و سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے لئے بے انتہا مفید اور بے حد مقبول ہیں جن کے نام یہ ہیں ـــــ انوار الحدیث (اردو، ہندی، گجراتی) عجائب الفقہ (فقھی پہیلیاں) بزرگوں کے عقیدے۔ خطبات محرم۔ انوار شریعت (اردو، ہندی انگریزی، بنگلہ) تعظیم نبی علیہ السلام (عربی، اردو، ہندی) غیر مقلدوں کے فریب احکام نیت، حج و زیارت۔ معارف القرآن۔ علم اور علماء۔ باغ فدک اور حدیث قرطاس۔ سید الاولیاء (سید احمد کبیر رفاعی) محققانہ فیصلہ (اردو، ہندی، گجراتی) ضروری مسائل۔ گلدستۂ مثنوی۔ بد مذہبوں سے رشتے (اردو، ہندی گجراتی، بنگلہ) نورانی تعلیم مکمل چھ حصے۔

ان میں سے اب تک پندرہ کتابیں بیرون ملک چھپ کر حجاز مقدس، بحرین، دوحہ، دوبئی، دمام، ترکی، عراق، فرانس، برطانیہ، جاپان اور امریکہ وغیرہ تک مسلمانوں کی لائبریریوں اور ان کے گھروں میں پہنچ گئیں اور ہندی داں طبقے کے لئے علمائے اہل سنت میں سب سے پہلے آپ ہی نے انوار شریعت کو ہندی میں چھپوا کر کتب خانہ امجدیہ سے شائع کیا۔

آپ کی خصوصی خدمات

قرآن مجید کی کتابت و طباعت کی صحت کا ہر زمانے میں بہت اہتمام کیا گیا ہے مگر چند سال قبل کچھ دنیا دار ناشرین قرآن کریم (مع ترجمہ رضویہ) کو نہایت غیر ذمہ داری و لاپروائی سے کثیر غلطیوں کے ساتھ شائع کر رہے تھے، تو آپ نے ان کے خلاف قلم اٹھایا اور بار بار ضروری تصحیح کے عنوان سے ماہناموں میں مضمون شائع کیا یہاں تک کہ ناشرین کو صحیح متن کے ساتھ قرآن مجید چھاپنے پر مجبور کیا۔ اور جو ترجمہ کنز الایمان) مع تفسیر

خزائن العرفان کے ساتھ قرآن کریم کی جھوٹی فہرست شائع کی جارہی ہے اور اس سے سنیت کو نقصان پہنچ رہا ہے اس کے غلط ہونے کا اعلان آپ نے کیا۔

اور فقہ حنفی کی عظیم کتاب بہار شریعت میں جو گمراہ کن تحریف کی مذموم حرکت کی گئی کہ اس کے مثبت مسائل کو منفی اور منفی کو مثبت بنا کر چھاپا گیا تو اس کے متعلق آپ نے قلم اٹھا کر چند غلطیوں کو بطور ثبوت پیش کرتے ہوئے ناشر کے خلاف مضمون شائع کیا اور اس کی مطبوعہ بہار شریعت کے بائیکاٹ کرنے کا اعلان فرمایا۔ اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے لکھے ہوئے بہار شریعت کے حصوں کی افادیت کو بڑھانے کے لئے فقیہ ملت قبلہ نے حصہ سوم پر تعلیق اور حوالے کی کتابوں کا جلد و صفحہ ۱۴۰۱ھ میں تحریر فرمایا جسے قادری کتاب گھر بریلی اس کے دوسرے حصوں کے ساتھ شائع کر رہا ہے۔

قبلۂ عالم ایوارڈ

جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف ضلع اوریا (اٹاوہ) کے ارباب حل و عقد نے مورخہ ۱۴ر جمادی الاخریٰ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۸ر اکتوبر ۱۹۹۶ء کو یہ طے کیا کہ جامعہ صمدیہ کی طرف سے ہر تین سال بعد ایسی مؤقر شخصیت کو جس نے دین کی خدمت اور مسلک کے فروغ و اشاعت میں نمایاں کارنامے انجام دیئے ہوں "قبلۂ عالم ایوارڈ" دیا جائے۔ —— اراکین جامعہ صمدیہ کی نگاہِ انتخاب سب سے پہلے حضرت فقیہ ملت پر پڑی۔ اور آپ کو بتاریخ ۲۶ر رجب المرجب ۱۴۱۷ھ مطابق ۸ر دسمبر ۱۹۹۶ء "قبلۂ عالم ایوارڈ" دیا۔ اس حسین موقع پر جامعہ صمدیہ کی طرف سے آپ کو ایک اعزازی سند، جبہ و دستار اور زر نقد پانچ ہزار سے نوازا گیا۔

امام احمد رضا ایوارڈ

رضا اکیڈمی ممبئی جو اسلام و سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ و ترویج اور قرآن مجید مع ترجمہ کنزالایمان و احادیث کریمہ وغیرہ دو سو کتابوں کی اشاعت اور مفت تقسیم نیز ہر طرح کی دینی خدمات کے تعلق سے عالی جناب الحاج محمد سعید صاحب نوری کی قائم کردہ ہندوستان کی مشہور و معروف ایک تنظیم ہے۔ اس نے بتاریخ ۱ر شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق

۷ فروری ۱۹۹۸ء حضرت فقیہ ملت قبلہ کو ان کی علمی، تعلیمی، تعمیری اور فقہی و تصنیفی خدمات پر "امام احمد رضا ایوارڈ" توصیف نامہ اور پچیس ہزار روپئے بطور اظہار عقیدت پیش کیا۔

بیعت و خلافت

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال فرمانے سے چند ماہ قبل آپ کو حضرت سے شرف بیعت حاصل ہوا مگر ابھی تک آپ نے بعض مصالح کے پیش نظر کسی سے خلافت نہیں لی تھی یہاں تک کہ حضور احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مارہرہ مطہرہ میں عرس قاسمی کے موقع پر ۱۴۱۲ھ میں آپ کی خلافت کا اعلان فرمایا۔ اور ۱۴۱۳ھ میں جب اسی عرس کے موقع پر حضرت فقیہ ملت قبلہ مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے تو حضور احسن العلماء قبلہ نے ایک مخصوص مجلس میں آپ کی دستار بندی فرمائی۔

ہمارے نزدیک سب سے زیادہ قابل قدر آپ کا وہ خلوص عمل اور جذبہ دل ہے جس نے اسلام و سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کی خاطر آپ کو ہمیشہ فعال و متحرک رکھا۔

دعا ہے کہ خدائے عزوجل آپ کے سایہ عاطفت کو ہم لوگوں کے سروں پر تادیر قائم رکھے اور آپ کے فیوض و برکات سے رہتی دنیا تک مسلمانوں کو مستفید فرماتا رہے۔ آمین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

انوار احمد قادری امجدی
ناظم اعلیٰ مرکز تربیت افتار دار العلوم امجدیہ
ارشد العلوم
اوجھا گنج ضلع بستی (یوپی)

فہرست مضامین

عقیدے کا بیان

وضو اور غسل

اذان واقامت

نماز کی شرطیں

نماز کے فرائض

امامت کا بیان

جماعت کا بیان

مفسدات نماز

نماز کے مکروہات

نفل نماز

قضا نماز

سجدۂ سہو اور سجدۂ تلاوت

مسافر کی نماز

نماز جمعہ

نمازِ عیدین

نماز کے متفرق مسائل

نمازِ جنازہ وغیرہ

زکاۃ اور صدقہ فطر

روزہ اور اعتکاف

حج کے مسائل

نکاح کے مسائل

محرمات کا بیان

مہر کے مسائل

دودھ کا رشتہ

طلاق کے مسائل

خلع

عنین اور مفقود الخبر

عدت کے مسائل

جہیز کے مسائل

ثبوت نسب

نفقہ کے مسائل

قسم اور نذر

وقف کے مسائل

مسجد کے مسائل

بیع سلم

ہبہ

اجارہ اور رہن

ذبیحہ وغیرہ

قربانی کے مسائل

حظر و اباحت اور متفرق مسائل

وراثت کے مسائل

کتاب العقائد

عقیدے کا بیان

مسئلہ: از عبدالشکور کپیاؤنڈ بر ڈپور ضلع بستی

قرآن پاک میں ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ تو جھوٹ بولنا، زنا کرنا، چوری کرنا، شراب پینا اور شادی وغیرہ کرنا بھی ایک شے ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ ان چیزوں پر بھی قادر ہے؟

الجواب: جھوٹ بولنا، زنا کرنا، چوری کرنا اور شراب پینا عیب ہے اور ہر عیب خدائے تعالیٰ کے لئے محال ہے ممکن نہیں، اور خدائے تعالیٰ کی قدرت صرف ممکنات کو شامل ہے نہ کہ محالات کو۔ تفسیر جلالین میں ہے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی اللہ تعالیٰ ہر اس شے پر قادر ہے جس کو وہ چاہتا ہے۔ صاوی میں ہے کہ شاءہ سے مراد ارادہ ہے اور ذات باری تعالیٰ کے ارادہ اور قدرت صرف ممکنات سے متعلق ہوتے ہیں نہ کہ محالات سے۔ اور قدیر قدرت سے مشتق ہے جو خدائے تعالیٰ کی صفت ازلیہ قائم بذاتہ ہے اور ایجاداً و اعداماً ممکنات سے متعلق ہوتی ہے۔ صاوی کی عبارت یہ ہے شاءہ ای ارادہ و الارادۃ لا تتعلق الا بالممکن فکذا القدرۃ قولہ قدیر من القدرۃ وھی صفۃ ازلیۃ قائمۃ بذاتہ تعالیٰ تتعلق بالممکنات ایجاداً و اعداماً اھ ملخصاً اور تفسیر جمل میں ہے ان من شانہ ان یشاءہ و ذالک ھو الممکن اھ یعنی شاءہ سے مراد یہ ہے کہ جس کا چاہنا اسکی شان کو زیبا ہو اور وہ صرف ممکن ہے اور شرح عقائد جلالی میں ہے الکذب نقص و

النقص علیہ محال فلا یکون من الممکنات ولا تشملہ القدرۃ کسائر وجوہ النقص علیہ تعالیٰ کالجھل والعجز۔ یعنی جھوٹ بولنا عیب اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے تو اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکنات سے نہیں نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اسے شامل جیسے تمام اسباب عیب مثلاً جہل اور عجز سب خدائے تعالیٰ کے لئے محال ہیں اور صلاحیت قدرت سے خارج ہیں۔ اور علامہ کمال الدین قدسی شرح مسامرہ میں فرماتے ہیں۔ لاخلاف بین الاشعریۃ وغیرھم فی ان کل ما کان وصف نقص فالباری تعالیٰ عنہ منزہ وھو محال علیہ تعالیٰ اھ یعنی اشاعرہ اور غیر اشاعرہ کسی کو اس میں اختلاف نہیں کہ ہر وہ چیز جو صفت عیب ہے۔ باری تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ اور وہ خدائے تعالیٰ پر محال ہے ممکن نہیں رہا شادی کرنا تو یہ بھی محال ہے کہ خدائے تعالیٰ کو شادی پر قادر ماننے سے کئی خدا کا ممکن ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ جب شادی کرنے پر قادر ہوگا تو استقرار حمل و تولید ولد پر بھی قادر ہوگا اور خدا کا بچہ خدا ہی ہوگا۔ قرآن مجید پارہ ۲۵ رکوع ۱۳ میں ہے قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ یعنی تم فرماؤ کہ اگر رحمٰن کے لئے کوئی بچہ ہے تو میں سب سے پہلے (اسکا) پوجنے والا ہوں۔ تو قطعاً دو بلکہ کئی خدا کا ممکن ہونا لازم آیا کہ قدرت خدا کی انتہا نہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ھذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد حفیظ اللہ نعیمی دارالعلوم فاروقیہ مدھ نگر پوسٹ دھوائی ضلع گونڈہ ــــــ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے اوپر والا بولنا کیسا ہے؟ اس جملہ سے جہت کا ثبوت ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی یہ جملہ

بول کر بلند و بالا اور برتری کے معنی میں استعمال کرے تو اس کی تاویل مسموع ہوگی یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب ——— خدائے تعالیٰ کی ذات کے لئے اوپر والا بولنا کفر ہے کہ اس لفظ سے اس کے لئے جہت کا ثبوت ہوتا ہے اور اس کی ذات جہت سے پاک ہے جیسا کہ حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں اذا لم یکن فی مکان لم یکن فی جھۃ لاعلو لا سفل ولا غیرھما (شرح عقائد نسفی صـ۳۳) اور حضرت علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں یکفر بوصفہ تعالیٰ بالفوق او بالتحت اھ تلخیصاً (بحر الرائق جلد پنجم صـ۱۲۰) لیکن اگر کوئی شخص یہ جملہ بلندی و برتری کے معنی میں استعمال کرے تو قائل پر حکم کفر نہ کریں گے مگر اس قول کو برا ہی کہیں گے اور قائل کو اس سے روکیں گے۔ وھو سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :- از عبد الحفیظ کانپور

(۱) ——— ہم لوگوں کا عقیدہ ہے کہ خدا حاضر و ناظر ہے تو یہ درست ہے یا نہیں ؟ اور کیا یہ عقیدہ رکھنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ؟

(۲) ——— جب لوگ ایک جگہ بیٹھ کر بات چیت کرتے ہیں تو ان کے درمیان خدا موجود ہوتا ہے یہ کہنا چاہئے یا نہیں ؟

الجواب ——— (۱) اگر حاضر و ناظر بہ معنی شہید و بصیر اعتقاد رکھتے ہیں۔ یعنی ہر موجود اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے اور وہ ہر موجود کو دیکھتا ہے تو یہ عقیدہ حق ہے مگر اس عقیدہ کی تعبیر لفظ حاضر و ناظر سے کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کرنا نہیں چاہئے۔ لیکن اگر پھر بھی کوئی شخص اس لفظ کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بولے تو وہ کفر نہ ہوگا۔

جیساکہ درمختار مع شامی جلد سوم ص۳۰۷ میں ہے یا حاضر یا ناظر لیس بکفر۔ وھوا علم۔

(۲) ـــــــ جب لوگ ایک جگہ بیٹھ کر بات چیت کرتے ہیں تو انکے درمیان خدا موجود ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہنا چاہئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے۔ عقائد نسفی میں ہیں لایتمکن فی مکان اس کے تحت شرح عقائد نسفی میں ص۳۲ پر ہے اذالم یکن فی مکان لم یکن فی جہۃ لاعلو ولا سفل ولا غیرھما۔ اور وہ جو پارہ ۲۸ رکوع ۲ میں ہے مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ تو اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مشاہدہ فرماتا ہے اور ان کے رازوں کو جانتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے درمیان خدائے تعالیٰ موجود ہوتا ہے۔ تفسیر جلالین میں ہے۔ ھو رابعھم بعلمہ اور علامہ صاوی نے فرمایا قولہ بعلمہ وسمعہ وبصرہ ومتعلق بھم قدرتہ وارادتہ اور تفسیر مدارک میں اس آیت کریمہ کے تحت ہے یعلوما یتناجون بہ ولا یخفیٰ علیہ ماھم وتقدس تعالیٰ عن المکان علوا کبیرا ام وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدیؔ

مسئلہ: از صوفی محمد صدیق نوری ۲۰ جواہر مارگ اندور (ایم پی)

کیا فرماتے ہیں حضرت فقیہ ملت صاحب قبلہ اس مسئلہ میں کہ آپ کی تصنیف "بد مذہبوں سے رشتے" ص۶ پر ہے کہ گمراہ مسلمان وہ بدمذہب ہے جو ضروریات اہل سنت میں سے کسی بات کا انکار کرتا ہو مگر اس کی بدمذہبی حد کفر نہ پہنچی ہو۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ضروریات اہلسنت کیا ہیں؟ کم از کم دو تین مثالیں دے کر سمجھائیں۔ اور حضرت کی تحریر سے ظاہر ہے کہ جس شخص کی بدمذہبی حد کفر نہ پہنچی ہو اسے کافر نہیں کہا

جائے گا بلکہ اسے مسلمان کہا جائے گا تو پھر ایسے شخص کے بارے میں اس حدیث شریف کا مطلب کیا ہوگا کہ بد مذہب دین اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال۔ بینوا توجروا

الجواب ——— کتاب بد مذہبوں کے رشتے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ حق ہے۔ بیشک وہ شخص جو ضروریات دین میں سے کسی بات کا انکار نہ کرے مگر ضروریات اہلسنت میں سے کسی بات کو نہ مانے تو وہ گمراہ مسلمان ہے کافر نہیں ہے اور جو باتیں کہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہیں وہ سب ضروریات اہلسنت ہی سے ہیں ان میں سے کسی ایک بات کا انکار کرنے والا گمراہ مسلمان ہوگا اسے کافر نہیں قرار دیا جائے گا جیسا کہ رئیس الفقہا حضرت مُلاجیون علیہ الرحمۃ والرضوان استاذ شہنشاہ عالمگیر اصول فقہ کی اپنی مشہور زمانہ کتاب نورالانوار کے ص۱۷۱ پر تحریر فرماتے ہیں لا یکفر جاحدہ بل یضلل علی الاصح یعنی اصح مذہب پر حدیث مشہور کے انکار کرنے والے کو کافر نہیں قرار دیا جائے گا بلکہ اسے گمراہ ٹھہرایا جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ وہ کافر نہیں ہوگا بلکہ گمراہ مسلمان ہوگا۔ مثلاً حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ اسرار از مسجد حرام ست تا مسجد اقصیٰ و معراج از مسجد اقصیٰ ست تا آسمان۔ و اسرار ثابت ست بنص قرآن و منکر آں کافر ست و معراج باحادیث مشہورہ کہ منکر آں ضال و مبتدع ست یعنی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اسرار ہے اور مسجد اقصیٰ سے آسمان تک معراج ہے اسرار نص قرآنی سے ثابت ہے اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ اور معراج احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اس کا انکار کرنے والا گمراہ اور بد دین ہے (یعنی کافر نہیں ہے) اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۵۲۷ اور حضرت علامہ سعدالدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں المعراج

لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الیقظۃ بشخصہ الی السماء ثم الی ماشاء اللہ تعالیٰ من العلیٰ حق ای ثابت بالخبر المشہور حتے ان منکرہ یکون مبتدعًا یعنی حالت بیداری میں جسم اطہر کے ساتھ آسمان اور اسکے اوپر جہاں تک خدائے تعالیٰ نے چاہا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اس کا انکار کرنیوالا بد دین ہے، (کافر نہیں ہے بدمذہب مسلمان ہے۔ شرح عقائد نسفی ص۱۰۱)

اور سیدالفقہا حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

ان المعراج الی المسجد الاقصیٰ قطعی ثابت بالکتاب والیٰ سماء الدنیا ثابت بالخبر المشہور والیٰ ما فوقہ من السموات ثابت بالآحاد فمنکر الاول کافر البتۃ ومنکر الثانی مبتدع مضل ومنکر الثالث فاسق۔ یعنی مسجد اقصیٰ تک معراج قطعی ہے قرآن سے ثابت ہے اور آسمان دنیا تک حدیث مشہور سے ثابت ہے اور آسمانوں سے اوپر تک حدیث آحاد سے ثابت ہے تو پہلے کا منکر قطعی کافر ہے اور ثانی کا منکر بد دین گمراہ ہے اور تیسرے کا منکر فاسق ہے (تفسیرات احمدیہ ص۳۲۸)

یعنی معراج کی رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آسمان دنیا تک تشریف لے جانا جو حدیث مشہور سے ثابت ہے اسے ماننا ضروریات اہلسنت میں سے ہے: لہذا جو شخص اس کا انکار کرے اسے کافر نہیں قرار دیا جائے گا بلکہ اسے بد دین گمراہ مسلمان ٹھہرایا جائے گا۔ اور معراج کی رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مسجد اقصیٰ میں داخل ہونے کو ماننا بھی ضروریات اہلسنت میں سے ہے اسلئے کہ یہ بھی حدیث مشہور سے ثابت ہے قرآن مجید سے ثابت نہیں۔ اور وہ جو خدائے تعالیٰ کا قول مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ہے۔ تو اس میں کلمہ الیٰ امتداد کے لئے ہے لان صدر الکلام لایتناول ماوراء الغایۃ اذ الاسراء

یجوزان یکون فرسخا اوفرسخین اسی بنیاد پر اصول فقہ کی مشہور کتاب اصول الشاشی صـ۶۲ پر بحث الیٰ کے حاشیہ نمبر۱ میں ہے من انکر دخول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المسجد الاقصیٰ لیلۃ المعراج لایکفر ولٰکن یکون مبتدعا لانکارہ بالخبر الصحیح کذا فی المعدن۔ یعنی جو شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں داخل ہونے کا انکار کرے وہ کافر نہیں قرار دیا جائے گا بلکہ حدیث صحیح کے انکار کے سبب اسے بد مذہب ٹھہرایا جائے گا۔ ایسا ہی معدن میں ہے۔ اور حضرات شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سارے صحابہ سے افضل ماننا، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرنا اور مسح علی الخفین کو جائز ماننا یہ سب ضروریات اہلسنت میں سے ہیں۔ یعنی جو شخص شیخین کو سارے صحابہ سے افضل نہ مانے، حضرت عثمان غنی و حضرت علی سے محبت نہ کرے یا مسح علی الخفین کو جائز نہ مانے اسے کافر نہیں قرار دیا جائے گا بلکہ اسے گمراہ بد مذہب مسلمان مانا جائے گا۔ ھدایہ اولین صـ۴۱ باب المسح علی الخفین کے حاشیہ نمبر۱۴ میں نہایہ کے حوالہ سے ہے سئل ابوحنیفہ عن مذھب اھل السنۃ والجماعۃ فقال ھو ان یفضل الشیخین یعنی ابابکر وعمر علی سائر الصحابۃ وان یحب الختنین یعنی عثمان وعلی وان یری المسح علی الخفین ــــــ اور اعلیٰ حضرت پیشوائے اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تفضیلی کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ تمام اہلسنت کا عقیدہ اجماعیہ ہے کہ صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے افضل ہیں۔ ائمہ دین کی تصریح ہے کہ جو مولیٰ علی کو ان پر فضیلت دے مبتدع بد مذہب ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے،

فتاویٰ خلاصہ و فتح القدیر و بحر الرائق و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا کتب میں ہے ان فضل علیا علیھما فمبتدع۔ اگر مولیٰ علی کو صدیق و فاروق پر فضیلت دے تو مبتدع (یعنی بدمذہب) ہے غنیہ و ردالمحتار وغیرہما میں ہے الصلوٰۃ خلف المبتدع تکرہ بکل حال۔ بدمذہب کے پیچھے ہر حال میں نماز مکروہ ہے ارکان اربعہ میں ہے الصلوٰۃ خلفھم تکرہ کراھۃ شدیدۃ تفضیلیوں کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے۔ کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب (فتاوی رضویہ جلد سوم ص۲۶۶-۶۷) اس فتویٰ میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے تفضیلیوں کو بدمذہب قرار دینے کے ساتھ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ٹھہرایا معلوم ہوا کہ بدمذہب مسلمان ہوتا ہے اگرچہ بدترین مسلمان ہوتا ہے اسی لئے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ اگر وہ مسلمان نہ ہوتا بلکہ کافر ہوتا تو اس کی اقتداء میں نماز باطل محض ہوتی۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ کی اسی جلد کے ص۱۹۵ پر ندویوں کے پیچھے نماز جائز یا ناجائز ہونے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں ندویوں میں کچھ نیچری ہیں کچھ منکرات ضروریات دین رافضی۔ یہ بالاجماع کافر و مرتد ہیں اور ان کے پیچھے نماز محض باطل ——— اور تحریر فرماتے ہیں کہ غیر مقلد کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۲۶۴) معلوم ہوا کہ منکرین ضروریات دین اور غیر مقلدین جو کافر ہیں ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ اور تفضیلی جو منکر ضروریات اہلسنت ہے اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ لیکن مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس کی بدمذہبی حد کفر کو نہیں پہونچی ہے۔ اس مضمون کو فتاویٰ رضویہ کی اسی جلد کے ص۱۷۱ پر واضح الفاظ میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ جس شخص کی بدعت حد کفر تک نہ ہو نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی

ہے۔ اور جو اس حد تک پہونچ گئی تو اقتدار اس کی اصلاً صحیح نہیں۔
اور حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں جس بد مذہب کی بد مذہبی حد کفر نہ پہونچی ہو جیسے تفضیلیہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے (بہار شریعت حصہ سوم ص۱۱ بحوالۂ عالمگیری) ان ساری تفصیلات سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ جس کی بد مذہبی حد کفر کو نہ پہونچی ہو اسے کافر نہیں کہا جائے گا بلکہ ایسے شخص کو گمراہ مسلمان کہا جائے گا اور مسلمانوں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو صرف گمراہ ہیں کافر نہیں ہیں۔
رہی وہ حدیث جو سوال میں مذکور ہے کہ بد مذہب دین اسلام سے ایسا نکل جاتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ تو اسی مضمون کی بعض حدیثیں دوسروں سے متعلق بھی ہیں مثلاً سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من مشی مع ظالم لیقویہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام یعنی جو شخص ظالم کو تقویت دینے کے لئے یہ جانتے ہوئے اس کا ساتھ دے کہ وہ ظالم ہے تو تحقیق وہ اسلام سے خارج ہو گیا (انوار الحدیث ص۴۲۷ بحوالۂ بیہقی) تو جس طرح اس حدیث شریف میں اسلام سے خارج ہو گیا کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص اسلام کی خوبیوں سے نکل گیا۔ اسی طرح حدیث مذکور کا بھی مطلب یہ ہے کہ بد مذہب جس کی بد مذہبی حد کفر کو نہ پہونچی ہو وہ اسلام کی خوبیوں سے اسی طرح نکل جاتا ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل مجدہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدیؔ
۲۴ ربیع النور ۱۴۱۶ھ

مسئلہ:۔ محمد یوسف بنارسی ۹۳/۱۲ بیج باغ کانپور

زید عالم دین ہے اور مفتی بھی ازیں قبل ان علمائے دیوبند کو جن کو حسام الحرمین میں انکی کفری عقائد کی بنا پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متحقق وثابت کرتے ہوئے ان پر فتویٰ کفر دیا ہے جس کے صحیح ہونے پر جمیع علمائے اہلسنت کا اتفاق ہے خود بھی کافر کہا کرتا تھا مگر اب یہ کہتا ہے کہ جب سے میں نے بسط البنان دیکھی ہے بر بنائے احتیاط کافر کہنے میں تامل کرتا ہوں دریں صورت زید کے لئے از روئے شرع کیا حکم ہے۔

الجواب ـــــــــــ دیوبندیوں کے پیشوا۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان کی عبارات کفریہ التزامیہ متعینہ کی صفائی میں بسط البنان لکھی جس نے تھانوی صاحب کے کفر پر رجسٹری کر دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ زید جو عالم اور مفتی بھی ہے اس نے بسط البنان کے مغالطہ وفریب کا پردہ چاک کرنے والے رسالہ وقعات السنان مصنفہ حضرت مولانا شاہ مصطفےٰ رضا شاہزادہ سرکار اعلیٰ حضرت نہیں دیکھا۔ اس مبارک رسالہ میں شاہزادہ اعلیٰ حضرت نے بسط البنان کا ایسا علمی رد تحریر فرمایا جس کا جواب نہ تو خود تھانوی صاحب دے سکے نہ آج تک ان کا کوئی حامی مولوی دے سکا۔ تعجب ہے کہ زید خود عالم دین اور مفتی بھی ہے اور اس کے سامنے حفظ الایمان صـ۸ کی وہ عبارت ہے جو اپنے کفری معنی میں متعین ہے اور جس میں تھانوی صاحب نے صاحب وعلمک مالم تکن تعلم سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صریح گالی دی ہے اور سرکار کی شان میں کھلی توہین کی ہے تو پھر بسط البنان دیکھنے کے بعد زید کے نزدیک حفظ الایمان کی گالی اور توہین کیونکر مدح وتعظیم بن گئی۔ الحاصل چونکہ تھانوی صاحب کی حفظ الایمان والی کفری عبارت معنی میں متعین ہے اور صریح متعین کفری

قول کے قائل کے بارے میں ائمہ فتویٰ کا ارشاد ہے کہ من شلث فی کفرہ وعذابہ فقد کفر اسلئے زید تکفیر تھانوی سے امتناع کے باعث بہ حکم شریعت اسلامیہ خود کافر ہو گیا اس پر توبہ تجدید ایمان فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۹ر شعبان ۱۴۰۰ھ

مسئلہ :- از محمد طاہر پاشا۔ بنگاپور۔ کرناٹک

بعض لوگ ابن تیمیہ کی بہت تعریف کرتے ہیں تو ابن تیمیہ کون تھا اور اس کے خیالات کیسے تھے۔؟ بینوا توجروا

الجواب :- بعون المولیٰ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ۔ جو لوگ ابن تیمیہ کی بہت تعریف کرتے ہیں یا تو وہ لوگ گمراہ و بد مذہب ہیں اور یا تو انہیں ابن تیمیہ کے بارے میں صحیح معلومات نہیں کہ وہ گمراہ و بد مذہب آدمی تھا اس نے بہت سے مسائل میں خرق اجماع کیا اور دین میں بہت سے فتنے پیدا کئے۔ جیسا کہ فتاویٰ حدیثیہ ص۱۱۶ میں ہے۔ اعلم انہ خالف الناس فی مسائل نبہ علیہا التاج السبکی وغیرہ۔ فما خرق فیہ الاجماع قولہ ان طلاق الحائض لا یقع وکذا الطلاق فی طہر جامع فیہ۔ وان الصلوٰۃ اذا ترکت عمدا لا یجب قضاءھا وان الحائض یباح لہا الطواف بالبیت ولا کفارۃ علیہا۔ وان الطلاق الثلاث یرد الی واحدۃ۔ وان المائعات لا تنجس بموت حیوان فیہا کالفارۃ وان الجنب یصلی تطوعہ باللیل ولا یؤخرہ الی ان یغتسل قبل الفجر وان کان بالبلد۔ وان مخالف الاجماع لا یکفر ولا یفسق۔ وان ربنا محل الحوادث۔ وقولہ بالجسمیۃ والجہۃ والانتقال وانہ بقدر العرش لا اصغر ولا اکبر۔ وقال ان النار تفنی۔ وان الانبیاء

غیر معصومین وان رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا جاہ لہ ولا یتوسل بہ۔ وان انشاء السفر الیہ بسبب الزیارۃ معصیۃ لا تقصر الصلوٰۃ فیہ وسیحرم ذلک یوم الحاجۃ ماستہ الیٰ شفاعتہ اھ تلخیصا۔ یعنی ابن تیمیہ نے بہت سے مسائل میں علمائے حق کی مخالفت کی ہے جس کی نشاندہی حضرت امام تاج الدین سبکی وغیرہ نے کی ہے۔ تو جن مسائل میں اس نے خرق اجماع کیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔ حالت حیض میں اور جس طہر میں ہمبستری کی ہے طلاق نہیں واقع ہوتی اور نماز اگر قصداً چھوڑ دی جائے تو اس کی قضا واجب نہیں اور حالت حیض میں بیت اللہ شریف کا طواف کرنا جائز ہے اور کوئی کفارہ نہیں اور تین طلاق سے ایک ہی طلاق پڑتی ہے اور تیل وغیرہ پتلی چیزیں چوہا وغیرہ کے مرنے سے نجس نہیں ہوتیں اور بعد ہمبستری غسل کرنے سے پہلے رات میں نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔ اگرچہ شہر میں ہو اور جو شخص اجماع امت کی مخالفت کرے اسے کافر و فاسق نہیں قرار دیا جائے گا۔ اور خدائے تعالیٰ کی ذات میں تغیر و تبدل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے اور اس کے لئے جہت اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا قائل ہے اور کہتا ہے کہ خدائے تعالیٰ بالکل عرش کے برابر ہے نہ اس سے چھوٹا ہے نہ بڑا۔ اور یہ بھی کہتا ہے کہ جہنم فنا ہو جائے گی۔ اور یہ بھی کہتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم نہیں ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی مرتبہ نہیں ہے اور ان کو وسیلہ نہ بنایا جائے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا گناہ ہے ایسے سفر میں نماز کی قصر جائز نہیں جو شخص ایسا کرے گا وہ حضور کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات

انہیں عقائد کی بنیاد پر جب خاتم الفقہاء والمحدثین حضرت شہاب

الدین بن حجر ہیثمی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ذکر کیا گیا کہ ابن تیمیہ نے متاخرین صوفیہ پر اعتراض کیا ہے تو انہوں نے فرمایا۔ ابن تیمیۃ عبد خذلہ واضلہ واعماہ واصمہ واذلہ۔ وبذالک صرح الائمۃ الذین بینوا فساد احوالہ وکذب اقوالہ ومن اراد ذالک نعلیہ بمطالعۃ کلام الامام المجتہد المتفق علی امامتہ وجلالتہ وبلوغ مرتبۃ الاجتہاد ابی الحسن السبکی وولد التاج والشیخ الامام العزبن جماعۃ واهل عصرهم وغیرهم من الشافعیۃ والمالکیۃ والحنفیۃ۔ ولم یقصر اعتراضہ علی متاخری الصوفیۃ بل اعتراض علی مثل عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنهما والحاصل ان لایقام لکلامہ وزن بل یرمی فی کل وعروحزن ویعتقد فیہ انہ مبتدع ضال ومضل جاهل غال۔ عاملہ اللہ بعدلہ واجارنا من مثل طریقتہ وعقیدتہ وفعلہ آمین اھ۔ یعنی ابن تیمیہ ایسا شخص ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اسے نامراد کر دیا اور گمراہ کر دیا اور اس کی بصارت وسماعت کو سلب فرمالیا اور اس کو ذلت کے گڈھے میں گرا دیا۔ اوران باتوں کی تصریح ان اماموں نے فرمائی ہے جنہوں نے اس کے احوال کے فساد اور اس کے اقوال کے جھوٹ کا پول کھولا ہے جو شخص ان باتوں کا تفصیلی علم حاصل کرنا چاہے اسے لازم ہے کہ وہ اس امام کے کلام کا مطالعہ کرے جن کی امامت وجلالت پر سب علمائے کرام کا اتفاق ہے اور جو مرتبہ اجتہاد پر فائز ہیں یعنی حضرت ابوالحسن سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت تاج الدین سبکی کے فرزند اور حضرت شیخ امام عزالدین بن جماعۃ اور ان کے ہمعصر شافعی، مالکی اور حنفی علماء کی کتابوں کو

پڑھے اور ابن تیمیہ کے اعتراضات فقط متاخرین صوفیہ ہی پر نہیں بلکہ وہ تو اس قدر حد سے بڑھ گیا کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب اور امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسی مقدس ذاتوں کو بھی اپنے اعتراضات کا نشانہ بنا ڈالا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ کی بکواسوں کا کوئی وزن نہیں بلکہ وہ اس قابل ہیں کہ گڈھوں اور کوؤں میں پھینک دی جائیں۔ اور ابن تیمیہ کے بارے میں یہی اعتقاد رکھا جائے کہ وہ بدعتی گمراہ۔ دوسروں کو گمراہ کرنے والا۔ جاہل اور حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔ خدائے تعالیٰ اس سے انتقام لے اور ہم سب لوگوں کو اس کی راہ اور اس کے عقائد سے اپنی پناہ میں رکھے آمین (فتاویٰ حدیثیہ ص۱۱۴) اور عارف باللہ حضرت شیخ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ابن تیمیۃ من الحنابلۃ وقد رد علیہ ائمۃ مذھبہ حتی قال العلماء انہ الضال المضل اھ۔ یعنی ابن تیمیہ حنبلی کہلاتا تھا۔ حالانکہ اس مذہب کے اماموں نے بھی اس کا رد کیا ہے۔ یہاں تک کہ علماء نے فرمایا کہ وہ گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے (صاوی جلد اول ص۹۶) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

۲ر شعبان المعظم سنہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ ـــــ از ملا محمد حسین حیدر پور۔ اوجھا گنج۔ ضلع بستی

کامل ایمان والا کون ہے؟

الجواب ـــــ حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو سچ جاننا اور حضور کی حقانیت کو دل سے ماننا ایمان ہے جو شخص اس بات کا اقرار کرے اسے مسلمان سمجھا جائے گا بشرطیکہ اس کے کسی قول و فعل یا حال سے اللہ و رسول جل مجدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کا انکار تکذیب یا توہین نہ پائی جائے پھر جس شخص کے دل میں اللہ ورسول کی محبت تمام لوگوں پر غالب ہو اور اللہ ورسول کے محبوب سے محبت رکھے اگرچہ وہ اپنے دشمن ہوں۔ اور اللہ ورسول کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرنے والوں سے دشمنی رکھے اگرچہ وہ اپنے عزیز ترین بیٹے ہی کیوں نہ ہوں۔ اور جو کچھ دے اللہ تعالیٰ کیلئے دے اور جو نہ دے اللہ تعالیٰ کے لئے نہ دے تو وہ کامل ایمان والا ہے جیساکہ حدیث میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان یعنی جو شخص اللہ کے لئے محبت رکھے اور اسی کے لئے دشمنی کرے اور اللہ ہی کے لئے دے اور اسی کے لئے روکے تو اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا (ابوداؤد ۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۴) وَهُوَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ ـــــ از محمد ہارون فاروقی سعدی مدنپور ضلع باندہ ۔ یو، پی

غوث صمدانی قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں حنفیہ کو گمراہ فرقوں میں سے شمار کیا ہے تو اس کا جواب کیا ہے؟ تحریر فرمائیں بے انتہا کرم اور بیپایاں نوازش ہوگی۔

الجواب ـــــ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اسی طرح کے سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ کتاب غنیۃ الطالبین کی نسبت حضرت شیخ محقق محدث عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تو یہ خیال ہے کہ وہ سرے سے حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہی نہیں۔ مگر یہ نفی مجرد ہے اور امام ابن

حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصریح فرمائی کہ اس کتاب میں بعض مستحقین عذاب نے الحاق کر دیا ہے۔ فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں وایاك ان تغتر بما وقع فی الغنیۃ لامام العارفین وشیخ الاسلام والمسلمین الاستاذ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فانہ دسہ علیہ فیھا من سینتقم اللہ منہ والا فھو بریٔ من ذالك - یعنی خبردار دھوکا مت کھانا اس سے جو امام الاولیاء سردار اسلام ومسلمین حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غنیہ میں واقع ہوا کہ اس کتاب میں اسے حضور پر افترا کر کے ایسے شخص نے بڑھا دیا ہے کہ عنقریب اللہ عزوجل اس سے بدلہ لے گا۔ حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے بری ہیں۔

ثانیاً۔ اسی کتاب میں تمام اشعریہ یعنی اہلسنت وجماعت کو بدعتی گمراہ گر لکھا ہے کہ خلاف ما قالتہ الاشعریہ من کلام اللہ معنی قائم بنفسہ واللہ حسیب کل مبتدع ضال مضل کیا کوئی ذی انصاف کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ! یہ سرکار غوثیت کا ارشاد ہے؟ جس کتاب میں تمام اہلسنت کو بدعتی گمراہ گمراہ گر لکھا ہے اس میں حنفیہ کی نسبت کچھ ہو تو کیا جائے شکایت ہے۔ لہذا کوئی محل تشویش نہیں۔

ثالثاً پھر یہ خود صریح غلط اور افترا بر افترا ہے کہ تمام حنفیہ کو ایسا لکھا ہے۔ غنیۃ الطالبین کے یہاں صریح لفظ یہ ہیں کہ ھم بعض اصحاب ابی حنیفۃ وہ بعض حنفی ہیں اس سے نہ حنفیہ پر الزام آ سکتا ہے نہ معاذ اللہ حنفیت پر۔ آخر یہ تو قطعاً معلوم ہے اور سب جانتے ہیں کہ حنفیہ میں بعض معتزلی تھے۔ جیسے زمخشری صاحب کشاف وعبد الجبار ومطرزی صاحب مغرب وزاہدی صاحب قنیہ وحاوی ومجتبیٰ پھر اس سے حنفیت وحنفیہ پر کیا الزام آیا؟ بعض شافعیہ زیدی رافضی ہیں۔ اس سے شافعیہ وشافعیت پر کیا الزام آیا؟ نجد کے وہابی سب

حنبلی ہیں پھر اس سے حنبلیہ و حنبلیت پر کیا الزام آیا ؟ جانے دو رافضی، خارجی، معتزلی، وہابی سب اسلام ہی میں نکلے اور اسلام کے مدعی ہوئے پھر معاذ اللہ اس سے اسلام و مسلمین پر کیا الزام آیا ؟

رابعًا - کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار میں بسند صحیح حضرت ابو التقی محمد بن ازہر صریفینی سے ہے مجھے رجال الغیب کے دیکھنے کی تمنا تھی مزار پاک امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور ایک مرد کو دیکھا دل میں آیا کہ مردان غیب سے ہیں وہ زیارت سے فارغ ہو کر چلے یہ پیچھے ہوئے۔ ان کے لئے دریائے دجلہ کا پاٹ سمٹ کر ایک قدم بھر کا رہ گیا کہ وہ پاؤں رکھ کر اس پار ہو گئے۔ انہوں نے قسم دے کر روکا اور ان کا مذہب پوچھا فرمایا حَنِیۡفًا مُّسۡلِمًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ یہ سمجھے کہ حنفی ہیں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں عرض کے لئے حاضر ہوئے۔ حضور اندر ہیں دروازہ بند ہے ان کے پہنچتے ہی حضور نے اندر سے ارشاد فرمایا اے محمد آج روئے زمین پر اس شان کا کوئی ولی حنفی المذہب نہیں۔ کیا معاذ اللہ! گمراہ بد مذہب لوگ اولیاء اللہ ہوتے ہیں جن کی ولایت کی خود سرکار غوثیت نے شہادت دی (فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص۲۸)

خلاصہ یہ کہ اس زمانہ میں جب کہ کتابیں چھپتی نہیں تھیں بلکہ قلمی ہوا کرتی تھیں ان میں الحاق آسان تھا۔ اسی لئے حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام میں بھی الحاقات ہوتے۔ اور حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں تو اس قدر الحاقات ہوئے کہ شمار نہیں کئے جا سکتے جن کو حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "الیواقیت والجواھر" میں بیان فرمایا اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ خود میری زندگی میں میری کتاب میں حاسدوں نے الحاقات کر دیئے۔ اسی طرح حکیم سنائی اور حضرت خواجہ حافظ شیرازی

وغیرہما اکابرین کے کلام میں الحاقات ہونا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحفۂ اثنا عشریہ میں بیان فرمایا تواسی طرح غنیۃ الطالبین میں حنفیہ کا گمراہ فرقوں سے شمار الحاقات میں سے ہے اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی ایسا لکھا ہے تو بھی کوئی حرج نہیں اس لئے کہ حضرت نے بعض اصحاب حنفیہ کو گمراہ فرمایا ہے جو فروعی مسائل میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کرتے تھے جیسے کہ آج کل دیوبندی اور مودودی وغیرہ فروعی مسائل میں حضرت امام اعظم کی اتباع کرنے کے سبب حنفی کہلاتے ہیں اور گمراہ و بدمذہب ہیں۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل شانہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ ازعبدالمبین نعمانی۔ ذاکر نگر جمشید پور

عورتیں وضو میں سر کا مسح کس طرح کریں؟ کیا مردوں کی طرح یہ بھی گدی سے ہاتھ پیشانی پر واپس لائیں؟

الجواب وضو میں سر کے مسح کا مستحب طریقہ دو طرح ہے۔ اول یہ کہ پوری ہتھیلیاں انگلیوں کے سرے تک تر کر کے پھر انگوٹھے اور کلمے کی انگلی کے سوا ایک ہاتھ کی باقی تین انگلیوں کا سرا دوسرے ہاتھ کی باقی تین انگلیوں کے سرے سے ملائے اور پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر گدی تک مسح کرتا ہوا اس طرح لے جائے کہ ہتھیلیاں سر سے جدا رہیں پھر وہاں سے ہتھیلیوں سے مسح کرتا ہوا آگے تک واپس لائے جیسا کہ جوہرہ نیرہ، عنایہ اور کفایہ میں ہے واللفظ للکفایۃ کیفیتہ ان یضع من کل واحدۃ من الیدین ثلاث اصابع علی

مقدم راسه ولا یضع الابهام والمسبحة و یجافی کفیه و یمد هما الی القفا ثم یضع کفیه علی مؤخر راسه و یمد هما الی المقدم اھ

فتاوی رضویہ میں مسح کے اس طریقہ کو بہتر فرمایا اور بہار شریعت میں اسی طریقے کو بیان کیا گیا۔ اور مسح کا دوسرا مستحب طریقہ یہ ہے کہ سب انگلیاں سر کے اگلے حصے پر رکھے اور ہتھیلیاں سر کی کروٹوں پر اور ہاتھ جمائے ہوئے گدی تک کھینچتا لے جائے بس جیساکہ فتاوی قاضی خان اور عالمگیری میں ہے۔ واللفظ للهندیة یضع کفیه واصابعه علی مقدم راسه و یمد هما الی قفاه علی وجه یستوعب جمیع الراس اھ۔ شرح نقایہ اور عمدۃ الرعایہ میں اسی دوسرے طریقے پر جزم کیا اور فتاوی رضویہ میں فرمایا کہ سر کے مسح میں ادائے سنت کو یہ طریقہ بھی کافی ہے۔ ردالمحتار اور بحرالرائق میں ہے قال الزیلعی تکلموا فی کیفیة المسح والاظهر ان یضع کفیه واصابعه علی مقدم راسه و یمد هما الی القفا علی وجه یستوعب جمیع الراس اھ۔ طحطاوی علی المراقی میں فرمایا وقال الزاهدی هکذا روی عن ابی حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالی اھ لہٰذا عورتیں اور مرد بھی اگر پوری انگلیاں اور ہتھیلیاں سر کے اگلے حصے پر جما کر گدی تک لے جائیں اور پھر ہاتھ پیشانی پر واپس نہ لائیں تو ادائے مستحب کے لئے یہ طریقہ بھی کافی ہے۔ وھو تعالی اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۷ شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ ہجری

مسئلہ از حیدر علی متعلم دار العلوم منظر اسلام التفات گنج فیض آباد

زید نے نماز جنازہ پڑھنے کے لئے وضو کیا اور اس کی نیت صرف نماز جنازہ پڑھنے کی تھی لیکن نماز جنازہ پڑھنے کے بعد اسی وضو سے نماز

ظہر ادا کرلی تو اس کی نماز ظہر ادا ہوئی کہ نہیں ؟ یا اسے نماز ظہر ادا کرنے کے لیے دوسرا وضو کرنا چاہیئے تھا ؟

الجواب اللّٰھمّ ھدایۃ الحق والصّواب :- زید نے جو وضو کہ صرف نماز جنازہ پڑھنے کی نیت سے کیا پھر اسی وضو سے نماز ظہر پڑھی تو وہ ادا ہوگئی کسی دوسرے فرض یا سنت کو ادا کرنے کے لئے بلا ناقض وضو دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔ مسئلہ اصل میں یہ ہے کہ غیر ولی کو اگر نماز جنازہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اجازت ہے کہ پانی پر قدرت کے باوجود تیمم کر کے نماز جنازہ میں شامل ہو جائے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۲۹ میں ہے یجوز التیمم اذا حضرتہ جنازۃ والولی غیرہ فخاف ان اشتغل بالطہارۃ ان تفوتہ الصلوٰۃ ولا یجوز للولی وھو الصحیح۔ ھٰکذا فی الھدایۃ اھ۔ اس صورت میں تیمم کا جواز اس مجبوری کے سبب ہے کہ نماز جنازہ کی نہ قضا ہے نہ تکرار۔ مگر اس تیمم سے نہ وہ دوسری نمازیں پڑھ سکتا ہے اور نہ کوئی ایسا کام کر سکتا ہے کہ جس کے لئے باوضو ہونا شرط ہے اس لئے کہ پانی پر قدرت کے باوجود ایک عذر خاص کے سبب تیمم کو جائز قرار دیا گیا ہے تو وہ نماز جنازہ ہی تک محدود رہے گا کہ دوسری نمازوں کے لئے وہ عذر نہ رہا مسئلہ تو صرف اسی قدر تھا مگر عوام نے اسے کچھ کا کچھ مشہور کر دیا حالانکہ جو شخص پانی پر قادر نہ ہو اگر نماز جنازہ کے لئے تیمم کرلے تو جب تک عذر باقی رہے گا وہ تیمم سب نمازوں کے لئے کافی ہوگا۔ اور جب تیمم جو وضو کا خلیفہ ہے اس کے لئے یہ حکم ہے تو اگر نماز جنازہ کے لئے وضو کیا گیا جو اصل ہے تو وہ بدرجۂ اولیٰ سب نمازوں کے لئے کافی ہوگا۔ ھٰکذا فی الجزء الاوّل من الفتاوی الرضویۃ وھو تعالیٰ اعلم۔ جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از ڈاکٹر شمشیر احمد انصاری محلہ کریم الدین پور گھوسی ضلع مئو۔
زید نے نجس کپڑا پہن کر غسل جنابت کیا اور غسل کے درمیان کپڑا ان سے جدا نہیں کیا اس کا غسل ہوا کہ نہیں ؟ اگر نہیں تو کیا علت ہے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم و کتب فقہ کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب: نجس کپڑا پہن کر غسل کرنے کے بارے میں حضرت امام ابویوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر غسل کرنے والے نے اپنے کپڑے پر بہت پانی ڈالا تو وہ پاک ہو جائے گا اور جب کپڑا پاک ہو جائے تو وہ صحت غسل کو مانع نہ ہوگا۔ فتح القدیر جلد اول صفحہ ۱۸۵ میں ہے قال ابویوسف فی ازار الحمام اذا صب علیہ ماء کثیر وھو علیہ یطھر بلا عصر اس لئے کہ غسل میں بہت زیادہ پانی ڈالنا یقیناً تین بار دھونے اور نچوڑنے کے قائم مقام ہو جائے گا جیسا کہ بحر الرائق جلد اول صفحہ ۲۳۸ میں ہے لا یخفی ان الازار المذکور ان کان متنجسا فقد جعلوا الصب الکثیر بحیث یخرج ما اصاب الثوب من الماء و یخلفہ غیرہ ثلاثا قائما مقام العصر لیکن لوگ عموماً بہت زیادہ پانی نہیں ڈالتے جس سے نجاست اور پھیل جاتی ہے بلکہ ہاتھ میں نجاست لگ جاتی ہے پھر بے احتیاطی سے سارا بدن یہاں تک کہ برتن بھی نجس ہو جاتا ہے اس لئے پاک ہی کپڑا پہن کر غسل کرنا چاہیئے اور یا تو محفوظ مقام پر ننگے نہانا چاہیئے ہاں اگر ندی وغیرہ میں غسل کرے اور نجاست ایسی ہو کہ بغیر ملے زائل نہ ہو تو اسے مل کر دھوئے۔ اور اگر ایسی نہ ہو تو پانی کے دھکے اور بہاؤ سے کپڑا خود بخود پاک ہو جائے گا۔ شامی جلد اول صفحہ ۲۲۲ میں ہے الجریان بمنزلۃ التکرار والعصر ھو الصحیح سراج۔ و ھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ر جمادی الاخریٰ سنہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:۔ از جمیل احمد سائیکل مستری مہراج گنج بستی۔
ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے۔ اتفاق سے اس کی آنکھ ایسے وقت کھلی جبکہ فجر کی نماز کا وقت بہت تنگ ہوگیا کہ اگر غسل کرے تو نماز قضا ہو جائے گی۔ تو کیا ایسا شخص غسل کا تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے؟

الجواب:۔ جب کہ نماز کا وقت اتنا تنگ ہوگیا کہ جلدی سے غسل کر کے نماز نہیں پڑھ سکتا تو اگر جسم پر کہیں نجاست لگی ہو تو اسے دھو کر غسل کا تیمم کرے اور وضو بنا کر نماز پڑھ لے پھر غسل کرے اور سورج بلند ہونے کے بعد نماز دوبارہ پڑھے۔ ایسا ہی فتاوٰی رضویہ جلد اول ص۵۸۴ میں ہے۔ مگر یہ اس صورت میں ہے جب کہ کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے اور سارے بدن پر پانی بہانے کے بعد دو رکعت فرض پڑھنے بھر کا بھی وقت نہیں ہے اور اگر اتنا وقت تو ہے لیکن صابن وغیرہ لگا کر اہتمام سے نہانے بھر کا وقت نہیں ہے تو فرض ہے کہ صابن وغیرہ کے بغیر غسل کر کے نماز پڑھے۔ اس صورت میں اگر تیمم کر کے نماز پڑھی تو سخت گنہگار ہوگا۔
کما ھو الظاھر

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از صغیر احمد یوسف زئی۔ اسٹیشن ماسٹر موتی گنج۔ گونڈہ
بکر جس کی عمر ستر سال ہے مفلوج بھی ہو گئے تھے جس کا اثر اب بھی ہے اب کچھ دنوں سے قطرہ قطرہ پیشاب ہر وقت آتا رہتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اپنی نماز کیسے ادا کرے؟

الجواب:۔ وہ شخص کہ جسے ہر وقت پیشاب کا قطرہ آنے کی بیماری ہے اگر نماز کا ایک وقت پورا ایسا گذر گیا کہ وضو کے ساتھ نماز فرض ادا نہ کر سکا تو وہ معذور ہے اس کا حکم یہ ہے کہ فرض نماز کا وقت ہو جانے پر وضو کرے اور آخر وقت تک جتنی نمازیں چاہے اس وضو سے پڑھے۔

اس وقت میں پیشاب کا قطرہ آنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا پھر اس فرض نماز کا وقت چلے جانے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص۳۸ میں ہے المستحاضۃ ومن بہ سلس البول او استطلاق البطن او انفلات الریح اورعاف دائم او جرح لا یرقأ یتوضؤن لوقت کل صلوٰۃ ویصلون بذالک الوضوء فی الوقت ما شاء ومن الفرائض والنوافل ھٰکذا فی البحر ویبطل الوضوء عند خروج الوقت المفروضۃ بالحدث السابق ھکذا فی الھدایۃ وھو الصحیح ھٰکذا فی المحیط فی نواقض الوضوء۔ وھو تعالیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

از سید شاہ محمد حسنی حسینی چشتی القادری ۱۵۱/۹ صوفیا اسٹریٹ گنتکل (اے، پی)

یہاں چند مخلفانہ خیالات رکھنے والے مسلمان بھائی اعتراضات کرتے ہیں کہ قبل اذان اور قبل اقامت بلند آواز سے درود شریف پڑھنا اور پڑھ کر اذان واقامت دینا درست نہیں۔ مگر مسجد میں روزانہ بلند آواز سے درود شریف پڑھ کر میک میں اذان دی جاتی ہے اور پست آواز درود شریف پڑھ کر اقامت کہی جاتی ہے اس کو روکنے کے لئے روزانہ تخفیفات مخالفانہ مسلمان بھائی کررہے ہیں۔ امید رکھتا ہوں کہ براہ کرم اس کا جواب عنایت فرماکر مشکور فرمائیں گے۔

الجواب بعون الملک الوھاب:۔ اذان واقامت سے پہلے درود شریف پڑھنا جائز ہے۔ مگر درود شریف پڑھنے کے بعد قدرے ٹھہر جائے پھر اذان واقامت پڑھے تاکہ دونوں کے

درمیان فصل ہوجائے یا درود شریف کی آواز اذان واقامت کی آواز سے پست رہے تاکہ امتیاز رہے۔ بلکہ علماء کرام کثرہم اللہ تعالیٰ نے اقامت سے پہلے اور اس قسم کے دوسرے مواقع میں درود شریف پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے جیسا کہ رد المحتار جلد اول ص۳۴۸ مطبوعہ دیوبند میں ہے
نص العلماء علی استحبابها فی مواضع یوم الجمعة ولیلتها وزید یوم السبت والاحد والخمیس بما ورد فی کل من الثلاثة وعند الصباح والمساء وعند دخول المسجد والخروج منه وعند زیارة قبره الشریف صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وعند الصفا والمروة وفی خطبة الجمعة وغیرها وعقب اجابة المؤذن وعند الاقامة واول الدعاء واوسطه واٰخره وعقب دعاء القنوت وعند الفراغ من التلبیة وعند الاجتماع والافتراق وعند الوضوء وعند طنین الاذان وعند نسیان الشیٔ وعند الوعظ ونشر العلوم وعند قراءة الحدیث ابتداءً وانتهاءً وعند کتابة السوال والفتیا ولکل مصنف ودراس ومدرس وخطیب وخاطب ومتزوج ومزوج وفی الرسائل وبین یدی سائر الامور المهمة وعند ذکر وسماع اسمه صلی اللہ علیه وسلم او کتابته عند من لا یقول بوجوبها کذا فی شرح الفاسی علی دلائل الخیرات ملخصا وغالبها منصوص علیه فی کتبنا اھ۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے فصل چاہیئے یا درود شریف کی آواز آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دوم باب الاذان والاقامت ص۳۹۵ مطبوعہ لائل پور) اگر مخالفین اس لئے مخالفت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ

اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عہد میں اذان واقامت سے پہلے درود شریف نہیں پڑھا جاتا تھا تو مخالفین سے کہئے کہ مسلمان بچوں کو جو ایمان مجمل اور ایمان مفصل یاد کرایا جاتا ہے۔ ایمان کی یہ دو قسمیں اور ان کے یہ دونوں نام بدعت ہیں۔ کلموں کی تعداد ان کی ترتیب اور ان کے نام سب بدعت ہیں۔ قرآن شریف کا تیس پارہ بنانا، ان میں رکوع قائم کرنا اس پر اعراب یعنی زیر زبر وغیرہ لگانا اور آیتوں کا نمبر لگانا سب بدعت ہے۔ حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا، حدیث کی قسمیں بنانا پھر ان کے احکام مقرر کرنا سب بدعت ہیں۔ اصول حدیث اصول فقہ کے سارے قاعدے قانون سب بدعت ہیں۔ نماز کے لئے زبان سے نیت کرنا یہ بھی بدعت ہے۔ روزہ کی نیت اس طرح زبان سے کہنا نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰہِ تعالیٰ اور افطار کے وقت ان الفاظ کو زبان سے کہنا اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ یہ دونوں بدعت ہیں اور خطبہ کی اذان داخل مسجد کہنا یہ بھی بدعت ہے۔ حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف جلد اول صـ۱۶۲ میں ہے عن السائب بن یزید قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وابو عمر یعنی حضرت سائب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے روز منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور ایسا ہی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں۔ اذان واقامت سے قبل درود شریف پڑھنے کی مخالفت والوں کو چاہئے کہ وہ ان بدعتوں کی بھی مخالفت کریں۔ مگر وہ لوگ ان بدعتوں کی مخالفت نہیں کرتے

بلکہ جس سے انبیاء کرام و بزرگان دین کی عظمت ظاہر ہو صرف اسی کی مخالفت کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی بات نہ سنیں کہ عظمت نبی کا دشمن ابلیس جنت سے نکال دیا گیا اور یہ لوگ عظمت نبی کی مخالفت کرکے جنت میں جانے کا خواب دیکھتے ہیں خدائے تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔
وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳ رجمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ:۔ از محمد شوکت علی صدر بزم قادری موضع کمہریا۔ وارانسی
اقامت کے وقت امام اور مقتدی سب بیٹھے رہتے ہیں اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر اٹھتے ہیں جس کا بعض لوگ انکار کرتے ہیں۔ ایک مفتی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ شروع تکبیر میں کھڑا رہنا چاہیے ورنہ صفیں کس طرح درست ہوں گی اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر کھڑا ہونا رواجی لکھا ہے۔ تو صحیح مسئلہ کیا ہے بحوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب:۔ اقامت کے وقت امام اور مقتدی سب کو بیٹھے رہنے کا حکم ہے۔ کھڑا رہنا مکروہ و منع ہے پھر جب اقامت کہنے والا حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر پہونچے تو اٹھیں اور صفوں کو درست کریں۔ جیسا کہ فقہائے کرام اور شارحین حدیث کے اقوال سے ثابت ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۵۳ میں مضمرات سے ہے اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح یعنی اگر کوئی شخص تکبیر کے وقت آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے اور جب مکبر حی علی الفلاح پر پہونچے تو اس وقت کھڑا ہو۔ اور درمختار میں ہے دخل المسجد والمؤذن یقیم

قعد یعنی جو شخص تکبیر کہے جانے کے وقت مسجد میں آئے تو وہ بیٹھ جائے اس عبارت کے تحت شامی جلد اول صـ۲۶۸ میں ہے یکرہ له الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح یعنی اس لئے کہ کھڑا ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو اٹھے ۔ اور مولوی عبدالحی فرنگی محلی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول مجیدی صـ۱۳۶ میں لکھتے ہیں۔ اذا دخل المسجد یکرہ له انتظار الصلوٰۃ قائما بل یجلس موضعا ثم یقوم عند حی علی الفلاح یعنی جو شخص مسجد میں داخل ہوا سے کھڑے ہو کر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ کسی جگہ بیٹھ جائے پھر حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہو ۔ اور طحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مطبوعہ قسطنطنیہ صـ۱۵۱ میں ہے اذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ ودخل رجل المسجد فانه یقعد ولا ینتظر قائما فانه مکروہ کما فی المضمرات قہستانی ویفهم منه کراهۃ القیام ابتداء الاقامۃ والناس عنه غافلون۔ یعنی مکبر جب اقامت کہنے لگے اور کوئی شخص مسجد میں آئے تو وہ بیٹھ جائے کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے اس لئے کہ تکبیر کے وقت کھڑا رہنا مکروہ ہے جیسا کہ مضرات قہستانی میں ہے ۔ اور اس حکم سے سمجھا جاتا ہے کہ شروع اقامت میں کھڑا ہو جانا مکروہ ہے ۔ اور لوگ اس سے غافل ہیں ۔ لہذا جو لوگ مسجد میں موجود ہیں اقامت کے وقت بیٹھے رہیں اور جب مکبر حی علی الفلاح پر پہونچے تو اٹھیں اور یہی حکم امام کے لئے بھی ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول مصری صـ۵۳ میں ہے ۔ یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثۃ وهو الصحیح ۔ یعنی علمائے ثلثہ حضرت امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہم کے نزدیک امام و مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے اور یہی صحیح ہے اور درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۳۲۲ میں ہے والقیام لامام ومؤتم حین قیل حی علی الفلاح یعنی امام و مقتدی کا حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا سنت مستحبہ ہے۔ اور شرح وقایہ مجیدی جلد اول صفحہ ۱۳۶ میں ہے یقوم الامام والقوم عند حی علی الصلوٰۃ یعنی امام و مقتدی حی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوں اور مراقی الفلاح میں ہے قیام القوم والامام ان کان حاضرا بقرب المحراب حین قیل ای وقت قول المقیم حی علی الفلاح یعنی امام اگر محراب کے پاس حاضر ہو تو امام اور مقتدی کا مکبر کے حی علی الفلاح کہتے وقت کھڑا ہونا آداب نماز میں سے ہے۔ اور حدیث شریف کی مشہور کتاب موطا امام محمد باب "تسویۃ الصف" صفحہ ۸۸ میں ہے قال محمد ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقیموا الی الصلوٰۃ فیصفوا ویسووا الصفوف یعنی محرر مذہب حنفی حضرت امام محمد شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تکبیر کہنے والا جب حی علی الفلاح پر پہونچے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ نماز کے لئے کھڑے ہوں اور پھر صف بندی کرتے ہوئے صفوں کو سیدھی کریں۔ اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی "مالا بدمنہ" صفحہ ۴۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔ نزد حی علی الصلوٰۃ امام برخیزد" یعنی امام حی علی الفلاح کے وقت اٹھے۔ ان تمام حوالہ جات سے واضح ہوگیا کہ امام و مقتدی جو لوگ مسجد میں موجود ہیں سب اقامت کے وقت بیٹھے رہیں جب مکبر حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح پر پہونچے تو اٹھیں لہذا جس مفتی نے یہ فتویٰ دیا کہ شروع تکبیر میں کھڑا رہنا چاہئے اور یہ لکھا کہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا روا جی ہے وہ نام کا مفتی ہے حقیقت میں مفتی نہیں ہے ورنہ یہ مسئلہ جب کہ فقہ کی تمام کتابوں میں مذکور ہے اسے ضرور خبر ہوتی۔ دیو بندی جو عام طور پر اس مسئلہ کی مخالفت

کرتے ہیں ان کے پیشوا مولوی کرامت علی جونپوری نے اپنی کتاب مفتاح الجنۃ صـ۳۳ پر لکھا ہے کہ جب اقامت میں حی علی الصلوٰۃ کہے تب امام اور سب لوگ کھڑے ہو جائیں۔ یہاں تک کہ دیوبندیوں کی کتاب راہ نجات صـ۱۴ میں ہے کہ حی علی الصلوٰۃ کے وقت امام اٹھے۔ رہا یہ سوال کہ صفیں کب درست ہوں گی تو اس کا جواب حدیث شریف کی کتاب مؤطا امام محمد کے حوالہ میں اوپر گزرا کہ حی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کے بعد صفیں سیدھی کریں اس مسئلہ پر مزید حوالہ جاننے کے لئے ہمارا رسالہ "محققانہ فیصلہ" پڑھیں۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از سید نذیر احمد رفاعی شاہ نور (کرناٹک)

مفتی اسلام حضرت علامہ جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی مدظلہ العالی ——— السلام علیکم ——— عرض یہ ہے کہ استقامت ڈائجسٹ پانچویں سال کے تیسرے شمارے میں اقامت کے بعد صفوں کی درستگی کا اہتمام ثابت کرنے کے بارے میں آپ نے ابوداؤد شریف کی ایک حدیث لکھی ہے جو حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نماز کے لئے کھڑے ہوتے اور قریب تھا کہ تکبیر تحریمہ کہتے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا تو حضور نے فرمایا خدا کے بندو اپنی صفوں کو سیدھی کرو۔ حدیث شریف کے اصل الفاظ یہ ہیں خرج یوما فقام حتی کاد ان یکبر فرای رجلا بادیا صدرہ من الصف فقال عباد اللہ لتسون صفوفکم (مشکوٰۃ شریف صـ۹۷) تکبیر کے وقت حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح پر اٹھنے اور صفوں کی درستگی کے بعد امام کے تکبیر تحریمہ کہنے کے مسئلے میں حضرت کے مفصل مضمون سے

ہم لوگ خوب مطمئن ہو گئے تھے لیکن ایک شخص کہتا ہے کہ حدیث مذکور کا مطلب یہ ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ تکبیر کہی جائے آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا جیسا کہ مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول ص۲۴۲ مطبوعہ کراچی پاکستان میں ہے۔ اور اسی مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول ص۲۴۳ میں دوسری حدیث شریف یوں ہے فاذا استوینا کبر جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب صفیں درست ہو جاتیں تو تکبیر کہی جاتی۔ تو ان احادیث کریمہ سے اقامت کے بعد صفوں کی درستگی کا اہتمام ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے اور صفیں درست ہو جاتیں اس کے بعد تکبیر کہی جاتی۔ شخص مذکور نے حدیثوں کا ترجمہ دکھا کر ہمیں شبہ میں ڈال دیا۔ لہٰذا حضرت اس اعتراض کا اطمینان بخش جواب استقامت ڈائجسٹ میں شائع فرمادیں تاکہ شبہ دور ہو جائے۔ عین کرم ہو گا۔

الجواب:۔ پہلی حدیث مذکور ابو داؤد شریف کی نہیں ہے بلکہ مسلم شریف کی ہے۔ کتاب کا نام نقل کرنے میں غلطی ہو گئی ہے۔ تصحیح کرلیں اقامت کے بعد بھی صفوں کی درستگی کے اہتمام میں آپ کو اس لئے شبہہ پیدا ہوا کہ مخالف نے اپنا غلط مسئلہ صحیح ثابت کرنے کے لئے حدیث شریف کا ترجمہ بدل دیا ہے۔ اور ان لوگوں نے اپنے غلط عقائد و نظریات کو ثابت کرنے کے لئے نہ معلوم کتنی آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ بدل کر لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اردو داں حضرات کو ان کے ترجموں کے مطالعہ سے بچنا لازم ہے۔ حدیثوں کے صحیح ترجمہ کے لئے ہماری کتاب انوار الحدیث پڑھیں جس میں ۵۵۴ حدثیں اصل عربی متن کے ساتھ درج ہیں اور خاص کر مشکوٰۃ شریف کی حدیثوں کا صحیح ترجمہ اور

مفہوم سمجھنا چاہیں تو حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیف "مراۃ المناجیح" کا مطالعہ کریں۔ مخالف نے نقام حتی کادان یکبر کا جو یہ ترجمہ کیا ہے کہ "حضور نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ تکبیر کہی جائے" اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور پہلے نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے اس کے بعد تکبیر کہی جاتی تھی۔ تو یہ ترجمہ غلط ہے اور صحیح ترجمہ یہ ہے کہ حضور نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ تکبیر تحریمہ کہتے جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ترجمہ کیا۔ ای قارب ان یکبر تکبیرۃ الاحرام۔ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں ترجمہ کیا۔ "تا آنکہ نزدیک بود کہ تکبیر برآورد برائے احرام"۔ مگر چونکہ صحیح ترجمہ سے مخالف کے نظریہ کی تائید نہیں ہوتی تھی اس لئے اس نے حدیث کا ترجمہ بدل دیا۔ اسی طرح مخالف نے دوسری حدیث فاذا استوینا کبر کا جو یہ ترجمہ کیا ہے کہ "جب صفیں درست ہوجاتیں تو تکبیر کہی جاتی"۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ صحابہ کرام پہلے صفیں درست کرلیا کرتے تھے اس کے بعد تکبیر کہی جاتی تھی تو یہ بھی غلط ہے اور صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جب صفیں درست ہوجاتیں تو حضور تکبیر تحریمہ کہتے جیسا کہ ملا علی قاری نے مرقاۃ میں تحریر فرمایا فاذا استوینا کبر ای الاحرام قال ابن الملک یدل علی ان السنۃ للامام ان یسوی الصفوف ثم یکبر اھ۔ یعنی جب صحابہ کرام کی صفیں سیدھی ہوجاتیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بعد تکبیر تحریمہ کہتے۔ ابن الملک نے فرمایا کہ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ امام کے لئے سنت یہ ہے کہ پہلے وہ صفوں کو درست کرے پھر اس کے بعد تکبیر تحریمہ کہے اور شیخ محقق نے اشعۃ اللمعات میں فاذا استوینا کبر کا یہ ترجمہ فرمایا۔ پس چوں

برابر می شدیم وخوب می استادیم در نماز تکبیر بر آورد برائے احرام" یعنی جب صحابہ کرام خوب برابر سیدھے کھڑے ہو جاتے تو حضور تکبیر تحریمہ کہتے۔ مگر اس حدیث شریف کے صحیح ترجمہ سے بھی مخالف کا نظریہ ثابت نہیں ہوتا تھا اس لئے اس نے حدیث شریف کا ترجمہ ہی بدل ڈالا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ ——— صحیح ترجمہ سے خوب واضح ہوگیا کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اقامت کے بعد صفوں کی درستگی کا اہتمام فرماتے تھے اور تا وقتیکہ صفیں خوب سیدھی نہ ہو جائیں تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے۔ وھو تعالیٰ سبحانہ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳ر شعبان المعظم ۹۹ھ

مسئلہ: ——— محمد عمران اشرفی۔ منورہ پال گھر۔ تھانہ

ہمارے گاؤں میں شافعی وحنفی کی ملی جلی آبادی ہے اور مصلی و امام حنفی المذہب ہے اکثر عصر و عشاء کی اذان شافعی وقت پر ہوتی ہے اور جماعت حنفی وقت پر ہوتی ہے۔ امام صاحب سے دریافت کرنے پر جواب ملا کہ یہاں پر شافعی وحنفی دونوں ہونے کی وجہ سے شافعی وقت پر اذان دلواتا ہوں اور حنفی وقت میں جماعت پڑھاتا ہوں تاکہ شافعیوں کا اعتراض بھی ختم ہو جائے اور حنفیوں کی جماعت ہو جائے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ حنفی امام کو شافعی مقتدیوں کی رعایت میں دانستہ ایسا کرنا درست ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: ——— عصر کا وقت شافعی مذہب میں علاوہ سایۂ اصلی کے مثل اول کے بعد شروع ہوتا ہے اور سورج غروب ہونے تک رہتا ہے اور حنفی مذہب میں عصر کا وقت علاوہ سایۂ اصلی کے دو مثل بعد شروع ہو کر دن ڈوبنے تک رہتا ہے۔ اور عشاء کا وقت شافعی

مذہب میں سرخی غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور صبح صادق نمودار ہونے تک رہتا ہے اور حنفی مذہب میں عشار کا وقت سفیدی غائب ہونے کے بعد شروع ہوکر طلوع صبح صادق تک رہتا ہے۔ لہذا شافعی وقت کی ابتدار میں اگر عصر اور عشا کی اذان پڑھی جائے تو حنفی مذہب پر وہ اذان صحیح نہ ہوگی۔ لیکن حنفی وقت کے شروع ہونے پر پڑھی جائے تو شافعی مذہب پر بھی اذان صحیح ہوجائے گی۔ لہذا امام مذکور نے جو طریقہ اختیار کر رکھا ہے وہ سراسر غلط ہے اس پر لازم ہے کہ وہ حنفی وقت کے شروع ہونے پر اذان پڑھوائے تاکہ حنفی و شافعی دونوں کے نزدیک اذان صحیح ہوجائے اور کسی کو اعتراض نہ رہے۔ اور شافعی وقت کی ابتدار میں عصر و عشار کی اذان پڑھوانے پر حنفی کو اعتراض رہے گا اس لئے کہ حنفی مذہب میں وقت سے پہلے اذان جائز نہیں۔ اور اگر کسی بھی نماز کی اذان وقت سے پہلے پڑھ دی گئی تو اس کے دوبارہ پڑھنے کا حکم ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص۵۰ میں ہے۔ تقديم الاذان على الوقت فى غير الصبح لا يجوز اتفاقاً وكذا فى الصبح عند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ وان قدم يعاد فى الوقت هكذا فى شرح مجمع البحرين لابن الملك وعليه الفتوى هكذا فى التتارخانية ناقلا عن الحجة۔ وهو تعالىٰ ورسوله الاعلىٰ اعلم جل مجده وصلى الله تعالىٰ عليه وسلم

كتبه

جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ر ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ

مسئلہ۔ از عبداللہ خاں سلیمانی۔ پاول ضلع جلگاؤں۔ مہاراشٹر

زید کہتا ہے کہ خطبہ کی اذان خارج مسجد ہونا چاہئے اور یہی سنت ہے اور یہی صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین کا

طریقہ رہا ہے اور مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ تحریمی اور خلاف سنت ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ خطبہ کی اذان خطیب کے سامنے منبر کے پاس ہونا چاہیئے خارج مسجد خطبہ کی اذان دینا بدعت ہے۔ لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان دونوں میں کس کا قول صحیح ہے ؟ اور یہ بھی واضح فرمائیں کہ اگر خارج مسجد اذان دینا صحیح ہے تو مسجد کے اندر اذان دینے کا طریقہ کب سے رائج ہے اور اس کا موجد کون ہے ؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب:۔ بیشک خطبہ کی اذان خارج مسجد ہونا چاہیئے۔ یہی سنت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے زمانہ مبارکہ میں یہ اذان خارج مسجد ہی ہوا کرتی تھی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے عن السائب بن یزید قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر۔ یعنی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور ایسا ہی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی رائج تھا۔
(ابوداؤد شریف جلد اول ص۱۶۲) اور حضرت علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آیت مبارکہ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ الخ کے تحت تحریر فرماتے ہیں اذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز منبر پر تشریف رکھتے تو مسجد کے دروازہ پر اذان پڑھی جاتی تھی۔ اسی لئے فتاویٰ قاضی خاں، فتاویٰ عالمگیری، بحرالرائق، فتح القدیر اور طحطاوی وغیرہ تمام کتب فقہ میں مسجد کے اندر اذان پڑھنے کو مکروہ و منع لکھا ہے۔ لہٰذا عمرو جو خطبہ کی اذان خارج مسجد پڑھنے

کو بدعت بتاتا ہے وہ گمراہ نہیں تو جاہل ہے اور جاہل نہیں تو گمراہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے طریقے کو بدعت بتاتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ مسجد کے اندر اذان دینے کا طریقہ کب سے رائج ہے اور اس کا موجد کون ہے؟ تو ان باتوں کا جواب ان لوگوں کے ذمہ ہے جو مسجد کے اندر اذان پڑھنے کو سنت سمجھتے ہیں وہ بتائیں کہ انہوں نے کس کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے اور اس کا موجد کون ہے۔ رہے مسجد کے باہر پڑھنے والے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے طریقہ پر عمل کرتے ہیں۔ ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ شوال ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از مشہور عالم محلہ ڈونگری بمبئی ۹

اذان میں حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھا چومنا اور آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟

الجواب اذان میں حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھا چومنا اور آنکھوں سے لگانا مستحب ہے۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رد المحتار جلد اول ص ۲۶۷ میں تحریر فرماتے ہیں۔ یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ عن الشھادۃ صلی اللہ علیک یارسول اللہ وعند الثانیہ منھا قرت عینی بک یارسول اللہ ثم یقول اللّٰھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابھامین علی العینین فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون قائد الہ الی الجنۃ کذا فی کنز العباد اھ قھستانی ونحوہ فی الفتاوی الصوفیۃ۔ یعنی مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشھد ان محمدا رسول اللہ سنے تو صلی اللہ علیک یارسول اللہ کہے اور جب دوسری بار سنے تو

قرت عینی بک یا رسول اللہ اور پھر کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر اور یہ کہنا انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھنے کے بعد ہو۔ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رکاب میں اسے جنت میں لے جائیں گے۔ ایسا ہی کنز العباد میں ہے۔ یہ مضمون جامع الرموز علامہ قہستانی کا ہے اور اسی کے مثل فتاویٰ صوفیہ میں ہے اور سید العلماء حضرت سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طحطاوی علی مراقی مطبوعہ قسطنطنیہ صہ ۱۱۱ میں علامہ شامی کے مثل لکھنے کے بعد فرمایا وذکر الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعا من مسح العین بباطن انملۃ السبابتین بعد تقبیلھما عند قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ وقال اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا حلت لہ شفاعتی اھ وکذا روی عن الخضر علیہ السلام وبمثلہ یعمل بالفضائل یعنی دیلمی نے کتاب الفردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع کو ذکر فرمایا۔ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو مؤذن کے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہتے وقت شہادت کی انگلیوں کے پیٹ کو چومنے کے بعد آنکھوں پر پھیرے اور اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا کہے تو اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔ اور ایسے ہی حضرت خضر علیہ السلام سے روایت کیا گیا ہے اور اس قسم کی حدیثوں پر فضائل میں عمل کیا جاتا ہے۔ اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موضوعات کبیر میں تحریر فرماتے ہیں اذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیکفی للعمل بہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین یعنی جب اس حدیث کا رفع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک

ثابت ہے تو عمل کے لئے کافی ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے اور احادیث کریمہ میں تکبیر کو بھی اذان کہا گیا ہے لہذا تکبیر میں بھی انگوٹھا چومنا جائز و باعث برکت ہے اور اذان و تکبیر کے علاوہ بھی نام مبارک میں انگوٹھا چومنا جائز و مستحسن ہے کہ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعظیم بھی ہے اور حضور کی تعظیم جس طرح بھی کی جائے باعث ثواب ہے۔ ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از عبدالرحمٰن قادری موضع پڑولی پوسٹ جھنگٹی ڈھوٹھی باری ضلع گورکھپور۔ تثویب جو اذان و اقامت کے درمیان کہی جاتی ہے جس میں اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللہ وغیرہ کلمات مخصوصہ پڑھے جاتے ہیں اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ اور خاص کر مذکورہ کلمات کا ہی پڑھنا کہاں سے ثابت ہے اور حدیث شریف ان علیا رای مؤذنا یثوب فی العشاء فقال اخرجوا ھذا المبتدع من المسجد وروی مجاھد قال دخلت مع ابن عمر مسجدا فصلی فیہ الظھر فسمع مؤذنا یثوب فغضب وقال قم حتی نخرج من عند ھٰذا المبتدع کا کیا مطلب ہے؟

الجواب:۔ تثویب کی دو قسمیں ہیں ایک تثویب قدیم۔ دوسرے تثویب جدید۔ تثویب قدیم اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ ہے جو اذان کی مشروعیت کے بعد فجر کی اذان میں بڑھائی گئی جیسا کہ بحر الرائق جلد اول صفحہ ۲۶۰ میں ہے۔ وھو نوعان قدیم وحادث فالاول الصَّلوٰۃ خیر من النوم والثانی احدثہ علماء الکوفۃ بین الاذان والاقامۃ اور جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

ان بلالا لا اذن لصلوٰۃ الفجر ثم جاء الی باب حجرۃ عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقال الصلوٰۃ یا رسول اللہ فقالت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا الرسول نائم فقال بلال الصلوٰۃ خیر من النوم فلما انتبہ اخبرتہ عائشۃ فاستحسنہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقال اجعلہ فی اذانك (عنایہ مع فتح القدیر جلد اول ص۲۱۲) اور لوگوں کے اندر جب امور دینیہ میں سستی پیدا ہوئی تو اذان واقامت کے درمیان تثویب جدید کا اضافہ کیا گیا۔

تثویب قدیم سنت ہے اور فجر کی اذان کے ساتھ خاص ہے۔ دوسری اذان کے ساتھ بڑھانا مکروہ وممنوع ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ عن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تثوبن فی شی من الصلوات الا فی صلاۃ الفجر۔ یعنی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ فجر کے علاوہ کسی دوسری نماز میں تثویب ہرگز مت کہو۔ اور تثویب قدیم کو دوسرے وقت کی اذان میں اضافہ کرنے سے حضرت علی وحضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انکار فرمایا جیسا کہ امام المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں عن ابن عمر انہ سمع مؤذنا یثوب فی غیر الفجر و ہو فی المسجد فقال لصاحبہ قم حتی نخرج من عند ہذا المبتدع وعن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکارہ بقولہ اخرجوا ہذا المبتدع من المسجد واما التثویب بین الاذان والاقامۃ فلم یکن علی عہدہ علیہ السلام واستحسن المتاخرون التثویب فی الصلوات کلہا یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے ایک مؤذن سے سنا کہ وہ فجر کی اذان کے علاوہ دوسری اذان میں تثویب کہتا ہے تو آپ نے اپنے ساتھی سے فرمایا اٹھو اس مبتدع کے پاس سے نکل چلیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غیر فجر میں تثویب سے انکار ان کے

اس قول سے مروی ہے کہ اس مبتدع کو مسجد سے نکال دو۔ رہی اذان و اقامت کے درمیان کی تثویب تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ میں نہیں تھی مگر اس تثویب کو متاخرین نے سب نمازوں کے لئے مستحسن قرار دیا ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص۴۱۸)

معلوم ہوا کہ حضرت علی و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا انکار تثویب جدید کے لئے نہیں ہے بلکہ ان کا انکار غیر فجر میں تثویب قدیم سے ہے۔ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ آوردہ اند کہ ابن عمر بمسجدے درآورد و موذن را شنید در جز نماز فجر تثویب کرد پس از مسجد برآمد و گفت بیرون روید از پیش ایں مرد کہ مبتدع ست (اشعۃ اللمعات جلد اول ص۳۰۸) اس عبارت سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نماز فجر کے علاوہ دوسری نماز کے لئے تثویب قدیم سے انکار ہے۔ اور اگر حضرت ابن عمر و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا انکار تثویب جدید سے تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس تثویب کے بارے میں ائمہ اسلام و فقہائے عظام کے تین اقوال ہیں۔ اول یہ کہ تثویب جدید نماز فجر کے علاوہ تمام نمازوں کے لئے مکروہ ہے فجر کا وقت چونکہ نوم و غفلت کا وقت ہے اس لئے اس میں صرف اس کی اذان کے بعد یہ تثویب جائز ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ قاضی اور مفتی وغیرہ جو مصالح مسلمین کے ساتھ مشغول ہوں صرف ان کے لئے سب نمازوں کے وقت تثویب جائز ہے یہ قول حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے اور اسی کو امام فقیہ النفس حضرت قاضی خاں نے بھی اختیار فرمایا ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے ہر نماز کے وقت سب مسلمانوں کے لئے تثویب جائز و مستحسن ہے متاخرین نے امور دینیہ میں لوگوں کی غفلت اور سستی کے سبب اسی قول کو اختیار

فرمایا جس پر اہلسنت وجماعت کا عمل ہے جیسے کہ اذان وامامت وغیرہ پر اجرت لینا علمائے متقدمین کے نزدیک ناجائز ہے مگر متاخرین علماء نے امور دینیہ میں لوگوں کی سستی دیکھ کر اسے جائز قرار دے دیا جس پر آج ساری دنیا کا عمل ہے۔ درمختار مع شامی جلد پنجم صہ ۳۴ میں ہے لا تصح الاجارۃ لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القران والفقہ ویفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان اھ اور عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول مجتبائی صہ ۱۵۴ میں ہے اختلف الفقہاء فی حکم ھذا التثویب علی ثلثۃ اقوال۔ الاول انہ یکرہ فی جمیع الصلوات الا الفجر لکونہ وقت نوم وغفلۃ ویشہد لہ حدیث ابی بکرۃ خرجت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لصلوٰۃ الصبح فکان لا یمر برجل الا ناداہ بالصلوٰۃ او حرکہ برجلہ۔ اخرجہ ابو داؤد فانہ یدل علی اختصاص الفجر بتثویب فی الجملۃ. والثانی ماقالہ ابو یوسف و اختارہ قاضی خان انہ یجوز التثویب للامراء وکل من کان مشغولا بمصالح المسلمین کالقاضی والمفتی فی جمیع الصلوات لا لغیرھم ویشہد لہ ما ثبت بروایات عدیدۃ ان بلالا کان یحضر باب الحجرۃ النبویۃ وبعد الاذان ویقول الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔ والثالث ما اختارہ المتاخرون ان التثویب مستحسن فی جمیع الصلوات لجمیع الناس لظہور التکاسل فی امور الدین لاسیما فی الصلوۃ ویستثنی منہ المغرب بناء علی انہ لیس یفصل فیہ کثیرا بین الاذان والاقامۃ صرح بہ العنایۃ والدرر والنہایۃ وغیرھا

متون مثلاً تنویر الابصار، وقایہ، نقایہ، کنز الدقائق، غرر الاحکام، غرر الاذکار، وافی ملتقی، اصلاح، نور الایضاح۔ اور شروح مثلاً درمختار، ردالمحتار، طحطاوی، عنایہ، نہایہ، غنیہ شرح منیہ، صغیری، بحر الرائق، نہر الفائق، تبیین

الحقائق، برجندی، قہستانی، درر، ابن ملک، کافی، مجتبیٰ، ایضاح، امداد الفتاح مراقی الفلاح، طحطاوی علی مراقی۔ اور فتاویٰ مثلاً ظہیریہ، خانیہ، خلاصہ خزانۃ المفتیین، جواہر اخلاطی اور فتاویٰ عالم گیری وغیرہا کتب معتبرہ میں اذان واقامت کے درمیان تثویب کو جائز و مستحسن لکھا ہے۔ درمختار مع شامی جلد اول مطبوعہ دیوبند صفحہ ۲۶۱ میں ہے۔

یثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ۔

اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے التثویب العود الی الاعلام بعد الاعلام درر۔ قولہ فی الکل ای کل الصلوات لظهور التوانی فی الامور الدینیۃ۔ قال فی العنایۃ احدث المتاخرون التثویب بین الاذان والاقامۃ علی حسب ماتعارفوہ فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وھو تثویب الفجر وما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن اھ۔ قولہ بما تعارفوہ کتنحنح اوقامت قامت اوالصلوٰۃ ولو احدثوا اعلاما مخالفا لذالک جاز نہر عن المجتبیٰ اھ ملتقطا

اور عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۵۳ میں ہے۔ التثویب حسن عند المتاخرین فی کل صلوٰۃ الا فی المغرب ھکذا فی شرح النقایۃ للشیخ ابی المکارم وھو رجوع المؤذن الی الاعلام بالصلوٰۃ بین الاذان والاقامۃ وتثویب کل بلد ما تعارفوہ اما بالتنحنح او بالصلوٰۃ الصلوٰۃ اوقامت قامت لانہ للمبالغۃ فی الاعلام وانما یحصل ذالک بما تعارفوہ کذا فی الکافی۔

ان عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ مسلمان امور دین میں سست ہو گئے ہیں اس وجہ سے متاخرین نے اذان واقامت کے درمیان تثویب کو مقرر کیا اور تثویب مغرب کے علاوہ ہر نماز کے لئے جائز ہے اور مسلمان جس چیز کو اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ اور

تثویب کے لئے کوئی الفاظ خاص نہیں ہیں لوگ جو الفاظ بھی مقرر کرلیں جائز ہے۔ آج کل تثویب میں الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ وغیرہ کلمات مخصوصہ عموماً کہے جاتے ہیں اس لئے کہ ان سے اعلام کے ساتھ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اظہار بھی ہوتا ہے اور اسی لئے جو لوگ حضور کی عظمت کے مخالف ہیں وہ تثویب کی مخالفت کرتے ہیں ورنہ تثویب کا جائز و مستحسن ہونا جب کہ تمام کتب متداولہ میں مذکور ہے اس کی مخالفت کی کوئی وجہ نہیں۔ اور تثویب میں الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا ماہ ربیع الآخر ۷۸۱ھ میں جاری ہوا جو بہترین ایجاد ہے جیسا کہ درمختار مع شامی جلد اول مطبوعہ دیوبند ص ۲۶۱ میں ہے۔

التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الاٰخر سنۃ سبع مائۃ واحدی وثمانین وھو بدعۃ حسنۃ اھ۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۶ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:۔ از جمیل احمد سائیکل مستری مہراج گنج ضلع بستی

بہت سے لوگ اتنی باریک دھوتی، لنگی پہن کر نماز پڑھتے ہیں کہ بدن جھلکتا ہے تو ایسے لوگوں کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور باریک دوپٹہ اوڑھ کر عورتوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب:۔ مرد کو ناف سے گھٹنے تک چھپانا فرض ہے۔ لہٰذا اتنی باریک دھوتی یا لنگی پہن کر نماز پڑھی کہ جس سے بدن کی رنگت چمکتی ہے تو نماز بالکل نہیں ہوئی۔ اور بعض لوگ جو دھوتی اور لنگی کے نیچے جانگھیا پہنتے ہیں تو اس سے ران کا کچھ حصہ تو چھپ جاتا ہے مگر پورا گھٹنا اور ران کا کچھ حصہ باریک دھوتی اور لنگی کے نیچے سے جھلکتا ہے تو اس

صورت میں بھی نماز نہیں ہوتی اس لئے کہ گھٹنے کا چھپانا بھی فرض ہے۔
حدیث شریف میں ہے الرکبۃ من العورۃ اور فتاوی عالمگیری جلد
اول مطبوعہ مصر ص۵۴ میں ہے العورۃ للرجل من تحت السرۃ حتی تجاوز
رکبتیہ فسرتہ لیست بعورۃ عند علماء الثلاثۃ ورکبتیہ عورۃ
عند علماءنا جمیعا ھکذا فی المحیط۔ پھر اسی کتاب کے اسی صفحہ پر چند
سطروں کے بعد ہے الثوب الرقیق الذی یصف ما تحتہ لا تجوز
الصلوٰۃ فیہ کذا فی التبیین۔ اور اتنا باریک دوپٹہ اوڑھ کر عورتوں
کی نماز نہیں ہوگی کہ جس سے بال کا رنگ جھلکے اس لئے کہ عورتوں کو بال
کا چھپانا بھی فرض ہے بلکہ منھ ہتھیلی اور پاؤں کے تلوؤں کے علاوہ پورے
بدن کا چھپانا ضروری ہے فتاوی عالمگیری جلد اول مصری ص۵۴ میں ہے
بدن الحرۃ عورۃ الا وجھھا وکفیھا وقدمیھا کذا فی المتون۔
وشعر المرأۃ ما علی راسھا عورۃ واما المسترسل ففیہ روایتان الاصح
انہ عورۃ کذا فی الخلاصۃ وھو الصحیح وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث
وعلیہ الفتوی کذا فی معراج الدرایۃ۔ اور بہار شریعت حصہ سوم
ص۴۳ پر ہے اتنا باریک دوپٹہ جس سے بال کی سیاہی چمکے عورت
نے اوڑھ کر نماز پڑھی نہ ہوگی جب تک کہ اس پر کوئی ایسی چیز نہ اوڑھے
جس سے بال وغیرہ کا رنگ چھپ جائے۔ انتھی بالفاظہ وھو سبحانہ
وتعالی اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از ارشاد حسین صدیقی بانی دار العلوم امجدیہ کسان ٹولہ
سنڈیلہ ضلع ہردوئی۔ یو، پی

ظہر کی نماز پڑھنے کے ارادے سے کھڑا ہو مگر نیت کرنے میں
زبان سے لفظ عصر نکل جائے تو ظہر کی نماز ہوگی یا نہیں ؟

الجواب:۔ نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں ۔ لہٰذا جب دل میں ظہر کی نماز پڑھنے کا ارادہ ہو اور زبان سے لفظ عصر نکل جائے تو ظہر کی نماز ہو جائے گی۔ اس طرح اگر فرض پڑھنے کا ارادہ ہو مگر بھول کر سنت کہہ دے تو فرض نماز ہو جائے گی ۔ خلاصہ یہ کہ نیت میں زبان کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ دل میں جو ارادہ ہو اس کا اعتبار ہوتا ہے ۔ درمختار میں ہے المعتبر فیها عمل القلب اللازم للارادة فلا عبرة للذکر باللسان ان خالف القلب لانه کلام لا نیة اسی کے تحت شامی جلد اول ص۲۷۸ میں ہے لوقصد الظهر وتلفظ بالعصر سهواً اجزأه کما فی الزاهدی قهستانی هذا ما عندی وهو سبحانه وتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از محمد حسن محلہ باغیچہ التفات گنج ۔ ضلع فیض آباد
کچھ لوگ اللہ اکبر کو آللہ اکبر یا اَللہُ آکبر کہتے ہیں اور بعض لوگ اللہ اکبار کہتے ہیں تو اس سے نماز میں کچھ خرابی پیدا ہوتی ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ کلمۂ جلالت یا لفظ اکبر میں ہمزہ کو مد کے ساتھ آللہ اکبر یا اللہ آکبر تکبیر تحریمہ میں کہا تو نماز شروع ہی نہیں ہوئی اور اگر درمیان نماز تکبیرات انتقالیہ میں کہیں ایسا کہہ دیا تو نماز باطل ہو گئی۔ اس لئے کہ ایسا کہنے سے استفہام پیدا ہو جاتا ہے جو مفسد نماز ہے اور اللہ اکبار کہنے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ اکبار کبر کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ڈھول۔ اور یا تو اکبار حیض یا شیطان کا نام ہے۔ شامی جلد اول مطبوعہ ہند ص۳۰۴ پر درمختار کی عبارت عن مد همزات کے تحت ہے ای همزة الله وهمزة اکبر اطلاقا للجمع علی ما فوق الواحد لانه

يصير استقبالها وتعمدہ كفر فلا يكون ذكراً فلا يصح الشروع به ويبطل الصلوٰة به لوحصل فی اثنائها فی تکبیرات الانتقال

اوراسی سے متصل پھر درمختار کی عبارت باء باکبر کے تحت ہے

ای وخالص عن مد باء اکبر لانہ یکون جمع کبر وھو الطبل فیخرج عن معنی التکبیر او ھو اسم للحیض او للشیطان فتثبت الشرکۃ

اھ۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از مرتضیٰ حسین خاں ۔ دیوریا رام پور ۔ ضلع بستی

چلتی ہوئی ٹرین میں نماز کیسا ہے۔

الجواب:۔ چلتی ہوئی ٹرین میں نفل نماز پڑھنا جائز ہے مگر فرض واجب اور سنت فجر پڑھنا جائز نہیں ۔ اس لئے کہ نماز کے لئے شروع سے آخر تک اتحاد مکان اور جہت قبلہ شرط ہے اور چلتی ہوئی ٹرین میں شروع نماز سے آخر تک قبلہ رخ رہنا اگرچہ بعض صورتوں میں ممکن ہے لیکن اختتام نماز تک اتحاد مکان یعنی ایک جگہ رہنا کسی طرح ممکن نہیں اس لئے چلتی ہوئی ٹرین میں نماز پڑھنا صحیح نہیں ——— ہاں اگر نماز کے اوقات میں نماز پڑھنے کی مقدار ٹرین کا ٹھہرنا ممکن نہ ہو تو چلتی ہوئی ٹرین میں نماز پڑھ لے ۔ پھر موقع ملنے پر اعادہ کرلے ۔ ردالمحتار جلد اول صفحہ ۴۷۲ میں ہے الحاصل ان کلامن اتحاد المکان واستقبال القبلۃ شرط فی صلوٰۃ غیر النافلۃ عند الامکان لا یسقط الا بعذر اھ۔ یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ نفل نماز کے علاوہ سب نمازوں کے لئے اتحاد مکان اور استقبال قبلہ یعنی ایک جگہ ٹھہرنا اور قبلہ رخ ہونا آخر نماز تک بقدر امکان شرط ہے جو بغیر عذر شرعی ساقط نہ ہوگا ۔ اور ظاہر ہے کہ ٹرین نماز

کے اوقات میں کہیں نہ کہیں اتنی دیر ضرور ٹھہرتی ہے کہ دو چار رکعت نماز فرض آسانی سے پڑھ سکتا ہے کہ ٹرین ٹھہرنے سے پہلے وضو سے فارغ ہو کر تیار رہے اور ٹرین ٹھہرتے ہی اتر کر یا ٹرین ہی میں قبلہ رخ کھڑے ہو کر پڑھ لے اگر اتنی قدرت کے باوجود کاہلی اور سستی سے چلتی ہوئی ٹرین میں نماز پڑھے گا تو وہ شرعاً معذور نہ ہوگا اور نماز نہ ہوگی ——— اور بعض لوگ جو ٹرین کو کشتی پر قیاس کر کے چلتی ہوئی ٹرین میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں وہ صحیح نہیں اس لئے کہ ٹرین خشکی کی سواری ہے اور کشتی دریا کی۔ اگر کشتی کو بیچ دریا میں ٹھہرایا بھی جائے تو پانی ہی میں ٹھہرے گی اور زمین اسے میسر نہ ہوگی اور ٹھہرنے کی حالت میں بھی دریا کی موجوں سے ہلتی رہے گی۔ بخلاف ٹرین کے کہ وہ زمین ہی پر ٹھہرتی ہے اور مستقر رہتی ہے تو اس کو کشتی پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے اور پھر ٹرین اوقات نماز میں عام طور پر جگہ جگہ ٹھہرتی ہے تو اس پر سے اتر کر یا اس میں کھڑے ہو کر بخوبی نماز پڑھ سکتے ہیں اور کشتی جہاز و اسٹیمر نماز کے اوقات میں جا بجا نہیں ٹھہرتے ہیں بلکہ خاص مقام ہی پر جا کر ٹھہرتے ہیں اور کبھی کنارے سے دور ٹھہرتے ہیں کہ اس سے اتر کر کنارے پر جانے اور واپس آنے کا وقت نہیں ملتا اس لئے ٹرین کو کشتی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں کشتی کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ اگر زمین پر اس کا ٹھہرنا ٹھہرانا یا اس پر سے اتر کر نماز پڑھنا ممکن ہو تو اس پر بھی نماز پڑھنا صحیح نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے فان صلی فی المربوطة بالشط قائما وكان شئ من السفينة على قرار الارض صحت الصلوٰة بمنزلة الصلوٰة على السرير وان لم يستقر منها شئ على الارض فلا تصح الصلوٰة فيها على المختار كما فی المحيط والبدائع الا اذا لم يمكنه الخروج بلا ضرر فيصلی فيها اھ ۔ اور طحطاوی علی مراقی میں ہے قال الحلبی ينبغی ان لا

تجوز الصلوٰۃ فیہا اذا کانت سائرۃ مع امکان الخروج الی البر اھ۔
خلاصہ یہ کی چلتی ہوئی ٹرین میں فرض واجب اور سنت فجر پڑھنا جائز نہیں۔
بہار شریعت حصہ چہارم ص۱۹ میں ہے چلتی ریل گاڑی پر بھی فرض و واجب
اور سنت فجر نہیں ہو سکتی اور اس کو جہاز و کشتی کے حکم میں تصور کرنا غلطی
ہے کہ کشتی اگر ٹھہرائی بھی جائے جب بھی زمین پر نہ ٹھہرے گی اور ریل گاڑی
ایسی نہیں۔ اور کشتی پر بھی اسی وقت نماز جائز ہے جب وہ بیچ دریا میں ہو۔
کنارہ پر ہو اور خشکی پر آ سکتا ہو تو اس پر بھی جائز نہیں ہے۔ لہٰذا اسٹیشن پر
گاڑی ٹھہرے اس وقت یہ نمازیں پڑھے اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا
ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو پڑھ لے پھر جب موقع ملے اعادہ کرلے کہ جہاں
من جہۃ العباد کوئی شرط یا رکن مفقود ہو اس کا یہی حکم ہے۔ انتھی
بالفاظہ۔ وھو تعالیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
یکم جمادی الآخری ۱۳۹۹ھ

مسئلہ:۔ از محمد حنیف میاں سہنیاں کلاں۔ ضلع گونڈہ

امام، مقتدی اور تنہا نماز پڑھنے والے کو محراب یا در میں کھڑا ہونا
کیسا ہے۔؟

الجواب:۔ امام کو بلا ضرورت محراب میں اس طرح کھڑا ہونا کہ
پاؤں محراب کے اندر ہوں مکروہ ہے۔ ہاں اگر پاؤں باہر اور سجدہ محراب
کے اندر ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح امام کا در میں کھڑا ہونا بھی مکروہ
ہے لیکن پاؤں باہر اور سجدہ در میں ہو تو کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ در کی
کرسی بلند نہ ہو اس لئے کہ اگر سجدہ کی جگہ پاؤں کی جگہ سے چار گرہ زیادہ
اونچی ہو تو نماز بالکل نہیں ہوگی۔ اور اگر چار گرہ یا اس سے کم بقدر ممتاز
بلند ہے تو بھی کراہت سے خالی نہیں۔ اور بے ضرورت مقتدیوں کا در

میں صف قائم کرنا سخت مکروہ ہے کہ باعث قطع صف ہے اور قطع صف ناجائز ہے ہاں اگر کثرت جماعت کے سبب جگہ میں تنگی ہو اس لئے مقتدی دریں اور امام محراب میں کھڑے ہوں تو کراہت نہیں۔ اسی طرح اگر بارش کے سبب پچھلی صف کے لوگ دروں میں کھڑے ہوں تو کوئی حرج نہیں کہ یہ ضرورت ہے اور الضرورات تبیح المحظورات۔ رہا تنہا نماز پڑھنے والا تو وہ بلا ضرورت بھی محراب دریں کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صہ ۴۲) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از غفور علی موضع کٹری بازار ضلع بستی۔

کیا عورتوں کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم ہے؟ اکثر عورتوں کو دیکھا گیا کہ فرض اور واجب سب نمازیں بیٹھ کر پڑھتی ہیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ فرض، وتر عیدین اور سنت فجر میں قیام فرض ہے۔ یعنی بلا عذر صحیح یہ نمازیں بیٹھ کر پڑھی گئیں تو نہ ہوں گی۔ بحر الرائق صہ ۲۹۲ جلد اول میں ہے وھو فرض فی الصلوٰۃ للقادر علیہ فی الفرض وما ھو یلحق بہ۔ اھ اور فتاویٰ عالم گیری صہ ۶۴ جلد اول میں ہے وھو فرض فی صلوٰۃ الفرض والوتر ھکذا فی الجوھرۃ النیرۃ والسراج الوھاج اھ۔ اور شامی جلد اول صہ ۲۹۹ میں ہے وسنۃ الفجر لا تجوز قاعدا من غیر عذر باجماعھم کما ھو روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ کما صرح بہ فی الخلاصۃ اھ۔ اور بہار شریعت حصہ سوم صہ ۶۹ میں غنیہ سے ہے اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے اگرچہ اتنا ہی

کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ لے تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے
اھ۔ اور فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۵۲ میں تنویر الابصار و درمختار سے ہے
ان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط قام لزوما بقدر
ولو قدر اٰیۃ او تکبیرۃ علی المذہب اھ۔ اور یہ حکم مردوں کے لئے
خاص نہیں ہے یعنی جس طرح نمازوں میں قیام مردوں کے لئے فرض ہے۔ اسی
طرح عورتوں کے لئے بھی فرض ہے لہٰذا فرض و واجب تمام نمازیں جن
میں قیام ضروری ہے بغیر عذر صحیح بیٹھ کر نہیں ہو سکتیں۔ جتنی نمازیں باوجود
قدرت قیام بیٹھ کر پڑھی گئیں ان سب کی قضا پڑھنا اور توبہ کرنا فرض ہے
اگر قضا نہیں پڑھیں گی اور توبہ نہیں کریں گی تو سخت گنہگار مستحق عذاب
نار ہوں گی۔ ہاں نفل نمازیں بیٹھ کر پڑھی جاسکتی ہیں مگر کھڑے ہو کر پڑھنا
افضل ہے اس لئے کہ کھڑے ہو کر پڑھنے میں بیٹھ کر پڑھنے سے دوگنا
ثواب ہے اور وتر کے بعد جو دو رکعت پڑھی جاتی ہے اس کا بھی یہی حکم
ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ ھٰکذا فی بہار شریعت۔ واللہ
تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از عبدالوارث الکٹرک دوکان مدینہ مسجد ریتی روڈ۔ گورکھپور
قرآن مجید آہستہ پڑھنے کی ادنیٰ مقدار کیا ہے؟ بہت سے لوگ صرف
ہونٹ ہلاتے ہیں۔ تو اس طرح قرآن پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب:۔ قرآن مجید آہستہ پڑھنے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ خود سنے۔
اگر صرف ہونٹ ہلائے یا اس قدر آہستہ پڑھے کہ خود نہ سنے تو نماز نہ
ہوگی۔ بہار شریعت حصہ سوم ص۶۹ میں ہے۔ آہستہ پڑھنے میں بھی اتنا
ضروری ہے کہ خود سنے۔ اگر حروف کی تصحیح تو کی مگر اس قدر آہستہ

کہ خود نہ سنا اور کوئی مانع مثلاً شور و غل یا ثقل سماعت بھی نہیں تو نماز نہ ہوئی اھ۔ اور فتاوی عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۶۵ میں ہے ان صحح الحروف بلسانہ ولم یسمع نفسہ لا یجوز وبہ اخذ عامۃ المشائخ هٰکذا فی المحیط وهو المختار هٰکذا فی السراجیۃ وهو الصحیح هٰکذا فی النقایۃ۔ وهو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از عبدالحفیظ رضوی جونپوری سنی کھاڑی مسجد کرلا بمبئی

حالت نماز میں قرآن کریم پڑھتے ہوئے اگر ایسی غلطی ہوگئی کہ جس سے معنی فاسد ہوگئے مگر پھر خود بخود فوراً درست کرلیا یا لقمہ دینے سے اصلاح کیا تو نماز باطل ہوئی یا صحیح ہوگئی؟

الجواب:۔ جب کہ خود بخود درست کرلیا یا مقتدی کے لقمہ دینے سے اصلاح کرلی تو نماز صحیح ہوگئی باطل نہ ہوئی۔ فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۱۴ میں ہے "اگر امام نے ایسی غلطی کی جس سے نماز فاسد ہوگئی تو لقمہ دینا فرض ہے نہ دے گا اور اس کی تصحیح نہ ہوگی تو سب کی نماز جاتی رہے گی۔ وهو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از محمد فاروق القادری جل ہری مسجد موضع جل ہری پوسٹ سنا باند ضلع بان کوڑا (بنگال)

بنگلہ میں قرآن شریف چھپانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک شخص جو ق، ک، ش، س اور اَلْحَمْدُ کو اَلْهَمْدُ پڑھتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اَللّٰهُ اَکْبَرُ کو، اَللّٰهُ اَکْبَارُ کہنے

والے کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ قرآن مجید کا ترجمہ بنگلہ وغیرہ میں چھپانا تو جائز ہے لیکن اس کے اصل عربی متن کو بنگلہ میں لکھنا، اور چھپانا جائز نہیں۔ اور شخص مذکور اگر ش، ق، اور ح کی ادائیگی پر بالفعل قادر ہے مگر اپنی لاپرواہی سے حروف صحیح ادا نہیں کرتا تو خود اس کی نماز باطل اور اس کے پیچھے دوسروں کی نماز بھی باطل۔ اور اگر بالفعل حروف کی ادائیگی پر قادر نہیں اور صحیح پڑھنے کے لئے جان لڑا کر کوشش بھی نہ کی تو اس صورت میں بھی اس کی اور اس کے پیچھے دوسروں کی نماز نہیں ہوگی۔ اور اگر برابر حد درجہ کی کوشش کئے جا رہا ہے مگر کسی طرح صحیح حروف کو ادا نہیں کر پاتا تو اس کا حکم مثل اُمی کے ہے کہ اگر کسی صحیح پڑھنے والے کے پیچھے نماز مل سکے مگر وہ تنہا پڑھے یا امامت کرے تو نماز باطل ہے البتہ اگر رات دن برابر تصحیح حروف میں کوشش کرتا رہے اور امید کے باوجود طول مدت سے گھبرا کر نہ چھوڑے اور الحمد شریف جو واجب ہے اس کے علاوہ شروع نماز سے آخر تک کوئی ایسی آیت یا سورۃ نہ پڑھے کہ جن کے حروف ادا نہ کر پاتا۔ بلکہ ایسی سورتیں اور آیتیں اختیار کرے کہ جن کے حروف کی ادائیگی پر قادر ہو اور کوئی شخص صحیح پڑھنے والا نہ مل سکے کہ جس کی وہ اقتدا کرے اور جماعت بھر کے سب لوگ اسی کی طرح ق، کو ک، ش کو س اور ح، پڑھنے والے ہوں تو جب تک کوشش کرتا رہے گا اس کی نماز بھی ہو جائیگی۔ اور اس کے مثل دوسروں کی بھی اس کے پیچھے ہو جائے گی۔ دن ایسد کے باوجود تنگ آکر کوشش چھوڑ دے یا صحیح القرآت کی امداد ملتے ہوئے خود امامت کرے یا تنہا پڑھے تو اس کی نماز باطل اور اس کے پیچھے دوسروں کی بھی باطل یہی قول مفتیٰ بہ ہے۔ اور اللہ اکبر کو اللہ اکبار پڑھنے والے کی نہ اپنی نماز ہوگی نہ اس کے پیچھے دوسروں کی۔ درمختار مع

شامی جلد اول صفحہ ۳۹۱ میں ہے لایصح اقتداء غیر الالثغ بہ علی الاصح وحرر الحلبی وابن الشحنۃ انہ بعد بذل جھدہ دائما حتما کالامی فلا یؤم الامثلہ ولا تصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او ترک جھدہ او وجد قدر الفرض مما لالثغ فیہ ھذا ھو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف اھ۔ ملخصًا اور ردالمختار جلد اول میں صفحہ ۳۹۲ پر ہے۔ من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف کالرھمٰن الرھیم والشیتان الرجیم والآلمین۔ وایاک نابد وایاک نستئین السرات انأمت فکل ذالک حکمہ مامن بذل الجھد دائما والا فلا تصح الصلوٰۃ بہ اھ ملتقطا۔ اور درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۲۳ میں ہے اذا مد احد الھمزتین مفسد وتعمدہ کفر وکذا الباء فی الاصح وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از حاجی محمود شاہ ابوالعلائی محمد اسٹیٹ۔ سی۔ ایس ٹی روڈ کالینہ بمبئی

سجدہ میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے یا صرف انگلیوں کا سرا زمین سے لگا رہا اور ان کا پیٹ نہیں لگا تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب:۔ اگر سجدہ میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے یا صرف انگلیوں کے سرے زمین سے لگے اور کسی انگلی کا پیٹ بچھا نہیں تو اس صورت میں نماز بالکل نہیں ہوگی۔ اور اگر ایک دو انگلیوں کے پیٹ زمین سے لگے اور اکثر کے پیٹ نہیں لگے تو اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۳۹۴ میں ہے۔ "اگر ہر دو پائے بردارد نماز فاسد ست و اگر یک پائے بردارد مکروہ

است"۔ اور درمختار مع ردالمحتار جلد اول ص۳۱۳ میں ہے وضع اصبع واحدۃ منہا شرط۔ اور اسی جلد کے ص۳۵۱ پر ہے فیہ یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدۃ نحو القبلۃ والا لم تجز والناس عنہ غافلون۔ اور فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۵۵۶ پر ہے "سجدے میں فرض ہے کہ کم ازکم پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر لگا ہو اور ہر پاؤں کی اکثر انگلیوں کا پیٹ زمین پر جما ہونا واجب ہے" اھ۔ پھر اسی صفحہ کی تیسری سطر میں ہے۔ "پاؤں کو دیکھئے انگلیوں کے سرے زمین پر ہوتے ہیں کسی انگلی کا پیٹ بچھا نہیں ہوتا سجدہ باطل نماز باطل ہے"۔

اور حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "پیشانی کا زمین پر جمنا سجدہ کی حقیقت ہے اور پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ لگنا شرط۔ تو اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے نماز نہ ہوئی بلکہ اگر صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی جب بھی نہ ہوئی۔ اس مسئلہ سے بہت لوگ غافل ہیں (بہار شریعت حصہ سوم ص۷۱) ھذا ما عندی وھو اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از محمد فیاض اندھاری پور۔ ضلع غازی پور۔

سجدہ میں اگر ناک زمین پر نہ لگے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب:۔ سجدہ میں ناک زمین پر لگا کر ہڈی تک دبانا واجب ہے تو اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ اس کی ناک زمین پر نہ لگی یا زمین پر تو لگی مگر ناک ہڈی تک نہ دبی تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی اسی طرح فتاویٰ رضویہ اول ص۵۵۶ اور بہار شریعت حصہ سوم ص۷۱ میں ہے۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم۔ کتبہ۔ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از صغیر احمد پوسٹ ومقام بہادر پور ضلع بستی

زید نے اپنی خوشی سے پیسہ کی لالچ میں نسبندی کرائی تو زید کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے ؟ اور زید اگر نماز کی صف میں داخل ہو تو لوگوں کی نمازوں میں کچھ خلل واقع ہوگا یا نہیں ؟

الجواب:۔ زید گنہگار ہوا اس کے اوپر توبہ واستغفار لازم ہے اور بعد توبہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا مسلمانوں پر واجب ہے اور اس کا نماز کی صف میں کھڑا ہونا لوگوں کی نمازوں میں خلل نہیں پیدا کرے گا کہ زنا کرنے والے، شراب پینے والے، جوا کھیلنے والے، سود کھانے والے، والدین کی نافرمانی کرنے والے اور اس قسم کے دوسرے گناہ کبیرہ جن کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے ان کے مرتکب کی نماز جنازہ پڑھنا مسلمانوں پر واجب ہے اور ان کے صف میں کھڑے ہونے سے لوگوں کی نمازوں میں خلل نہیں واقع ہوتا تو نسبندی کرانے والے کی نماز جنازہ پڑھنا بھی واجب ہوگا اور اس کے صف میں کھڑے ہونے سے لوگوں کی نمازوں میں خلل واقع نہیں ہوگا ھذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از محمد زکی موضع تونہوا۔ ہداول ضلع بستی

زید ایک مسجد کا امام ہے اور بکر مقتدی بکر نے امام سے کہا کہ تمام آدمیوں کی نگاہ سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ تمہارے لڑکے اور لڑکی کی چال چلن ٹھیک نہیں ہے ۔ اس بات پر غصہ میں آکر بکر کو کہا کہ میں قیامت میں بھی آٹھ قدم دور رہنا چاہتا ہوں اور یہاں پر بات کرنا

درکنار ہے۔ گوکہ امام صاحب نے بکر کو کہا کہ بات چیت کرنا کیا ہے میں تمہاری شکل دیکھنا گوارہ نہیں کرتا۔ توضروری امر یہ ہے کہ بکر امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے کہ نہیں اور بکر نے امام صاحب سے جو بیان کیا وہ بہت آدمیوں کے کہنے پر یعنی کئی مقتدیوں نے یہ کہا امام صاحب کو سمجھا دو تو یہ تبلا دیجئے کہ وہ مقتدی جنھوں نے کہا بکر سے وہ امام صاحب کے پیچھے نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب:۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْآ اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا (پارہ ۲۸ رکوع ۱۹) یعنی اے ایمان والو اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ یعنی تم سب اپنے متعلقین کے سردار و حاکم ہو اور حاکم سے روز قیامت اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی صورت مستفسرہ میں امام کی لڑکی اور لڑکے کا چال چلن اگر واقعی خراب ہے اور امام ان کی حالتوں پر مطلع ہو کر بقدر قدرت انہیں منع نہیں کرتا بلکہ لڑتا ہے تو وہ دیوث اور فاسق ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ناجائز اور گناہ ہے جو نمازیں پڑھی گئیں ان کو پھر سے پڑھنا واجب ہے فان الدیوث کما فی الحدیث وکتب الفقہ کالدرو غیرہ من لا یغار علی اھلہ ھکذا فی الفتاوی الرضویۃ اور اگر امام کے لڑکے اور لڑکی کی چال چلن خراب نہیں ہے بلکہ از رو ئے دشمنی لوگ الزام لگاتے ہیں تو امام مذکور کے پیچھے سب کو نماز پڑھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اور کوئی دوسری وجہ مانع جواز نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۸ رجمادی الاخری ۱۳۸۶ھ

مسئلہ :- از پردھان محمد افضل موضع بستی پور۔ اکبرپور فیض آباد
زید حافظ قرآن ہیں چالیس سال سے امامت بھی کررہے ہیں۔
امامت اس طرح کرتے ہیں کہ عید و بقرعید کی نماز اور جب بھی وہ باہر سے آتے ہیں پابندی سے نماز پڑھاتے ہیں۔ زید چونکہ کچہری میں وکیل کے محرر ہیں اور گاؤں سے دور شہر میں محرری کرتے ہیں۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے محرر جو کہ وکیل کے محرر ہوں ان کے پیچھے نماز ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- محرر اگر سودی لین دین اور جھوٹے مقدمات کے کاغذات لکھتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اس لئے کہ سودی دستاویز اور جھوٹ لکھنے والا ملعون و فاسق ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث شریف مروی ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٰکل الربوا وموکلہ مکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود لینے والوں، سود دینے والوں، سودی دستاویز لکھنے والوں اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ وہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں (مسلم، مشکوٰۃ ص۲۴۴) اور اگر محرر ناجائز امور کے کاغذات نہ لکھتا ہو اور نہ اس میں کوئی دوسری شرعی خرابی ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے کہ اس پرفتن دور میں اگرچہ ناجائز امور کے کاغذات لکھنا عام طور پر رائج ہے لیکن اللہ کے بعض نیک بندے ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو وکیل کے محرر ہونے کے باوجود ناجائز کاغذات نہ لکھتے ہوں بلکہ اس قسم کے کاغذات وکیل کے دوسرے محرر لکھتے ہوں جیسے کہ بعض لوگ بال بنانے کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں مگر داڑھی نہیں مونڈتے حالانکہ اس پیشہ میں آج کل حلق لحیہ غالب ہے۔ لہذا تاوقتیکہ ثابت نہ ہو جائے

کہ محرر مذکور ناجائز اور جھوٹے مقدمات کے کاغذات لکھتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناجائز نہیں قرار دیا جا سکتا کہ مطلقاً ہر محرر کی امامت کو ناجائز ٹھہرانا غلط ہے۔ ھٰذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللّٰہ تعالٰی ورسولہ جل جلالہ وصلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

۲۲ر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ :۔ از محمد یوسف رضا قادری، رضوی (رضا اکیڈمی شاخ بھیونڈی) مہاراشٹر

ایک مولوی صاحب ہماری مسجد میں امامت کرتے ہیں۔ اور ایک کتاب کی دوکان بھی کھول رکھی ہے جس میں وہ فلمی گانوں کی کتاب اور وہابیوں کی کتاب بھی رکھتے ہیں۔ محلہ کے کچھ نوجوانوں نے دیکھا تو اعتراض کیا اعتراض کرنے پر مولوی صاحب نے فلمی گانوں کی کتاب تو ہٹا دی لیکن وہابیوں کی کتاب "تعلیم الاسلام" (مصنف کفایت اللہ) مسلسل اعتراض کرنے کے باوجود بیچ رہے ہیں۔ آج چار سال ہوگئے نوجوان اعتراض کر رہے ہیں ہر طرح سے احتجاج کر رہے ہیں کہ اس میں وہابیوں کے گندے عقائد ہیں اس کا بیچنا ایک سنی کو کس طرح درست ہے؟ ہم نے حضرت علامہ مفتی بدرالدین صاحب سے پوچھا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تعلیم الاسلام کا بیچنا ناجائز ہے۔ اور جو سنی امام بیچے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ حتیٰ کہ محلہ کے نوجوانوں نے ان کے پیچھے نماز چھوڑ دی مگر مولوی صاحب آج بھی ضد پر بیچ رہے ہیں۔ تعلیم الاسلام کے چوتھے حصے میں کفر و شرک کے باب میں ہے

(۱) ــــــ پیغمبر، ولی یا شہید کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ پانی برسا سکتے ہیں، بیٹا بیٹی دے سکتے ہیں۔ مرادیں پوری کر سکتے ہیں یا روزی

دے سکتے ہیں۔ یا نفع یا نقصان پہونچا سکتے ہیں۔ سب شرک ہے۔
(۲) ـــــــ یہ اعتقاد کہ فلاں پیغمبر یا ولی، شہید غیب کا علم رکھتے ہیں شرک ہے (۳) ـــــــ یہ اعتقاد کہ فلاں پیغمبر یا ولی ہماری باتوں کو دور و نزدیک سے سنتے ہیں شرک ہے (۴) ـــــــ قبروں پر چڑھاوا چڑھانا، نذر و نیاز کسی پیر کو حاجت روا مشکل کشا کہہ کر پکارنا شرک ہے۔

اور بدعت کے بیان میں ہے (۱) عرس کرنا، قبروں پر چادر اور غلاف ڈالنا، قبروں پر گنبد بنانا، شادی میں سہرا باندھنا سب بدعت ہے۔ اور اس سے پہلے صراحت کر دی گئی کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ غرض یہ کہ یہ کتاب بہشتی زیور اور تقویۃ الایمان سے ماخوذ ہے اور اس کا خلاصہ ہے جس سے سنیوں کے تمام عقائد مثلاً (علم غیب رسول، ندار، حاضر و ناظر، استعانت و تصرفات اولیار) کفر و شرک قرار پاتے ہیں۔ اور معمولات اہلسنت بدعت قرار پاتے ہیں۔ اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ اس کتاب کا بیچنا کیسا ہے؟ امام صاحب جو ضد پر چار سال سے بیچ رہے ہیں کیا حکم ہے؟ کیا ان کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے؟ جو لوگ اس بنیاد پر ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں شرعاً وہ مورد الزام ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:- (۱) ـــــــ دیوبندیوں کے مفتی کفایت اللہ کی تصنیف تعلیم الاسلام کا بیچنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ گمراہ کن کتاب ہے۔ اس میں وہابیوں، دیوبندیوں کے غلط اور فاسد عقیدوں کی تبلیغ ہے اور سواد اعظم اہلسنت و جماعت کے صحیح عقائد و اعمال کو شرک و کفر اور بدعت قرار دیا گیا ہے وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(۲) ــــــ امام مذکور جان بوجھ کر دیوبندی عقائد کی نشر و اشاعت کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ وھو اعلم

(۳) ــــــ ایسا امام تاوقتیکہ علانیہ توبہ و استغفار کر کے تعلیم الاسلام کی خرید و فروخت سے باز نہ آجائے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اس لئے کہ جو شخص کتاب مذکور سے لوگوں کے گمراہ ہونے کی پروانہ کرے بہت ممکن ہے کہ ایسا شخص حالت ناپاکی میں نماز بھی پڑھا دے۔ حضرت علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ غنیہ شرح منیہ میں فاسق کے پیچھے نماز جائز نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں لعدم اعتنائه بامور دینه وتساهله فی الاتیان بلوازمه فلا یبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلاۃ وفعل ماینافیها بل هو الغالب بالنظر الی فسقه اھ۔ و هو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) ــــــ گمراہ کن کتاب مسلمانوں کے گھروں میں پہونچانے کے سبب جو لوگ امام مذکور کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں وہ مورد الزام نہیں ہیں۔ بلکہ جو لوگ جان بوجھ کر ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں وہ گنہگار ہوتے ہیں۔ لہذا صرف نوجوانوں پر نہیں بلکہ سارے مسلمانوں پر لازم ہے کہ تاوقتیکہ امام مذکور توبہ نہ کرلے اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۸ ربیع الغوث ۱۴۱۵ھ

مسئلہ:۔ از سمیع اللہ موضع جلالہ۔ ضلع فتحپور
غیر قاری کے پیچھے قاری کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب:۔ جو مایجوز به الصلوٰۃ قراءت نہ کرتا ہو وہی عند الشرع غیر قاری اور امی ہے ایسے شخص کے پیچھے قاری یعنی مایجوز

بہ الصلوٰۃ قرأت کرنے والے کی نماز نہ ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۸۰ میں ہے لا یصح اقتداء القاری بالامی کذا فی فتاویٰ قاضی خاں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۱ رجمادی الاخری ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از نائب بابا عرف جوکھو بابا موضع دھوبہی پوسٹ کھنڈسری بازار ضلع بستی۔ یوپی۔

زید سنی جماعت کا مستند عالم ہے لیکن اپنی شادی و اپنے بھائی کی شادی وہابی کی لڑکی سے کی اور اس کے گھر آتا جاتا ہے کھاتا پیتا ہے نیز تعلقات رکھتا ہے۔ لیکن خود اس کا ذبیحہ نہیں کھاتا ہے اور اس کے والد و دیگر گھر والے ذبیحہ بھی کھاتے ہیں۔ زید اپنے گھر والوں کو ذبیحہ کھانے سے منع نہیں کرتا ہے۔ اب ایسی صورت میں زید کو برائے نماز امام بنایا جا سکتا ہے کہ نہیں؟ نیز زید کے یہاں شادی و دیگر تقریبات میں، ہم سنی مسلمان کھانا پینا کھا پی سکتے ہیں یا نہیں؟ مفصل واضح فرمائیں عین کرم ہوگا۔

الجواب:۔ وہابیوں نے اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں شدید گستاخیاں کی ہیں۔ جن کی بنا پر مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ نیز ہند و پاکستان کے سیکڑوں علمائے کرام و مفتیان عظام نے فتویٰ دیا ہے کہ یہ لوگ کافر و مرتد ہیں۔ ان کے یہاں شادی بیاہ کرنا اور ان سے مسلمانوں کی طرح میل جول رکھنا، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا جائز نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ۷ ع ۱۴) رئیس الفقہاء حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیۂ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں

ان القوم الظلمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والعقود مع کلھم ممتنع (تفسیرات احمدیہ ص۲۵۵) اور حدیث شریف میں ہے ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم (مسلم شریف) اور مشرک کی طرح مرتد کا ذبیحہ بھی مردار ہے ۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص۲۵۱ میں ہے لاتوکل ذبیحۃ اھل الشرك والمرتد اھ ۔ تو زید جو اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے تعلقات رکھتا ہے ان کے گھر آتا جاتا ہے اور کھاتا پیتا ہے نیز اپنے گھر والوں کو وہابیوں مرتدوں کا مرداری ذبیحہ کھانے سے منع نہیں کرتا۔ اسے نماز کا امام نہ بنایا جائے کہ ایسے شخص کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے کہ بے وضو نماز پڑھا دیتا ہو یا بے نہائے امامت کر لیتا ہو ۔ غنیہ شرح منیہ اور پھر فتاویٰ رضویہ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریمۃ لعدم اعتنائہ دینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلوٰۃ وفعل ماینا فیھا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ اھ ۔ اور زید کے گھر والے جب کہ وہابی کا مردار ذبیحہ کھاتے ہیں تو اس کے یہاں شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں سنیوں کا کھانا جائز نہیں ۔ وھو تعالیٰ اعلم ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۳ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ :- از محمد آدم نوری موضع میٹسر پوسٹ کرہی ضلع سدھارتھ نگر

ہمارے یہاں ایک خاندان آباد ہے جو پشت در پشت اپنے آپ کو شیخ کہتا رہا اور زکاۃ و خیرات کھاتا رہا اسی خاندان کے ایک نوجوان شخص نے کچھ پڑھ لیا تو اب وہ اپنے آپ کو سید کہنے اور لکھنے لگا جو منع کرنے پر نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ ہم سید ہی ہیں حالانکہ اس کے پاس

سید ہونے کا کوئی ثبوت نہیں اور گاؤں کے بڑے بوڑھوں کا بیان ہے کہ یہ شیخ ہیں اور ساری رشتہ داریاں ان کی شیخ ہی برادری میں ہیں کوئی سید ان کا رشتہ دار نہیں ہے وہی شخص مذکور بروقت گاؤں کے مکتب کا مدرس مقرر ہوا ہے جو مسجد کی امامت بھی کرتا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب:- حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللہ و الملئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ یوم القیمۃ صرفا ولا عدلا ھذا مختصر۔ یعنی جو شخص اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کے جانب اپنے آپ کو منسوب کرے تو اس پر خدائے تعالیٰ اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ اس کا فرض قبول کرے گا اور نہ نفل۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، اور نسائی وغیرہم نے یہ حدیث حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص۶۶۷) لہذا شخص مذکور کا خاندان جب کہ پشتہا پشت سے شیخ مشہور ہے اور صدقہ وزکاۃ بھی کھاتا ہے اور اس کی ساری رشتہ داریاں شیخ برادری ہی میں ہیں اور اس کے پاس سید ہونے کا کوئی ثبوت نہیں مگر وہ اپنے آپ کو سید کہتا ہے تو اس کو آگاہ کیا جائے کہ جو شخص اپنا نسب غلط بتائے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور سارے فرشتوں اور سب آدمیوں کی بھی لعنت ہے مزید براں اس کی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی چاہے وہ فرض ہو یا نفل۔ حدیث شریف کے مضمون پر آگاہ ہونے کے بعد اگر شخص مذکور اپنا نسب غلط نہ بتانے کا عہد کرے اور توبہ کرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ اور اگر وہ ایسا

نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اس لئے کہ جو شخص اپنے اوپر
اللہ کی اور سارے ملائکہ و انسان کی لعنت ہونے کو نہ ڈرے اور اپنی
کسی عبادت کے قبول نہ ہونے کا خوف نہ کرے تو بہت ممکن ہے کہ
ایسا شخص حالت ناپاکی میں نماز بھی پڑھا دے ـــــ علامہ ابراہیم حلبی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غنیہ شرح منیہ میں فاسق کے پیچھے نماز جائز نہ ہونے
کی وجہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں لعدم اعتنائہ بامور
دینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض
شروط الصلوٰۃ وفعل ماینافیھا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ اھ۔
وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ ربیع الآخر سنہ ۱۴۱۱ھ

مسئلہ: از شیخ واجد صدر انجمن گلشن اسلامیہ سنہٹ ضلع بالاسو
اڑیسہ ـــــ سیدی آقائی و مولائی قبلہ مفتی صاحب!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ـــــ حضور کی خدمت
اقدس میں گذارش ہے کہ ہماری مسجد میں ایک امام ہیں جو پانچ وقت
نماز پڑھاتے ہیں اور محلہ کے تمام کاموں کو بھی کرتے ہیں۔ پھر کاروبار
میں بھی لگے ہیں۔ اور ایک دوکان بھی کر ڈالے ہیں روزانہ دوکان میں
بیٹھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ تجارت میں جھوٹ بولا جاتا ہے کیا
ان کے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب: امام مذکور اگر صحیح العقیدہ، صحیح الطہارۃ، اور صحیح القرأۃ
ہو تو تجارت مانع امامت نہیں اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور
یہ خیال کہ تجارت میں جھوٹ بولا جاتا ہے غلط ہے۔ بے شمار مسلمان
جنہیں اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضگی کا خوف

ہے۔ اور اپنی عاقبت کے خراب ہونے کا ڈر ہے وہ بغیر جھوٹ بولے ہوئے تجارت کرتے ہیں۔ لہذا تا وقتیکہ امام کا جھوٹ بول کر تجارت کرنا ثابت نہ ہو جائے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں کوئی اور دوسری شرعی خرابی نہ ہو۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل مُحمّد ہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- ازصوفی حسن علی۔ سی۔ ایس۔ ٹی روڈ کرلا بمبئی ۷۰

بمبئی میں کچھ نام نہاد مولانا ایسے ہیں جو اپنے وطن سے بظاہر دین کا کام کرنے آئے ہیں لیکن حقیقت میں وہ صرف پیسہ کماتے ہیں۔ جائز وناجائز اور حلال وحرام کی کوئی پروا نہیں کرتے۔ بد مذہب ہو یا مرتد کوئی بھی انہیں نکاح پڑھانے کے لئے بلائے تو وہ بلا کھٹک نکاح پڑھا دیتے ہیں۔ کسی محلہ میں اگر بد مذہب یا مرتد ہونے کے سبب نکاح پڑھانے سے کوئی امام انکار کر دیتا ہے تو یہ لوگ جا کر نکاح پڑھا دیتے ہیں۔ اگر کوئی ان کے اس فعل پر اعتراض کرتا ہے تو جواب دے دیتے ہیں کہ اس کا بد مذہب ہونا ہم کو معلوم نہیں تھا۔ حالانکہ جب دوسرے محلہ کے لوگ نکاح پڑھانے کے لئے بلانے آتے ہیں تو انہیں اس محلہ کے امام اور مولانا سے پوچھنا چاہیئے کہ آپ نے نکاح کیوں نہیں پڑھایا۔ لیکن وہ کچھ نہیں پوچھتے۔ بد مذہب ہو یا مرتد۔ وہ سب کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح پڑھا دیتے ہیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ پیسہ ملے چاہے جیسا ملے۔ تو ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں

الجواب:- اگر واقعی وہ لوگ ایسے ہی ہیں جیسا کہ سوال میں لکھا گیا ہے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اس لئے کہ جب وہ حلال

وحرام کی پرواہ نہیں کرتے اور مرتد کے ساتھ نکاح پڑھا کر زنا کا دروازہ کھولنے سے نہیں ڈرتے تو وہ بغیر وضو اور غسل کے نماز بھی پڑھا سکتے ہیں ایسے لوگ سخت فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز ناجائز کما صرح فی الکتب الفقھیۃ وھو تعالٰی اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از حاجی محمود شاہ ابوالعلائی محمد اسٹیٹ سی۔ ایس۔ ٹی روڈ کالینہ بمبئی ۹۸

ہمارے محلہ میں محمدی مسجد کے امام اور مقتدی سنی حنفی ہیں۔ جس میں کچھ غیر مقلد آکر جماعت میں شریک ہوتے ہیں اور بلند آواز سے آمین کہتے ہیں اور رفع یدین کرتے ہیں تو اس سے حنفیوں کی نماز میں خرابی پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ ان کو حنفیوں کی مسجد میں آنے سے روکنا کیسا ہے؟ اور جو لوگ کہ ہماری جماعت میں ان کے شریک ہونے پر راضی ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ جماعت میں غیر مقلدوں کے شریک ہونے سے بیشک نماز میں خرابی پیدا ہوتی ہے اس لئے کہ ان کی نماز باطل ہے تو جس صف کے بیچ میں وہ کھڑے ہوتے ہیں شریعت کے نزدیک حقیقت میں وہ جگہ خالی ہوتی ہے جس سے صف قطع ہوتی ہے اور قطع صف حرام ہے۔ حنفیوں پر لازم ہے کہ ان کو اپنی مسجد میں آنے سے منع کریں اگر قدرت کے باوجود ان کو نہیں روکیں گے تو گنہگار ہوں گے۔ اور جو لوگ کہ حنفیوں کی جماعت میں ان کے شریک ہونے پر راضی ہیں وہ بھی گنہگار مستحق وعید عذاب ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی کا روشن بیان رسالہ الکوکبۃ الشھابیۃ ورسالہ

سل السیوف ورسالہ النہی الاکید وغیرہا میں ہے اور تجربہ نے ثابت کردیا کہ وہ ضرور منکرین ضروریات دین ہیں اور ان کے منکروں کے ہمراہ تو یقیناً قطعاً اجماعاً ان کے کفر وارتداد میں شک نہیں اور کافر کی نماز باطل تو وہ جس صف میں کھڑے ہوں گے اتنی جگہ خالی ہوگی اور صف قطع ہوگی اور قطع صف حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ جو صف کو ملائے اللہ اسے اپنی رحمت سے ملائے اور جو صف قطع کرے اللہ اسے اپنی رحمت سے جدا کرے۔ تو جتنے اہلسنت ان کے شرکت پر راضی ہوں گے یا باوصف قدرت منع نہ کریں گے سب گنہگار و مستحق وعید عذاب ہوں گے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۵۶) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ ازغلام مرتضیٰ حشمتی خطیب مسجد گلشن بغداد آزاد نگر گھاٹ کوپر بمبئی ۸۶

امام داہنی یا بائیں جانب سلام پھیر رہا ہے۔ آنے والا جماعت میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ آنے والا جماعت میں شریک ہونے کے لئے تکبیر تحریمہ کہہ چکا ہے۔ جماعت نہ ملنے کی صورت میں دوبارہ تکبیر تحریمہ کہے یا وہی کافی ہے؟

الجواب:۔ اگر امام پر سجدۂ سہو واجب تھا جس کے لئے وہ اپنی داہنی جانب سلام پھیر رہا تھا یا اسے سہو ہونا یاد نہ تھا اس لئے وہ بہ نیت قطع داہنی جانب سلام پھیرنے کے بعد بائیں جانب کے سلام میں مصروف تھا پھر کوئی فعل منافی نماز کرنے سے پہلے سجدہ کرلیا تو ان دونوں صورتوں میں سلام پھیرنے کے وقت آنے والا جماعت میں شریک

ہوگا تو اس کی اقتدا صحیح ہو جائے گی۔ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۵۰۲ میں ہے سلام من علیہ سجود سھو یخرجہ من الصلوٰۃ خروجا موقوفا ان سجد عاد الیھا والا لا وعلی ھذا فیصح الاقتداء بہ اھ۔ اور اگر سجدۂ سہو واجب نہ تھا مگر اس کے لئے سلام پھیر رہا تھا یا سہو ہونا یاد تھا اس کے باوجود بہ نیت قطع وہ سلام میں مشغول تھا یا ختم نماز کے لئے سلام پھیر رہا تھا اور سہو نہیں تھا تو ان صورتوں میں سلام پھیرنے کے وقت آنے والا اگر جماعت میں شریک ہوگا تو اس کی اقتدا صحیح نہ ہوگی اسلئے کہ سلام میں مشغول ہوتے ہی وہ نماز سے خارج ہو گیا۔ اور اس صورت میں ظاہر یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ دوبارہ کہے گا۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ محرم الحرام سنہ ۱۴۰۳ھ

مسئلہ:۔ ازملا محمد حسین اوجھاگنج ضلع بستی۔

بعض لوگ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھتے ہوئے نستعین کو نستاعین پڑھتے ہیں تو اس سے نماز میں خلل پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ نستعین کو الف کے ساتھ نستاعین پڑھنا بے معنی ہے اس لئے اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ھکذا فی الجزء الثالث من الفتاوی الرضویۃ علی صفحۃ ۱۹۱ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ سید اللہ بخش ۱۸/۹۳ راجہ جی اسٹریٹ انت پور۔ اے، پی

امام صاحب نے ایک آیت کریمہ کو غلط پڑھ کر چھوڑ دیا پھر سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھیں اور آخر میں سجدۂ سہو کیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب:۔ امام صاحب نے اگر ایسا غلط پڑھا کہ جس سے معنیٰ

فاسد ہو گئے تو اسے چھوڑ کر دوسری آیت کریمہ پڑھنے اور سجدۂ سہو کرنے سے بھی نماز نہیں ہوئی اور اگر معنیٰ فاسد نہ ہوئے تھے تو سجدۂ سہو کی بھی ضرورت نہیں سب کی نماز ہو گئی۔ لیکن جس مقتدی کی کچھ رکعتیں چھوٹ گئی تھیں اگر وہ امام کے ساتھ سجدۂ سہو میں شریک رہا تو فعل لغو میں اتباع کے سبب اس کی نماز باطل ہو گئی۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے

اذا ظن الامام ان علیہ سھوًا فسجد للسھو وتابعہ المسبوق فی ذالک ثم علم ان الامام لم یکن علیہ سھوًا الاشھر ان صلاتہ تفسد۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۲ ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ :۔ از عبدالوہاب خاں قادری رضوی ہرکا مولا چوک لاڑکانہ سندھ (پاکستان)

(۱) ــــــ ٹوپی پر عمامہ اس طرح باندھنا چاروں طرف سر کے عمامہ ہو اور ٹوپی درمیان میں سر کے اوپر کھلی رہے باندھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس طرح باندھ کر نماز پڑھنی کیسی ہے؟

(۲) ــــــ کلاہ پر جو عمامہ باندھتے ہیں وہ بھی کلاہ کے چاروں طرف گرد اگرد عمامہ ہوتا ہے اور اوپر کلاہ کھلا رہتا ہے اس کا باندھنا اور باندھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ مدلل جواب ارسال فرمائیں بینوا توجروا

الجواب :۔ (۱) ــــــ اس طرح عمامہ باندھنا ناجائز اور نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے جیسا کہ بہار شریعت جلد سوم ص۱۶۴ میں ہے کہ پگڑی اس طرح باندھنا کہ بیچ سر پر نہ ہو مکروہ تحریمی ہے۔ وکل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا اور شامی جلد اول ص۴۳۹ میں ہے تکویر عمامۃ علی راسہ وترک وسطہ مکشوفا کراھۃ تحریمۃ اھ ملخصًا اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص۱۰۱ (مصری) میں ہے ویکرہ

الاعتجار وھواث یکور عمامتہ ویترك وسط راسہ مکشوفا کذا فی التبیین اور مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں ہے یکرہ الاعتجار وھو شد الراس بالمندیل وتکویر عمامتہ علی راسہ وترك وسطھا مکشوفا اھ واللہ اعلم۔

(۲) ــــــــــ کلاہ ہو یا کسی دوسری قسم کی ٹوپی ہو اعتجار بہرصورت مکروہ ہے۔ طحطاوی میں ہے المراد انہ مکشوف عن العمامۃ لا مکشوف اصلاً لانہ فعل مالا یفعل اھ۔ ھذا ماظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ر صفر المظفر ۱۳۹۱ھ

مسئلہ:۔ از سید محمد محبوب قادری۔ راجکوٹ۔ گجرات

جو شخص بیرون نماز چین والی گھڑی پہنتا ہو اور بحالت نماز اتار لیتا ہو تو اس کی اپنی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ اس کی اپنی نماز بلاکراہت ہو جائے گی جیسا کہ اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی کی تصنیف جد الممتار جلد اول ص۲۲۷ کی عبارت کیف تکرہ مع اشتمالھا الخ سے ظاہر ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ر ذو الحجہ ۱۴۱۵ھ

مسئلہ:۔ از حافظ محمد انوار نوری مکان نمبر ۱ ہاتھی پالا۔ اندور۔ ایم۔ پی

پاجامہ یا لنگی سے ٹخنہ ڈھکا رہے اور اسی حالت میں نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ اگر از راہ تکبر پاجامہ یا لنگی اتنی نیچی پہنے کہ ٹخنہ اس سے چھپا رہے تو حرام ہے اور اسی حالت میں نماز پڑھی تو وہ مکروہ تحریمی ہوئی

جس کا اعادہ واجب ہے در مختار میں ہے کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا۔ اور اگر تکبر کی نیت سے اتنا نیچا نہیں پہنتا تو مکروہ تنزیہی ہے اور نماز خلاف اولیٰ۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ ازار کا گٹوں سے نیچے رکھنا اگر براہ تکبر ہو حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ورنہ صرف مکروہ تنزیہی اور نماز میں بھی اسکی غایت خلاف اولیٰ ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرا تہبند لٹک جاتا ہے جب تک کہ میں اس کا خاص لحاظ نہ رکھوں فرمایا انت لست ممن یصنعہ خیلاء۔ یعنی تم ان میں سے نہیں جو براہ تکبر ایسا کریں۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراھۃ تنزیہ کذا فی الغرائب (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۴۴۸) وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جلت عظمتہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۹ر شعبان المعظم سنہ۱۴۱۶ھ

مسئلہ:۔ از محمد حنیف رضوی سنی مسجد آگرہ روڈ کرلا۔ بمبئی

حالت نماز میں اگر داہنے پاؤں کا انگوٹھا اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ داہنے پاؤں کا انگوٹھا اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو کوئی حرج نہیں لیکن مقتدی کا انگوٹھا داہنے بائیں یا آگے پیچھے اتنا ہٹا کہ جس سے صف میں کشادگی پیدا ہو یا سینہ صف سے باہر نکلے مکروہ ہے کہ احادیث کریمہ میں صف کے درمیان کشادگی رکھنے اور صف سے سینہ کو باہر نکالنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور اگر ایک مقتدی جو امام کے برابر میں

تھا وہ اتنا آگے بڑھا کہ اس کے قدم کا اکثر حصہ امام کے قدم کے آگے ہوا تو مقتدی کی نماز فاسد ہوئی ورنہ نہیں جیسا کہ ردالمحتار جلد اول صہ ۳۸۱ میں ہے الاصح مالم یتقدم اکثر قدم المقتدی لا تفسد صلوتہ کما فی المجتبیٰ اور اگر منفرد تنہا نماز پڑھنے والا قبلہ کی طرف ایک صف کی مقدار چلا پھر ایک رکن ادا کرنے کی مقدار ٹھہر گیا پھر اتنا ہی چلا اور اتنی ہی دیر ٹھہر گیا تو چاہے متعدد بار ہو اگر وہ مسجد میں نماز پڑھتا ہو تو جب تک مسجد سے باہر نہ ہو نماز فاسد نہ ہوگی۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم مطبوعہ لاہور صہ ۱۵۲ میں ہے اور درمختار مع شامی جلد اول صہ ۴۲۲ میں ہے مشی مستقبل القبلۃ هل تفسد ان قدر صف ثم وقف قدر رکن ثم مشی و وقف کذلك وهکذا لا تفسد وان کثر مالم یختلف المکان اور فتاویٰ عالم گیری جلد اول مطبوعہ مصر صہ ۹۶ میں فتاویٰ قاضی خاں سے ہے لو مشی فی صلاتہ مقدار صف واحد لم تفسد صلاتہ۔ وان مشی الیٰ صف و وقف ثم الیٰ صف لا تفسد لیکن بلاضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ جس فعل کی زیادتی مفسد ہے اس کا تھوڑا کرنا ضرور مکروہ ہے اور دو صف کی مقدار ایک دم چلنا مفسد نماز ہے۔ ردالمحتار جلد اول صہ ۴۲۲ پر ہے۔ ما افسد کثیرہ کرہ قلیلہ بلاضرورۃ۔ اور عالم گیری جلد اول صہ ۹۶ میں ہے ان مشی دفعۃ واحدۃ مقدار صفین فسدت صلاتہ۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۹ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: ازارشاد حسین صدیقی بانی دارالعلوم امجدیہ سنڈیلہ۔ ہردوئی

آج کل عورتیں تانبہ، پیتل اور لوہے کے زیورات پہننے لگی ہیں تو ان کو پہن کر نماز پڑھنے سے کچھ خرابی پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: تانبہ، پیتل اور لوہے کے زیورات پہن کر پڑھنے سے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صہ ۴۲۲ میں ہے اور ہر وہ نماز کہ مکروہ تحریمی ہو اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے درمختار میں ہے کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا۔ ھذا ما عندی وھو تعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از جمیل احمد صدیقی۔ شہر بہرائچ

ظہر، مغرب اور عشاء کی سنتوں کے بعد نفل نماز پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: نفل نماز کا پڑھنا ضروری نہیں بلکہ بہتر ہے۔ ہاں اگر نفل نماز قصداً شروع کر دے تو اس کا پورا کرنا ضروری ہے اور قصداً شروع کرکے توڑ دے تو اس کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔ درمختار میں ہے لزم نفل شرع فیہ بتکبیرۃ الاحرام وبقیام الثالثۃ شروعاً صحیحاً قصداً ولو عند غروب وطلوع واستواء علی الظاھر فان افسدہ حرم لقولہ تعالٰی ولا تبطلوا اعمالکم الا بعذر ووجب قضاءہ اھ۔ ملخصاً وھو تعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد اسلم بھیونڈی ضلع تھانہ (مہاراشٹر)

زید نے عصر کی نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ مغرب کا وقت آگیا اس کے لئے کیا حکم ہے؟ عصر کی نماز پڑھ کر مغرب کی نماز پڑھے یا باجماعت مغرب پڑھنے کے بعد عصر پڑھے۔ اسی طرح اور نمازوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب: بعد بلوغ زید کی اگر چھ یا چھ وقت سے زیادہ نمازیں قضا ہو گئی ہیں اور ابھی ان میں سے کل یا بعض کی قضا پڑھنی باقی ہے تو

کسی بھی وقت کی نماز ہو قضا پڑھنے سے پہلے جماعت میں شامل ہوجائے اور اگر پانچ وقت یا اس سے کم کی نمازیں قضا ہوئی ہیں اور ان میں سے کل یا بعض کی قضا پڑھنی ابھی باقی ہے تو قضا پڑھنے سے پہلے نہ جماعت میں شریک ہوسکتا ہے اور نہ تنہا وقتی نماز پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ قضا ہونا یاد ہو اور اس وقت میں گنجائش ہو۔ هذا خلاصة ما فی الکتب الفقهية والله تعالٰی ورسوله الاعلٰی اعلم بالصواب جل جلاله وصلی الله تعالٰی علیه وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از محمد مظہر حسین قادری مدرسہ اہلسنت گلشن رسول قصبہ دلاسی گنج ضلع فیض آباد۔

زید نماز عصر ادا کر رہا تھا قعدۂ اولیٰ میں اسے بیٹھنا تھا لیکن وہ بھول گیا اس کا اٹھنا اتنا تھا کہ قریب تھا کہ قیام مان لیا جاتا اتنے میں لقمہ پاتے ہی وہ قعدہ اولیٰ کے لئے بیٹھ گیا تشہد پڑھنے کے بعد کھڑا ہوا نماز دو رکعت وہ بھی پوری کی ایسی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہوئی کہ نہیں جواب مدلل اور واضح عنایت فرمائیں۔

الجواب: اگر امام کھڑے ہونے کے قریب تھا یعنی بدن کے نیچے کا آدھا حصہ سیدھا ہوگیا تھا اور پیٹھ میں خم باقی تھا کہ مقتدی کے لقمہ دینے پر بیٹھ گیا اور آخر میں سجدۂ سہو کرلیا تو نماز پوری ہوگئی اور اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ واجب ہے۔ مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۵۴ میں ہے۔ ان عاد وهو الی القیام اقرب بان استوی النصف الاسفل مع انحناء الظهر وهو الاصح فی تفسیره سجد للسهو۔ اور اگر بیٹھنے کے قریب تھا یعنی ابھی جسم کے نیچے کا آدھا حصہ سیدھا نہ ہوا تھا کہ لقمہ دینے پر بیٹھ گیا تو سجدۂ سہو واجب نہیں نماز پوری ہوگئی

اس کا اعادہ واجب نہیں ردالمحتار جلد اول صفحہ ۴۹۹ میں ہے۔ اذا عاد قبل ان یستقیم قائما وکان الی القعود اقرب فانہ لاسجود علیہ فی الاصح وعلیہ الاکثر اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ ربیع الآخر سنہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد اسلم بھیونڈی ضلع تھانہ (مہاراشٹر)
سجدۂ تلاوت بیٹھ کر کیا جائے یا کھڑے ہو کر؟

الجواب: سجدۂ تلاوت میں بیٹھ کر سجدہ میں جانا جائز ہے اور کھڑے ہو کر سجدے میں جانا اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا مستحب ہے فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۲۸ میں ہے۔ والمستحب انہ اذا اراد ان یسجد للتلاوۃ یقوم ثم یسجد واذا رفع راسہ من السجود یقوم ثم یقعد کذا فی الظہیریۃ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از سید غلام جہانیاں، گوٹھ بٹ سرائی ضلع دادو۔ پاکستان
زید جو ہندوستان کا ایک سنی حنفی عالم دین ہے ۳ ذی الحجہ کو مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ حاضر ہوا جس کی نیت یہ تھی کہ حج کے بعد ایک ماہ مکہ معظمہ میں قیام کرے گا عالم مذکور نے منیٰ اور عرفات میں چار رکعت والی فرض نمازوں میں قصر کی ۹ ذی الحجہ کی رات کو جب عرفات سے مزدلفہ پہونچا تو عشاء میں قصر کی۔ اس پر بکر نے کہا کہ یہاں قصر کرنا غلط ہے عالم دین نے بکر کو سمجھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے کہا کہ میں کئی بار حج کر چکا ہوں بڑے بڑے علماء کا ساتھ رہا ہے یہاں پر قصر ہرگز نہیں ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں عالم دین کا منیٰ میں

عرفات اور مزدلفہ میں قصر کرنا صحیح ہے یا بقول بکر ان مقامات پر قصر کرنا غلط ہے۔ کتب معتبرہ کے حوالہ سے بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب:- صورت مستفسرہ میں عالم دین جب کہ ۴ ذی الحجہ کو مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ حج کے لئے حاضر ہوا تو مسافر رہا مقیم نہ ہوا اس لئے کہ پندرہ دن کے قبل ہی اسے منیٰ اور عرفات کی طرف نکلنا تھا تو جب بحالت مسافرت اس نے منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کی حاضری دی تو ان مقامات پر چار رکعت والی فرض نماز میں قصر ضروری ہوا بلکہ وہ عالم دین ۴ ذی الحجہ کو جب کہ وہ مکہ معظمہ میں داخل ہوا اگر اقامت کی نیت بھی کرتا تو وہ نیت اس کی صحیح نہ ہوتی اور قصر لازم رہتا بکر کا قول صحیح نہیں لہذا اس نے اگر کسی بھی سال مذکورہ صورت میں قصر نہ کیا تو ترک واجب کے سبب گنہگار ہوا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صـ۱۳۱ میں ہے۔

ان نوی الاقامۃ اقل من خمسۃ عشرۃ یوماً قصر ھکذا فی الھدایۃ اھ۔

بحر الرائق جلد ثانی صـ۱۳۲ اور فتاویٰ ہندیہ جلد اول مصری صـ۱۳۱ میں ہے ذکر فی کتاب المناسک عند الحاج اذا دخل مکۃ فی ایام العشر ونوی الاقامۃ نصف شھر لا یصح لانہ لابد لہ من الخروج الی عرفات فلا یتحقق الشرط اھ۔ اور بدائع الصنائع جلد اول صـ۹۸ میں کتاب مذکور کے حوالہ سے ہے ان الحاج اذا دخل مکۃ فی ایام العشر ونوی الاقامۃ خمسۃ عشر یوماً او دخل قبل ایام العشر لکن بقی الی یوم الترویۃ اقل من خمسۃ عشر یوماً ونوی الاقامۃ لایصح اھ۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری صـ۱۳۰ میں ہے القصر واجب عندنا کذا فی الخلاصۃ اھ۔ درمختار میں ہے صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوبا لقول ابن عباس ان اللہ فرض علی لسان نبیکم صلاۃ المقیم اربعا والمسافر رکعتین اھ۔ اور بحر الرائق میں

ہے۔ لو اتمو فانہ آثم عاص اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۹ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

مسئلہ :- از محمد نعیم خاں، موضع سنگھ پور ایودھیا پوسٹ برگدوا ہریا ضلع گورکھپور۔

یہاں کے لوگ دیہات ہی میں جمعہ کی نماز ادا کر لیا کرتے ہیں لیکن بڑی بڑی اور مستند کتابوں کے ذریعہ معلوم ہوا کہ دیہات میں جمعہ کی نماز نہیں ہے یہ مسئلہ کہاں تک صحیح اور کہاں تک غلط ہے حوالہ کے ساتھ نقل کریں اور نیز یہ بھی بتا دیں کہ دیہات میں عورتیں عید کی نماز گھر پر پڑھتی ہیں یہ کیسا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب :- بیشک دیہات میں جمعہ کی نماز جائز نہیں لیکن عوام اگر پڑھتے ہوں تو انہیں منع نہ کیا جائے کہ وہ جس طرح بھی اللہ و رسول کا نام لیں غنیمت ہے۔ ھکذا قال الامام احمد رضا البریلوی اور ہدایہ میں ہے لا تصح الجمعۃ الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القریٰ لقولہ علیہ السلام لا جمعۃ ولا تشریق ولا فطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع اھ۔ اور اسی کے تحت فتح القدیر میں ہے رفعہ المصنف وانما رواہ ابن ابی شیبۃ موقوفاً علیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ فطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع او فی مدینۃ عظیمۃ صححہ ابن حزم اھ۔ اور عورتیں اگر عید کی نماز گھر میں مردوں کے ساتھ پڑھتی ہیں تو اختلاط مردم کے سبب ناجائز ہے اور اگر صرف عورتیں جماعت کریں تو یہ بھی ناجائز ہے اس لئے کہ صرف عورتوں کی جماعت ناجائز و مکروہ تحریمی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۸۰ میں ہے یکرہ امامۃ المرأۃ للنساء فی الصلوٰات کلھا من الفرائض والنوافل

الا فی صلوٰۃ الجنازۃ ھکذا فی النہایہ اھ ۔ اور درمختار میں ہے یکرہ تحریماً جماعۃ النساء ولو فی التراویح فی غیر صلوٰۃ جنازۃ اھ ۔ اور اگر فرداً فرداً پڑھیں تو بھی نماز جائز نہ ہوگی اس لئے کہ عیدین کی نماز کے لئے جماعت شرط ہے ہاں عورتیں اس دن اپنے گھروں میں فرداً فرداً نفل نمازیں پڑھیں تو باعث ثواب و برکت ہے اور سبب ازدیاد نعمت ہے ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ ر ذی الحجۃ سنہ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ :۔ از ارشاد حسین صدیقی بانی دارالعلوم امجدیہ سنڈیلہ ۔ ہردوئی
ایک عیدگاہ میں ایک ہی دن عید کی نماز دو اماموں نے دو خطبہ کے ساتھ جماعت سے پڑھائی ۔ یعنی عید کی نماز ایک ہی عیدگاہ میں دوبارہ ہوئی تو دونوں نمازیں جائز ہوئیں یا ایک ہی ؟ اگر ایک ہی جائز ہوئی تو کون سی ؟

الجواب :۔ اگر دونوں اماموں کو عید کی نماز قائم کرنے کا اختیار تھا تو دونوں نمازیں جائز ہوگئیں ۔ ھکذا قال الامام احمد رضا البریلوی فی الجزء الثالث من الفتاوی الرضویۃ علی صفحۃ ۸۰۳ ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :۔ از عبدالعزیز حاجی عبدالکریم پانچ بھیا ہمت نگر (گجرات)
ہمارے یہاں سالہا سال سے نماز جنازہ مسجد کے صحن میں ہوتی تھی جیسا کہ آج بھی احمدآباد وغیرہ کے ائمہ مساجد مسجدوں ہی میں نماز جنازہ پڑھتے ہیں ۔ مگر ایک صاحب نے کہا کہ مسجد میں نماز جنازہ جائز نہیں تو ہمارے یہاں کے امام لوگ مسجد کے باہر ہی نماز جنازہ پڑھانے لگے مگر باہر نماز

جنازہ پڑھانے کی صورت میں درمیان صف سے کتا وغیرہ ناپاک جانوروں کے گزرنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس کے علاوہ سخت سردی تیز دھوپ اور بارش میں جنازہ پڑھنے والوں کو اور میت کو تکلیف ہوتی ہے تو ان وجوہات کی بنا پر مسجد میں جنازہ پڑھانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ بیشک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ناجائز اور گناہ ہے۔ ائمہ مساجد کے پڑھانے سے مسجد میں جنازہ جائز نہ ہوگا بلکہ ناجائز ہی رہے گا یہاں تک کہ پڑھنے والوں کو اس صورت میں ثواب بھی نہیں ملتا۔ حدیث شریف اور فقہ حنفی کی معتبر کتابوں سے یہی ثابت ہے جیسا کہ ہدایہ اولین صفحہ ۱۶۱ میں ہے۔ لا یصلی علی میت فی مسجد جماعۃ لقولہ علیہ السلام من صلے علی جنازۃ فی المسجد فلا اجر لہ یعنی جماعت کی مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھے اس کے لئے کوئی ثواب نہیں۔ اور بحر الرائق جلد دوم صفحہ ۱۸۶ میں ہے ولا فی مسجد لحدیث ابی داؤد مرفوعا من صلی علی میت فی المسجد فلا اجر لہ وفی روایۃ فلا شئ لہ۔ یعنی مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اس لئے ابوداؤد شریف کی حدیث مرفوع ہے کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے کوئی ثواب نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے لئے کچھ نہیں۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۱۵۵ میں ہے۔ صلوٰۃ الجنازۃ فی المسجد الذی تقام فیہ الجماعۃ مکروھۃ۔ یعنی جس مسجد میں جماعت قائم کی جاتی ہے اس میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔ اور عنایہ مع فتح القدیر جلد دوم صفحہ ۹۰ میں ہے۔ لا یصلی علی میت فی مسجد جماعۃ اذا کانت الجنازۃ فی المسجد فالصلوٰۃ علیھا مکروھۃ باتفاق اصحابنا یعنی جماعت کی مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے جب کہ جنازہ مسجد میں ہو

تو نماز مکروہ ہے یہ ہمارے اصحاب کا متفقہ مسئلہ ہے اور شامی جلد اول ص۵۹۳ میں ہے۔ کما تکرہ الصلوٰۃ علیھا فی المسجد یکرہ ادخالھا فیہ یعنی جیسا کہ نماز جنازہ مسجد میں مکروہ ہے جنازہ کا مسجد میں داخل کرنا بھی مکروہ ہے۔ اسی طرح فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ صغریٰ، فتاویٰ بزازیہ فتح القدیر، شرح وقایہ عمدۃ الرعایۃ، مراقی الفلاح، طحطاوی علی مراقی اور درمختار وغیرہ تمام کتب معتبرہ میں تصریح ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں مکروہ و منع ہے اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔ اور مکروہ تحریمی کا گناہ مثل حرام کے ہے جیسا کہ درمختار میں ہے۔ کل مکروہ ای کراھۃ تحریمیۃ حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار۔ یعنی ہر مکروہ تحریمی استحقاق جہنم کا سبب ہونے میں حرام کے مثل ہے۔ بلکہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے نماز جنازہ کے مسجد میں مکروہ تحریمی ہونے کی تصریح فرمائی ہے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص۵۷ میں ہے "جنازہ مسجد میں رکھ کر اس پر نماز مذہب حنفی میں مکروہ تحریمی ہے اور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت حصہ چہارم ص۱۵۸ میں ہے" مسجد میں جنازہ مطلقاً مکروہ تحریمی ہے۔ خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض احادیث میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے ——— ان تمام کتب معتبرہ کے حوالہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ جو حرام کے مثل ہے ——— لہٰذا بغیر عذر شرعی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا ہرگز جائز نہیں۔ اور سخت سردی اور تیز دھوپ کے سبب بھی مسجد میں جنازہ پڑھنے کا حکم نہ دیا جائے گا کہ جس طرح سردی اور دھوپ میں لوگ اپنے کاموں کے لئے نکلتے ہیں جنازہ کے لئے بھی تھوڑی دیر سردی اور

دھوپ برداشت کر سکتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "نماز جنازہ بہت ہلکی اور جلد ہونے والی چیز ہے اتنی دیر دھوپ کی تکلیف ایسی نہیں کہ اس کے لئے مکروہ تحریمی گوارہ کیا جائے اور مسجد کی بے حرمتی روا رکھیں (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صہ ۵۷) رہی تیز بارش تو جس طرح بارش میں جنازہ گھر سے لے کر مسجد اور مسجد سے قبرستان تک جائیں گے اسی طرح بارش میں مسجد کے باہر جنازہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور اگر بارش میں جنازہ لے کر نکلنا اور دفن کرنا تو ممکن ہو مگر نماز جنازہ پڑھنا کسی طرح ممکن نہ ہو تو اس صورت میں ضرور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی رخصت دے دی جائے گی بشرطیکہ شہر میں کہیں مدرسہ، مسافر خانہ اور جماعت خانہ وغیرہ میں پڑھنا ممکن نہ ہو ــــــــ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے عذر عموماً لوگ دھوپ، سردی اور بارش ہی کو بیان کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے عذر کے بغیر بھی لوگ مسجدوں میں نماز جنازہ بلا کھٹک پڑھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ سب بہانہ ہے وجہ صرف آرام طلبی اور سہل پسندی ہے جس کے مقابلہ میں ان کے نزدیک حکم شرع کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ (العیاذ باللہ) اور کتا وغیرہ کے صفوں میں گھسنے کا عذر بھی عندالشرع مسموع نہیں اس لئے کہ نماز جنازہ عیدگاہ کے احاطہ اور مدرسہ میں بھی پڑھی جا سکتی ہے جیسا کہ سید العلماء حضرت علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ لا تکرہ فی مسجد اعد لہا وکذا فی مدرسۃ ومصلی عید (طحطاوی علی مراقی مطبوعہ قسطنطنیہ صہ ۳۲۶) اور اگر عیدگاہ مدرسہ نہ ہو تو میدان میں جانوروں سے حفاظت کے لئے آدمی کھڑے کئے جا سکتے ہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ صرف جنازہ کے لئے الگ سے مسجد بنا لیں پھر اسی میں دھوپ، سردی

اور بارش وغیرہ ہر حال میں نماز جنازہ پڑھیں اس طرح میت اور جنازہ پڑھنے والوں کو کوئی تکلیف بھی نہ ہوگی۔ اور ناپاک جانوروں کے صفوں میں گھسنے کا اندیشہ بھی نہ رہے گا ـــــــ وہ مسلمان جو غیر ضروری صرف جائز و مباح کاموں کے لئے ہزاروں اور لاکھوں روپئے خرچ کرتے ہیں اگر مسجد کی حرمت باقی رکھنے اور ناجائز کام سے بچنے کے لئے نماز جنازہ کی مسجدوں کو نہ بنائیں گے اور بارش وغیرہ کا بہانہ بنا کر عام مسجدوں میں نماز جنازہ پڑھیں گے تو ضرور گنہگار ہوں گے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ جمادی الاخری سنہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از سیٹھ ابو الحسن لوکھن مارکیٹ۔ دھولیہ

میت کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر کے پاس اذان کہنا جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب اس موقع پر یہاں اذان دیتے ہیں تو لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر جائز ہو تو دلیل کے ساتھ تحریر فرمائیں تاکہ مخالفت کرنے والوں کو مطمئن کیا جا سکے۔

الجواب:۔ حضرت امام ترمذی محمد بن علی نوادر الاصول میں حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان المیت اذا سئل من ربك فرائی له الشیطٰن فیشیر الی نفسه انی انا ربك فلھذا ورد سوال التثبیت لہ حین یسئل یعنی جب مردے سے سوال ہوتا ہے تیرا رب کون ہے؟ تو شیطان اس پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ اس لئے حکم آیا کہ میت کے لئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔ حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں ویؤیدہ من الاخبار قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند دفن المیت اللھم اجرہ من الشیطٰن فلو لم یکن للشیطان ھناك

سبیل ما دعا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذالك یعنی وہ حدیثیں اس بات
کی تائید کرتی ہیں جن میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میت کو دفن
کرنے کے وقت دعا فرماتے اے اللہ! اسے شیطان سے بچا۔ اگر
وہاں شیطان کا کچھ دخل نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسی دعا نہ فرماتے۔
اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ شیطان اذان کی آواز سن کر بھاگتا ہے
جیساکہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور حدیث کی دوسری کتابوں میں حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا اذا اذن المؤذن ادبر الشیطان ولہ حصاص یعنی جب اذان
کہنے والا اذان کہتا ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے۔
اور صحیح مسلم کی حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے اس سے واضح ہے کہ اذان کی آواز سے شیطان ۳۶ میل یعنی تقریباً
۵۸ کلومیٹر تک بھاگ جاتا ہے اور حدیث شریف میں حکم ہے کہ
جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان پڑھو وہ دفع ہوجائے گا۔ اخرجہ
الامام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی فی اوسط معاجیمہ عن ابی
ھُرَیْرَۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور جب یہ بات ثابت ہے کہ دفن
کے بعد شیطان مردے کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور حدیث
شریف میں ہے کہ شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور اس میں حکم ہے
کہ اسے اذان سے دفع کرو تو میت کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر
کے پاس اذان کہنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ اس لئے کہ اس سے
مسلمان بھائی کو شیطان کے بہکانے سے بچنے میں مدد پہونچانا ہے۔
اور قبر جو تنگ وتاریک ہوتی ہے وہ سخت وحشت اور گھبراہٹ کی
جگہ ہے اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اور اذان وحشت کو دور کرنے والی اور دل
کو چین بخشنے والی ہے اس لئے کہ وہ خدا کا ذکر ہے اور قرآن مجید کی

آیت کریمہ ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ یعنی سن لو خدا کے ذکر سے دلوں کو چین ملتا ہے۔ (پ۱۳ ع۱۰) اور ابونعیم و ابن عساکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نزل اٰدم بالھند واستوحش فنزل جبریل علیہ السلام فنادی بالاذان یعنی جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے ہندوستان میں اترے، انہیں گھبراہٹ ہوئی تو جبریل علیہ السلام نے اتر کر اذان پڑھی۔ لہٰذا جو لوگ مردے کی گھبراہٹ اور اس کی وحشت کو دور کرنے کے لئے دفن کے بعد قبر کے پاس اذان پڑھتے ہیں وہ بہتر کرتے ہیں اور اس کی مخالفت کرنے والے غلطی پر ہیں۔ اس لئے کہ فقہ حنفی کی متعدد کتاب ردالمحتار جو شامی کے نام سے مشہور ہے اسکی پہلی جلد مطبوعہ دیوبند ص۲۵۸ میں بھی ہے اور بہار شریعت حصہ سوم ص۱۳۱ میں بھی ہے کہ بعد دفن میت اذان مستحب ہے۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل مجدہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ ر ذی القعدہ ۱۴۱۵ھ

مسئلہ:- از عبدالکریم محلہ مرزا منڈی ڈاکخانہ کالپی ضلع جالون

تیجے اور چالیسویں میں اکثر لوگ شہر کے رشتہ داروں کو اور باہر کے بھی رشتہ داروں کو بلا کر فاتحہ میں شریک کرتے ہیں اور ان کو کھانا بھی کھلاتے ہیں تو کیا یہ کھانا کھانے میں کوئی شرعی قباحت یا ممانعت تو نہیں ہے؟

الجواب:- اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔ میت کے تیجہ اور چالیسواں وغیرہ میں میت کے ایصال ثواب کے لئے غرباء و مساکین کو کھانا کھلانا بہتر ہے لیکن دوست واحباب اور رشتہ داروں

کو شادی کی طرح دعوت کرنا بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم میں ۔ فتاوی عالم گیری جلد اول مصری صفحہ ۱۵۷ میں ہے لایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلاثۃ ایام کذا فی التاتار خانیۃ ۔ اور رد المحتار جلد اول صفحہ ۶۲۹ اور فتح القدیر جلد دوم صفحہ ۱۰۲ میں ہے ۔ یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ ۔ اور رشتہ دار وغیرہ کو اس موقع پر شادی کی طرح دعوت کرنا منع ہے تو ان لوگوں کو اس طرح کی دعوت کھانا بھی منع ہے ۔ وَھُوَتعالیٰ اَعلمُ بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۵ شوال سنہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ :۔ از اکرام سراجی جامعہ عربیہ ضیاء العلوم کچی باغ بنارس

چاندی کا نصاب ½ ۵۲ تولہ ہے اگر کسی کے پاس چاندی کی شکل میں نہیں (اور سونا بھی کسی شکل میں نہیں) مگر نوٹ ہیں تو کتنے روپئے کے نوٹ ہونے پر وہ صاحب نصاب مانا جائے گا؟ یعنی ½ ۵۲ تولہ چاندی کے نوٹ ہونے پر جس کی قیمت آج بہت ہے وہ صاحب نصاب قرار پائے گا یا کوئی اور بات ہے؟ مدلل جواب سے نوازیں ۔

الجواب :۔ اگر کسی کے پاس سونا چاندی نہیں ہیں اور نہ مال تجارت ہے مگر اتنے نوٹ ہیں کہ بازار میں ½ ۵۲ تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا خرید سکتا ہے تو وہ مالک نصاب ہے اس پر زکاۃ فرض ہے ورنہ نہیں یعنی کم سے کم ½ ۵۲ تولہ چاندی یا ½ ۷ تولہ سونا کی قیمت کے نوٹ ہوں تو زکاۃ واجب ہوگی ۔ لہٰذا اگر سونا چاندی اس قدر گراں ہو جائیں کہ لاکھ روپئے کا بھی ½ ۵۲ تولہ چاندی یا ½ ۷ تولہ سونا بازار میں نہ مل سکے تو زکاۃ واجب نہیں اور اگر اس طرح سستے ہو جائیں

کہ ایک روپیہ کے نوٹ سے سونا یا چاندی کی مقدار مذکور بازار میں مل سکے تو زکاۃ واجب ہے۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراھم میں ہے فی فتاوی قاری الھدایۃ الفتویٰ علی وجوب الزکوٰۃ فی الفلوس اذا تعومل لھا اذا بلغت ما تساوی مأتی درھم من الفضۃ او عشرین مثقالا من الذھب اھ۔ والنوط المستفاد قبل تمام الحول یضم الی نصاب من جنسہ او من احد النقدین باعتبار القیمۃ کاموال التجارۃ اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :۔ از نذیر حیات قادری دار العلوم غوثیہ رضویہ کوربی ضلع باندہ۔ یوپی ——— غلہ کے عشر کے لئے نصاب کی کوئی شرط ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں ہے تو کم از کم کتنے غلہ پر عشر واجب ہوتا ہے۔

الجواب :۔ غلہ کے عشر کے لئے نصاب کی شرط نہیں۔ کم سے کم ایک صاع بھی پیدا ہو تو عشر واجب ہو جائے گا درمختار میں ہے۔ تجب بلا شرط نصاب۔ اور ردالمحتار جلد دوم ص۴۹ میں ہے یجب فیما دون النصاب بشرط ان یبلغ صاعاً وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۷ ار رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ :۔ از ولی بھائی گورجی مقام ضلع بھڑوچ۔ گجرات

(۱) ——— زید سنی حنفی، قادری، بریلوی عقیدہ کا ہے اور وہ زکاۃ سنی، وہابی، رافضی ہر فرقہ والے کو دیتا ہے۔ تو عرض یہ ہے کہ وہابی، دیوبندی، رافضی کو زکوٰۃ دینے سے زید کی زکاۃ از روئے شرع ادا ہوتی ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(۲) ——— بکر نے زید سے کہا کہ سنیوں کے علاوہ کسی اور فرقہ والے

کو زکاۃ دینے سے زکاۃ ادا نہیں ہوتی ہے تو زید نے کہا کہ سنی لوگ بھی زکاۃ کا روپیہ دین ہی کے کام میں صرف کرتے ہیں اور دیوبندی وہابی، رافضی بھی دین ہی کے کام میں خرچ کرتے ہیں تو سنیوں کو دینے سے زکاۃ ادا ہو جاتی ہے اور مذکورہ بالا فرقے کو دینے سے زکاۃ ادا نہیں ہوتی ایسا کیوں؟ اگر یہ صحیح ہے کہ سنیوں کے علاوہ کسی اور فرقے کو دینے سے زکاۃ ادا نہیں ہوتی۔ ہے تو ہم کو اس بات کی ثبوت کے لئے قرآن وحدیث سے دلیل چاہئے تو عرض یہ ہے کہ قرآن وحدیث سے جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں بینوا توجروا

الجواب: (۱) ـــــ وہابی، دیوبندی اور رافضی اپنے کفریات قطعیہ کی بنا پر کافر و مرتد ہیں۔ اس لئے انہیں زکوٰۃ دینے سے زید کی زکاۃ ادا نہیں ہوتی ہے۔ ھکذا قال العلماء لاھل السنۃ و الجماعۃ کثرھم اللہ تعالیٰ۔ وھو اعلم بالصواب۔

(۲) ـــــ ابن جریر، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ، رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا لفظ بولے حضور نے ان سے مطالبہ فرمایا تو ان لوگوں نے قسم کھائی کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہیں کہا ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ وَکَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِھِمْ یعنی اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا اور بیشک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آنے کے بعد کافر ہو گئے (پ۱۰ ع۱۶) اور ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد خاص حضرت امام مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے

ہیں کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کی گم شدہ اونٹنی کے بارے میں فرمایا کہ وہ فلاں جنگل میں ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ ان کو غیب کی کیا خبر؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلاکر دریافت فرمایا تو اس نے کہا ہم تو ایسے ہی ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ یعنی اور اگر تم ان سے پوچھو تو بیشک وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل میں تھے۔ تم فرمادو کیا اللہ، اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے؟ بہانے نہ بناؤ۔ اپنے ایمان کے بعد تم لوگ کافر ہو گئے۔ (پ۱۰ ع ۱۴) اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ اور حضور مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ نام کا ایک شخص جو قبیلہ بنی تمیم کا رہنے والا تھا آیا اور کہا اے اللہ کے رسول! انصاف سے کام لو۔ حضور نے فرمایا تیری جسارت پر افسوس میں ہی انصاف نہیں کروں گا تو اور کون انصاف کرنے والا ہے۔ اگر میں انصاف نہ کرتا تو تو خائب و خاسر ہو چکا ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم صلاتہ مع صلاتھم وصیامہ مع صیامھم یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ یعنی اسے چھوڑ دو اس کے بہت ساتھی ہیں جن کی نمازوں اور روزوں کو دیکھ کر تم اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نہیں اترے

گا، (ان ظاہری خوبیوں کے باوجود) وہ دین سے ایسے نکلے ہوں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ (بخاری جلد اول ص ۵۰۹)

پہلی آیت کریمہ میں کھلا فرمایا گیا وَكَفَرُوا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ یعنی وہ لوگ مسلمان تھے مگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا لفظ بولنے کے سبب کافر ہو گئے مسلمان نہیں رہ گئے۔ اور دوسری آیت مبارکہ میں واضح طور پر فرمایا گیا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ یعنی کفر کا کلمہ زبان سے نکالنے کے سبب تم لوگ مومن ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔ اور بخاری شریف کی مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جن کی نماز اور روزوں کے سامنے مسلمان اپنی نماز اور روزوں کو حقیر سمجھیں گے لیکن وہ لوگ اپنی بدعقیدگی کے سبب دین سے نکلے ہوئے ہوں گے۔ اور اس زمانہ کے وہابی دیوبندی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کے سبب دین سے نکلے ہوئے ہیں۔ اسی لئے مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ، ہندوپاک اور بنگلہ دیش و برما وغیرہ کے سیکڑوں علمائے کرام و مفتیان عظام نے ان کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے جس کی تفصیل حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے۔ اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں دینے، صحابۂ کرام کو کافر کہنے اور آواگون وغیرہ بہت سے کفری عقیدے کے سبب رافضی بھی کافر و مرتد ہیں۔ تفصیل کے لئے سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مبارک تصنیف تحفۂ اثنا عشریہ ملاحظہ ہو۔ لہٰذا زید کا یہ کہنا غلط ہے کہ وہابی، دیوبندی اور رافضی بھی زکوٰۃ کا روپیہ دین ہی کے کام میں خرچ کرتے ہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ دین کے نام پر بددینی پھیلانے مسلمانوں کو گمراہ و بدمذہب بنانے اور اپنے کفری عقیدوں کی

تبلیغ واشاعت کرنے میں مسلمانوں کی زکاۃ کا مال صرف کرتے ہیں۔
خدائے عزوجل زید کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور دشمنان دین وایمان وہابیوں، دیوبندیوں اور رافضیوں کی نفرت اس کے دل میں پیدا فرمائے۔ اور ان کی اعانت سے اس کو بچنے کی توفیق رفیق بخشے اور مذہب حق واہلسنت وجماعت پر اسے قائم ودائم رکھے۔ آمین۔ بحرمۃ النبی الکریم الامین علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات واکمل التسلیم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ رجمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ھ

مسئلہ: ازمحمد مسعود رضا مدرسہ اسلامیہ حنفیہ ہنومان گڈھ ٹاؤن ضلع گنگانگر۔

بھیک مانگنا کیسا ہے؟ اور بھیک مانگنے والوں کو زکاۃ دینے سے زکاۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب: بھیک مانگنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک مالدار جیسے بہت سے قوم کے فقیر، جوگی اور سادھو۔ انہیں بھیک مانگنا حرام اور انھیں دینا بھی حرام ایسے لوگوں کو دینے سے زکاۃ ادا نہیں ہوسکتی دوسرے وہ جو حقیقت میں فقیر ہیں یعنی نصاب کے مالک نہیں ہیں مگر مضبوط وتندرست ہیں، کمانے کی قوت رکھتے ہیں اور بھیک مانگنا کسی ایسی ضرورت کے لئے نہیں جو ان کی طاقت سے باہر ہو۔ مزدوری وغیرہ کوئی کام نہیں کرنا چاہتے مفت کھانا کھانے کی عادت پڑی ہے جس کے سبب بھیک مانگتے پھرتے ہیں، ایسے لوگوں کو بھیک مانگنا حرام ہے اور جو انھیں مانگنے سے ملے وہ ان کے لئے خبیث ہے۔
حدیث شریف میں ہے۔ لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی یعنی نہ کسی مال دار کے لئے صدقہ حلال ہے اور نہ کسی توانا تندرست

کے لئے۔ ایسے لوگوں کو بھیک دینا منع ہے کہ گناہ پر مدد کرنا ہے۔ لوگ اگر نہیں دیں گے تو محنت مزدوری کرنے پر مجبور ہوں گے۔ قَالَ اللہ تعالیٰ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی گناہ، وزیادتی پر مدد نہ کرو (پ ۶ ع ۵) مگر ایسے لوگوں کو دینے سے زکاۃ ادا ہو جائے گی جب کہ اور کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ مالک نصاب نہیں ہیں۔ اور بھیک مانگنے والوں کی تیسری قسم وہ ہے کہ جو نہ مال رکھتے ہیں اور نہ کمانے کی طاقت رکھتے ہیں یا جتنے کی حاجت ہے اتنا کمانے کی طاقت نہیں رکھتے ایسے لوگوں کو اپنی حاجت پوری کرنے بھر کی بھیک مانگنا جائز ہے اور مانگنے سے جو کچھ ملے وہ اسکے لئے حلال وطیب ہے اور یہ لوگ زکاۃ کے بہترین مصرف ہیں۔ انہیں دینا بہت بڑا ثواب ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جنہیں جھڑکنا حرام ہے۔ ھٰکذا قال الامام احمد رضا البریلوی رضی عنہ ربہ القوی فی جزء الرابع من الفتاوی الرضویۃ۔ وَھُوَ سُبْحَانَہٗ وتعالیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

مَسئلہ:۔ از محمد حسن محلہ باغیچہ التفات گنج۔ ضلع فیض آباد

عید کا دن آنے سے پہلے اگر صدقۂ فطر ادا کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ عید کا دن آنے سے پہلے ماہ رمضان میں بلکہ ماہ رمضان سے پہلے بھی صدقۂ فطر ادا کر دیا تو جائز ہے فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۱۷۹ میں ہے ان قدموھا علی یوم الفطر جاز ولا تفصیل بین مدۃ ومدۃ وھو الصحیح۔

جَلالُ الدّین اَحمدُ الامجدیُ

کتبہ

مَسئلہ:۔ از منیجر محی الدین احمد باغیچہ التفات گنج۔ فیض آباد

کیا روزہ کی نیت رات سے کرنا ضروری ہے ؟ اگر کسی نے دس بجے دن تک کچھ کھایا پیا نہیں اور اس وقت روزہ کی نیت کر لی تو اس کا روزہ ہوگا یا نہیں ؟

الجواب: ادائے رمضان کا روزہ اور نذر معین ونفلی روزہ کی نیت رات سے کرنا ضروری نہیں اگر ضحوۂ کبریٰ یعنی دوپہر سے پہلے نیت کر لی تب بھی یہ روزے ہو جائیں گے اور ان تین روزوں کے علاوہ قضائے رمضان نذر غیر معین اور نفل کی قضا وغیرہ کے روزوں کی نیت عین اجالا شروع ہونے کے وقت یا رات میں کرنا ضروری ہے۔ ان میں سے کسی روزہ کی نیت اگر دس بجے دن میں کی تو وہ روزہ نہ ہوا فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۱۳۸ میں ہے۔ جاز صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیۃ ذالک الیوم او بنیۃ مطلق الصوم اوبنیۃ النفل من اللیل الیٰ ماقبل نصف النہار وھو المذکور فی الجامع الصغیر وشرط القضاء والکفارات ان یبیت ویعین کذا فی النقایۃ وکذا النظر المطلق ھکذا فی السراج الوھاج اور درمختار میں ہے یصح اداء صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیۃ من اللیل الی الضحوۃ الکبریٰ والشرط للباقی من الصیام قران النیۃ للفجر ولو حکما وھو تبییت النیۃ اھ تلخیصًا۔ ھذا ما عندی وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عفران احمد نئی سڑک کانپور۔

ماہ رمضان کے روزہ کی راتوں میں بیوی سے ہمبستری کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب: جائز ہے جیسا کہ قرآن مجید پارۂ دوم رکوع ۷ میں

ہے اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآءِکُمْ۔ وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از محمد احمد قادری بھوڑہری پوسٹ رام سنیہی گھاٹ ضلع بارہ بنکی۔ یوپی

ماہ رمضان میں بہت سے لوگ کھلم کھلا کھاتے گھومتے رہتے ہیں اور روزہ کا کوئی لحاظ نہیں کرتے ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ ایسے لوگ جو کہ ماہ رمضان کے دنوں میں علانیہ قصداً بلا عذر کھاتے ہیں ظالم جفاکار سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں۔ بادشاہ اسلام کو حکم ہے کہ ایسے لوگوں کو قتل کردے درمختار میں ہے۔ لو اکل عمداً شھرۃ بلا عذر یقتل ۔ اسی کے تحت شامی جلد دوم صـ۱۱۱ میں ہے قال الشرنبلالی لانہ مستھزئ بالدین او منکر لما ثبت منہ بالضرورۃ ولا خلاف فی حل قتلہ والامر بہ اور جہاں بادشاہ اسلام نہ ہو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں پر سختی کریں اور ان کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ۷ ع ۱۴) وَھُوَ تَعَالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از نصیر خاں مسٹر فراش واڑہ۔ ڈونگرپور۔ راجستھان

معتکف اگر بیڑی، سگریٹ، حقہ پینے کا عادی ہو تو کیا کرے؟ اگر بیڑی، سگریٹ، حقہ وغیرہ استعمال کرے یعنی پینے کی غرض سے مسجد سے باہر آئے جائے ایسی صورت میں اعتکاف باقی رہے گا یا ٹوٹ جائے گا دلائل کے ساتھ بیان فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: معتکف بیڑی، سگریٹ، حقہ پینے کے لئے فنائے مسجد میں نکل سکتا ہے۔ اعتکاف نہیں ٹوٹے گا حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "فنائے مسجد جو جگہ مسجد سے باہر اس سے ملحق ضروریات مسجد کے لئے مثلاً جوتا اتارنے کی جگہ اور غسل خانہ وغیرہ ان میں جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا (فتاویٰ امجدیہ ص ۳۹۹ ج ۱) لیکن خوب منھ صاف کرنے کے بعد مسجد میں داخل ہو اس لئے کہ بیڑی اور سگریٹ وغیرہ کی بو جب تک کہ باقی ہو مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں۔ وھو اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۷ ار ذوقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از مولوی امیر حسین مہاجر مدنی۔ ص۔ب ۱۷۴۷ مدینہ منورہ (سعودی عرب)

وہ مسلمان جو کہ ظالم کفار حکومت کے تحت اپنی زندگی گذارتے ہیں اور وہ مسلمان حج بیت اللہ شریف کے لئے چوری چھپے پڑوس والی دوسری حکومت میں داخل ہو کر اسی حکومت کے کہلاتے ہیں اور اس حکومت سے پاسپورٹ حاصل کرنے کے لئے رشوت بھی دیتے ہیں پھر بعد میں اسی حکومت کے ذریعہ حج بیت اللہ کے لئے آتے ہیں اور حج کا فریضہ ادا کرنے کے بعد پھر اسی راستے سے چوری چھپے اپنے اصلی وطن چلے جاتے ہیں۔ لیکن راستے میں آنے اور جانے کے درمیان حکومت کے قانون کے مطابق عقوبات کے مستحق ہوتے ہیں تو ان مسلمانوں پر اس طرح حج فرض ہوتا ہے یا نہیں؟ اور مذکورہ بالا صورت میں جن حضرات نے حج ادا کیا اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: وجوب حج کی شرطوں میں سے ایک شرط امن طریق

بھی ہے یعنی اگر سلامتی کا غالب گمان ہو تو جانا واجب ہے اور اگر ہلاکت کا غالب گمان ہو تو جانا واجب نہیں جیسا کہ فتاویٰ عالم گیری میں تبیین سے ہے۔ قال ابواللیث ان کان الغالب فی الطریق السلامۃ تجب وان کان خلاف ذالك لایجب وعلیہ الاعتماد اسی قول پر علامہ ابن نجیم مصری نے بحرالرائق میں اور علامہ ابن عابدین شامی نے ردالمحتار میں بھی اعتماد فرمایا ہے۔ اور ملا علی قاری نے شرح النقایہ میں فرمایا یہ قول مفتی بہ ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ غلبۂ سلامتی کے ساتھ خوف کے غالب نہ ہونے کا بھی اعتماد کیا جائے گا۔ جیسا کہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا۔ والذی یظھران یعتبر مع غلبۃ السلامۃ عدم غلبۃ الخوف۔ پھر اسی قول کو بحرالرائق اور ردالمحتار میں نقل کرنے کے بعد برقرار رکھا۔ لہذا وہ لوگ جو کسی ظالم حکومت میں رہتے ہیں اگر ان کو حج کی ادائیگی میں خوف کا غلبہ ہو تو ان لوگوں پر حج واجب نہیں ورنہ واجب ہے۔ اور حج کرنے میں اگر بعض لوگوں کو قید و بند کی تکلیفیں اٹھانی پڑیں یا بعض حجاج قتل کر دیئے جائیں تو یہ مانع وجوب حج نہیں۔ اس لئے کہ پانی کی قلت، گرم ہوا کی تکلیف اور بعض حجاج کے قتل سے حجاز مقدس کا سفر زمانہ سابق میں اکثر محفوظ نہ تھا اس کے باوجود حج فرض رہا۔ ہاں اگر حج کرنے کے سبب ظالم حکومت اکثر حجاج کو قتل کر دے تو اس صورت میں حج فرض نہ ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے غلبۃ السّلامۃ لیس المراد بھا الکل احد بل للمجموع وھی لا تنتفی الا بقتل الاکثر اوالکثیر اور فتاویٰ بزازیہ میں فرمایا والمختار عدم السقوط لان البادیۃ والطریق ماخلت عن آفۃ ومانع ماوانی یوجد رضا اللہ تعالیٰ وزیارۃ الاماکن الشریفۃ بلا مخاطرۃ۔ اور حج کرنے کے لئے کچھ رشوت دینا پڑے، جب بھی جانا واجب ہے۔ اور چونکہ مسلمان اپنے فرائض ادا

کرنے کے لئے مجبور ہیں اس لئے دینے والوں پر مواخذہ نہیں۔

در مختار میں ہے امن الطریق بغلبۃ السلامۃ ولو بالرشوۃ علی ماحققہ الکمال اور فتح القدیر و بحر الرائق میں ہے۔ وعلی تقدیر اخذ ھم الرشوۃ فالاثم فی مثلہ علی الاخذ لا المعطی علی ماعرف من تقسیم الرشوۃ فی کتاب القضاء ولا یترک الفرض لمعصیۃ عاص۔ اور مذکورہ بالا حالات میں جن لوگوں نے حج کر لیا ان کا حج فرض ادا ہو گیا۔ ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸ ربیع الاول سنہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از غلام حسین خان پوسٹ و مقام پچپوکھری ضلع بستی۔

زید تیس سال سے ایک مدرسہ میں تعلیم دے رہا ہے خدائے تعالیٰ نے ان کو حج بیت اللہ سے سرفراز فرمایا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان کو ایام حج کی تنخواہ کا مطالبہ کرنا اور کمیٹی کا ان کے مطالبہ کو منظور کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حج کی ادائیگی میں جو ایام صرف ہوئے ان ایام کی تنخواہ کا مطالبہ جائز نہیں اور ایسے مطالبہ کا منظور کرنا بھی جائز نہیں اس لئے کہ مدرس ان ایام کی تنخواہ کا مستحق نہیں ہے۔ جیسا کہ شامی جلد سوم مطبوعہ ہند ص۴۰۸ میں ہے ان المدرس ونحوہ اذا اصابہ عذر من مرض او حج بحیث لا یمکنہ المباشرۃ لا یستحق المعلوم لانہ اراد الحکم فی المعلوم علی نفس المباشرۃ فان وجدت استحق المعلوم والا فلا وھذا ھو الفقہ اھ ھذا ما ظھر لی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:- از مطلوب حسین صدیقی فرخ آبادی مدرسہ زینت الاسلام قصبہ امرودھا۔ کانپور

کیا نکاح سے پہلے دولہا کو کلمہ پڑھانا ضروری ہے؟ زید نے نکاح سے پہلے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا اور نکاح خواں سے کہا کہ آپ نکاح پڑھانے آئے ہیں یا مجھے مسلمان بنانے، کلمہ شرائط نکاح میں سے نہیں ہے آپ نکاح پڑھایئے ویسے مجھے کلمہ پڑھنے سے انکار نہیں ہے مگر اس طرح پڑھانا میری سمجھ میں نہیں آتا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس موقع پر زید کا کلمہ پڑھنے سے انکار کرنا صحیح ہے یا غلط ہے؟

الجواب:- نکاح سے پہلے دولھا کو کلمہ پڑھانا ضروری نہیں ہے مگر دولھا یا دولھن کو اس کے پڑھنے سے انکار کرنا غلط ہے کہ اس کا پڑھنا پڑھانا باعث برکت اور نزولِ رحمت کا سبب بھی ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں ہے لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ یعنی اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کرو۔ اور خاتم المحققین حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں قد روی عنہ علیہ السلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن۔ یعنی سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث شریف مروی ہے کہ آپ نے دفن کے بعد کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کا حکم فرمایا (رد المحتار جلد اول ص۵۷۱) حالانکہ بعد موت ایمان لانا بیکار ہے معلوم ہوا کہ کلمہ کا پڑھنا پڑھانا صرف مسلمان ہی بنانے کے لئے نہیں ہے جیسا کہ زید نے سمجھا بلکہ اس کے دیگر فوائد بھی ہیں۔ اور بوقت نکاح بہت سے فوائد کے ساتھ کلمۂ طیبہ وغیرہ پڑھانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مومن ہو رکا فر کا نکاح

نہیں ہوتا ہے تو اگر لاعلمی میں دولھا دولھن کسی سے کفر سرزد ہوا ہوگا تو نکاح ہی نہیں ہوگا اور زندگی بھر حرام کاری ہوتی رہے گی اس لئے علمائے محتاطین نے دولھا دلھن کو نکاح سے پہلے کلمہ پڑھانا جاری فرمایا جیساکہ خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نکاح سے پہلے کلمۂ طیبہ وغیرہ پڑھانے کے بارے میں جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ "ازروئے شریعت درمیان مومن و کافر نکاح منعقد نمی گردد ظاہر ست کہ از ایشان درحالت لاعلمی یا از روئے سہو اکثر کلمہ کفر صادر می گردد کہ ایشان براں متنبہ نمی شوند دریں صورت اکثر نکاح متناکحین منعقد نمی گردد لہذا متاخرین از علمائے محتاطین احتیاطاً صفت ایمان مجمل و مفصل را بحضور متناکحین می گویند و می گویانند تا انعقاد نکاح بحالت اسلام واقع شود۔ فی الحقیقت کہ علمائے متاخرین ایں احتیاط را در عقد نکاح افزودہ اند خالی از برکت اسلامی نیست کسانیکہ از اسلام بہرہ ندارند بلطف آں کے می رسند" یعنی شریعت مطہرہ کے قانون کے مطابق مومن اور کافر کے درمیان نکاح منعقد نہیں ہوسکتا اور ظاہر ہے کہ دولھا دلھن سے لاعلمی کی حالت میں یا بھول سے اکثر کلمۂ کفر صادر ہوجاتا ہے جس سے وہ لوگ آگاہ نہیں ہوتے اس صورت میں اکثر ان کا نکاح منعقد نہیں ہوتا اس لئے متاخرین علمائے محتاطین احتیاطاً ایمان مجمل و مفصل کے مضمون کو دولھا دلھن کے سامنے پڑھتے اور پڑھاتے ہیں تاکہ نکاح حالت اسلام میں منعقد ہوجائے۔ حقیقت میں علمائے متاخرین نے اس احتیاط کو جو عقد نکاح میں بڑھایا ہے وہ اسلام کی برکت سے خالی نہیں ہے مگر جو لوگ کہ اسلام سے خاص حصہ نہیں رکھتے وہ اس باریکی کو نہیں پہونچ سکتے۔ (فتاویٰ عزیزیہ جلد اول صـ۲۸)

ثابت ہوا کہ اپنی ناسمجھی سے زید نے بوقت نکاح جو کلمہ پڑھنے سے انکار

کیا غلط کیا۔ وھُوتعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
یکم ذی الحجۃ ۱۴۰۱ھ

مَسئلہ:۔ از (مولانا) عبدالمبین نعمانی ذاکرنگر جمشید پور

مجلس نکاح میں قاضی نے ایجاب وقبول کرایا اور گواہ حاضر تو تھے مگر ایجاب وقبول کے الفاظ کو نہیں سنا تو نکاح درست ہوا یا نہیں؟

الجَواب:۔ گواہوں نے اگر ایجاب وقبول کے الفاظ کو نہیں سنا تو نکاح درست نہ ہوا۔ بلکہ اگر پہلی بار ایک گواہ نے سنا اور دوسرے نے نہیں سنا پھر جب نکاح کے لفظ کو دہرایا تو اب دوسرے نے سنا پہلے نے نہیں سنا یا دونوں نے ایک ساتھ ایجاب سنا مگر قبول نہ سنا یا قبول سنا ایجاب نہ سنا یا ایک نے ایجاب سنا دوسرے نے قبول سنا تو ان سب صورتوں میں بھی نکاح درست نہ ہوا اس لئے کہ دو گواہوں کا ایجاب وقبول کے الفاظ کو ایک ساتھ سننا نکاح میں شرط ہے درمختار میں ہے۔ شرط حضور شاھدین حرین اوحر وحرتین مکلفین سامعین قولھما معا علی الاصح اھ۔ فتح القدیر میں ہے اشتراط السماع لانہ المقصود من الحضور اھ۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے ان سمع احد الشاھدین کلامھما ولم یسمع الشاھد الاٰخر لایجوز فان اعاد لفظۃ النکاح فسمع الذی یسمع العقد الاول ولم یسمع الاول العقد الثانی لایجوز اھ۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے لو سمعا کلام احدھما دون الاٰخر اوسمع احدھما کلام احدھما والاٰخر کلام الاٰخر لایجوز النکاح ھکذا فی البدائع اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
یکم شعبان المعظم ۹۹ھ

مسئلہ:۔ از برکت علی پوسٹ ومقام چھپیا۔ ضلع گورکھپور۔

زید کی بیوی ہندہ سے زید کے پاس ایک لڑکا ہے اب زید کی بیوی مرگئی اس کے بعد زید نے دوسری شادی کی اور دوسری بیوی کے ساتھ ہمبستری نہیں کی طلاق دیدی۔ اب زید کا لڑکا اپنی اس سوتیلی ماں سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ سوتیلی ماں سے نکاح کرنا حرام ہے خواہ باپ نے اس سے ہمبستری کی ہو یا نہ کی ہو قرآن کریم پارہ چہارم رکوع تیرہ میں ہے وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَاۗؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ اور ردالمحتار جلد دوم ص ۲۷۹ میں ہے تحرم زوجۃ الاصل والفرع بمجرد العقد دخل بھا اولا اھ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از فاروق احمد ساکن سرسیا چودھری ضلع بستی

زید اپنے باپ کی چچازاد بہن سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اپنے باپ کی چچازاد بہن سے زید نکاح کرسکتا ہے اس میں کوئی قباحت نہیں اگر کوئی دوسری وجہ مانع نہ ہو قال اللہ تعالیٰ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاۗءَ ذٰلِكُمْ۔ ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ

مسئلہ:۔ از محمد نصیر متعلم دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف

زید کے دو بیٹے ہیں عمر اور فاروق۔ پھر عمر کا ایک لڑکا ہاشم ہے۔ اور فاروق کا لڑکا جعفر۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ جعفر کی لڑکی فاطمہ کا نکاح ہاشم کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ جائز ہے اگر کوئی اور دوسری وجہ مانع جواز نہ ہو۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

کا نکاح حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ کیا لانہ قال اللہ تعالیٰ وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ جَلالُ الدّین احمد الامجدیؔ

مَسئلہ:۔ از محمد انتخاب اشرفی نانپارہ۔ بہرائچ۔

زید نے اپنے بیٹے بکر کی بیوی سے زنا کیا تو بکر اپنی اس بیوی کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ ثبوت زنا کے لئے از روئے شرع زانی کا اقرار یا چار عادل گواہوں کی شہادت ضروری ہے لہٰذا صورت مستفسرہ میں اگر زید اپنی بہو سے زنا کرنے یا شہوت کے ساتھ چھونے کا اقرار کرے یا اس کی بیوی اقرار کرے اور بکر اقرار کی تصدیق کرے یا شہادت شرعیہ سے زنا یا دو شاہد عادل سے بشہوت چھونا ثابت ہو تو بکر کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی بکر پر لازم ہے کہ اسے طلاق دے کر اپنے سے الگ کر دے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔

بحر الرائق جلد ثالث صنا میں ہے فی فتح القدیر وثبوت الحرمۃ بلمسہا مشروط بان یصدقہا ویقع فی اکبر رایہ صدقہا وعلی ھذا ینبغی ان یقال فی مسہ ایاھا لاتحرم علی ابیہ وابنہ الا ان یصدقہا او یغلب علی ظنہ صدقہا ثم رأیت عن ابی یوسف ما یفید ذالک۔ اھ وقال اللہ تعالیٰ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ (پ ۷ ع ۱۴) اور زید کا زنا اگر واقعی ثابت ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ وَھُوَ تعالیٰ اعلم

کتبہ جَلالُ الدّین احمد الامجدی

۱۳ / ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

مَسئلہ:۔ از غلام محی الدین سبحانی مدرسہ مخدومیہ علاء الدین پور

گلر ہوا پوسٹ دولت پور گرنٹ ضلع گونڈہ۔ یوپی

دیوبندی مولوی سرکار اعلیٰ حضرت کی کتاب الملفوظ پر اعتراض کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ حضور وہابی کا پڑھایا نکاح ہوجاتا ہے جواب دیا نکاح تو ہو ہی جائیگا اگرچہ برہمن پڑھائے۔ عرض یہ ہے کہ کیا یہ مسئلہ صحیح ہے اثبات کی صورت میں کیا کوئی دلیل ہے کہ برہمن کا پڑھایا نکاح ہوجائے گا؟

الجواب:۔ بیشک نکاح ہوجائے گا اگرچہ برہمن پڑھائے۔ اسلئے کہ ایجاب وقبول کا نام نکاح ہے اور نکاح پڑھانے والا وکیل ہوتا ہے اور وکیل کا مسلمان ہونا شرط نہیں بلکہ کافر بھی نکاح کا وکیل ہوسکتا ہے یہاں تک کہ مرتد جو واجب القتل ہوتا ہے وہ بھی مسلمان کا وکیل ہوسکتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد ثالث صـ۴۳۹ میں ہے تجوز وکالۃ المرتد بان وکل مسلم مرتدا وکذا لوکان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالتہ الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالتہ اور بدائع الصنائع جلد سادس صـ۲۰ میں ہے ردۃ الوکیل لا تمنع صحۃ الوکالۃ۔ لہذا دیوبندی مولوی کا الملفوظ کی اس عبارت پر اعتراض کرنا اس کی نری جہالت ہے اگر اس کے نزدیک کافر کو وکیل بنانا غلط ہے تو وہ دلائل سے مبرہن کرے اور قیامت تک وہ ایسا نہیں کرسکتا۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۳ ر رجب المرجب ۱۴۰۲؁ھ

مسئلہ:۔ از رمضان علی قادری مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ صدر بازار باسنی ضلع ناگور (راجستھان)

زید کے گاؤں میں دو قومیں ہیں۔ ایک تیلی اور دوسری قصائی یہ دونوں قومیں سنی صحیح العقیدہ ہیں کیا ان دونوں قوموں میں آپس

میں نکاح ہو سکتا ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب :- اگر وہاں کے عرف میں تیلی اور قصائی دونوں تو میں ایک دوسری کی کفو مانی جاتی ہیں تو ان دونوں کا آپس میں بہر صورت ایک دوسرے سے نکاح جائز ہے۔ اور اگر ان دونوں میں کوئی قوم کم درجہ کی مانی جاتی ہے تو اونچے درجہ کی بالغہ لڑکی اور اس کا باپ اگر دونوں راضی ہوں تو اس صورت میں بھی نکاح ہو جائے گا۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۲۸۷ میں ہے۔ اور اگر اونچے درجہ کی لڑکی نابالغہ ہے۔ اور باپ کا سوءِ اختیار نہیں معلوم ہے یعنی پہلے کبھی اپنی کسی نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو سے یا مہر مثل میں فاحش کمی کے ساتھ نہیں کیا ہے تو اس صورت میں بھی نکاح ہو جائے گا ورنہ نہیں ہوگا۔ درمختار میں ہے لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفو ان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منہا سوء الاختیار، وان عرف لا یصح النکاح اتفاقاً۔ اھ۔ اور کم درجہ والی لڑکی کا نکاح اونچے درجہ والے لڑکا کے ساتھ بہر صورت ہو جائے گا۔ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۳۱۷ میں ہے لا تعتبر من جانبہا بان تکون مکافئۃ لہ فیہا بل یجوز ان تکون دونہ فیہا اھ۔

وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۹ ربیع الغوث ۱۴۱۵ھ

مسئلہ :- از مقبول احمد سوٹر والے کالپی شریف ضلع جالون۔
عیسائیوں کی عورتوں سے مسلمان بغیر کلمہ پڑھائے ہوئے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- عیسائی عورت کو مسلمان کئے بغیر اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔ فتاوی عالم گیری جلد اول مصری صفحہ ۲۶۳ میں ہے یجوز للمسلم نکاح الکتابیۃ الحربیۃ والذمیۃ حرۃ کانت او امۃ کذا فی محیط

السرخسی۔ لیکن عیسائی عورت سے نکاح نہ کرنا بہتر ہے کہ اس میں بہت سے مفاسد کا دروازہ کھلتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری کے اسی صفحہ مذکور پر ہے والاولیٰ ان لایفعل ولا توکل ذبیحتھم الا لضرورۃ کذا فی فتح القدیر۔ اور عیسائی عورت سے نکاح اسی وقت جائز ہے جب کہ اپنے اسی مذہب عیسائیت پر ہو۔ اور اگر صرف نام کی عیسائی ہو اور حقیقت میں نیچری اور دہریہ ہو جیسے کہ آج کل کے عام عیسائیوں کا حال ہے تو ان سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ ھذا ما عندی وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۹۰ھ

مسئلہ:۔ از حافظ محمد حنیف پکورہ۔ ضلع گونڈہ

زانیہ عورت جب کہ حاملہ ہو تو اس کا نکاح کسی مرد سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ زانیہ حاملہ اگر کسی کے نکاح اور عدت میں نہ ہو تو اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔ پھر اگر اسی شخص نے نکاح کیا کہ جس کا وہ حمل ہے تو بعد نکاح حالت حمل میں وہ مرد اس سے ہمبستری بھی کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ درمختار فصل فی المحرمات میں ہے صح نکاح حبلی من زنا لاحبلی من غیر الزنا لثبوت نسبہ وان حرم وطؤھا حتی تضعھا ولو نکح الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا اھ ملخصا اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص۲۶۲ میں ہے۔ قال ابو حنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ تعالیٰ یجوز ان یتزوج امرأۃ حاملا من الزنا ولا یطأھا حتی تضع وقال ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ لا یصح والفتوی علی قولھما کذا فی المحیط وکما لا یباح وطأھا لا تباح دواعیہ کذا فی فتح القدیر۔ وفی مجموع النوازل اذا تزوج امرأۃ قد زنی ھو لھا وظھر بھا حبل فالنکاح جائز عند الکل

وتستحق النفقة عند الکل کذا فی الدر المختار واللہ تعالیٰ سبحٰنہ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

مسئلہ:۔ از سید عبدالمنان ہاشمی وشاہ محمد قادری ہاشمی بک ڈپو بڑھنی بازار ضلع بستی۔

شمس النساء بنت ابرار حسین کا عقد بچپن کی حالت میں ایک شخص کے ساتھ عقد کر دیا گیا تھا۔ اب جب کہ عرصہ چند سال کا گذرا اور شمس النساء حالت شباب میں قدم رکھ رہی ہے جس جگہ اس کا عقد ہوا تھا جانے سے انکار کر رہی ہے اب ایسی حالت میں کیا شمس النساء حسب منشا بغیر طلاق حاصل کئے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں شمس النساء کا عقد اگر اس کے باپ دادا نے کیا تھا یا ان کی اجازت سے کسی دوسرے نے کیا تھا یا ان کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے نے عقد کر دیا تھا مگر علم ہونے پر باپ نے یا اس کے نہ ہونے کی صورت میں دادا نے اسے جائز ٹھہرا دیا تھا تو ان تمام صورتوں میں شمس النساء طلاق حاصل کئے بغیر دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔ اور اگر حالت نابالغی میں باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے نے نکاح کیا تھا اور باپ دادا زندہ نہ تھے یا زندہ تھے مگر نکاح کا ان کو علم نہ ہوا اور مر گئے تو ان صورتوں میں لڑکی کو بالغ ہوتے ہی فوراً فسخ نکاح کا اختیار ہے۔ اگر کچھ بھی وقفہ ہوا تو اختیار فسخ جاتا رہے گا۔ مگر فسخ نکاح کے لئے قضائے قاضی شرط ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۲۶۷ میں ہے ان زوجھا الاب والجد فلا خیار لھما بعد بلوغھما وان زوجھا غیر الاب والجد فلکل منھما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء

فسخ ھذا عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ تعالیٰ ویشترط فیہ القضاء کذا فی الھدایۃ۔ اور جس ملک میں قاضی نہ ہو تو ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم اس کے قائم مقام ہوگا۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد چہارم اور حدیقہ ندیہ میں ہے وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲ ربیع الآخر ۱۳۹۵ھ

مسئلہ: ازعفران احمد نئی سڑک کانپور

اگر سیدہ بالغہ کا ولی راضی نہ ہو اور وہ خود اپنا نکاح کسی پٹھان سے کرلے تو ہوگا یا نہیں؟ اور اگر نابالغہ سیدزادی کا نکاح اس کا ولی کسی پٹھان سے کردے تو یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اسی قسم کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اگر بالغہ سیدانی خود اپنا نکاح اپنی خوشی و مرضی سے کسی مغل پٹھان یا انصاری شیخ غیر عالم دین سے کرے گی تو نکاح سرے سے ہوگا ہی نہیں جب تک کہ اس کا ولی پیش از نکاح مرد کے نسب پر مطلع ہو کر صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر نہ کردے۔ اور اگر نابالغہ ہے اور اس کا نکاح باپ دادا کے سوا کوئی ولی اگرچہ حقیقی بھائی یا چچا یا ماں ایسے شخص سے کردے تو وہ بھی محض باطل و مردود ہوگا اور باپ دادا بھی ایک ہی بار ایسا نکاح کرسکتے ہیں دوبارہ اگر کسی دختر کا نکاح ایسے شخص سے کریں گے تو ان کا کیا ہوا بھی باطل ہوگا۔ کل ذالک معروف فی کتب الفقہ کالدر المختار وغیرہ من الاسفار (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص۲۹۲) وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از عبد الرحمن مرسٹھوا پوسٹ گنیش پور ضلع بستی
مہر کم سے کم کتنے کا ہوسکتا ہے؟

الجواب:۔ مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم چاندی ہے۔
حدیث شریف میں ہے لا مہر اقل من عشرۃ دراھم اور فتاویٰ
عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۲۸۲ میں ہے اقل المھر عشرۃ دراھم
اور دس درہم چاندی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ کے برابر ہوتی
ہے لہذا اتنی چاندی نکاح کے وقت بازار میں جتنی کی ملے کم سے کم اتنے
روپئے کا مہر ہوسکتا ہے اس سے کم کا نہیں ہوسکتا۔ وھو سبحٰنہ
وتعالیٰ

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از محمد حنیف میاں سہنیاں کلاں ضلع گونڈہ
عورت سے اگر مہر معاف کرائے اور وہ معاف کردے تو اس
طرح مہر معاف ہوجائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ عورت اگر ہوش وحواس کی درستگی میں راضی
خوشی سے مہر معاف کردے تو معاف ہوجائے گا۔ ہاں اگر مارنے
کی دھمکی دے کر معاف کرایا اور عورت نے مارنے کے خوف سے
معاف کردیا تو اس صورت میں معاف نہیں ہوگا۔ اور اگر مرض الموت
میں معاف کرایا جیسا کہ عوام میں رائج ہے کہ جب عورت مرنے لگتی
ہے تو اس سے مہر معاف کراتے ہیں تو اس صورت میں ورثہ کی
اجازت کے بغیر معاف نہیں ہوگا۔ درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۳۱۹
میں ہے۔ صح حطھا اور اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے۔
لا بد من رضاھا ففی ھبۃ الخلاصۃ خوفھا بضرب حتی وھبت
مھرھا لم یصح لو قادرا علی الضرب۔ وان لا تکون مریضۃ مرض

الموت اھ ـ ملخصًا اور فتاویٰ عالم گیری جلد اول مصری ص۲۹۳ میں ہے لابد من صحۃ حطھا من الرضی لو کانت مکرھۃ لم یصح ومن ان لاتکون مریضۃ مرض الموت ھکذا فی البحر الرائق ۔ ھٰذا ما عِندی وَھو تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :ـ مسئولہ جمعدار نداف پوسٹ ومقام چیترا ۔ ضلع بستی

زید نے تقریبًا ایک سال کی عمر میں اپنی دادی کا دودھ پیا تو زید کا نکاح اپنے حقیقی چچا کی بیٹی سے جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :ـ صورت مستفسرہ میں زید کا اس لڑکی سے نکاح کرنا ناجائز اور حرام ہے اس لئے کہ دودھ پینے والے پر رضاعی ماں کے نسبی اور رضاعی اصول وفروع سب حرام ہوجاتے ہیں ۔ فتاویٰ عالم گیری جلد اول مصری ص۳۲۱ میں ہے ۔ یحرم علی المرضیع ابواہ من الرضاع واصولھما وفروعھما من النسب والرضاع جمیعًا لہٰذا اگر زید نے اس لڑکی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا ہو تو اسے روکا جائے اور اگر ہوچکا ہو تو اس نکاح کے حرام ہونے کا اعلان کیا جائے ۔ وَاللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

یکم محرم الحرام ۱۳۸۶ ھ

مسئلہ :ـ از ابو الفہیم قادری موضع پورینہ بلندرام دین ڈیہہ گونڈہ

رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ یعنی زید نے اپنی ممانی ہندہ کا دودھ پیا تو ہندہ کے لڑکے بکر کے ساتھ زید کی بہن سلمہ کا نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :ـ صورت مستفسرہ میں بکر کے ساتھ سلمہ کا عقد کرنا

جائز ہے۔ درمختار میں ہے تحل اخت اخیہ رضاعاً کان یکون لاخیہ رضاعاً اخت نسبا اھ۔ ملخصاً وھو تعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۶ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ سنہ

مسئلہ:۔ از عبد الغفار قادری موضع شکرولی پوسٹ علی پور۔ گونڈہ
ایک شخص نے جوش کی حالت میں اپنی بیوی کا پستان منھ میں ڈال لیا، دودھ منھ میں اتر گیا اور اسے پی لیا تو کیا اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی اور نکاح ٹوٹ گیا۔؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ مرد اپنی بیوی کا دودھ پی جائے تو اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوتی اور نہ نکاح میں کوئی خلل پیدا ہوتا ہے۔ درمختار مع شامی جلد دوم ص۴۱۴ میں ہے مص رجل ثدی زوجتہ لم تحرم۔ اھ۔ لیکن بیوی کا دودھ پینا گناہ ہے لہذا شخص مذکور توبہ کرے۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۳ر شوال سنہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:۔ از رجب قاسم پیرا اسمٰعیل پور پوسٹ فتحپور۔ گونڈہ
زید جو کہ نابالغ ہے اپنے باپ سے اجازت لئے بغیر اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیدی تو یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب:۔ جب کہ زید نابالغ ہے تو اس کی بیوی ہندہ پر طلاق نہیں واقع ہوئی اور اپنے باپ سے اجازت لے کر دیتا تب بھی واقع نہ ہوتی اس لئے کہ نابالغ کی طلاق شرعاً صحیح نہیں ہوتی۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص۳۳۳ میں فتح القدیر سے ہے لا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل اھ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳۰ محرم الحرام سنہ ۱۳۸۹ھ

مسئلہ :- از حاجی یاد علی قصبہ مہنداول ضلع بستی
ہندہ کے گھر والوں نے ایک طلاق نامہ مرتب کر کے اس کے شوہر زید کو مار پیٹ کر دھمکی دے کر مجبور کیا اور طلاق نامہ پر دستخط کرا لیا تو اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟

الجواب :- صورت مستفسرہ میں اگر اکراہ شرعی پایا گیا یعنی زید کو کسی عضو کے کاٹے جانے کا یا ضرب شدید کا صحیح اندیشہ ہو گیا تھا' اور اس صورت میں اس نے طلاق نامہ پر دستخط کر دیا مگر زبان سے اس نے طلاق نہ دی نہ نیت کی تو طلاق واقع نہ ہوئی اور اگر زبان سے طلاق دی یا اکراہ شرعی کے بغیر طلاق نامہ پر دستخط کر دیا تو طلاق واقع ہو گئی۔ فتاویٰ قاضی خان مع ہندیہ جلد اول صہ ۴۷۱ میں ہے۔ رجل اکرہ بالضرب والحبس علی ان یکتب طلاق امرأۃ فلانۃ بنت فلاں بن فلاں فکتب امرأۃ فلانۃ بنت فلاں بن فلاں طالق لا تطلق امرأتہ لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولا حاجۃ ھھنا وفی البزازیۃ اکرہ علی طلاقھا فکتب فلانۃ بنت فلان طالق لم یقع اور کنز الدقائق میں ہے یقع طلاق کل زوج عاقل بالغ ولو مکرھا۔ بحر الرائق میں ہے قولہ ولو مکرھا ای ولو کان الزوج مکرھا علی انشاء الطلاق لفظاً۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :- از غفور علی ساکن کٹڑی ضلع بستی
بکر نے اپنی بیوی کے بارے میں یہ تحریر لکھی کہ اگر میں تم کو کسی قسم کی تکلیف دوں یعنی کھانے اور کپڑے میں یا میرے اندر نامردی کی

شکایت پائی جاوے تو یہ اقرار نامہ نہ سمجھا جاوے بلکہ طلاق نامہ سمجھا جائے گا اس میں مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر ان شرطوں میں سے کوئی بھی شرط پائی جائے تو کون سی طلاق پڑے گی۔ ؟

الجواب :۔ یہ تحریر کہ اگر میں تم کو کسی قسم کی تکلیف دوں الیٰ آخرہ ——— تو یہ اقرار نامہ نہ سمجھا جائے بلکہ طلاق نامہ سمجھا جائے گا۔ بےکار بے اعتبار ہے۔ خانیہ میں ہے۔ ولو قال الزوج دادہ انگار اوقال کردہ انگار لایقع الطلاق وان نوی کانہ قال لہا بالعربیۃ احسبی انک طالق وان قال ذالک لایقع وان نوی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ رجب ۱۳۷۸ھ

مسئلہ :۔ از شریف الدین ولد صغیر الدین کہاروں کا اڈا۔ رائے بریلی۔ یوپی۔

زید کی اپنی والدہ سے گھریلو معاملہ میں کافی بحث ہوتی رہی محض یہ بحث زید اور اسکی بیوی سے تعلق رکھتی تھی زید کی والدہ نے جب زید کی بیوی کا نام لیا کہ تیری بیوی تو ایسی بس اتنی بات میں زید نے سخت غصے کی حالت میں کہا کہ بیوی اپنی ایسی کی تیسی میں گئی اور میں نے طلاق دی طلاق دی، طلاق دی۔ زید نے اس موقع پر بیوی کا نام نہیں لیا اور نہ ہی بیوی موقع پر موجود تھی۔ زید کی بیوی اپنے میکے میں تقریباً پندرہ یوم ہوئے گئی ہوئی ہے لہذا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟

الجواب :۔ صورت مسئولہ میں اگرچہ زید نے اپنی بیوی کا نام نہیں لیا مگر جب کہ اس نے یہ کہا کہ بیوی اپنی ایسی تیسی میں گئی اور میں نے طلاق دی تو قضاءً وقوع طلاق کا حکم کریں گے اس لئے کہ قرینہ یہ ہے

کہ اس نے اپنی بیوی ہی کو طلاق دی ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۴۰۵ میں ہے "چوں لفظ از ہمہ وجود اضافت تہی باشد آنگاہ بنگرند اگر ایں جا قرینہ باشد کہ با او راجح ترا رادۂ اضافت ست قضاءً حکم طلاق کنند۔ نظراً الی الظاہر واللہ یتولی السرائر۔ اور غصہ میں بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ بلکہ اکثر طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے البتہ اگر شدت غیظ و جوش غضب اس حد کو پہونچ جائے کہ اس سے عقل زائل ہو جائے خبر نہ رہے کہ کیا کہتا ہوں اور کیا زبان سے نکلتا ہے تو بیشک یہ صورت ضرور مانع طلاق ہے اور اگر اس حالت کو نہ پہونچے تو صرف غصہ ہی ہونا شوہر کو مفید نہیں طلاق واقع ہو جائے گی۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:۔ از بہار الدین مقام نرائن پور۔ ضلع فیض آباد۔

زید نے اپنی بیوی کے بارے میں ایک کارڈ پر طلاق لکھوا کر ہوش و حواس کی درستگی میں اس پر دستخط کیا اور دو گواہوں نے بھی دستخط کئے زید کی ماں کو اس بات کا علم ہوا تو وہ زید پر ناراض ہوئی تو اس نے کارڈ کو پھاڑ دیا اور کہتا ہے کہ طلاق نہیں پڑی تو اس صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی۔ ردالمحتار جلد دوم ص ۴۲۹ پر ہے لو قال للکاتب اکتب طلاق امراتی کان اقرارا بالطلاق۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ عبدالغفور نعیمی کھرگوپور۔ ضلع گونڈہ

شوہر اگر طلاق نہ دے اور لڑکی کے ماں باپ کچہری سے طلاق نامہ

لکھوالیں تو وہ طلاق قابل قبول ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ کسی کی بیوی کے لئے کچہری کے حکام کی طلاق ہرگز قابل قبول نہیں کہ طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ حکام کو حدیث شریف میں ہے الطلاق لمن اخذ بالساق۔ ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

مسئلہ:۔ عبدالمعید صوفی موضع پوکھر بھٹوا ڈاکخانہ تتری بازار بستی

ہندہ بحلف بیان کرتی ہے کہ میرے شوہر نے رات میں مجھے پانچ چھ طلاق دی ہے اور شوہر بھی حلف کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب:۔ شوہر نے اگر واقعی تین طلاق دیدی ہے تو اس کی عورت ہندہ اس پر حرام ہو گئی بغیر حلالہ کے دوبارہ وہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی قال اللہ تعالیٰ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ (پ۲ ع ۱۳) اور طلاق دے کر شوہر کا انکار کرنا خدائے تعالیٰ کے یہاں کچھ فائدہ نہ دے گا بلکہ وہ زانی ہوگا اور سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔ لیکن صرف عورت کے بیان سے طلاق ثابت نہ ہوگی تاوقتیکہ شوہر اقرار نہ کرلے۔ اور اس معاملہ میں عورت کی قسم فضول ہے اس لئے کہ وہ مدعیہ ہے اور مرد کی قسم معتبر ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ البینة علی المدعی والیمین علی من انکر لیکن عورت کو اگر یقین ہے کہ وہ تین طلاقیں دے چکا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو پیسہ وغیرہ دے کر اس سے رہائی حاصل کرلے۔ اور اگر وہ اس طرح بھی نہ چھوڑے تو عورت اسے اپنے اوپر قابو نہ دے۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کبھی

اپنی خواہش سے اس کے ساتھ میاں بیوی جیسا تعلق نہ قائم کرے ورنہ مرد کے ساتھ وہ بھی سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوگی۔ قَالَ اللّٰہُ تعَالیٰ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ وھو تعَالیٰ اعلم بالصَّواب۔

کتبہ جَلال الدین احمد الامجدی
۱۹ جمادی الاخری سنہ ۱۴۰۱ھ

مَسْئلہ:۔ از محمد ادریس موضع تینواں تحصیل ہریا۔ بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو حالت حمل میں تین طلاق دے دی تو طلاق کب واقع ہوگی اور کتنے دنوں کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔؟

الجواب:۔ جس وقت زید نے طلاق دی اسی وقت حالت حمل میں فوراً طلاق واقع ہوگئی بچہ پیدا ہونے کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے۔ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے۔ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُھُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَھُنَّ۔ وَھو تعَالیٰ اعلم۔

کتبہ جَلال الدین احمد الامجدی

مَسْئلہ:۔ از محمد عبداللہ محلہ ڈیہہ پور کھیری۔

حلالہ کرنے والے مرد و عورت سے کیا کسی اجنبی شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان سے یہ دریافت کرے کہ تم دونوں نے بعد نکاح ہمبستری کی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ چونکہ حلالہ میں شوہر ثانی کا ہمبستری کرنا شرط ہے جیسا کہ قرآن و حدیث اور فقہ سے ثابت ہے اور اس زمانہ میں لوگ اپنی جہالت سے صرف نکاح ہی کرنے کو حلالہ سمجھتے ہیں جیسا کہ تجربہ ہے۔ اس لئے شوہر ثانی کو چاہئے کہ ذمہ دار افراد سے ہمبستری کرنے کا ذکر کر دے تاکہ لوگوں کو حلالہ کی صحت پر یقین ہو جائے۔ اگر شوہر ثانی نے بیان نہیں کیا تو نکاح خواں پر لازم ہے کہ شوہر اول کے ساتھ نکاح پڑھانے سے

پہلے حلالہ کی صحت کے بارے میں تحقیق کرے لیکن شوہر ثانی کو ہمبستری کرنے کے بارے میں عام لوگوں سے بیان نہیں کرنا چاہیے اور عام لوگوں کو اس سے دریافت بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ ان لوگوں کو کوئی ضرورت نہیں ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلے اللہ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ر صفر المظفر ۱۳۸۶ھ

مسئلہ:۔ از عبدالرحمن مرسٹھوا۔ پوسٹ گنیش پور۔ ضلع بستی

زید کو اقرار ہے کہ ہم نے طلاق دی ہے مگر وہ کہتا ہے کہ ہم کو یاد نہیں کہ دو طلاق دی ہے یا تین۔ البتہ ایک شخص کا بیان ہے کہ اس نے تین طلاق دی ہے تو اس صورت میں دو طلاق مانی جائے یا تین۔

الجواب:۔ جب کہ اس بات میں شک ہے کہ دو طلاق دی ہے یا تین۔ تو اس صورت میں دو ہی طلاق مانی جائے گی جیسا کہ درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۴۵۴ میں ہے۔ لوشك اطلق واحدا او اکثر مبنی علی الاقل۔ اور ایک شخص کی گواہی سے تین کا حکم نہ کیا جائے گا۔ تا وقتیکہ دو عادل گواہوں سے اس کا ثبوت نہ ہو۔ البتہ اگر شوہر کو تین طلاق دینا یاد ہے مگر وہ حلالہ سے بچنے کے لئے اس طرح کا بیان دیتا ہے تو وہ زناکار مستحق عذاب نار ہوگا۔ ھذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از سخاوت علی ساکن ہردی پوسٹ بکھرا بازار۔ بستی

زید اپنی بیوی ہندہ مدخولہ سے کسی بات پر جھگڑ رہا تھا اور اس نے اسی درمیان اپنی بیوی سے یہ بھی کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے طلاق دے

دوں گا۔ دے دوں گا، دے دوں گا اور چوتھی مرتبہ اس نے کہا جا میں نے تجھے طلاق دے دیا تو ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ عدت کے اندر عورت کی مرضی کے بغیر بھی رجعت کر سکتا ہے۔ نکاح کی ضرورت نہیں اور بعد عدت اس کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں فی المنیریۃ سئل فی رجل قال لزوجتہ روحی طالق ھل تطلق طلاقا رجعیا ام بائنا واذا قلتم تطلق رجعیا فما الفرق بینہ وبین ما اذا اقتصر علی قولہ روحی ناویا بہ الطلاق حیث افتیتم بانہ بائن اجاب بانہ فی قولہ روحی طالق معناہ روحی بصفۃ الطلاق فوقع بالصریح بخلاف روحی فان وقوعہ بلفظ الکنایۃ۔ (فتاوی رضویہ جلد پنجم ص۵۰۹) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۵ر شوال ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی
ضلع بستی۔

زید اپنی غیر مدخولہ بیوی کے بارے میں چاہتا تھا کہ وہ بکر کے یہاں نہ جائے لیکن وہ مانتی ہی نہیں تھی۔ آخر زید کو غصہ آگیا اور اس نے کہا اگر اب وہ بکر کے یہاں گئی تو اس پر طلاق۔ پھر ایک طلاق اور پھر ایک طلاق لڑکی کے باپ نے کہا زید کو ہمارے یہاں سے روکنے کا اختیار نہیں ہے جب اس کے یہاں جائے گی تب روکے گا اس بنا پر لڑکی بکر کے یہاں ایک شادی میں گئی۔ تو اس پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اور واقع ہوئی تو کون سی طلاق؟ کیا زید اسے دوبارہ اپنے نکاح میں

لاسکتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب :- صورت مسئولہ میں چونکہ عورت غیر مدخولہ ہے اس لئے صرف ایک طلاق واقع ہوئی۔ اور باقی دو لغو ہوگئیں زید عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ اس کو دوبارہ اپنے نکاح میں لاسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ بہار شریعت حصہ ہشتم ص۱۷ پر غیر مدخولہ کی طلاق کے بیان میں ہے۔ اگر یوں کہا کہ اگر تو گھر میں گئی تو تجھے ایک طلاق ہے اور ایک۔ تو ایک ہی ہوگی۔ اور درمختار مع شامی جلد دوم ص۴۵۷ میں ہے تقع واحدۃ ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ انوار احمد قادری

مسئلہ :- مسئولہ محمد ادریس چودھری موضع بشنپورہ ضلع بستی۔

زید نے اپنی عورت کا نام لے کر تین چار بار کہا کہ "جا تو کا ناں ہیں راکھب"؛ تو زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کون سی اور اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب :- اگر زید نے جملہ مذکور سے طلاق کی نیت کی تو اس کی بیوی پر صرف ایک طلاق بائن واقع ہوئی لان البائن لایلحق البائن ھکذا فی الدرالمختار۔ لہذا اس صورت میں بغیر حلالہ زید سے دوبارہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر زید کی مدخولہ نہیں ہے تو بعد طلاق فوراً دوسرے سے بھی نکاح کرسکتی ہے اور اگر مدخولہ ہے تو قبل انقضائے عدت دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی اور اگر زید نے جملہ مذکور سے طلاق کی نیت نہیں کی ہے تو کسی قسم کی کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

وھو تعالیٰ اعلم ——— کتبہ ——— جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :-

ضلع بستی۔ یوپی

زید جو اکثر شراب پیتا تھا اس کی بیوی ہندہ مرگئی۔ اس نے زینب کو نکاح کا پیغام دیا جو ایک بیوہ عورت ہے اور عدت وفات گذار چکی ہے۔ زینب نے کہا آپ شراب پیتے ہیں اس لئے میں آپ سے نکاح نہیں کروں گی۔ زید نے کہا اب میں کبھی شراب نہیں پیوں گا۔ زینب نے کہا تو میں اسی شرط کے ساتھ آپ سے نکاح کروں گی کہ اگر آپ نے شراب پی تو مجھے اپنے آپ کو طلاق دینے کا اختیار ہوگا۔ زید نے اس کو منظور کیا۔ پھر عقد کے وقت اس طرح ایجاب وقبول ہوا کہ نکاح پڑھانے والے نے زید سے کہا کہ میں نے زینب بنت عبداللہ کو بعوض ڈھائی ہزار روپئے مہر کے آپ کی نکاح میں اس شرط پر دیا کہ اگر آپ پھر شراب پیئں تو زینب کو اپنے اوپر طلاق بائن واقع کرنے کا اختیار ہوگا۔ زید نے کہا میں نے اس شرط پر زینب کو اپنے نکاح میں قبول کیا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر زید پھر شراب پئے تو زینب اپنے اوپر طلاق بائن واقع کرسکتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب :- صورت مسئولہ میں زینب کو جس مجلس میں علم ہو کہ زید نے شراب پی ہے اسی مجلس میں اس کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار ہے۔ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہار شریعت حصہ ہشتم ص۲۶ پر بحوالہ ردالمحتار تحریر فرماتے ہیں کہ اگر عقد میں شرط کی اور ایجاب عورت یا اس کے وکیل نے کیا مثلاً میں نے اپنے نفس کو یا اپنی فلاں مؤکلہ کو اس شرط پر تیرے نکاح میں دیا۔ مرد نے کہا میں نے اس شرط پر قبول کیا تو تفویض طلاق ہوگئی۔ شرط پائی جائے تو عورت کو جس مجلس میں علم ہو اپنے کو طلاق دینے کا اختیار رہے انتہی

بالفاظہ۔ ھذا ماعندی وھو عالم بالصواب

کتبہ انوار احمد قادری

مسئلہ:۔ از عبدالرشید خاں پان دوکان۔ دھتکی ڈیہہ جمشید پور۔ بہار

زید نے کہا اگر میں نے ہندہ کے علاوہ کسی عورت سے نکاح کیا تو اس کو تین طلاق۔ اب ہندہ کے علاوہ کسی دوسری عورت سے نکاح کرنے کی کوئی صورت ہے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل تحریر فرمائیں

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں ہندہ کے علاوہ کسی دوسری عورت سے نکاح کرنے کی صورت یہ ہے کہ فضولی یعنی جس کو زید نے نکاح کا وکیل نہ کیا ہو بغیر اس کے حکم کے کسی عورت سے نکاح کر دے اور جب اسے خبر پہونچے تو زبان سے نکاح کو نافذ نہ کرے بلکہ کوئی ایسا کام کرے جس سے اجازت ہو جائے مثلاً مہر کا کچھ حصہ یا کل اس عورت کے پاس بھیج دے۔ یا اس کے ساتھ جماع کرے یا شہوت کے ساتھ ہاتھ لگائے یا بوسہ لے یا لوگ مبارکباد دیں تو خاموش رہے تو اس طرح نکاح ہو جائے گا اور طلاق نہ پڑے گی۔ (بہار شریعت حصہ ہشتم مطبوعہ دھلی ص۱۴-۱۵ بحوالۂ ردالمحتار۔ خیریہ) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

مسئلہ:۔ از محمد سمیع مدو بھیک پوسٹ مدو بازار ضلع گونڈہ

ہندہ کی شادی زید سے ہوئی تھی لیکن زید نامرد ہے۔ اب ہندہ طلاق چاہتی ہے لیکن زید نہیں دیتا ہے۔ لہذا اس صورت میں ہندہ کیا کرے؟

الجواب:۔ اگر شوہر عورت سے پہلے ہمبستر ہوا مگر اس پر قادر

نہ ہوا تو وہ نامرد ہے۔ اس کی عورت کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر وہ تفریق چاہے ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم کے پاس دعویٰ کرے جب عالم کو ثابت ہو جائے کہ فی الواقع شوہر نے قدرت نہ پائی تو وہ شوہر کو علاج و معالجہ کے لئے ایک سال مکمل کی مہلت دے اور اس مدت میں عورت شوہر سے جدا نہ رہے۔ اگر سال گذرنے پر بھی قدرت نہ پائے تو عورت پھر دعویٰ کرے اور عالم پھر قدرت نہ پانے کا ثبوت لے۔ اگر ثابت ہو جائے تو عورت کو اختیار دے کہ چاہے اس شوہر کے ساتھ رہنا پسند کرے چاہے تفریق۔ اگر عورت بلا توقف تفریق پسند کرے تو عالم شوہر کو طلاق کا حکم دے اگر وہ طلاق نہ دے تو خود تفریق کر دے۔ پھر عورت چاہے تو دوسرا نکاح کرے۔ درمختار جلد دوم مع شامی ص۵۹۴ میں ہے وجدتہ عنینا اجل سنۃ قمریۃ ورمضان وایام حیضها منها لا مدۃ حجها وغیبتها ومرضہ ومرضها فان وطئ مرۃ فیها والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقها بطلبها ویبطل حقها لو وجد منها دلیل اعراض بان قامت من مجلسها اواقامها اعوان القاضی اوقام القاضی قبل ان تختار شیئا بدائعی اھ ملتقطا وھو اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ ربیع الآخر سنہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:۔ از جمیل احمد یار علوی مقام بلبھریا۔ ضلع بستی

ہندہ کا شوہر تقریباً پچیس برس سے گم ہے اس کی موت و زندگی کا کچھ پتہ نہیں ہے تو ہندہ دوسرے سے عقد کرنا چاہتی ہے اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ جس گمشدہ مرد کی موت و زندگی کا حال معلوم نہ ہو وہ مفقود الخبر ہے۔ مفقود کی بیوی کے لئے مذہب حنفی میں یہ حکم ہے

کہ وہ اپنے شوہر کی عمر نوے۹۰ سال ہونے تک انتظار کرے اور امام ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مختار یہ ہے کہ شوہر کی عمر ستر سال ہونے تک انتظار کرے لقولہ علیہ السّلام اعمار امتی مابین الستین الی المسبعین مگر وقت ضرورت بلحنہ مفقود کی عورت کو حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کی رخصت ہے۔ ان کے مذہب کے مطابق مفقود کی عورت ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے وہ عالم اس کا دعویٰ سن کر چار سال کی مدت مقرر کرے۔ اگر مفقود کی عورت نے کسی عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ نہ کیا اور بطور خود چار سال انتظار کرتی رہی تو یہ مدت حساب میں شمار نہ ہوگی بلکہ دعویٰ کے بعد چار سال کی مدت درکار ہے اس مدت میں اس کے شوہر کی موت وزندگی معلوم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں جب یہ مدت گذر جائے اور اس کے شوہر کی موت وزندگی نہ معلوم ہو سکے تو وہ عورت اسی عالم کے حضور استغاثہ پیش کرے اس وقت وہ عالم اس کے شوہر پر موت کا حکم کرے گا پھر عورت عدت وفات گذار کر جس سنی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح کرسکتی ہے اس کے پہلے اس کا نکاح کسی سے جائز نہیں۔ وَاللہُ تعالیٰ ورسولہ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ محرم الحرام ۹۵ھ

(نوٹ) عورت مذکور نے اپنا دعویٰ ۲۳ محرم ۹۵ھ کو حضرت شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی صاحب قبلہ شیخ الحدیث کے سامنے پیش کیا حضرت نے اس کا دعویٰ سن کر شوہر کے انتظار وتلاش کے لئے چار سال کی مدت مقرر فرمادی ہے۔ جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ محرم ۱۳۹۵ھ

چار برس سے زیادہ انتظار کر کے اور شوہر کی تلاش کے بعد حکم شرع کے مطابق مستغیثہ نے میرے روبرو اپنا معاملہ پیش کیا اور میں نے ماضی کے تمام کاغذات فتاوی اور اخباری نوٹسوں کا معائنہ کر کے آج بتاریخ ۳۰ر شوال ۱۳۹۹ھ بجکر ۴۵ منٹ کے وقت دن میں مفتی دار العلوم فیض الرسول حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب قبلہ مدظلہ العالی و مولوی سراج احمد صاحب ساکن بلبھریا کی موجودگی میں ازروئے شرع بحیثیت قاضی مستغیثہ کو یہ فیصلہ سنا دیا کہ اس کے شوہر کا انتقال ہو چکا اور تو بیوہ ہو چکی اب تجھ پر لازم ہے کہ یکم ذی القعدہ ۹۹ھ سے دس ربیع الاول ۱۴۰۰ھ تک چار مہینے دس دن عدت وفات گذارے اس کے بعد تو کسی شخص سے اپنا نکاح کر سکتی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم — عبد المصطفیٰ الاعظمی عفی عنہ

۲۵ر شوال ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: — از محمد سعید ہر پا تحصیل خاص ضلع بستی

زید کی بیوی ہندہ نے اپنے شوہر کو چھوڑ کر دوسری جگہ بکر کے ساتھ چلی گئی تقریب اٹھارہ ماہ بکر کے ساتھ رہنے کے بعد جب اسے بچہ پیدا ہوا تو زید نے اسے طلاق دی۔ اب ہندہ کی عدت طلاق پانے کے بعد کتنے دن کی ہے؟

الجواب: — جب کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو بچہ پیدا ہونے کے بعد طلاق دی تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ چاہے تین حیض تین چار سال کے بعد آئیں یا آٹھ دس سال کے بعد ہاں اگر پچپن سال کی عمر تک تین حیض نہ آئیں تو اس کی عدت عربی مہینہ سے تین ماہ ہے۔ اور عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔

پارہ دوم رکوع ۱۲ میں ہے وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ یعنی طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک (نکاح سے) روکے رہیں۔ وَهُوَ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

کتبہ جَلَالُ الدِّیْن اَحْمَدُ الْاَمْجَدِیْ
۱۳ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۴۰۲ھ

مَسْئَلہ: از مولوی عبدالحکیم پل کھائیں ڈاکخانہ کپتان گنج۔ بستی
عورت کی عدت کتنی ہے؟ حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں تو بہتر ہے۔

الجواب: بیوہ عورت اگر حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت چار مہینہ دس دن ہے جیسا کہ قرآن شریف پارۂ دوم رکوع ۱۴ میں ہے وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا اھ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۴۷۳ میں ہے عدۃ الحرۃ فی الوفاۃ اربعۃ اشھر وعشرۃ ایام سواء کانت مدخولا بھا اولا مسلمۃ او کتابیۃ تحت مسلم صغیرۃ او کبیرۃ او آئسۃ وزوجھا حر او عبد حاضت فی ھذہ المدۃ او لم تحض ولم یظھر حبلھا کذا فی فتح القدیر اھ۔ اور حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے خواہ وہ بیوہ ہو یا طلاق والی ہو اور خواہ وجوب عدت کے وقت حاملہ ہو یا بعد میں قرآن مجید پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اور بدائع الصنائع جلد سوم ص ۱۹۷ میں ہے روی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قلت یا رسول اللہ حین نزول قولہ تعالیٰ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن انھا فی المطلقۃ ام فی المتوفی عنھا زوجھا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیھما جمیعا وقد روت ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ان سبیعۃ بنت الحارث الاسلمیۃ وضعت بعد وفاۃ زوجھا ببضع

وعشرین لیلۃ فامرھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بان تزوج اھ۔ اور فتاویٰ قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول ص ۵۳۸ میں ہے فان کانت المعتدۃ عن الطلاق او الوطأ عن شبھۃ او الموت حاملا فعدتھا بوضع الحمل سواء کانت حاملا وقت وجوب العدۃ او حبلت بعد الوجوب اھ اور طلاق والی مدخولہ عورت جس سے صحبت کر چکا ہو اگر نابالغہ یا آئسہ یعنی پچپن سالہ ہو تو اس کی عدت تین مہینہ ہے قرآن عظیم پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے وَالّٰئِیْ یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلثۃ اشھر والّٰئِیْ لم یحضن۔ اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ لو کانت المطلقۃ صغیرۃ او آئسۃ وھی حرۃ فعدتھا ثلثۃ اشھر اھ۔ اور طلاق والی مدخولہ عورت اگر حاملہ آئسہ اور نابالغہ نہ ہو یعنی حیض والی ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ تین حیض تین ماہ تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔ قرآن پاک پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے۔ وَالمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے اذا طلق الرجل امرأتہ طلاقا بائنا او رجعیا او ثلثا او وقعت الفرقۃ بینھما بغیر طلاق وھی حرۃ ممن تحیض فعدتھا ثلثۃ اقراء سواء کانت الحرۃ مسلمۃ او کتابیۃ کذا فی السراج الوھاج اھ۔ اور اگر عورت کو ہمبستری اور خلوت صحیحہ کے پہلے طلاق دی گئی تو اس کے لئے عدت نہیں بعد طلاق وہ فوراً دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور قرآن عظیم پارہ ۲۲ رکوع ۳ میں ہے یٰاَیُّھَا الذین اٰمنوا اذا نکحتم المؤمنت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا اور فتح القدیر میں ہے۔ الطلاق قبل الدخول لا تجب فیہ العدۃ اھ وھو اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از نبی رحم انصاری پوسٹ و مقام اوجھا گنج بستی
ایک عورت کی شادی ہوئی۔ بچہ بھی پیدا ہوا۔ پھر کچھ دنوں بعد شوہر
اول نے طلاق دے دی طلاق کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال پر اس
نے دوسری شادی کر لی۔ دوسرے شوہر کے یہاں تقریباً ساڑھے
چھ ماہ پر بچہ پیدا ہوا۔ عورت کہتی ہے کہ نکاح سے پہلے مجھ سے زنا کا گناہ
ہوا تھا یہ بچہ دوسرے کا ہے تو اس معاملہ میں شرع کا کیا حکم ہے۔ عورت
مذکور کا دوسرا نکاح شرعاً درست ہوا تھا یا نہیں؟

الجواب:- صورت مستفسرہ میں عورت مذکور نے اگر عدت گذارنے
کے فوراً بعد دوسرا نکاح کیا ہے تو وہ نکاح شرعاً منعقد ہو گیا اور لڑکا اگر
نکاح کے بعد چھ ماہ سے زائد پر پیدا ہوا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے
تو وہ لڑکا شرع کے نزدیک شوہر ثانی کا ہے اور عورت کا یہ کہنا کہ بچہ
دوسرے کا ہے شرعاً غلط ہے اس لئے کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ
ہے۔ شرح وقایہ جلد دوم مجیدی صـ۱۴۵ میں ہے۔ اکثر مدۃ الحمل
سنتان واقلها ستۃ اشهر یعنی حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو
سال ہے اور کم سے کم چھ ماہ ہے اور درمختار مع شامی صـ۶۳۹ میں
ہے اقلها ستۃ اشهر اجماعًا۔ یعنی تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے
کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے۔ اور ہدایہ جلد ثانی صـ۴۰۹ میں ہے
ان جاءت به الستۃ اشهر فصاعدا یثبت نسبه منه یعنی اگر عورت چھ
یا چھ ماہ سے زائد پر لڑکا لائے تو شرعاً لڑکا اسی شخص کا ہے کہ عورت جس
کے نکاح میں ہے اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری صـ۴۷۹ میں ہے
اذا تزوج الرجل امرأۃ فجاءت بالولد لاقل من ستۃ اشهر
منذ تزوجها لم یثبت نسبه وان جاءت به لستۃ اشهر فصاعدا
یثبت نسبه منه یعنی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا تو وہ عورت

نکاح کے وقت سے چھ مہینے سے کم پر لڑکا لائی تو وہ لڑکا ثابت النسب نہ ہوگا۔ یعنی شوہر کا نہیں مانا جائے گا۔ اور اگر چھ یا چھ ماہ سے زیادہ پر لائی تو شرع کے نزدیک وہ لڑکا شوہر کا ہے۔ فتاوی قاضی خاں جلد اول صفحہ ۵۴۹ پر ہے ان ولدت لستۃ اشھر من وقت نکاح الثانی فالولد للثانی۔ یعنی اگر نکاح ثانی کے بعد چھ مہینہ پر بچہ پیدا ہوا تو بچہ شوہر ثانی کا ہے۔ اور اگر عورت سے زنا سرزد ہوا جیسا کہ مستفتی نے لکھا ہے تو عورت کو توبہ کرایا جائے نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے اور دیگر کار خیر مثلاً قرآن خوانی اور میلاد شریف وغیرہ کرنے کی تلقین کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳۰ رجب ۱۳۸۹ھ

مسئلہ :- مسئولہ مولوی
ضلع بستی

کسی کی منکوحہ عورت اگر اپنے شوہر سے فرار ہو کر کئی سال تک ادھر ادھر بھٹکتی رہے پھر اس کو لڑکا پیدا ہو تو وہ شوہر ہی کا قرار دیا جاتا ہے یہ بات لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی کہ ایسی صورت میں وہ لڑکا شوہر ہی سے پیدا ہوا ہو بہت بعید بات ہے۔ اطمینان بخش جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب :- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اس مسئلہ کو سمجھاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ رب عزوجل نے بچہ پر رحمت کے لئے اثبات نسب میں ادنیٰ، بعید سے بعید اور ضعیف سے ضعیف احتمال پر نظر رکھی کہ آخر امر فی نفسہ عند الناس محتمل ہے قطع کی طرف انہیں راہ نہیں۔ غایت درجہ وہ اس پر یقین کر سکتے ہیں کہ فلاں نے عورت سے جماع کیا۔ اس قدر اور بھی سہی

کہ اس کا نطفہ اس کے رحم میں گرا پھر اس سے بچہ اس کا ہونے پر کیونکر یقین ہوا؟ ہزار بار جماع ہوتا ہے نطفہ رحم میں گرتا ہے اور بچہ نہیں بنتا۔ تو عورت جس کے پاس اور جس کے زیر تصرف ہے اس میں بھی احتمال ہی ہے اور شوہر کہ دور ہو احتمال اس کی طرف سے بھی قائم ہے ممکن ہے کہ وہ طی ارض پر قدرت رکھتا ہو کہ ایک قدم میں دس ہزار کوس جائے اور چلا آئے۔ ممکن کہ جن اس کے تابع ہوں۔ ممکن کہ صاحبِ کرامت ہو۔ ممکن کہ کوئی عمل ایسا جانتا ہو۔ ممکن کہ روح انسانی کی طاقتوں سے کوئی باب اس پر کھل گیا ہو۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ احتمالات عادۃً بعید ہیں۔ مگر وہ پہلا احتمال شرعاً واخلاقاً بعید ہے۔ زنا کے پانی کے لئے شرع میں کوئی عزت نہیں تو بچے اولاد زانی نہیں ٹھہر سکتے۔ اولاد اس کی قرار پانا ایک عمدہ نعمت ہے جسے قرآن عظیم نے بلفظ ہبہ تعبیر کیا کہ یَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَا اور زانی اپنے زنا کے باعث مستحق غضب و سزا ہے نہ کہ مستحق ہبہ و عطا لہذا ارشاد ہوا وللعاھر الحجر زانی کے لئے پتھر۔ تو اگر اس احتمال بعید از روئے عادت کو اختیار نہ کریں۔ بے گناہ بچے ضائع ہو جائیں گے کہ ان کا کوئی باپ مربی، معلم، پرورش کنندہ نہ ہوگا۔ لہذا ضرور ہوا کہ دو احتمال باتوں میں کہ ایک کا احتمال عادۃً قریب اور شرعاً واخلاقاً بہت بعید سے بعید۔ اور دوسری کا احتمال عادۃً بعید اور شرعاً واخلاقاً بہت قریب سے قریب۔ اسی احتمال ثانی کو ترجیح بخشیں۔ اور بُعد عادی کے لحاظ سے بُعد شرعی واخلاقی کو کہ اس سے بدرجہا بدتر ہے۔ اختیار نہ کریں اس میں کون سا خلاف عقل و درایت ہے بلکہ اس کا عکس ہی خلاف عقل و شرع و اخلاق و رحمت ہے۔ لہذا عام حکم ارشاد ہوا کہ الولد للفراش و للعاھر الحجر لہذا اگر زید اقصیٰ مشرق میں ہے اور ہندہ منتہائے

مغرب میں اور بذریعۂ وکالت ان میں نکاح منعقد ہوا ان میں بارہ ہزار میل سے زیادہ فاصلہ اور صدہا دریا پہاڑ سمندر حائل ہیں اور اسی حالت میں وقت شادی سے چھ مہینے بعد ہندہ کے بچہ ہوا بچہ زید ہی کا ٹھہرے گا اور مجہول النسب یا ولد الزنا نہیں ہو سکتا درمختار میں ہے قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینہما سنۃ فولدت لستۃ اشہر مذ تزوجہا لتصورہ کرامۃ واستخداما فتح۔ ردالمحتار میں ہے قولہ بلا دخول المراد نفیہ ظاہرا والا فلابد من تصورہ وامکانہ فتح القدیر میں ہے والتصور ثابت فی المغربیۃ لثبوت کرامات الاولیاء والا ستخدامات فیکون صاحب خطوۃ اوجنی۔ صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔ کان عتبۃ بن ابی وقاص (ای الکافر المیت علی کفرہ) عہد الی اخیہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ابن ولیدۃ زمعۃ منی فاقبضہ الیک (ای کان زنی بہا فی الجاہلیۃ فولدت فاوصی اخاہ بالولد) فلما کان عام الفتح اخذہ سعد فقال انہ ابن اخی وقال عبد ابن زمعۃ اخی ابن ولیدۃ ابی ولد علی فراشہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو لک یا عبد بن زمعۃ الولد للفراش وللعاہر الحجر وفی روایۃ وہو اخوک یا عبد بن زمعۃ من اجل انہ ولد علی فراش ابیک اھ مختصرا مزیدا ما بین الہلالین (احکام شریعت حصہ دوم ص۱۸۹) وہو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ
انوار احمد قادری
فاضل فیض الرسول براؤں شریف

مسئلہ:۔ از مہر علی ساکن پورینہ۔ ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کے ساتھ تقریباً ۱۲ بجے دن میں بکر کو

جو غیر محرم تھا اپنے مکان میں پایا دراںحالیکہ بکر کھڑا تھا معلوم نہیں کہ بکر ہندہ کے ساتھ کتنے عرصہ سے تھا۔ اتفاقاً اسی روز مکان پر زید اور اس کے گھر والوں میں سے کوئی نہ تھا۔ عرصہ کے بعد زید کہیں سے آیا۔ یہ حرکت شنیعہ دیکھا فوراً بکر مکان سے نکل کر چلا گیا تو زید نے اسی وقت اپنی ہندہ کو مکان سے نکال دیا پھر چند روز کے بعد اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دی۔ ایسی حالت میں زید کو تین حیض تک نان و نفقہ دینا ہوگا یا نہیں ؟ اور مہر پورا دینا پڑے گا یا نہیں ؟ اور بکر کے لئے شریعت کا کیا حکم ؟

الجواب: صورت مسئولہ میں زید پر عورت کے زمانۂ عدت کا نفقہ لازم ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری صہ ۴۹۴ میں ہے المعتدۃ عن الطلاق تستحق النفقۃ والسکنیٰ کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اور بہار شریعت میں ہے کہ جس عورت کو طلاق دی گئی ہے بہر حال عدت کے اندر نفقہ پائے گی۔ اھ اور زید پر پورے مہر کی ادائیگی بھی لازم ہے۔ اور بکر نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے کے سبب سخت گنہگار ہوا۔ علانیہ توبہ و استغفار کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از ایم۔ اے مرزا ۱۷۲، اے۔ وی۔ سی روڈ قاضی بلڈنگ ماہم بمبئی ۱۶ (مہاراشٹر)

(۱) ــــــــ علاء الدین کی زوجہ رئیسہ خاتون عرصہ دو سال سے اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کرکے اپنے میکہ جا بیٹھی ہے اور نہ تو وہ طلاق لینا چاہتی ہے اور نہ ہی علاء الدین کے گھر آکر اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گذارنا چاہتی ہے بلکہ وہ علحدہ رہ کر اپنا نان و نفقہ

طلب کرتی ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں علاء الدین پر رئیسہ خاتون کا نان ونفقہ واجب ہے ؟

مذکورہ رئیسہ خاتون سے علاء الدین کے چار بچے ہیں جو ۱۹ اور ۵ ½ سال کی عمر کے درمیان ہیں۔ وہ بچے نہ اپنی ماں کے پاس رہنا چاہتے ہیں اور نہ اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ رئیسہ خاتون کا اصرار ہے کہ علاء الدین ان بچوں کو ہر پندرہ یوم پر ایک بار لاکر اس سے ملاقات کروادیا کرے تو کیا شرعاً علاء الدین پر بچوں کو لے جاکر ہر پندرہ یوم میں ان کی ماں سے ملانا واجب ہے ؟

الجواب :۔ (۱)____ طلاق واقع کرنے کے لئے عورت کا طلاق چاہنا ضروری نہیں ہے۔ لہذا اگر علاء الدین چاہے تو اپنی بیوی رئیسہ خاتون کو طلاق دے سکتا ہے اگرچہ وہ طلاق لینا نہیں چاہتی ہے اور رئیسہ خاتون جو اپنے میکہ جا بیٹھی ہے اور شوہر کے یہاں آنے سے انکار کرتی ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر وہ کہتی ہے کہ جب تک مہر معجل نہیں دوگے نہیں جاؤں گی تو میکے میں رہتے ہوئے بھی اس صورت میں وہ نفقہ کی مستحق ہے۔ اور اگر علاء الدین مہر معجل ادا کرچکا ہے یا مہر معجل تھا ہی نہیں یا رئیسہ خاتون مہر معاف کرچکی ہے تو ان تمام صورتوں میں جب تک کہ وہ شوہر کے مکان پر نہ آئے شوہر پر اس کا نان ونفقہ واجب نہیں فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص۸۵۱ میں ہے ان کان الزوج قد طالبها بالنقلة فان لم تمتنع عن الانتقال الی بیت الزوج فلها النفقة فاما اذا امتنعت عن الانتقال فان کان الامتناع بحق بان امتنعت لتستوفی مهرها فلها النفقة واما اذا کان الامتناع بغیر حق بان کان اوفاها المهر او کان المهر مؤجلا او وهبته منه فلا نفقة لها کذا فی المحیط اھ وهو تعالیٰ اعلم

(۲)____ صورت مسئولہ میں علاء الدین پر ہر پندرہ یوم میں بچوں

کو لے جاکر ان کی ماں رئیسہ خاتون سے اس کے میکے میں ملاقات کرانا شرعاً واجب نہیں۔ البتہ ماں اور بچے اگر ایک دوسرے سے ملنا چاہیں تو علاء الدین ان کو منع نہ کرے۔ ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ ربیع الآخر سنہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:۔ از ہارون رشید سائیکل دوکان مہراج گنج ضلع بستی

زید کا کہنا ہے کہ قرآن کی قسم شرعی نہیں ہے۔ لہذا قرآن کی قسم شرعی ہے یا نہیں۔ تحریر فرمائیں۔

الجواب:۔ قرآن کی قسم پہلے متعارف نہ تھی اس لئے شرعی نہ تھی جیسا کہ صاحب ہدایہ نے اس کی تعلیل میں فرمایا ہے۔ لانہ غیر متعارف لیکن اب اس کی قسم متعارف ہے اس لئے قرآن پاک کی قسم بھی جمہور کے نزدیک شرعی قسم ہے اور اس پر شرعی قسم کے احکام مرتب ہوں گے عمدۃ الرعایہ، درمختار اور فتح القدیر میں ہے لا یخفی ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمیناً اھ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے قال محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی الاصل لو قال والقرآن لا یکون یمینا ذکرہ مطلقا والمعنیٰ فیہ وھو ان الحلف بہ لیس بمتعارف فصار کقولہ وعلم اللہ وقد قیل ھٰذا فی زمانہم اما فی زماننا فیکون یمینا وبہ نافذ ونامر ونعتقد ونعتمد وقال محمد بن مقاتل الرازی لو حلف بالقرآن یکون یمینا وبہ اخذ جمہور مشائخنا رحمہم اللہ تعالیٰ کذا فی المضمرات اھ اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم" ان الفاظ سے بھی قسم ہو جاتی ہے انتھی بالفاظہ (بہار شریعت ص ۱۹ ج ۹) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از اوج محمد چھاؤنی بازار ضلع بستی۔

زید نے اپنی بیوی ہندہ سے خوش طبعی میں صلح کے وقت قسم کھالیا تھا کہ اب میں تم کو ماروں پیٹوں گا نہیں۔ ہندہ کی چند غلطیوں پر زید نے ہندہ کو مارا پیٹا۔ لہذا صورت مذکورہ میں قسم ٹوٹی یا نہیں؟ اگر قسم ٹوٹی تو اسکا کفارہ کیا ہے؟ مستقبل میں ہونے والی باتوں پر بغیر جانے ہوئے قسم کھالینے والے پر شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب: زید نے اگر ایسے لفظوں کے ساتھ قسم کھائی تھی جو عندالشرع قسم ہے پھر اس کے خلاف کیا یعنی اپنی قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ لازم ہوگیا۔ قسم کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو صبح وشام دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے یا ان کو کپڑا پہنائے یعنی یہ اختیار ہے کہ ان تینوں باتوں میں سے جو چاہے کرے اور اگر ان تینوں میں سے کسی ایک پر بھی قادر نہ ہو تو پے در پے تین روزے رکھے جیسا کہ پارہ ہفتم رکوع اول میں ہے فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ط اور درمختار میں ہے وكفارته تحرير رقبة او اطعام عشرة مساكين او كسوتهم بما يستر عامة البدن وان عجز عنها كلها وقت الاداء صام ثلثة ايام ولاء اھ ملخصا۔ اور فتاویٰ عالم گیری میں ہے فان لم يقدر على احد هذه الاشياء الثلثة صام ثلثة ايام متتابعات كذا فى السراج الوهاج اھ وهو تعالىٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ صفر المظفر سنہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: مسئولہ جمعدار منہار ساکن تنواں ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ اگر آج سے تو گوشت کھائے تو

سور کا گوشت کھائے۔ تو اب ہندہ گوشت کھا سکتی ہے یا نہیں؟ اور کھانے کی صورت میں کفارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں زید کا قول ہندہ کے لئے شرعاً قسم نہیں اس لئے ہندہ گوشت کھا سکتی ہے اور گوشت کھانے کے سبب ہندہ پر کسی طرح کا کفارہ نہیں لازم آئے گا البتہ زید توبہ کرے کہ اس طرح کا جملہ کسی مسلمان کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں۔ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ ربیع الآخر ۱۳۸۴ھ

مسئلہ:۔ از نور محمد مستری و بندھو شاہ وارثی ہریا چندرسی ضلع گونڈہ

ہندہ نے قسم کھائی کہ اگر میں اس گھر میں اس دروازہ پر آؤں تو اپنے باپ سے منہ کالا کروں کچھ عرصہ بعد آئی پھر قسم کھائی کہ ان کے دروازہ پر آؤں تو سور کا گوشت کھاؤں۔ کچھ ہی عرصہ بعد پھر آئی تو کیا عند الشرع یہ قسم ہوئی یا نہیں؟ دین مبین میں ہندہ مجرم ہوئی کہ نہیں؟ اس کے ساتھ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب:۔ ہندہ پر توبہ و استغفار لازم ہے مگر کفارہ واجب نہیں اسلئے کہ یہ شرعاً یمین منعقدہ نہیں ہے بہار شریعت حصہ نہم ص ۲۰ میں مبسوط کے حوالہ سے ہے۔ کسی نے کہا اگر اس کو کھاؤں تو سور کھاؤں یا مردار کھاؤں (شرعاً) قسم نہیں ہے یعنی کفارہ لازم نہ ہوگا۔ وتعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

مسئلہ:۔ از کریم بخش موضع ٹنڈوا پوسٹ بھنگا ضلع بہرائچ۔

ایک صاحب کہتے ہیں کہ ہم محرم کے تعزیہ کی منت مانے ہیں۔ اگر ہم تعزیہ نہیں رکھیں گے تو امام صاحب ہمارے لڑکے پر آجائیں گے تو تعزیہ کی

منت ماننا اور تعزیہ نہ رکھنے پر امام صاحب کا کسی کے اوپر آنے کا خیال کیسا ہے ؟

الجواب :۔ تعزیہ کی منت ماننا سخت جہالت ہے اور تعزیہ نہ رکھنے پر امام صاحب کا کسی کے اوپر آنے کا خیال سراسر لغو ہے۔ اس قسم کی منتیں نہیں ماننی چاہئے اور مانی ہو تو پوری نہ کرے جیسا کہ فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ علَم اور تعزیہ بنانے اور پیک بننے اور محرم میں بچوں کو فقیر بنانے اور بدھی پہنانے اور مرثیہ کی مجلس کرنے اور تعزیہ پر نیاز دلوانے وغیرہ خرافات جو روافض اور تعزیہ دار لوگ کرتے ہیں ان کی منت سخت جہالت ہے ایسی منت نہ ماننی چاہئے اور مانی ہو تو پوری نہ کرے۔ (بہار شریعت حصہ نہم ص۳۵) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ رجمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ :۔ از محمد فاروق نعیمی ۔ مسہنا گڈہنا ضلع گونڈہ

زید نے بکر سے کہا ہمارے یہاں دعوتِ ولیمہ میں ضرور آیئے گا۔ بکر نے قسم کھا کر کہا کہ میں ضرور آؤں گا انشاء اللہ۔ پھر وہ دعوتِ ولیمہ میں نہیں آیا۔ تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوا یا نہیں ؟

الجواب :۔ اگر قسم کھانے کے ساتھ اس نے متصلاً انشاء اللہ کہا تو اس صورت میں اس پر کفارہ لازم نہیں ہوا۔ اور اگر کچھ وقفہ کے بعد کہا تو لازم ہوگیا۔ ہدایہ اولین ص۴۶۳ میں ہے۔ من حلف علی یمین وقال انشاء اللہ متصلاً بیمینہ فلا حنث علیہ لقولہ علیہ السلام من حلف علی یمین وقال انشاء اللہ فقد برفی یمینہ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از تاج محمد ایٹئی رام پور ضلع گونڈہ۔ متعلم دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف۔

بعض عورتیں لڑکوں کے ناک اور کان چھدوانے اور ان کے سر پر چوٹیاں رکھنے کی منت مانتی ہیں تو اس طرح کی منت ماننا کیسا ہے؟

الجواب:- اس طرح کی منت ماننا جہالت ہے۔ فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں " بعض جاہل عورتیں لڑکوں کے ناک کان چھدوانے اور بچوں کو چوٹیاں رکھنے کی منت مانتی ہیں اور طرح طرح کی ایسی منتیں مانتی ہیں جن کا جواز کسی طرح ثابت نہیں۔ اولاً ایسی واہیات منتوں سے بچیں اور مانی ہوں تو پوری نہ کریں اور شریعت کے معاملہ میں اپنے لغو خیالات کو دخل نہ دیں نہ یہ کہ ہمارے بڑے بوڑھے یوں ہی کرتے آئے ہیں اور یہ کہ پوری نہ کریں گے تو بچہ مر جائے گا بچہ مرنے والا ہوگا تو یہ ناجائز منتیں بچا نہ لیں گی۔ منت ماننا کرو تو نیک کام نماز روزہ خیرات، درود شریف، کلمہ شریف، قرآن مجید پڑھنے اور فقیروں کو کھانا دینے کپڑا پہنانے وغیرہ کی منت مانو۔ (بہار شریعت حصہ نہم مطبوعہ دہلی ص۲۴)

وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- مسئولہ مولوی فصیح اللہ علوی براؤں شریف۔ سدھارتھ نگر

ایک شاہ صاحب جو سلسلۂ قادریہ چشتیہ کے پیر تھے وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے جو کچھ بنایا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے بنایا ہے۔ ہم اسمیں سے اپنے کسی اولاد کو کچھ نہیں دیں گے جو ہمیں اپنے باپ کا ترکہ ملا ہے صرف وہی دیں گے۔ چنانچہ مرض وفات میں مبتلا ہونے سے بہت پہلے وصال فرمانے سے چھ سال قبل ہوش و حواس کی درستگی میں اس مضمون کی رجسٹری فرما دی کہ مقر کی زوجہ اولیٰ سے چار لڑکے اور زوجہ ثانیہ

سے دو لڑکے ہیں۔ مقر نے اپنی جائداد کا ترکہ اور حقوق اپنی اولاد کو تقسیم کرتے ہوئے زوجۂ اولیٰ کے لڑکوں کو دو قطعہ مکان سفالہ پوش وگھاری اور زوجۂ ثانیہ کے دونوں لڑکوں کو ایک قطعہ مکان جو مسجد کے جانب شمال واقع ہے دے دیا ہے۔ رہا خانقاہ کا مسئلہ تو وہ عام مسلمانوں کی فلاح و بہبودی سے متعلق ہے اور مقر نے اس کو مسلمانان اہلسنت ہم عقیدہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ملکیت فی سبیل اللہ قرار دے دیا ہے۔ لہٰذا خانقاہ کسی شخص واحد کی ملکیت ہرگز قرار نہ پائے گی۔

حضرت شاہ صاحب قبلہ نے اپنے جس فرزند کو سجادہ نشین مقرر کیا وہ حضرت کے ہمراہ اسی خانقاہ میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہتے رہے اور حضرت کی وفات کے بعد بھی بحیثیت سجادہ نشین اسی میں رہے اس درمیان میں انہوں نے ترکہ میں پائے ہوئے مکان کو اپنے اہل وعیال کے رہنے کے لائق نہیں بنایا اور نہ کوئی دوسرا نیا مکان تعمیر کیا البتہ خانقاہ جو پوری سفالہ پوش (کھپڑیل) تھی اس کے پچھلے حصہ کو گروا کر اس پر نئی دیواریں قائم کیں۔ اور ان پر دو منزلہ پختہ مکان تعمیر کیا۔ اب ان کے انتقال کے بعد ان سے منسوب اردو زبان میں ایک وصیت نامہ چھپوا کر تقسیم کیا گیا جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ رجسٹرار آفس میں ہندی زبان میں رجسٹری کئے گئے وثیقہ کی اردو شکل ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس وصیت نامہ پر انہوں نے خود جان بوجھ کر دستخط کیا ہے یا مضمون کی تفصیلات سے لاعلم رکھ کر ان سے دستخط لے لیا گیا ہے یا ان کی طرف سے فرضی دستخط کر دیا گیا ہے۔ اس وصیت نامہ میں یہ ہے کہ دو منزلہ پختہ مکان (جو خانقاہ کی سفالہ پوش عمارت گرا کر بنوایا گیا ہے) ہم مقر کی زوجۂ ثانیہ کی ملکیت ہے جنہوں نے اپنے ذاتی سرمایہ سے اسے تعمیر کروایا ہے۔ تو اب دریافت طلب یہ امور ہیں۔

(۱) وقف کے مال کا کیا حکم ہے؟ (۲) کیا وقف کسی کی ملکیت

ہوسکتا ہے ؟ (۳) وقف میں مالکانہ تصرف کرنا کیسا ہے ؟ وقف کا مکان گرا کر اپنے روپیوں سے دو منزلہ پختہ مکان بنا لیا گیا اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے ؟ (۵) حضرت شاہ صاحب قبلہ نے جو مکان خانقاہ پر اسکے استعمال میں آنے کے لئے وقف فرمایا ہے اسے کرایہ پر دے سکتے ہیں۔ (۶) اگر موقوفہ جائداد کوئی غصب کرنا چاہے تو مسلمانوں کو اس کے لئے کیا کرنا چاہیے ؟ بینوا توجروا

الجواب :-

(۱) مالِ وقف مثل مالِ یتیم ہے جس کی نسبت (اللہ تعالیٰ کا) ارشاد ہوا کہ جو اسے ظلماً کھاتا ہے اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے اور عنقریب جہنم میں جائے گا (جیسا کہ پ ۴ ع ۱۲ میں ہے) اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۷۵) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(۲) ـــــــ وقف کسی کی ملکیت ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ جائداد ملک ہوکر وقف ہوسکتی ہے مگر وقف ٹھہر کر کبھی ملک نہیں ہوسکتی (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۳۵۲) وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل مجدہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۳) ـــــــ فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۴۱۶ پر ہے۔ وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے اور متولی جب ایسا کرے تو فرض ہے کہ اسے نکال دیں اگرچہ خود واقف ہو چہ جائے کہ دیگر در مختار میں ہے وینزع وجوبا ولو الواقف درر فغیرہ بالاولیٰ غیر مامون ۔ یعنی اگر خود واقف کی طرف سے مال وقف پر کوئی اندیشہ ہو تو واجب ہے کہ اسے بھی نکال دیا جائے اور وقف اس کے ہاتھ سے لے لیا جائے تو غیر واقف بدرجۂ اولیٰ۔ ترجمہ از فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۳۷۴) وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

(۴) ـــــــ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اسی طرح

کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اپنا روپیہ لگا کر جو کچھ اس نے بنایا اگر وہ کوئی مالیت نہیں رکھتا تو وقف کا مفت قرار پائے گا۔ اور اگر مالیت ہے تو وہی حکم ہے کہ اگر اس کا اکھیڑنا وقف کو مضر نہیں تو جتنا اس نے زیادہ کیا اسے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے وہ اپنا عملہ اٹھا کر لے جائے۔ اور اگر اس کے بنانے میں اس نے وقف کی کوئی دیوار منہدم کی تھی تو اس پر لازم ہوگا کہ اپنے صرف سے وہ دیوار ویسی ہی بنائے اور اگر ویسی نہ بن سکتی ہو تو بنی ہوئی دیوار کی قیمت ادا کرے۔ اور اگر اکھیڑنا وقف کو مضر ہے تو نظر کریں گے کہ اگر یہ عملہ اکھیڑا جاتا تو کس قیمت کا رہ جاتا تو اتنی قیمت مال مسجد (یعنی مال وقف) سے اسے دے دیں۔ اگر فی الحال اس عملہ کی قیمت مسجد کے پاس نہیں تو یہ یا اور کوئی زمین متعلق مسجد یا دیگر اسباب مسجد کرایہ پر چلا کر اس کرایہ سے قیمت ادا کر دیں گے۔ اس کے لئے اگر برس درکار ہوں اسے تقاضے کا اختیار نہیں کہ ظلم اس کی طرف سے ہے۔ یہ سب اس حال میں ہے کہ وہ عمارت اس شخص کی ٹھہرے یعنی متولی تھا تو بناتے وقت گواہ کر لئے تھے کہ اپنے لئے بناتا ہوں۔ یا غیر تھا تو یہ اقرار نہ کیا کہ مسجد کے لئے بناتا ہوں ورنہ وہ عمارت خود ہی ملک وقف ہے (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص۴۵۶) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

(۵) ــــــ حضرت شاہ صاحب نے جو مکان خانقاہ پر اس کے استعمال میں آنے کے لئے وقف فرمایا ہے اسے کرایہ پر دینا حرام ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں جو مسجد پر اسکے استعمال میں آنے کے لئے وقف ہیں انہیں کرایہ پر دینا حرام۔ لینا حرام۔ کہ جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا جائز نہیں اگرچہ وہ غرض بھی وقف ہی کے فائدہ کی ہو کہ شرط واقف مثل نص شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجب الاتباع ہے۔ درمختار کتاب

الوقف فروع فصل شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ و
لہٰذا خلاصہ میں تحریر فرمایا کہ جو گھوڑا قتال مخالفین کے لئے وقف ہوا ہو
اسے کرایہ پر چلانا ممنوع و ناجائز ہے (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ صفحہ ۴۵۵) واللہ
تعالیٰ اعلم بالصواب

(۶) ــــــــ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۵۰ پر تحریر فرماتے ہیں مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی
المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف و دفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اس
میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں
گے قال اللہ تعالیٰ لا یصیبہم ظمأ و لا نصب و لا مخمصۃ الیٰ قولہ تعالیٰ الا
کتب لہم بہ عمل صالح (پ ۱۲ ع ۴) ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ
ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۸ ار ذوالقعدہ سنہ ۱۴۱۳ھ

مسئلہ: از محمد عزیز الدین جعفری سکریٹری دار العلوم جماعتیہ
طاہر العلوم محلہ راعین محل گیٹ چھترپور (ایم، پی)

شہر چھترپور پہلے ہندو رجواڑہ رہا ہے۔ ہندو راجہ نے اپنے زمانہ میں
کچھ زمین اس زمانہ کے مسلمانوں کو قبرستان کے لئے دی تھی جس میں مُردے
دفن ہوتے رہے اب قبرستان کی وہ زمین بیچ شہر میں آچکی ہے کئی سالوں
سے مُردے دفن نہیں ہوتے ہیں حکومت کی جانب سے ممانعت ہے۔
یہاں کے بوڑھے لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ قبرستان کے ایک حصہ میں مردے
دفن نہیں ہیں۔ اب یہ زمین وقف ایکٹ کے تحت وقف بورڈ بھوپال مدھیہ
پردیش میں درج ہے۔ اور وقفیہ پراپٹی کہلاتی ہے جس کی نگراں یہاں کی

انجمن اسلامیہ ہے اور اس کے صدر عبدالرشید خاں ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع ہندو راجہ کی دی ہوئی زمین وقف کے حکم میں آتی ہے کہ نہیں؟ اراکین انجمن کا کہنا ہے کہ اس خالی زمین پر مدرسہ بن جائے اور اس کا مختصر کرایہ مدرسہ والے انجمن کو دیتے رہیں ان لوگوں کو ایسا کرنا از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟ نیز اگر اراکین مدرسہ انجمن والوں سے نوے سال کے لئے وہ زمین ٹھیکہ پر لے لیں اور اس کا کرایہ انجمن کو دیتے رہیں شرعی رو سے یہ طریقہ کیسا ہے؟ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں مدرسہ کی تعمیر اراکین انجمن کو کرنا چاہئے یا اراکین مدرسہ کو؟ بینوا توجروا

الجواب:- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ جب وہ زمین مسلمانوں کو نسلاً بعد نسلٍ ہمیشہ کے لئے (رانا والی ریاست اودے پور کی طرف سے) دی گئی اور مسلمانوں نے اس پر بطور ملک قبضہ کر کے اسے قبرستان کر دیا اور مردہ دفن ہوا وہ زمین ہمیشہ ہمیشہ قبرستان مسلمین کے لئے وقف ہوگئی۔ کسی زمیندار کا اس پر کوئی حق دعویٰ نہ رہا ہندو ہو یا مسلمان۔ زمیندار اگر مسلمان ہو تو عام مسلمانوں کی طرح اتنا حق اس کا بھی ہوگا کہ اپنے مردے دفن کرے۔ اس سے زیادہ اسے اپنی حقیت و ملکیت وہ بھی نہیں ٹھہرا سکتے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۴۹۲)

لہذا زمین مذکور اگرچہ ہندو راجہ نے مسلمانوں کو قبرستان کے لئے دی تھی لیکن جب مسلمانوں نے بطور ملک قبضہ کر کے اسے قبرستان کر دیا اور مُردے اس میں دفن ہوئے تو ہمیشہ کے لئے وہ قبرستان مسلمین کے لئے وقف ہو گئی۔ انجمن اسلامیہ نگرانی کے سبب اس زمین کی مالک نہیں اور نہ وہ اسے کرایہ پر دے سکتی ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۴۵۵ میں ہے کہ جو مسجد پر اس کے استعمال میں آنے کے لئے وقف ہیں انہیں کرایہ پر دینا حرام لینا حرام کہ جو

چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا جائز نہیں اھ۔ اور اس زمین پر مدرسہ بھی بنانا جائز نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صـ ۳۴۷ میں۔ لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کوشش کر کے حکومت سے اس قبرستان میں پھر مردے دفن کرنے کی اجازت حاصل کریں۔ اور وقف کے خلاف اس میں کوئی بیجا تصرف نہ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ رجمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ھ

مسئلہ:۔ از سید جاوید اشرف چشتی رضوی نظامی۔ سلی گوڑی۔ دارجلنگ

رمضان شریف میں وقت افطار پیاز تراش کر اس میں لیموں نچوڑا جاتا ہے دوران افطار بڑے ہی چاؤ سے چند افراد مع امام صاحب کے کھاتے ہیں۔ اذان مغرب ہوئی جھٹ کلی کیا پٹ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ تاویل لوگ کرتے ہیں ہے تو پیاز بدبودار لیکن عرق لیمو سے مہک نہیں رہتی۔ بتایا جائے اس طرح پیاز کھا کر مسجد میں نماز کے لئے جانا کیسا ہے؟ جو اس پر ضد کرے کیا حکم شرعی نافذ ہوگا؟

الجواب:۔ لیموں ڈالنے سے پیاز کی بو پورے طور پر زائل نہیں ہوتی جس کا تجربہ سونگھ کر کیا جا سکتا ہے۔ لہذا جب تک کہ اس کی بو کامل طور پر ختم نہ ہو جائے اسے کھا کر منہ کی بو دور ہونے سے پہلے مسجد میں جانا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ من اکلھا فلا یقربن مسجدنا یعنی جو شخص کچی پیاز یا لہسن کھائے تو ان کی بو دور ہونے سے پہلے ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ آئے (ابوداؤد شریف) جو شخص کچی پیاز کھا کر بو دور ہونے سے پہلے مسجد میں جائے وہ گنہگار ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے شخص کو روکیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ رشوال المکرم ۱۳۸۳ھ

مسئلہ:- از سید ذوالفقار حیدر کوارٹر ۸۵ ایل نور کدمہ جمشید پور
موم بتی مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں جب کہ موم بتی میں چربی پڑتی ہے اور چربی ذبیحہ اور غیر ذبیحہ دونوں قسم کے جانوروں سے حاصل کی جاتی ہے اور بلا امتیاز مسلم اور غیر مسلم دوکانوں میں اس کی خرید و خروخت ہوتی ہے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف کردہ کتاب احکام شریعت حصہ دوم ص ۸۸، ۸۹ مطبوعہ الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ میں مرقوم ہے۔
عرض:- موم بتی جس میں چربی پڑتی ہے مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں؟
ارشاد:- اگر مسلمان کی بنائی ہوئی ہے تو جائز ہے ورنہ مسجد ہی میں نہیں ویسے بھی جلانا نہیں چاہیئے۔" اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ کس حد تک قابل اعتبار ہے زید اس فتویٰ کو نہیں مانتا ہے وہ کہتا ہے کہ مسلم وغیر مسلم کے کارخانہ کی بنی ہوئی کے امتیاز کی ضرورت نہیں جب کہ فقہ کی عبارت الیقین لایزول بالشك (شک سے یقین زائل نہیں ہوتا) سے صاف صراحت ہوجاتی ہے پھر کسی قسم کی قید لگانے کا کیا معنیٰ؟ کیا موم بتی کے لئے حقیقتاً کسی قید کی ضرورت نہیں۔

الجواب:- اگر یہ شبہ ہو کہ یہ موم بتی چربی کی بنی ہوئی ہے یا کسی دوسری چیز کی تو اس موم بتی کو جلانا ناجائز نہ ہوگا اس لئے کہ اصل طہارت ہے اور نجاست عارض والیقین لایزول بالشك لیکن اگر یہ معلوم و متیقن ہو کہ یہ چربی کی بنی ہوئی موم بتی ہے لیکن یہ نہ معلوم ہوسکے کہ ذبیحہ کی چربی سے بنی ہوئی ہے یا غیر ذبیحہ کی چربی سے مثلاً ہندو کے یہاں کی بنی ہوئی موم بتی ہے یا اسکی دوکان سے خرید کر لائی گئی ہو تو اس کو مسجد وغیرہ میں کہیں نہ جلایا جائے اس لئے کہ چربی میں اصل حرمت ہے اور حلت اس کو ذبح سے عارض ہوتی ہے والیقین لایزول بالشك اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ زید نے الیقین لایزول بالشك کی تلاوت بے محل کیا اور امام

اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کا فتویٰ حق وصحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ر شوال المکرم ۱۳۸۳ھ

مسئلہ:۔ از خیر النساء اسمٰعیل خان پٹھان ۷۶ ار نوا پورہ مین روڈ ناسک (مہاراشٹر)

میری ملکیت اور قبضے میں برسوں سے ایک چہار دیواری جس کا استعمال میں گھریلو طور پر کرتی آئی ہوں، اس میں کبھی منبر اور محراب بھی تھی جسے میں ہٹا چکی ہوں اس وجہ سے کہ ماضی میں یہ چہار دیواری طوائفوں کی مسجد کے نام سے منسوب تھی۔ سرکاری ریکارڈ، دستاویزات سے کہیں بھی لفظ "مسجد" کا پتہ نہیں چلتا جب کہ ۱۹۱۷ء میں کوئی اکبر خان نامی شخص کے سٹی سروے کے دفتر میں چند سطور کا ایک بیان دیا تھا کہ اس چہار دیواری کو کلیان جی نامی ہندو طوائف نے اپنی نواسی صاحب جان نامی طوائف کو ورثے میں دی تھی۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ کلیان جی کی مسجد ہے بعد میں ۱۹۲۶ء میں میرے نانا کو یہ جائداد صاحب جان نامی طوائف کی طرف سے ملی تھی جو بعد میں میرے نانا نے مرنے سے پہلے یعنی ۱۹۷۳ء میں یہ جگہ میرے نام کر دی جو آج بھی میری ملکیت اور استعمال میں ہے۔ ماضی میں یہاں کے لوگ اس کو طوائفوں کی مسجد کہہ کر یہاں نماز پڑھنے سے گریز کرتے رہے پھر بھی دو ایک لوگوں کا کہنا ہے کبھی ہم نے یہاں نماز پڑھی تھی جب کہ میرے نانا نے یا میں نے اور پاس پڑوس والوں نے یہاں کبھی کسی کو بھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا جس علاقے میں یہ جگہ ہے وہاں کل بھی غلط ماحول تھا اور آج بھی اس جگہ کے آس پاس زناکاری اور ویڈیو فلم کے اڈے چلتے ہیں شریف انسان اس طرف سے گذرتے ہوئے کتراتا ہے۔ اس چہار دیواری سے متعلق کہا جاتا ہے کہ ماضی میں کچھ

علماء نے فتویٰ بھی دیا تھا کہ اس جگہ نماز جائز نہیں اور اب تو میں برسوں سے یہ جگہ اپنے ذاتی استعمال میں لا رہی ہوں کیوں کہ لوگوں کے کہنے کے متعلق یہ جگہ طوائفوں کے استعمال میں رہ چکی ہے۔ اور کسی ہندو طوائف کی ملکیت رہی ہے۔ اس لئے میرے گمان میں یہ جگہ "مسجد" نہیں رہ گئی تھی۔ میں نے حضور مفتی اعظم ہند کی مشہور کتاب "الملفوظ" میں یہ پڑھا ہے کہ مسجد کے لئے مال حلال طیب چاہیئے بہرحال اسی گمان میں ہونے کی وجہ سے میں نے یہاں سے منبر و محراب نکال دی اس پر بھی اس ضمن میں شرعی فیصلہ جاننے کے لئے بے تاب ہوں۔ لہذا مندرجہ ذیل اہم نکات کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن پاک اور احادیث نبوی کی روشنی میں فیصلہ و فتویٰ صادر فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

(۱) ـــــــ کبھی یہ جگہ کسی ہندو طوائف کی ملکیت تھی جو ورثے میں مسلم طوائف کو ملی پھر میرے نانا کے نام ہوئی اور اب میں قانونی طور مالکہ ہوں!

(۲) ـــــــ یہاں کبھی بھی کوئی پنچ / کمیٹی متولیان امام اور موذن نہیں رہے اسی لئے کبھی یہاں جماعت کے ساتھ بھی نماز نہیں دیکھی گئی اور نا ہی کبھی اذان پکاری گئی۔

(۳) ـــــــ مسجد کی طرح اس چہار دیواری پر مینار و گنبد نہیں ہیں منبر و محراب تھے جو میں غیر ضروری جان کر ہٹا چکی ہوں۔

(۴) ـــــــ سرکاری دستاویزات کی رو سے پتہ چلتا ہے یہ جگہ ماضی میں کئی مرتبہ گروی (رہن) بھی رکھی جا چکی ہے۔ اگر مسجد ہوتی تو اسے فرد واحد بیت کیسے گروی رکھ سکتا تھا۔

(۵) ـــــــ سرکاری ریکارڈ پولیس، میونسپلٹی وغیرہ کے ریکارڈ پر یہ جگہ کہیں بھی مسجد کے نام سے درج نہیں ہے۔

(٦) ـــــــ اطراف میں غلط ماحول آج بھی ہے جیسے زناکاری اور

ویڈیو فلم کے اڈے چلتے ہیں۔
(۷) ــــــ ان حالات میں میری یہ ذاتی ملکیت مجھ پر دباؤ ڈال کر ظلماً بطور مسجد استعمال میں لائی جا سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:- مقام مذکور میں منبر و محراب کا ہونا اور زمانہ ماضی میں اس کا طوائفوں کی مسجد کے نام سے منسوب ہونا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ وہ چہار دیواری مسجد ہے۔ رہی یہ بات کہ اسے طوائف نے بنوایا تھا تو یہ لوگ جب مسجد وغیرہ کسی کار خیر میں اپنا مال لگانا چاہتی ہیں تو حیلہ شرعی سے اس کو پاک کر لیا کرتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے طوائف کی مجلس میلاد کی شیرینی پر فاتحہ کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے تحریر فرمایا کہ اس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے۔ مگر جب کہ اس نے مال بدل کر مجلس کی ہو۔ اور یہ لوگ جب کوئی کار خیر کرنا چاہتی ہیں تو ایسا ہی کرتی ہیں اور اس کے لئے کوئی شہادت کی حاجت نہیں (احکام شریعت حصہ دوم ص۱۴۴) اعلیٰ حضرت کے اس جملہ سے کہ ایسا ہی کرتی ہیں یہ ظاہر ہے کہ طوائف نے جب مسجد بنوائی تو اس نے اپنے حرام مال کو ضرور بدلا ہوگا۔ اور اگر یہ مان لیا جائے کہ طوائف نے اپنا مال حرام نہیں بدلا تو اس صورت میں بھی جب تک کہ اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوں مسجد کی طرف اس حرام مال کی خباثت سرایت نہیں کرے گی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ بالفرض یہ روپیہ حرام ہی ہوتا تو امام کرخی کے مذہب مفتی بہ پر مسجد کی طرف اس کی خباثت سرایت نہ کر سکتی جب تک کہ اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوتے یعنی وہ روپیہ دکھا کر بائعوں سے اینٹ کڑیاں زمین وغیرہا خریدی جاتیں کہ اس روپئے کے عوض میں دے کر پھر وہی زر حرام ثمن میں دیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ عام خریداریاں اس طور پر نہیں ہوتیں تو اب بھی ان مسجدوں میں

اثر حرام ماننا جزاف و باطل تھا (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۴۸۲) اس مسئلہ کی مزید تفصیل فتاویٰ رضویہ کی اسی جلد کے ص۳۹۷ پر بھی ملاحظہ ہو۔

اور اس چہار دیواری کے متعلق یہ کہنا غلط ہے کہ ماضی میں کچھ علماء نے فتویٰ بھی دیا تھا کہ اس جگہ نماز جائز نہیں اس لئے کہ جب جنگل بیابان اور سڑک وغیرہ پر نماز پڑھنا جائز ہے یہاں تک کہ کافروں کی زمینوں پر بھی نماز پڑھنا جائز ہے تو طوائف کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا کیوں نہیں جائز رہے گا۔ البتہ طوائف کی مسجد ہونے کے سبب لوگوں نے اسے آباد نہیں کیا یہاں تک کہ وہ غصب ہو گئی اور اس کا منبر و محراب ہٹا کر مسجد کا نشان تک مٹا دیا گیا۔

لہذا بروقت اس جگہ پر جس کا قبضہ ہے حکم شرع معلوم ہو جانے کے بعد اس پر لازم ہے کہ وہ اپنا قبضہ ہٹا کر اسے مسلمانوں کے سپرد کر دے کہ مال وقف مثل مال یتیم ہے اور اس پر ناجائز قبضہ کرنے والے کے لئے قرآن و حدیث میں وعید شدید ہے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں اور جس طرح بھی ممکن ہو اس پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں مسجد کی عمارت بنا کر اسے آباد کریں۔ اگر مسلمان قدرت کے باوجود ایسا نہیں کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ ر جمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ھ

مسئلہ:- از ریاض احمد۔ موضع گھرا ونڈیہہ پوسٹ اٹئی رامپور۔ گونڈہ

مسجد میں مولی کھا کر جانا اور لالٹین یا چراغ میں مٹی کا تیل ڈال کر مسجد میں جلانا کیسا ہے۔ تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب:- مولی، کچی پیاز، لہسن اور ہر وہ چیز کہ جس کی بو ناپسند ہو اسے کھا کر مسجد میں جانا جائز نہیں جب تک کہ بو باقی ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیاز اور لہسن کھانے

منع کیا اور فرمایا من اکلھا فلا یقربن مسجدنا یعنی جو انہیں کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ آئے اور فرمایا کہ اگر کھانا ہی چاہتے ہو تو پکا کر اس کی بو دور کر لو (مشکوٰۃ شریف صـ۳۷) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ ہرچہ بوئے ناخوش دارد از ماکولات وغیر ماکولات دریں حکم داخل ست۔ یعنی ہر وہ چیز کہ جس کی بو ناپسند ہو اس حکم میں داخل ہے خواہ وہ کھانے والی چیزوں میں سے ہو یا نہ ہو (اشعۃ اللمعات جلد اول صـ۳۲۸) اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "مسجد میں کچا لہسن اور پیاز کھانا یا کھا کر جانا جائز نہیں جب تک کہ بو باقی ہو۔ اور یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس میں بو ہو جیسے گندنا، مولی کچا گوشت اور مٹی کا تیل (بہار شریعت حصہ سوم صـ۱۸۵) اور مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مگر جب کہ اس کی بو بالکل دور کر دی جائے (فتاوی رضویہ جلد سوم صـ۵۹۸) وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از رحمت علی اندراپور۔ بڑگاؤں ضلع گونڈہ

زید نے اپنی زمین میں اس طرح مسجد اور مدرسہ بنانے کی نیت شروع میں کی تھی کہ نیچے مسجد ہوگی اور اس کے اوپر مدرسہ اب مسجد کی چھت لگ چکی ہے اس کے برآمدے کی چھت لگنا باقی ہے زید اپنی نیت کے مطابق مسجد کے اوپر مدرسہ بنانا چاہتا ہے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اب زید مسجد کے اوپر مدرسہ نہیں بنا سکتا کہ مسجد ہو جانے کے بعد اس کی چھت پر مسجد کے علاوہ کسی قسم کی دوسری عمارت بنانا جائز نہیں۔ (بہار شریعت حصہ دہم صـ۷۸) میں ہے "مسجد کی چھت پر امام کے لئے بالاخانہ بنانا چاہتا ہے اگر قبل تمام مسجدیت ہو تو بنا سکتا ہے اور مسجد

ہو جانے کے بعد نہیں بنا سکتا اگرچہ کہتا ہو کہ مسجد ہونے کے پہلے سے میری نیت بنانے کی تھی بلکہ اگر دیوار مسجد پر حجرہ بنانا چاہتا ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں یہ حکم خود واقف اور بانی مسجد کا ہے۔ لہذا جب اسے اجازت نہیں تو دوسرے بدرجۂ اولی نہیں بنا سکتے اگر اس قسم کی کوئی ناجائز عمارت چھت یا دیوار پر بنا دی گئی تو اسے گرا دینا واجب ہے" اھ اور درمختار میں ہے۔ لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذالك لم یصدق تاتار خانیۃ فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد اھ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ ذی القعدہ سنہ ۹۸ھ

مسئلہ:۔ از غلام نبی۔ نئی سڑک کانپور

مسجدوں میں بچوں کو پڑھاتے ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ شریعت کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ دلیل کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

الجواب:۔ اگر بچے ناسمجھ ہیں تو ان کو مسجد میں پڑھانا منع ہے کہ ان کو مسجد میں لے جانے کی اجازت ہی نہیں۔ لیکن اگر مدرس تنخواہ لے کر مسجد میں پڑھاتا ہو تو بہر صورت ناجائز ہے خواہ بچے ناسمجھ ہوں یا بڑی عمر والے سمجھدار اس لئے کہ تنخواہ لے کر پڑھانا دنیاوی کام ہے اور مسجدیں دنیاوی کاموں کے لئے نہیں ہیں الاشباہ والنظائر صنہ ۳۷ میں ہے تکرہ الصناعۃ فیہ من خیاطۃ وکتابۃ باجر وتعلیم صبیان باجر لا بغیرہ۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد میں ناسمجھ بچوں کے لے جانے کی ممانعت ہے حدیث میں ہے جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم۔ خصوصاً اگر پڑھانے والا اجرت لے کر پڑھاتا ہو تو اور بھی زیادہ ناجائز کہ اب کار دنیا ہو گیا اور دنیا کی بات کے لئے مسجد میں جانا

حرام ہے نہ کہ طویل کار کے لئے (فتاوی رضویہ جلد ششم ص۴۴۶) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از محمد یوسف نوری ۳/۳ نیشنل موٹر ورکس ۱۹ چھوٹی گوال ٹولی۔ اندور۔ ایم، پی

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا کیسا ہے۔؟

الجواب:- مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد میں دنیا کی مباح باتیں کرنے کو بیٹھنا نیکیوں کو کھاجاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ فتح القدیر میں ہے الکلام المباح فیہ مکروہ یاکل الحسنات۔ اشباہ میں ہے انہ یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب امام ابو عبداللہ نسفی نے مدارک شریف میں حدیث نقل کی ہے کہ الحدیث فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل البھیمۃ الحشیش مسجد میں دنیا کی بات نیکیوں کو اس طرح کھاتی ہے جیسے چوپایہ گھاس کو۔ غمز العیون میں خزانۃ الفقہ سے ہے من تکلم فی المساجد بکلام الدنیا احبط اللہ تعالیٰ عنہ عمل اربعین سنۃ جو مسجد میں دنیا کی بات کرے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس برس کے عمل اکارت فرمادے۔ اقول ومثلہ لایقال بالرای رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں سیکون فی اٰخر الزمان قوم یکون حدیثھم فی مسٰجدھم لیس للہ فیھم حاجۃ۔ آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کریں گے۔ اللہ عزوجل کو ان لوگوں سے کچھ کام نہیں رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے کلام الدنیا اذا کان مباحا صدقا فی المساجد بلاضرورۃ داعیۃ الیٰ ذالک کالمعتکف یتکلم فی حاجتہ اللازمۃ مکروہ کراھۃ تحریم ثم

ذکر الحدیث وقال فی شرحہ لیس للہ تعالیٰ فیھم حاجۃ ای لا یرید بھم خیرا وانما ھم اھل الخیبۃ والحرمان والاھانۃ والخسران۔ یعنی دنیا کی بات جب کہ فی نفسہ مباح اور سچی ہو مسجد میں بلا ضرورت کرنی حرام ہے ضرورت ایسی جیسے معتکف اپنے حوائج ضروریہ کے لئے بات کرے پھر حدیث مذکور ذکر کرکے فرمایا معنی حدیث یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ نہ کرے گا اور وہ نامراد و محروم و زیاں کار اور اہانت و ذلت کے سزاوار ہیں۔ اسی میں ہے وروی ان مسجدا من المساجد ارتفع الی السماء شاکیا من اھلہ یتکلمون فیہ بکلام الدنیا فاستقبلتہ الملئکۃ وقالوا بعثنا بھلاکھم یعنی مروی ہوا کہ ایک مسجد اپنے رب کے حضور شکایت کرنے چلی کہ لوگ مجھ میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ملائکہ اسے آتے ملے اور بولے ہم ان کے ہلاک کرنے کو بھیجے گئے ہیں۔ اسی میں ہے وروی ان الملئکۃ یشکون الی اللہ تعالیٰ من فتن فم المغتابین والقائلین فی المساجد بکلام الدنیا یعنی روایت کیا گیا کہ جو لوگ غیبت کرتے ہیں (جو سخت حرام اور زنا سے بھی اشد ہے) اور جو لوگ مسجد میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ان کے منہ سے وہ گندی بدبو نکلتی ہے جس سے فرشتے اللہ عزوجل کے حضور ان کی شکایت کرتے ہیں۔ سبحان اللہ جب مباح و جائز بات بلا ضرورت شرعیہ کرنے کو مسجد میں بیٹھنے پر یہ آفتیں ہیں تو حرام و ناجائز کام کرنے کا کیا حال ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۴۰۲) وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از علی جرار۔ گچھور گرنٹ۔ اترولہ۔ گونڈہ

مدرسے کی چھت پہ تعمیر مسجد ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ مدرسہ کی چھت پر مسجد بیت کی طرح مسجد تعمیر ہو سکتی ہے لیکن اگر مسجد عام بنانا چاہیں اور مدرسہ کی زمین وقف ہے تو اس کی چھت

پر مسجد عام کی تعمیر نہیں ہو سکتی کہ مسجد عام کے لئے زمین کا اس کی ملکیت میں ہونا ضروری ہے۔ اور مدرسہ کی موقوفہ زمین مسجد کی ملکیت نہیں ہو سکتی۔ لانہ تغییر الوقف لا یجوز ھٰکذا فی الھندیۃ ہاں اگر مدرسہ کسی کی ملکیت میں ہو اور وہ مدرسہ کو مسجد میں دے دے تو اس صورت میں اس کی چھت پر مسجد عام بنانا بھی جائز ہے۔ وھو سُبحانہ اَعلم بالصَّواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ ر محرم الحرام سنہ ۱۴۰۳ھ

مَسئلہ:۔ از محمد محی الدین۔ ہریا خرد۔ پورندر پور۔ ضلع گورکھپور۔
ایک کافر مسجد میں مصلّے دے یا تعمیر مسجد میں چندہ دے تو اس مصلّے پر نماز پڑھنا یا اس کا پیسہ مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ کافر کی تین قسمیں ہیں۔ ذمی[1]، مستامن[2]، حربی[3]۔ اور ذمی و مستامن کے لئے بادشاہ اسلام کا ذمہ اور امن دینا ضروری ہے لہذا یہاں کے کفار یقیناً نہ تو ذمی ہیں اور نہ مستامن بلکہ حربی ہیں جیسا کہ حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ان ھم الا حربی و ما یعقلھا الا العالمون (تفسیرات احمدیہ صفحہ ۳۰۰) اور کافر حربی کا مال عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرنا ممنوع نہیں یعنی جو عقد مابین دو مسلمان ممنوع ہے اگر کافر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں بشرطیکہ وہ عقد مسلم کے لئے مفید ہو۔ مثلاً ایک روپیہ کے بدلے دو روپیہ لینا جائز ہے بشرطیکہ مکر و فریب اور غدر و بدعہدی نہ ہو تو اپنی خوشی سے اس کے دئے ہوئے مصلیٰ پر نماز پڑھنا اور اس کا روپیہ مسجد کی تعمیر میں لگانا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے مگر نہ لینا بہتر ہے۔ وھو تعالیٰ اَعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ ر مُحرّم الحرام سنہ ۱۴۰۰ھ

مَسئلہ:۔ از احمد عرف بلو پہلوان متولی جامع مسجد اترولہ۔ گونڈہ۔

جنوب

۱

مغرب ۲ مشرق

۳

مسجد کا صحن پہلے لکیر ۱ تک تھا۔ پھر اس کے بعد لکیر ۳ تک وسیع کر دیا گیا اس طرح کہ صحن کے نیچے مسجد کی دو کانیں تھیں لیکن دو کانوں کی چھت اور صحن کی سطح برابر تھی۔ پھر دوسری تعمیر اس طرح کہ لکیر ۱ اور ۲ کے درمیان ایک حد قائم کی گئی اس طرح مسجد کا کچھ صحن دو کانوں میں آگیا۔ اور صحن کی سطح سے دو کان کی سطح تقریباً پانچ فٹ بلند ہو گئی اور چھت کا استعمال اب بھی نماز کے لئے رہے گا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد کے صحن لکیر ۲ سے ۳ تک اس طرح بلند کر دینا کہ داخل مسجد نہ معلوم ہو شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ صورت مسئولہ میں لکیر ۱ سے ۳ تک اگر مسجد کے صحن کی وسعت ہی مقصود تھی مگر ساتھ ہی نشیبی حصہ میں دوکانوں کی تعمیر بھی کر دی گئی تھی تو پھر جدید تعمیر جائز نہیں۔ اور اگر مسجد کا صحن سمجھ کر تعمیر نہ ہوئی تھی اور اس صحن کو مسجد ہونا نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ دوکانوں کی چھت پر وضو کرنا حائضہ عورت اور جنب کا اس پر جانا وہاں دنیا کی باتیں کرنا اور مسجد کے احترام کے خلاف دوسری باتیں کرنا وہاں شرعاً جائز سمجھا جاتا تھا تو یہ جدید تعمیر جائز ہے۔ اور اگر اس وقت کوئی تعیین نہیں کی گئی تھی یا مسجد کے صحن کو وسعت اور دوکانوں کی تعمیر دونوں مقصود تھی یا پہلی تعمیر کی نیت معلوم نہیں۔ مگر بعد تکمیل چھت کو داخل مسجد قرار دے دیا گیا اس طرح کہ ان دوکانوں کی چھت پر نماز پڑھنے والوں کو مسجد میں نماز پڑھنے والا سمجھا جاتا تھا۔ جنب اور حائضہ عورت کا اس پر چلا جانا جائز نہ سمجھا جاتا تھا۔ اور اس پر بغیر اعتکاف کے حقہ، کھانا، اور بیڑی کا پینا معیوب سمجھا جاتا تھا اور اس حصہ پر بھی دنیا کی باتیں کرنا شرعاً ناجائز سمجھا جاتا تھا تو لکیر ۲ سے ۳ تک کے صحن کو اس طرح بلند کر دینا کہ داخل مسجد نہ معلوم

ہو شرعاً جائز نہیں۔ وھو تعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲ ر شعبان المعظم سنہ ۱۳۸۰ھ

نوٹ:۔ صحن مسجد کے بعض حصہ کو اس طرح بلند کر دینا کہ وہ داخل مسجد نہ معلوم ہو اس لئے ناجائز قرار دیا گیا کہ جب وہ حصہ داخل مسجد نہیں معلوم ہوگا تو اسکا احترام مسجد جیسا نہیں ہوگا۔ مگر ایک بڑے ادارہ کے مشہور مفتی نے اس کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا تو راقم الحروف کے فتویٰ کو غلط قرار دے کر بکیر ۲ سے ۳ تک کو قد آدم سے زیادہ بلند کر دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحن کا وہ حصہ جو داخل مسجد تھا بلند ہو جانے کے بعد مستفتی کی تولیت ہی کے زمانہ میں اس حصہ کو کوئی داخل مسجد نہیں سمجھتا تھا اور نہ آج سمجھا جاتا ہے بلکہ اسے مدرسہ خیال کیا جاتا ہے تو مسجد جیسا احترام اس کا نہیں کیا جاتا۔ اسی لئے فقہائے کرام نے فرمایا لا یجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مندرجہ ذیل فتویٰ سے راقم الحروف کے فتویٰ کی تائید ہوتی ہے۔

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ اولاً ایک مسجد کے ایک پہلو میں فرش صحن کے نیچے دوکانات کے آثار تھے مگر ان کی چھت کی بلندی صحن مسجد کی عام سطح سے کہیں ممتاز نہیں تھی یعنی دوکانات کی چھت اور مسجد کا بقیہ صحن سب ایک سطح مستوی تھی اور یہ کل رقبہ ایک فصیل سے محاط تھا۔ اس فصیل کے اندر اندر کل آراضی مسجد اور مصلیٰ تھی اب وہ دوکانات دوبارہ تعمیر ہوئیں فصیل گرا دی گئی صحن مسجد کا وہ جز جو دوکانات کی چھت بنا ہوا تھا دوکانات میں ڈال دیا گیا اور وہ اتنی اونچی پائی گئیں کہ بقیہ صحن سے ایک قد آدم سے زیادہ بلند ہیں۔ اس چھت کے پرنالے دوکانات کے چھپت پر یعنی صحن مسجد میں اتارے گئے اور صحن مسجد کے کنارے پر چھپت کی جڑیں

ایک غرض محدود کر دیا گیا ہے جس پر وہ پرنالے گرتے ہیں اور اس نالے میں بھی لوگ وضو کرنے لگے۔ اس چھت سے ملحق ایک بالاخانہ اور چھت کل کو ایک مکان کی حیثیت سے کرایہ پر اٹھا دیا گیا تاکہ مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ اب یہ چھت مسجد کے حکم میں ہے یا خارج از مسجد؟ اور اس پر ایسے تصرفات جائز ہیں یا نہیں؟ جو مسجد پر ناجائز ہوتے ہیں مثلاً بود و باش رکھنا نجاست ڈالنا وغیرہ اور مذکورہ بالا پرنالے اور نالی قابل قائم رکھنے کے ہیں یا نہیں۔ ثانیاً۔ ایک مسجد کے صحن کا ایک جز مصلے کاٹ کر موڑ پر سے محدود کر دیا گیا بدیں غرض کہ نمازی اس جگہ جوتا اتارا کریں۔ یہ تصرف اور اس جگہ جوتے اتارنا جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب:۔ وہ چھت مسجد ہے اسے مسجد سے توڑ کر دوکان میں ڈال دینا ایک حرام اور اسے بالاخانہ حجرہ کا صحن وگزرگاہ کر دینا دوسرا حرام اور اسے کرایہ پر اٹھا دینا تیسرا حرام اور اس کی آبچک کے لئے مسجد کا ایک اور حصہ توڑ لینا محدود کر دینا اور اس میں وضو ہونا چوتھا حرام غرض یہ افعال حرام در حرام در حرام ہیں فرض ہے کہ ان تمام تصرفات باطلہ کو رد کر کے مسجد مثل سابق کر دیں۔ درمختار میں ہے۔ لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ من مصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال اردت ذالک لم یصدق تاتار خانیۃ فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرۃ منہ ولا ان یجعل شیئاً منہ مستغلا ولا سکنی بزازیہ۔ اسی طرح دوسرے سوال میں جو تصرف کیا گیا اور مسجد کے ایک حصہ کو مسجد سے خارج کر دیا گیا اور اسے جوتا اتارنے کی جگہ بنانا یہ بھی تصرف باطل و مردود حرام ہے۔ اوقاف میں تبدیل و تغیر کی اجازت نہیں۔ لا یجوز تغیر الوقف عن ھیأتہ۔ مسجد کی بجمیع جہات حقوق العباد سے منقطع ہے قال اللہ تعالیٰ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ یہاں بھی وہی حکم ہے کہ فوراً اس ظلم کی منڈیر کو دو

کرکے زمین مسجد شاملِ مسجد کریں (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۴۳۶) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۵ ربیع الآخر ۱۴۱۱ھ

مسئلہ:۔ از عبدالقیوم خاں بگان شاہی جمشید پور

اگر مسجد کی جدید تعمیر ہوا وراس کا تعمیری سامان بچ رہے تو ان کو مسجد (بمعنی موضع صلوٰۃ) علاوہ مسجد ہی کے مصالح کی دیگر جگھوں میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً کرایہ کی دوکان یا مکان یا وضوخانہ وغیرہ کی تعمیر میں۔

الجواب:۔ تعمیری سامان یا اس کے لئے روپیہ اگر کسی نے صرف تعمیر مسجد کے لئے دیا ہے تو وہ سامان کسی بھی طرح تعمیر مسجد ہی میں صرف کیا جائے مسجد کے مصالح میں اسے صرف نہیں کر سکتے۔ اور اگر مسجد کے عام مصالح کے لئے دیا ہے تو اس سے مکان دوکان یا وضوخانہ وغیرہ جو چاہیں تعمیر کر سکتے ہیں فتاویٰ قاضی خان جلد سوم مع ہندیہ ص۳۲۰ میں ہے۔ قوم بنوا مسجداً وفضل من خشبھم شئ قالوا یصرف الفاضل الی بنائہ ولا یصرف الی الدھن والحصیر وھذا اذا سلم اصحاب الخشب الخشب الی المتولی لیبنی بہ المسجد اھ وھو تعالیٰ اعلم ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ:۔ از اعزازی سکریٹری احمد ابراہیم باندرہ۔ بمبئی

ایک مسجد راستے سے قریب اور اسٹیشن بھی قریب ہے مسجد کی بنیاد ایسی ہی ہے ایک وقت تھا کئی برس پہلے یہ چھوٹی جگہ تھی اور چند مصلی نماز پڑھتے تھے مسجد کے متولی جگہ کو رفتہ رفتہ وسیع کرتے گئے اس کے بعد میونسپلٹی کا مقدمہ ہوا جہاں متولیان نے مقدمہ جیت لیا اور مسجد کی جگہ رجسٹرڈ ہوگئی جس کا نمبر ۷۸۷ ہے اور میونسپلٹی نمبر ۳ ہے مسجد کا کاروبار ایک جماعت چلاتی ہے

اور چند سال سے مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ وصول کیا جا رہا ہے اور چندے کی رقم کافی جمع ہو چکی ہے اب متولیان نے مسجد بنانے کا نیا پلان میونسپلٹی آفس میں داخل کیا ہے مگر جگہ چھوٹی ہونے کی وجہ سے وہ پلان منظور نہیں ہو رہا ہے جس کا رقبہ ۲۸۱ فٹ مربع ہے اسی وجہ سے جمعہ وعیدین وتراویح کی نماز باہر سڑک پر پڑھی جاتی ہے مسجد کی جگہ کسی کی نہیں ہے اور وقف بھی نہیں ہے۔ اس میں دوسرے خیر خواہ لوگوں نے کوشش کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسجد اگر شہید کرکے بنائی جائے یا مرمت کی جائے تو دس فٹ جگہ چھوڑنی پڑتی ہے اس کے سوا دوسری ایک رائے اور پیش کی گئی کہ مسجد یہاں سے ہٹائی جائے اور جگہ راستے کے لئے میونسپلٹی کو دی جائے تو میونسپلٹی مسجد کے جنوبی حصہ میں جہاں دیوار ہے وہ دیوار کے اندر حصہ میں میونسپلٹی کی جگہ سے دوگنی جگہ دے رہی ہے ایسی صورت میں ہمیں کون سی راہ اختیار کرنی چاہئے۔ مذکورہ صورت میں شرع کیا اجازت دیتی ہے؟

الجواب:۔ مسجد کے کل یا بعض حصے کو کسی قیمت پر چھوڑ دینا ہرگز جائز نہیں۔ بہار شریعت ص ۱۴۲ میں ہے مسجد تنگ ہو گئی ایک شخص کہتا ہے مسجد مجھے دے دو میں اسے اپنے مکان میں شامل کرلوں اور اس کے عوض وسیع اور بہترین زمین تمہیں دیتا ہوں تو مسجد کو بدلنا جائز نہیں انتہی بالفاظہ اور فتاوی عالمگیری جلد دوم مصری ص ۴۵۶ میں ہے۔ لوکان مسجد فی محلۃ ضاق علی اھلہ ولا یسعھم ان یزیدوا فیہ فسألھم بعض الجیران ان یجعلوا ذالک المسجد لہ لیدخل ھو فی دارہ ویعطیھم مکانہ عوضا ماھو خیرا لہ فیسع فیہ اھل المحلۃ قال محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ لا یسعھم ذالک کذا فی الذخیرۃ۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۱ رجمادی الاخری ۱۳۸۷ھ

مسئلہ:۔ مولوی مقبول احمد سیٹھ ڈائی میکر کیراف اقبال میٹر ورکس اکبر لالہ کمپاؤنڈ آزاد نگر گھاٹ کوپر بمبئی ۸۶
عام طور پر یہ رائج ہے کہ جب ایک شخص کسی سے کوئی مال خرید تاہے اور بیچنے والے کو کچھ رقم بیعانہ دیتاہے پھر کسی وجہ سے وہ مال لینے سے انکار کر دیتا ہے یعنی بیع کو فسخ کر دیتاہے تو بیچنے والا بیعانہ کی رقم ضبط کر لیتاہے خریدار کو واپس نہیں کرتا۔ تو یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ جب کہ بیچنے والے نے خریدار کے انکار کو مان لیا اور بیع کا فسخ منظور کر لیا تو بیعانہ کی رقم واپس کرنا اس پر لازم ہے۔ اگر نہیں واپس کرے گا تو سخت گنہگار حق العبد میں گرفتار ہوگا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ بیع نہ ہونے کی حالت میں بیعانہ ضبط کر لینا جیسا کہ جاہلوں میں رواج ہے ظلم صریح ہے۔ قال اللہ تعالیٰ لاتاکلوا امولکم بینکم بالباطل پھر چند سطر کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ بیع کو فسخ ہو جانا مان کر مبیع نہ دے اور روپے اس جرم میں کہ تو کیوں پھر گیا ضبط کرلے ھل ھذا الاظلم صریح (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صـ) وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از عبداللہ محلہ نارائن نگر۔ گھاٹ کوپر بمبئی۔
اسمگلنگ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ یعنی دوسرے ملک سے چاندی سونا یا گھڑی اور کپڑا وغیرہ لاکر اپنے ملک میں بیچنا شرع کے نزدیک کیسا ہے جب کہ ملکی قانون کے اعتبار سے جرم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ جس صورت میں سونا چاندی اور گھڑی وغیرہ دوسرے ملک سے لاکر اپنے ملک میں فروخت کرنا ملکی قانون کے اعتبار سے جرم ہے اس سے ازروئے شرع ہر مسلمان کو بچنا لازم ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں الصور المباحۃ مایکون جرما فی القانون ففی اقتحامہ تعریض النفس للاذی والاذلال وھو لا یجوز فیجب التحرز عن مثلہ (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص۱۱۵)

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از اصغر علی سپروائزر۔ پیر ولی بازار۔ گورکھپور
بکر کے پاس زید سو روپئے قرض مانگنے کے لئے گیا۔ بکر نے کہا میں روپیہ قرض نہیں دوں گا البتہ سوا سو روپیہ کا غلہ ہم سے لے جاؤ اور کسی کے ہاتھ بیچ ڈالو تو تم کو کم سے کم سو روپئے ضرور مل جائیں گے چنانچہ بکر نے سوا سو روپیہ کا غلہ دیا اس غلہ کو خالد نے سو روپئے میں ادھار خرید کر اسی بکر کے پاس لے جا کر سو روپیہ میں نقد بیچا اور سو روپیہ بکر سے لے کر زید کو دے دیا اس طرح زید کو صرف سو روپئے ملے مگر اس کو دینے پڑیں گے سوا سو روپئے تو زید بکر کا اس طرح معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بکر اکثر اس طرح کا معاملہ کیا کرتا ہے۔

الجواب: یہ صورت بیع عینہ کی ہے جس کو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکروہ فرمایا ہے۔ کیونکہ قرض کی خوبی اور حسن سلوک سے محض نفع کی خاطر بچنا چاہتا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اچھی نیت ہو تو اس میں حرج نہیں بلکہ بیع کرنے والا مستحق ثواب ہے کیونکہ وہ سود سے بچنا چاہتا ہے اور مشائخ بلخ نے فرمایا کہ بیع عینہ ہمارے زمانہ کی اکثر بیعوں سے بہتر ہے ھکذا فی بہار شریعت اور امام قاضی خاں اپنے فتاویٰ میں سود سے بچنے کی صورتیں لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ حیلۃ اخریٰ ان یبیع المقرض من المستقرض سلعۃ بثمن مؤجل و یدفع السلعۃ الی المستقرض ثم ان المستقرض یبیعھا من غیرہ باقل مما اشتری ثم ذالک الغیر یبیعھا

من المقرض بما اشتری لتصل السلعۃ بعینها و یاخذ الثمن و یدفعہ الی المستقرض فیصل المستقرض الی القرض و یحصل الربح للمقرض وھذہ الحیلۃ ھی العینۃ التی ذکرھا محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ و قال مشائخ بلخ بیع العینۃ فی زماننا خیر من البیوع التی تجری فی اسواقنا وعن ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہ قال العینۃ جائزۃ ماجورۃ وقال اجرہ لمکان الفرار من الحرام وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۴ر صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

مسئلہ:۔ از عبداللطیف خاں۔ برگدوا۔ ضلع گونڈہ

گوبر، لید اور پاچک جس کو ہندوستان کے بعض علاقوں میں اُپلا اور کنڈہ کہتے ہیں ان کی خرید و فروخت اور ان کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ گوبر، لید، مینگنی اور اپلے کا خریدنا بیچنا اور ان کا استعمال کرنا و جلانا جائز ہے: بحرالرائق پھر ردالمحتار باب بیع الفاسد میں ہے یجوز بیع السرقین والبعر والانتفاع بہ والوقود بہ کذا فی السراج الوھاج۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از ارشاد حسین صدیقی بانی مدرسہ امجدیہ سنڈیلہ۔ ضلع ہردوئی

زید آڑھت میں اپنا مال بیچنے کے لئے پہنچاتا ہے اور آڑھت دار سے کچھ رقم پیشگی لے لیتا ہے کہ مال فروخت ہونے پر حساب کرلیں گے تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ زید اگر آڑھتدار سے قرض لیتا ہے تو اس کی خوشی سے لینا جائز ہے آڑھت میں مال پہونچانے کے سبب اس پر جبر نہیں کر سکتا اور اگر آڑھتدار سے اپنے مال کی قیمت پیشگی لیتا ہے اس شرط پر کہ فروخت ہونے کے بعد حساب ہو جائے گا تو حرام ہے ھکذا فی الجزء السابع من

الفتاویٰ الرضویہ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از محمد سعید اشرفی امام مکہ مسجد اشرف نگر باسنی ضلع ناگور۔ راجستھان۔ کسی سامان کو نقد کم قیمت پر اور اُدھار زیادہ قیمت پر بیچنا بہار شریعت حصہ یازدہم ص۷۹ پر جائز لکھا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو بیع سے منع فرمایا ہے۔ تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے بینوا توجروا

الجواب:۔ حدیث شریف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نقد کم دام پر اور ادھار زیادہ دام پر بیچنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک عقد میں دوسرا عقد جائز نہیں۔ مثلاً غلام اس شرط پر بیچا کہ بائع ابھی اس سے ایک ماہ خدمت لے گا یا گھر اس شرط کے ساتھ بیچا کہ بیچنے والا ابھی اس میں ایک ماہ رہے گا تو چونکہ یہ عقد بیع کے ساتھ دوسرا عقد اجارہ یا اعارہ بھی ہے اس لئے جائز نہیں ہے۔ حضرت شیخ برہان الدین ابو الحسن علی مرغینانی علیہ الرحمۃ والرضوان اسکے عدم جواز کی علت لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ لانہ لوکان الخدمۃ والسکنیٰ یقابلھما شیئ من الثمن یکون اجارۃ فی بیع ولو کان لا یقابلھما یکون اعارۃ فی بیع وقد نھی النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن صفقتین فی صفقۃ (ہدایہ جلد سوم ص۴۴) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۴؍شوال ۱۴۱۵ھ

مسئلہ:۔ از محمد طاہر مدرسہ اسلامیہ فیضان العلوم راجمندر خرد برگدہی پورندر پور۔ ضلع گورکھپور۔

ہندوستان کے کافر حربی ہیں یا ذمی یا مستامن؟ ان کے اموال

عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ زید کا کہنا ہے کہ فتاویٰ عزیزیہ میں موجود ہے کہ ہندوستان کے کافروں کے اموال عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرنا جائز ہے اور بکر اس کے خلاف ہے بلکہ زید یہ بھی کہتا ہے کہ ہندوستان کے کافر حربی ہیں اور حربی کافر کا سامان عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں۔ نیز ان کا مال چونکہ مباح ہے کھانا عقود فاسدہ کے ذریعہ۔ اس لئے ان سے سود بھی لے سکتے ہیں۔ اور اگر کافر اپنے آپ سود دے تو اس کا لینا جائز ہے۔ یہ بات از روئے شرع کہاں تک درست ہے۔ مع حوالہ رقم فرمائیں۔

الجواب:۔ ہندوستان کے کافر حربی ہیں جیسا کہ رئیس الفقہاء حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ان ھم الا حربی وما یعقلھا الا العالمون (تفسیر احمدیہ ص۳۰۰) اور ان کے اموال عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں عقد فاسد کے ذریعہ کافر حربی کا مال حاصل کرنا ممنوع نہیں یعنی جو عقد مابین دو مسلمان ممنوع ہے اگر کافر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقد مسلم کے لئے مفید ہو مثلاً ایک روپیہ کے بدلے دو روپیہ خریدے یا اس کے ہاتھ مردار کو بیچ ڈالا کہ اس طریقہ پر مسلمان سے روپیہ حاصل کرنا شرع کے خلاف اور حرام ہے اور کافر سے حاصل کرنا جائز ہے (بہار شریعت جلد یازدہم ص۱۵۲) اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ روپیہ دے کر کافر حربی سے نفع حاصل کرنا جائز ہے مگر اسے سود کی نیت سے نہ لے کہ سود مطلقاً حرام ہے قَالَ اللہ تعالیٰ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ صفر المظفر سنہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:۔ از راحت علی۔ محلہ پرانا گورکھپور۔ شہر گورکھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ آم کی فصل بور آتے ہی ایک غیرمسلم کے ہاتھ بیچ دی گئی تو اس طرح بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ پیسہ مسلمان کے لئے حلال ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ بور آتے ہی آم کی فصل بیچنا جائز نہیں۔ اور اگر آم کے پھل ظاہر ہو چکے ہیں مگر کام کے قابل نہیں ہیں تو ان کا بیچنا جائز ہے مگر اس شرط پر جائز نہیں ہے کہ جب تک پھل تیار نہ ہوں گے درخت پر رہیں گے ہاں اگر بغیر شرط کے خرید وفروخت ہو پھر بیچنے والا تیار ہونے تک پھلوں کو درخت پر رہنے دے تو حرج نہیں۔ بہار شریعت جلد ۱۱ ص۸۸ میں ہے "پھل اس وقت بیچ ڈالے کہ ابھی نمایاں بھی نہیں ہوئے ہیں یہ بیع باطل ہے اور اگر ظاہر ہو چکے ہیں مگر قابل انتفاع نہیں ہیں تو یہ بیع صحیح ہے مگر مشتری پر فوراً توڑ لینا ضروری ہے اور اگر یہ شرط کر لی ہے کہ جب تک تیار نہیں ہوں گے درخت پر رہیں گے تو بیع فاسد ہے اور اگر بلاشرط خریدے ہیں مگر بائع نے بعد بیع اجازت دی کہ تیار ہونے تک درخت پر رہنے دو تو اب کوئی حرج نہیں۔ انتہیٰ کلام صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ۔ اور فتاویٰ عالم گیری جلد سوم مطبوعہ مصر ص۹۷ میں ہے بیع الثمار قبل الظہور لایصح اتفاقًا فان باعہا بعد ان تصیر منتفعا بہا یصح وان باعہا قبل ان تصیر منتفعا بہا بان لم تصلح لتناول بنی آدم وعلف الدواب فالصحیح انہ یصح وعلی المشتری قطعہا فی الحال ہذا اذا باع مطلقا او بشرط القطع فان باع بشرط الترک فسد البیع اھ اور اس قسم کی جائز بیع کو فسخ کر دینا متعاقدین پر واجب ہے اگر فسخ نہ کریں گے تو دونوں گنہ گار ہوں گے درمختار مع ردالمحتار جلد چہارم ص۱۲۵ میں ہے یجب علی کل واحد منہما فسخہ قبل القبض او بعدہ مادام المبیع بحالہ جوہرۃ فی یدی المشتری اعداما للفساد لانہ معصیۃ فیجب رفعہا بحر اھ ملخصًا مگر ہندوستان کے کافر حربی ہیں جیسا کہ حضرت ملاجیون رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ان ھم الاحربی لایعقلھا الا العالمون (تفسیرات احمدیہ ص۳۰۰) اور کافر حربی کا مال عقد فاسد کے ذریعہ حاصل کرنا ممنوع نہیں۔ بہار شریعت جلد ۱۱ ص۱۵۳ میں ہے عقد فاسد کے ذریعہ کافر حربی کا مال حاصل کرنا ممنوع نہیں یعنی جو عقد مابین دو مسلمان ممنوع ہے اگر کافر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقد مسلم کے لئے مفید ہو۔ اھ۔ اور رد المحتار جلد چہارم ص۱۸۸ میں ہے لو باعھم درھما بدرھمین او باعھم میتۃ بدراھم او اخذ مالا منھم بطریق القمار فذالک کلہ طیب لہ اھ لہٰذا بور آتے ہی آم کی فصل بیچ کر جو پیسہ یہاں کے کافر سے لیا گیا وہ مسلمان کے لئے حلال و طیب ہے البتہ مسلمان کے ہاتھ اس قسم کی بیع جائز نہیں۔ ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

۱۵ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از محمد اقبال اشرفی ۶۵۲ روی وار پیٹھ پونہ ۲

(۱) ـــــ دار الاسلام کسے کہتے ہیں؟

(۲) ـــــ دار الحرب کسے کہتے ہیں؟

الجواب:۔ (۱) ـــــ دار الاسلام وہ ہے کہ جہاں بادشاہ اسلام کا حکم جاری ہو۔ یا اس طرح کہ بر وقت وہاں سلطنت اسلامی موجود ہو یا پہلے وہاں سلطنت اسلامی رہی ہو اور کافر کے قبضہ کرنے کے بعد شعائر اسلام جمعہ اور اذان و اقامت وغیرہا کلاً یا بعضاً برابر اب تک جاری ہوں جیسے کہ ہندوستان افغانستان اور ایران وغیرہ جیسا کہ شرح نقایہ میں کافی سے ہے دار الاسلام ما یجری فیہ حکم امام المسلمین اور فتاویٰ رضویہ جلد سوم میں فصول عمادی سے ہے ان دار الاسلام لا تصیر دار الحرب اذا بقی شیٔ من احکام الاسلام وان زال غلبۃ اھل الاسلام۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) ــــــ دارالحرب وہ ہے کہ جہاں بادشاہ اسلام کا حکم کبھی جاری نہ ہوا ہو جیسے روس، فرانس، جرمن اور پرتگال وغیرہا یورپ کے اکثر ممالک یا بادشاہ اسلام کے احکام جاری ہوئے ہوں مگر پھر غلبہ کفار کے بعد شعائر اسلام بالکل مٹا دیئے گئے ہوں اور وہاں کوئی مسلمان امان اول پر باقی نہ ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ دارالحرب سے ملحق ہو سلطنت اسلامیہ میں محصور نہ ہو جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے فی الزیادات انما تصیر دارالاسلام دارالحرب بشروط ثلاثۃ احدھا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتھار وان لا یحکم فیھا بحکم الاسلام والثانی ان تکون متصلۃ بدارالحرب لا یتخلل بینھما بلد من بلاد الاسلام والثالث ان لا یبقی فیھا مومن ولا ذمی بامانہ الاول اھ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ :۔ از ابرار احمد۔ امجدی منزل اوجھاگنج۔ ضلع بستی

زید جو مال نقد خریدنے والوں کو دس روپئے میں دیتا ہے وہی مال ادھار خریدنے والوں کو بارہ روپئے میں دیتا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ جو مال نقد خریدنے والوں کو دس روپئے میں دیتا ہے وہی مال اُدھار خریدنے والوں کو دس روپئے کی بجائے بارہ، پندرہ یا اس سے زیادہ میں دینا جائز ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں قرضوں سے بیچنے میں نقد بیچنے سے دام زائد لینا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا یہ باہمی تراضیٔ بائع و مشتری پر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۴۷۲) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از مظفر پور (بہار)

اگر بہت زیادہ محتاج ہو کہ فاقہ کی نوبت ہو اور کہیں سے قرض حسن نہ ملے تو اس صورت میں سودی قرض لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ فقہائے کرام نے سود سے بچنے کی جو صورتیں بیان کی ہیں جن میں سے بعض کا ذکر بہار شریعت کے گیارہویں حصہ میں ہے اگر اس طرح بھی قرض نہ مل سکے تو صحیح شرعی مجبوری کی صورت میں سودی قرض لینا جائز ہے، الاشباہ والنظائر ص۹۲ میں ہے۔ فی القنیۃ والبغیۃ یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:۔ سود دینے والا اگر حقیقۃً صحیح شرعی مجبوری کے سبب دیتا ہے اس پر الزام نہیں۔ درمختار میں ہے یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح۔ اور اگر بلا مجبوری شرعی سود دیتا ہے مثلاً تجارت بڑھانے یا جائداد میں اضافہ کرنے یا اونچا محل بنوانے یا اولاد کی شادی میں بہت کچھ لگانے کے واسطے سودی قرض لیتا ہے تو وہ بھی سود کھانے والے کے مثل ہے (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۲۴۲) وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل مجدہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ مسئولہ مولانا محمد امام بخش قادری تبلیغی مدرسہ تبلیغیہ فیض الرسول مہوا۔ ضلع ویشالی۔ بہار

زید کہتا ہے کہ حدیث شریف میں ہے لاربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب یعنی دار الحرب میں مسلمان اور کافر کے درمیان سود نہیں۔ اور ہندوستان دار الاسلام ہے دار الحرب نہیں لہٰذا یہاں پر مسلمان اور حربی کافروں کے درمیان سود ہے تو زید کا قول صحیح ہے کہ نہیں؟

الجواب:۔ زید کا قول صحیح نہیں اس لئے کہ حدیث شریف میں

دارالحرب کی قید یا تو احترازی نہیں ہے واقعی ہے کہ اس زمانہ میں کافروں میں سے صرف ذمی اور مستامن دارالاسلام میں رہتے تھے اور حربی دارالحرب ہی میں رہتا تھا اس لئے کہ بغیر امان لئے اگر وہ دارالاسلام میں داخل ہوتا تو اس کی جان و مال محفوظ نہ رہتے جیسا کہ ردالمحتار جلد سوم ص۲۴۸ میں ہے لودخل دارنا بلا امان کان و مامعہ فیأ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فی دارالحرب فرمادیا نہ اس لئے کہ حربی کافر کبھی دارالاسلام میں رہے تو مسلمان اور اس کے درمیان سود ہو جائے گا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً یعنی اے ایمان والو! دونا دون سود نہ کھاؤ۔ (پ۴ ع ۵) تو اس آیت کریمہ میں دونا دون کی قید احترازی نہیں ہے کہ دونادون سے کچھ کم و بیش سود کھانا جائز ہے بلکہ اس زمانہ میں لوگ عام طور پر دونا دون سود کھاتے تھے اس لئے فرمایا کہ دونا دون سود نہ کھاؤ رئیس الفقہاء حضرت ملاجیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں انما قید بہ اجراء علیٰ عادتھم والا فھو حرام مطلقا غیر مقید بمثل ھذا القید (تفسیرات احمدیہ ص۱۴۴) اور یا تو حدیث شریف میں فی دار الحرب کی قید مستامن کو نکالنے کے لئے ہے یعنی جب حربی مستامن ہو جائے تو اس کے اور مسلمان کے درمیان سود ہے اس لئے کہ امان کے سبب اس کا مال مباح نہیں رہ جاتا کہ عقود فاسدہ کے ذریعہ اس کو مسلمان حاصل کر سکے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ محل اخذ کا دارالحرب ہونا ضروری نہیں۔ مسئلہ حربی میں قید دارالحرب ذکر فرمائی اس کا منشا اخراج مستامن ہے کہ اس کا مال مباح نہ رہا ردالمحتار میں ہے قولہ ثمہ ای فی دارالحرب قید بہ لانہ لودخل دارنا بامان فباع منہ مسلم درھما بدرھمین لایجوز اتفاقا عن المسکین ہدایہ میں ہے لا ربا بین المسلم والحربی فی دارالحرب بخلاف المستامن منھم لان مالہ صار محظورا بالعقد

الامان اھ۔ ملخصاً فتح القدیر میں بسوط سے ہے اطلاق النصوص فی المال المحظور وانما یحرم علی المسلم اذا کان بطریق الغدر فاذا لم یاخذ غدرا فبای طریق اخذہ حل بعد کونہ برضا بخلاف المستامن منہم عندنا لان مالہ صار محظورا بالامان فاذا اخذہ بغیر الطریق المشروعۃ یکون غدرا۔ اھ تلخیصاً (فتاوی رضویہ جلد ہفتم ص۸۸) وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از شکیل احمد نوری دواخانہ باری مسجد جگتدل ضلع چوبیس پرگنہ۔ بنگال

(۱) ــــــ دوکان یا مکان کے لئے بینک سے قرضہ لینا جائز ہے یا نہیں؟
(۲) ــــــ ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندوستان کے کافروں سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ (۱) ــــــ بینک اگر مسلمان کا ہے یا مسلم اور غیر مسلم کا مشترکہ ہے تو ایسے بینک سے سود دینے کی شرط پر قرض لینا حرام ہے اور سود دینے والا بھی لینے والے کے مثل گنہگار ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں پر لعنت فرمائی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربوا ومؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء۔ یعنی سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود لینے والوں، سود دینے والوں، سودی دستاویز لکھنے والوں اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ وہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں (مسلم شریف) اور اگر بینک یہاں کے خالص کافروں کا ہے تو اگرچہ ایسے بینک سے زائد رقم دینے کی شرط پر دوکان وغیرہ کے لئے روپیہ لانا شرعاً سود نہیں کہ یہاں کے کفار حربی ہیں اور مسلمان وحربی کے درمیان سود نہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف

میں ہے۔
لاربا بین المسلم والحربی مگر ایسے بینک سے بھی بلا ضرورت شدیدہ قرض لانا اور انہیں نفع دینا منع ہے۔

(۲) ــــــ یہاں کے کافروں کو قرض دے کر زائد رقم لینا جائز ہے کہ وہ حربی ہیں جیسا کہ رئیس الفقہاء حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ ان ھم الا حربی وما یعقلها الا العالمون (تفسیرات احمدیہ صفحہ ۳۰۰) مگر زائد رقم سود کی نیت سے نہ لے کہ سود مطلقاً حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وحرم الربٰو
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ اگر قرض دیا اور زیادہ لینا قرار پایا تو مسلمان سے حرام قطعی اور ہندو سے جائز جبکہ اسے سود سمجھ کر نہ لے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۹۳) وھو سبحانہ اعلم بالصواب۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

مسئلہ:۔ از فضل الرحمٰن انصاری۔ گورکھپور

(۱) ــــــ تجارت میں دو چار گنا یا آٹھ گنا نفع لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ــــــ گورنمنٹ لاٹری کا جو روپیہ ملتا ہے اس کا لینا کیسا ہے؟

(۳) ــــــ گورنمنٹ کی تنخواہ کے علاوہ کمیشن کے طور پر ٹھیکیداروں کے ذریعہ کمپنیوں سے جو روپیہ ملتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ (۱) ــــــ جائز ہے عند الشرع کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ جھوٹ نہ بولے کہ میری اتنے میں پڑی ہے یا میں نے اتنے میں خریدی ہے۔ ردالمحتار میں ہے لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ۔ اھ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) ــــــ لاٹری ایک قسم کا جوا ہے اور جوا حرام ہے۔ جو شخص لاٹری کا ٹکٹ خریدے اس پر توبہ و استغفار لازم ہے لیکن اگر کسی کو اس طرح

روپیہ مل گیا ہو تو حلال ہے کہ گورنمنٹ خالص حربی کافروں کی ہے۔
ردالمحتار جلد چہارم صفحہ ۱۸۸ میں ہے۔ لو باعھم درھما بدرھمین او
باعھم میتۃ بدراھم او اخذ مالا منھم بطریق القمار فذالک کلہ طیب
لہ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
(۳) جائز ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ ربیع الآخر سنہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از عبدالقادر مدرسہ مصباح العلوم بدھیانی خلیل آباد بستی

محترم المقام حضور مفتی صاحب قبلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ
مزاج عالی! گذارش خدمت اقدس اینکہ میں آپ سے کچھ باتیں سمجھنا
چاہتا ہوں لہذا مدلل سمجھا دیں۔

(۱) ـــــ ہندوستان دارالاسلام ہے اور حکومت ہندی ہے تو
کیا مسلمان اس ہندی حکومت کے بینک میں روپیہ جمع کر کے نفع لے سکتا
ہے؟ بکر کہتا ہے کہ ہندو گورنمنٹ کے بینک سے جو سود ملتا ہے وہ سود نہیں
ہوتا بلکہ نفع ہے۔ اس کو لینا جائز ہے دینا جائز نہیں، سود تو
مسلمان مسلمان کے درمیان ہوتا ہے اور زید کہتا ہے کہ بینک یا ڈاکخانہ
سے جو زیادتی ملتی ہے سب سود ہے اگرچہ غیر مسلم کے بینک سے۔ دونوں میں
کون صحیح ہے۔

(۲) ـــــ تاڑی جو کھجور اور تاڑ کے درخت سے ہے ان کا پینا کیسا ہے؟

(۳) ـــــ لاؤڈ سپیکر جو کہ بارات اور میلاد میں بجاتے ہیں اس سے
جو آمدنی ہوتی ہے یہ آمدنی کیسی ہے۔

(۴) ـــــ زنا کے ذریعہ جو بچہ پیدا ہوا اس کو مسلمان کہہ سکتے ہیں کہ نہیں اور
بچہ بھی اس زنا کے عذاب میں گرفتار رہے کہ نہیں؟

الجواب :- وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ

(۱) ـــــ بکر کا قول صحیح ہے وہ رقم جائز ہے اس کا لینا جائز ہے وہ شرعاً سود نہیں کہ سود کے لئے مال کا معصوم ہونا شرط ہے طحطاوی علی الدر اور شامی میں ہے شرط الربا عصمة البدلین اور ہندوستان کے تمام کفار حربی ہیں اس لئے کہ کفار کی تین قسمیں ہیں۔ ذمی، مستامن، حربی۔ اور یہاں کے کفار یقیناً نہ تو ذمی ہیں اور نہ تو مستامن بلکہ حربی ہیں اس لئے کہ ذمی اور مستامن ہونے کے لئے بادشاہ اسلام کا ذمہ اور امن دینا ضروری ہے رئیس الفقہاء، عارف باللہ حضرت ملاجیون استاذ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما تفسیرات احمدیہ صفحہ ۳۰۰ میں زیر آیت حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ الخ فرماتے ہیں۔ ان ھم الا حربی لا یعقلها الا العالمون تو جب یہاں کے کفار حربی ٹھہرے تو ان کا مال مباح ہے بشرطیکہ ان کی رضا سے ہو غدر اور بدعہدی نہ ہو۔ لہٰذا وہ بینک جو خالص غیر مسلموں کے ہیں ان میں روپیہ جمع کرنے پر جو زیادتی ملتی ہے اس کا لینا جائز ہے کہ وہ اپنی خوشی سے دیتے ہیں۔ اور لینے میں اپنی عزت و آبرو کا کوئی خطرہ بھی نہیں وہ رقم کسی کے سود کہہ دینے سے سود نہ ہوگی اسے اپنے ہر جائز کام میں استعمال کرسکتا ہے۔ وھو تعالیٰ [illegible]۔

(۲) ـــــ تاڑی نشہ آور ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے حدیث شریف میں ہے کل مسکر حرام اور فقیہ اعظم ہند مرشدی صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ تاڑی بیشک حرام ہے کہ اس میں نشہ ہوتا ہے (فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۱۹۰)

(۳) ـــــ لاؤڈ سپیکر اگر جائز کام میں استعمال کیا گیا جیسے میلاد شریف اور تقریر و وعظ وغیرہ میں تو اس کی آمدنی جائز ہے اور اگر ریکارڈ بجانے ناچ بجانے یا اس قسم کے دوسرے ناجائز کاموں میں استعمال کیا گیا تو اس کی

آمدنی ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ـــــــ اگر ماں مسلمان ہے تو بچہ بھی مسلمان ہے اور زنا کا گناہ بچہ پر نہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳ر صفر المظفر سنہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ:۔ از جیش محمد صدیقی برکاتی دارالعلوم حنفیہ جنک پور دھام (نیپال)

محترم المقام لائق صد احترام حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم۔ عرض یہ ہے کہ ایک شبہہ کا ازالہ فرمادیں کرم ہوگا۔ وہ یہ کہ بہار شریعت حصہ یازدہم ص۱۷۵ پر بیع سلم کے سلسلہ میں مرقوم ہے کہ مسلم فیہ وقت عقد سے ختم میعاد تک برابر دستیاب ہوتا رہے الخ اور ص۱۷۷ پر ہے کہ نئے گیہوں میں سلم کیا اور ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ہیں یہ ناجائز ہے یہی اردو عالمگیری ص۱۱۱ میں لکھا ہے قانون شریعت میں بھی یہی تحریر ہے اور ہدایہ جلد دوم باب سلم میں جو حدیث شریف مروی ہے نیز صاحب ہدایہ کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع سلم اس نئے دھان میں جائز نہ ہونا چاہئے جو ابھی موجود نہ ہوئے ہیں. قدوری وغیرہ میں بیع سلم کے جواز سے متعلق جو شرائط مذکور ہیں ان سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ہمارے اطراف میں اگھن آنے سے ایک دو ماہ قبل نئے دھان پر روپئے دیتے ہیں وہ جائز نہ ہو کیونکہ مسلم فیہ وقت عقد موجود نہیں ہے نہ بازار میں نہ گھر میں بلکہ کھیت میں پودا کی صورت میں ہے اور بہار شریعت نیز عالمگیری، ہدایہ، قدوری وغیرہ کی عبارات سے ظاہر ہے کہ جائز نہ ہوا ور آپ نے اپنی کتاب انوار الحدیث میں یہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔ مثلاً زید نے فصل تیار ہونے سے پہلے بکر سے کہا کہ آپ سو روپئے ہمیں دیجئے۔ الخ۔ بخاری اور مسلم کی جن حدیثوں کو آپ نے پیش کیا ہے ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیع سلم نئے گیہوں اور نئے دھان وغیرہ میں جو ابھی پیدا نہ ہوئے ہیں جن کی فصل تیار

نہ ہوئی ہے جائز ہے لہٰذا رفع اشکال کی کیا صورت ہوگی تحریر فرمائیں۔

الجواب:۔ حضرت مولانا المحترم زید احترامکم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ ـــــــ بیشک بیع سلم کی صحت کے شرائط میں سے ہے کہ مسلم فیہ وقت عقد سے ختم میعاد تک برابر دستیاب ہوتا رہے اس لئے کہ پوری میعاد میں مسلم فیہ کے تسلیم پر بائع کا قادر ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ پیدا ہونے سے پہلے نئے گیہوں اور دھان میں بیع سلم ناجائز ہے مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ گیہوں یا دھان جب تک کہ قابل انتفاع نہ ہوں ان کی بیع سلم جائز نہیں اور جب قابل انتفاع ہو گئے تو جائز ہے اگرچہ وہ ابھی کھیت سے نہ کاٹے گئے ہوں اس لئے کہ بائع مسلم فیہ کے تسلیم پر قادر ہے حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لاتسلفوا فی الثمار حتی یبدو صلاحھا۔ یعنی پھلوں کی درستگی ظاہر ہونے سے پہلے ان کی بیع سلم مت کرو۔ ثابت ہوا کہ جب پھلوں کی درستگی ظاہر ہو جائے یعنی وہ قابل انتفاع ہو جائیں تو ان کی بیع سلم جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس حالت میں ہلاک نادر ہو۔ لان النادر کالمعدوم اور اگر قابل انتفاع ہونے کے بعد بھی اکثر ہلاک ہو جاتا ہو جیسے کہ بعض نشیبی علاقوں میں دھان وغیرہ سیلاب سے اکثر ہلاک ہو جاتے ہیں تو اگر اس صورت میں بازاروں میں دھان نہ ملتے ہوں تو جب تک کھیت سے کاٹ کر محفوظ نہ کر لئے جائیں ان کی بیع سلم ناجائز ہے لان الغالب فی احکام الشرع کالمتیقن۔ لہٰذا آپ کے اطراف میں اگر قابل انتفاع ہونے سے پہلے نئے دھان کی بیع سلم کرتے ہیں اور اس وقت نئے دھان بازاروں میں نہیں پائے جاتے تو اس طرح بیع سلم کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں بائع نئے دھان کے تسلیم کرنے پر قادر نہیں ہاں اگر نئے دھان کی قید نہ ہو بلکہ متعاقدین میں یہ طے ہو کہ بائع دھان دے گا خواہ نیا دے یا پرانا مشتری کو اعتراض نہ ہوگا تو اس صورت میں اگہن سے ایک دو ماہ پہلے

دھان کی بیع سلم جائز ہے بشرطیکہ دھان اس علاقہ کے بازاروں میں اس وقت مل سکتا ہو۔ لان البائع قادر علی تسلیم المسلم فیہ اور انوار الحدیث میں جو لکھا ہے کہ زید نے فصل تیار ہونے سے پہلے الخ۔ تو اس سے مراد یہ ہے کہ قابل انتفاع ہونے کے بعد اور کٹنے سے پہلے الخ۔ اور بخاری و مسلم کی جو حدیث شریف کتاب میں لکھی ہے اگرچہ بظاہر اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو چیز ابھی پیدا نہ ہوئی ہو اس کی بیع سلم جائز ہے مگر دوسری حدیثوں میں پیدا ہونے سے پہلے بیع سلم کرنے کو صراحۃً منع کیا گیا ہے جیساکہ وہ حدیث جو اوپر مذکور ہوئی اور بخاری شریف میں ہے عن البختری قال سألت ابن عمر عن السلم فی النخل قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع النخل حتی یصلح وسألت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما عن السلم فی النخل فقال نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن بیع النخل حتی یوکل منہ۔ اور ابوداؤد و ابن ماجہ میں ہے عن ابی اسحاق عن رجل نجرانی قلت لعبد اللہ بن عمر اسلم فی نخل قبل ان تطلع قال لا۔ وھو تعالی و رسولہ الاعلی اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۸ ار ربیع النور ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:- از (مفتی) جیش محمد صدیقی برکاتی ——— دار العلوم حنفیہ جنک پور دھام (نیپال)

فیض مآب حضرت علامہ مفتی دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف دامت فیوضکم العالیہ ——— السلام علیکم و رحمۃ اللہ تعالی

حضرت کا فتوی مع نامہ ایک ہفتہ قبل تشریف لاکر نظر نواز ہوا ذرہ نوازی کا بہت بہت شکریہ مطالعہ کے بعد ایک شبہ کا ازالہ ہوا اور ایک کا اضافہ۔ وہ یوں کہ اگر کھیت کی قابل انتفاع شئے کو (جو ابھی بازار میں نہیں ملتی ہے) بازار میں موجود ہونے کا حکم دیا جائے جیساکہ حضرت کے فتوی سے مفہوم ہوتا ہے۔

تو جو شئے گھر میں موجود ہے اور بازار میں نہیں ملتی اسے بدرجہ اولیٰ بازار میں موجود ہونے کا حکم دیا جا سکتا ہے کہ مقدور التسلیم ہے۔ حالانکہ بہار شریعت حصہ یازدہم صفحہ ۱۷۵ پر موجود ہونے کا یہ معنی بیان فرمایا ہے کہ بازار میں ملتا ہو اور اگر بازار میں نہ ملتا ہو اور گھروں میں ملتا ہو تو موجود ہونا نہ کہیں گے۔ تو فتویٰ اور بہار شریعت کی اس عبارت میں ٹکراؤ مفہوم ہوتا ہے اندفاع کی صورت تحریر فرمائیں۔

الجواب:۔ مولانا المکرم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کھیت کی قابل انتفاع شئے کو بازار میں موجود ہونے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ جب وہ قابل انتفاع ہے تو بائع اس کی تسلیم پر قادر ہے اور بہار شریعت کی عبارت بازاروں میں نہ ملنے اور گھروں میں پائے جانے کا معنی یہ ہے کہ وہ فروخت نہ ہوتی ہو اور بازاروں میں ملنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فروخت ہوتی ہو۔ لہذا گھروں میں جو شئے موجود ہے اگر فروخت ہوتی ہے تو بیشک اسے بھی بازاروں میں ملنا کہیں گے۔ اس لئے کہ وہ مقدور التسلیم ہے۔ اور اگر بازاروں میں ہے مگر فروخت نہیں ہوتی تو اسے بازاروں میں ملنا نہ کہیں گے۔ اس لئے کہ بائع اس کی تسلیم پر قادر نہیں اصل یہ ہے کہ بیع سلم کے صحیح ہونے کی ایک شرط قدرت علی التحصیل ہے جیسا کہ ہدایہ باب السلم جلد ثالث صفحہ ۸۱ میں ہے اور قدرت علی التحصیل سے مراد عدم انقطاع ہے جیسا کہ فتح القدیر جلد سادس صفحہ ۲۲۹ میں ہے۔ اما القدرۃ علی تحصیلہ الظاھر ان المراد منہ عدم الانقطاع۔ لہذا جب مسلم فیہ کھیت بازار یا گھر کہیں سے حاصل ہو سکے تو عدم انقطاع کی شرط پائی گئی بیع سلم صحیح ہے۔ اور اگر کہیں سے نہ مل سکے تو صحیح نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از تاج محمد گونڈوی متعلم دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی ——— بہت سے لوگ خصوصاً مدرسین دوسروں کے نابالغ بچوں سے پانی بھروا کر پیتے اور وضو کرتے ہیں۔ تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ ہرگز نہیں جائز ہے کہ وہ بچوں کی طرف سے ہبہ ہوتا ہے اور نابالغ بچوں کا ہبہ صحیح نہیں درمختار مع شامی جلد چہارم صفحہ ۵۰۸ میں ہے لا تصح ہبۃ صغیر۔ اور فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ بعض لوگ دوسرے کے بچہ سے پانی بھروا کر پیتے یا وضو کرتے ہیں یا دوسری طرح استعمال کرتے ہیں یہ ناجائز ہے کہ اس پانی کا وہ بچہ مالک ہو جاتا ہے اور ہبہ نہیں کر سکتا۔ پھر دوسرے کو اس کا استعمال کیونکر جائز ہوگا۔ (بہار شریعت حصہ ۱۴ صفحہ ۴۴) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از حاجی محمد علی باسنی ضلع ناگور راجستھان۔

(۱) ——— زید نے اپنی بیوی ہندہ کو قریب آٹھ سال کے بعد طلاق دے دی۔ اس وقت ہندہ کے تین بچے ہیں۔ ایک اور ہونے والا ہے۔ زید نے جب ہندہ سے نکاح کیا تھا۔ تو اس وقت اس نے کچھ زیور ہندہ کو دیا تھا۔ اور طلاق دینے تک اس نے وہ زیور کبھی بھی واپس نہیں مانگا۔ اب طلاق دینے کے قریب دو ماہ بعد زید اپنی مطلقہ ہندہ سے زیور کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس صورت میں ہندہ کو زیور دینا چاہئے کہ نہیں؟

(۲) ——— سب بچے کس کی پرورش میں رہیں گے؟ اور کب تک رہیں گے اور چوتھے بچے کی ولادت وغیرہ کا خرچہ شوہر پر لازم ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ (۱) ——— اگر گواہان عادل شرعی یا زید کے اقرار سے ثابت ہو کہ اس نے زیور ہندہ کو ہبہ کر دیا تھا۔

تو اس صورت میں ہندہ پر زیور کا واپس کرنا لازم نہیں فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص۳۳۴ میں فتاویٰ عالمگیری سے ہے اذا وھب احد الزوجین لصاحبہ لایرجع فی الھبۃ وان انقطع النکاح بینھما۔ اھ۔ اسی طرح جو زیور عورت کو شوہر کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ اگر اس علاقہ یا کم از کم زید کی برادری میں عورت کو مالک بنا دیے جانے کا عرف ہے تو اس صورت میں بھی ہندہ پر زیور کی واپسی لازم نہیں علماء فرماتے ہیں المعروف عرفا کالمشروط نصا۔ اور اگر گواہان شرعی یا زید کے اقرار یا عرف سے زیور کا مالک ہونا ہندہ کے لئے ثابت نہ ہو تو اس پر زیور کا واپس کرنا لازم ہے۔ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ (۲) ——— جب کہ حالت حمل میں طلاق دی ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ پ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔ لہٰذا وضع حمل تک عدت کا خرچ اور بچہ کی ولادت کے سارے اخراجات زید پر لازم ہیں۔ اور سب بچے ماں کی پرورش میں رہیں گے۔ لڑکے سات سال کی عمر تک اور لڑکیاں نو سال کی عمر تک۔ اور پرورش کا سب خرچ زید پر واجب ہوگا۔ اگر ہندہ بچوں کے غیر محرم سے شادی کرلے تو بچے اپنی نانی کی پرورش میں رہیں گے۔ اور پرورش کا خرچ اس کو ملے گا۔ اور اگر نانی و پرنانی وغیرہ نہیں ہوں گی تو بچے دادی کی پرورش میں رہیں گے ھکذا فی الکتب الفقھیۃ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۸ ربیع الغوث ۱۴۱۵ھ

مسئلہ:۔ از حفیظ اللہ انصاری حفیظ منزل پوسٹ و مقام شہر تگڈھ بستی

مکرمی! حضور مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔ مؤدبانہ التماس ہے کہ حسب ذیل سوالوں کے جوابات شریعت مقدسہ کی روشنی میں مع دلائل مرحمت فرمائیں۔

زید کی کھیتی راج نیپال ترائی میں ہے اور زید انڈیا میں رہتا ہے فصل فصل پر جایا کرتا ہے اس لئے اپنے کھیت کو اسی گاؤں کے مسلم اور غیر مسلم کاشتکاروں کو حسب ذیل شرائط پر دیا کرتا ہے۔

(۱) ـــــــــ کھیت کو لگان یعنی مال گذاری پر طے کرکے دینا کہ ایک سال میں ایک بار صرف دو من دھان لوں گا جب کہ کاشتکار اسی کھیت میں دو فصل بوتا کاٹتا ہے یہ بھی طریقہ جائز ہے کہ نہیں ؟ سرکار کو لگان زید خود ہی دیتا ہے۔

(۲) ـــــــــ کھیت کو ہنڈا پر دینا مثلاً ایک بیگھہ کھیت ہے سال میں ایک بار صرف دو من دھان دوں گا جبکہ کاشتکار اسی کھیت میں دو فصل بوتا کاٹتا ہے یہ بھی طریقہ جائز ہے کہ نہیں ؟ سرکار کو لگان زید خود ہی دیتا ہے۔

(۳) ـــــــــ کھیت کو بٹائی پر کمی وزیادہ کی مقدار میں طے کرکے دینا جائز ہے کہ نہیں ؟

الجواب :۔

(۱) ـــــــــ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اسی قسم کے ایک سوال (جس میں ہر سال چار من دھان دینا طے ہوا) کا جواب لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ یہ اجارہ فاسد اور عقد حرام وواجب الفسخ ہے کہ اس میں مالک زمین کے لئے ایک مقدار معین دھان کی شرط کی گئی اور وہ قاطع شرکت ہے کہ ممکن ہے کہ چار ہی من دھان پیدا ہوں یا اتنے بھی نہ ہوں فی التنویر الا بصار المزارعۃ تصح بشرط الشرکۃ فی الخارج فتبطل ان شرط لاحدھما قفزان مسماۃ۔ اھ۔ ملتقطا بلکہ یوں کہنا لازم ہے کہ مثلاً نصف یا ثلث یا ربع پیداوار پر یہ زمین تیرے اجارہ میں دی۔ پھر اگر کچھ پیدا ہو تو حسب قرار داد اس کا نصف یا ثلث یا ربع مالک زمین کے لئے ہوگا۔ اور کچھ نہ پیدا ہوا تو کچھ نہیں۔ یہ شرط لگانا کہ کچھ نہ پیدا ہو جب بھی مجھے اتنا ملے یہ بھی مفسد وحرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم ص۱۶۵)

هٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) ــــــ یہ صورت بھی اجارہ فاسد اور عقد حرام کی ہے جیسا کہ جواب نمبر ایک سے ظاہر ہے وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

(۳) ــــــ زمین وبیج ایک شخص کے اور دوسرا شخص اپنے ہل بیل سے جوتے بوئے گا یا ایک کی فقط زمین باقی سب کچھ دوسرے کا یعنی بیج بھی اسی کے اور ہل بیل بھی اسی کے اور کام بھی وہی کرے گا۔ یا کھیتی کرنے والا صرف کام کرے گا باقی سب کچھ مالک زمین کا یہ تینوں صورتیں جائز ہیں۔ اور اگر یہ طے ہو کہ زمین اور بیل ایک شخص کے اور کام وبیج دوسرے کے۔ یا بیل وبیج ایک کے اور زمین اور کام دوسرے یا یہ کہ ایک کے ذمہ فقط بیل باقی سب کچھ دوسرے کے ذمہ۔ یا ایک کے ذمہ فقط بیج باقی سب دوسرے کے ذمہ یہ چاروں صورتیں ناجائز وباطل ہیں۔ درمختار میں ہے۔ صحت لو کان الارض و البذر لزید والبقر والعمل للاٰخر والارض لہ والباقی للاٰخر او العمل لہ والباقی للاٰخر فھٰذہ الثلثۃ جائزۃ وبطلت فی اربعۃ اوجہ لو کان الارض والبقر لزید او البقر والبذر لہ والاٰخران للاٰخر او البقر او البذر لہ والباقی للاٰخر اھ۔ اور کھیت کو بٹائی پر جن صورتوں میں دینا جائز ہے ان میں کمی بیشی کی ہر مقدار میں جائز ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از یار محمد ستار والا۔ نور باغ اسٹیشن روڈ سورت گجرات

بہت سے لوگ گائے، بکری یا مرغی اس شرط پر دوسروں کو دیتے ہیں کہ تم اس کی پرورش کرو۔ بچے اور انڈے جس قدر ہوں گے وہ ہم لوگ آپس میں بانٹ لیں گے۔ تو اس طرح کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اس طرح کا معاملہ کرنا جائز نہیں۔ فقیہ اعظم ہند حضرت

صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: دوسرے کو گائے بکری اس شرط کے ساتھ دینا جائز نہیں کہ جتنے بچے پیدا ہوں گے دونوں نصف نصف لے لیں گے۔ اس صورت میں شرعاً بچے اس کے ہیں جس کی گائے بکری ہے۔ اور دوسرے کو صرف اس کے کام کی واجبی اجرت ملے گی (بہار شریعت حصہ ۱۴ ص ۱۴۳) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ اذا دفع البقرۃ بعلف فیکون الحادث بینہما نصفین فما حدث فھو لصاحب البقرۃ وللاخر مثل علفہ واجر مثلہ تاتارخانیہ (ردالمحتار جلد سوم ص ۳۵۱) اسی طرح مرغی بھی کسی کو اس شرط پر دینا جائز نہیں کہ انڈے ہم دونوں تقسیم کریں گے۔ کل انڈے اسی کے ہیں جس کی مرغی ہے۔ دوسرے کو اس کے کام کی مناسب مزدوری ملے گی۔ فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم مصری ص ۴۲۳ میں ہے لو دفع الدجاج علیٰ ان یکون البیض بینہما لایجوز۔ والحادث کلہ لصاحب الدجاج کذا فی الوجیز للکردری اھ۔ تلخیصاً۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از حاجی عبد العزیز نوری فلکس ٹیوبس ۱۴ کیبا کالونی۔ اندور (ایم پی)

اذان پڑھنے، امامت کرنے اور تعلیم قرآن مجید و دیگر علوم شرعیہ کے پڑھانے کی تنخواہیں مقرر کر کے لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو تنخواہ لینے والے مؤذن اور امام کو اذان و امامت پر اور مذہبی تعلیم دینے والے مدرس کو پڑھانے پر ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: متقدمین فقہار کا مسلک یہ ہے کہ اذان و امامت اور تعلیم قرآن و دیگر علوم دینیہ کی تنخواہ و اجرت لینا جائز نہیں۔ مگر متاخرین فقہار نے ان کاموں پر ضرورۃً جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ اخذ اجرت بر تعلیم قرآن و دیگر

علوم واذان وامامت جائزست ۔ علی ما افتی بہ الائمۃ المتاخرون نظراً الی الزمان حفظاً علی شعائر الدین والایمان (فتاوی رضویہ جلد ہشتم ص۱۶۳)

پھر اسی جلد کے ص۱۶۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ استیجار علی الطاعات حرام وباطل ہے سوا تعلیم علوم دین واذان وامامت وغیرہا بعض امور کے کہ متاخرین نے بضرورت فتوئے جواز دیا۔ اھ ۔ اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ طاعت وعبادت کے کاموں پر اجارہ کرنا جائز نہیں مثلاً اذان کہنے کے لئے، امامت کے لئے، قرآن وفقہ کی تعلیم کے لئے، حج کے لئے یعنی اسی لئے اجیر کیا کہ کسی کی طرف سے حج کرے۔ متقدمین فقہار کا یہی مسلک ہے ۔ مگر متاخرین نے دیکھا کہ دین کے کاموں میں سستی پیدا ہوگئی ہے اگر اس اجارہ کی سب صورتوں کو ناجائز کہا جائے تو دین کے بہت سے کاموں میں خلل واقع ہوگا۔ انہوں نے اس کلیہ سے بعض امور کا استثنار فرما دیا اور یہ فتویٰ دیا کہ تعلیم قرآن وفقہ اور اذان وامامت پر اجارہ جائز ہے۔ (بہار شریعت حصہ ۱۴ ص۱۱۴) لیکن تنخواہ لے کر اذان پڑھنے والوں، امامت کرنے والوں اور پڑھانے والوں کو ان کاموں پر ثواب نہیں ملتا۔ اس لئے کہ یہ لوگ اجیر ہوتے ہیں ۔ اور اجیر عامل لنفسہٖ ہوتا ہے عامل للہ نہیں ہوتا اور جو کام اللہ کے لئے نہ ہو اس پر ثواب نہیں ملتا حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہار شریعت حصہ سوم ص۳۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ اذان کہنے پر احادیث میں جو ثواب ارشاد ہوئے ہیں وہ انہیں کے لئے ہیں جو اجرت نہیں لیتے خالصاً لوجہ اللہ اس خدمت کو انجام دیتے ہیں۔ ہاں اگر لوگ بطور خود مؤذن کو صاحب حاجت سمجھ کر دے دیں تو بالاتفاق جائز بلکہ بہتر ہے۔ اور یہ اجرت نہیں (غنیہ) جب کہ المعہود کالمشروط کی حد تک نہ پہنچ جائے (رضا)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اس سوال کے

جواب میں کہ امام جمعہ اور امام پنج وقتہ کا اکثر جگہوں پر تنخواہیں مقرر کر کے لینا جائز ہے یا نہیں ؟ تحریر فرماتے ہیں کہ جائز ہے مگر امامت کا ثواب نہ پائیں گے کہ امامت بیچ چکے (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۱۷۰) پھر اسی جلد کے اسی صفحہ پر اس سوال کے جواب میں کہ تعلیم قرآن و تعلیم فقہ و احادیث کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں ؟

تحریر فرماتے ہیں کہ جائز ہے اور ان کے لئے آخرت میں ان پر کچھ ثواب نہیں ۔ اھ ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :- از سید اعجاز احمد قادری نیر پوسٹ آفس تاڑپٹری (اے پی)

سوم، دسواں، بیسواں اور چالیسواں وغیرہ کے موقع پر ایصال ثواب کے لئے روپیہ دے کر قرآن خوانی کرانا کیسا ہے ؟

الجواب :- ایصال ثواب کے لئے کسی بھی موقع پر قرآن خوانی کروانا جائز و مستحسن ہے لیکن اس پر اجرت لینا دینا جائز نہیں ۔ فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "سوم وغیرہ کے موقع پر اجرت پر قرآن پڑھوانا ناجائز ہے دینے والا لینے والا دونوں گنہگار۔ اسی طرح اکثر لوگ چالیس روز تک قبر کے پاس یا مکان پر قرآن پڑھوا کر ایصال ثواب کرواتے ہیں اگر اجرت پر ہو یہ بھی ناجائز ہے بلکہ اس صورت میں ایصال ثواب بے معنی بات ہے کہ جب پڑھنے والے نے پیسوں کی خاطر پڑھا تو ثواب ہی کہاں جس کا ایصال ثواب کیا جائے اس کا ثواب یعنی بدلہ پیسہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اعمال جتنے ہیں نیت کے ساتھ ہیں جب اللہ کے لئے عمل نہ ہو ثواب کی امید بے کار ہے (بہار شریعت حصہ ۴ ص ۱۳۹) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔

قال تاج الشریعۃ فی شرح الھدایۃ ان القرآن بالاجرۃ لایستحق بالثواب لا للمیت ولا للقاری۔ وقال العینی فی شرح الھدایۃ ویمنع القاری للدنیا والاٰخذ والمعطی اٰثمان۔ فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قرأۃ الاجزاء بالاجرۃ لایجوز لان فیہ الامر بالقرأۃ واعطاء الثواب للاٰمر والقرأۃ لاجل المال فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیۃ الصحیحۃ فاین یصل الثواب الی المستاجر (ردالمحتار جلد پنجم ص۳۵) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ ازعبدالمصطفےٰ ٹیلر محلہ پوروہ ۔ مہنداول ضلع بستی

امام و موذن جو امامت کرنے اور اذان پڑھنے کی تنخواہ لیتے ہیں اور مدرسین جو مذہبی تعلیم دینے کا پیسہ لیتے ہیں۔ ان کاموں پر امام و مؤذن اور مدرس کو ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ جب کہ یہ لوگ امامت، اذان اور مدرسی روپے کے لئے کریں تو اجیر ہیں اور اجیر عامل لنفسہ ہے عامل ﷲ نہیں اور جب عمل اللہ کے لئے نہ ہو تو ثواب کی امید بیکار ہے۔ ھذا ما ظھر لی والعلم عند اللہ تعالیٰ و رسولہ جل مجدہ وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از محمد خلیل ساکن پیرا چھنگت ضلع بستی

ہمارے یہاں لوگ عام طور پر ایک بیگہہ زمین بیس روپئے پچیس روپئے سالانہ کرایہ پر دیتے ہیں۔ میں نے ایک شخص کو سو روپیہ قرض دیا اس شرط پر کہ وہ اپنا ایک بیگہہ کھیت ہمیں دے دے جس سے ہم فائدہ اٹھائیں اور گورنمنٹی لگان ایک یا دو روپیہ سالانہ وصول کرتا رہے اور جب کبھی وہ سو

روپیہ قرض ادا کرے تو ہم کھیت اسے واپس کر دیں تو یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- جائز نہیں اس لئے کہ قرض دے کر نفع حاصل کرنا سود ہے جو حرام ہے حدیث شریف میں ہے۔ کل قرض جر نفعاً فھو ربٰو۔ البتہ غیر مسلم حربی کافر کا کھیت اس طرح لے سکتا ہے اس لئے کہ عقود فاسدہ کے ذریعہ ان کا مال لینا جائز ہے۔ ہدایہ اور فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔ مالھم مباح فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیہ غدر اھ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

۲۵ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ

مسئلہ :- از محمد جمیل صدیقی ٹیوب ویل مستری جین پور۔ اعظم گڈھ

وہابی کا ذبیحہ مردار کیوں ہے اور کتابی کا ذبیحہ حلال کیوں ہے جب کہ دونوں ہم اہلسنت وجماعت کے نزدیک کافر و مرتد دین ہیں۔

الجواب :- کافر کی دو قسمیں ہیں اصلی اور مرتد۔ اصلی کافر وہ ہے جو شروع سے کافر ہو اور کلمہ اسلام کا منکر ہو۔ پھر اصلی کافر کی بھی دو قسمیں ہیں۔ منافق اور مجاہر۔ منافق وہ کافر ہے کہ بظاہر کلمہ پڑھتا ہو اور دل سے انکار کرتا ہو۔ اور مجاہر وہ کافر ہے کہ علانیہ کلمہ اسلام کا انکار کرتا ہو۔ اس کی چار قسمیں ہیں اول دہریہ، دوم مشرک اور سوم مجوسی۔ ان سب کا ذبیحہ مردار ہے اور چہارم کتابی یہ بھی اگرچہ کلمہ اسلام کا علانیہ انکار کرتا ہے مگر اس کا ذبیحہ حلال ہے اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا طعامھم ذبیحتھم تو آیت مبارکہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ کتابیوں کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے کہ ذبح کرنے والے کا کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھنا شرط ہے لہٰذا کتابی نے اگر مسلمان کے سامنے ذبح کیا ہو اور

یہ معلوم ہو کہ اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے اور اگر ذبح کے وقت حضرت مسیح یا حضرت عزیر علیہما السلام کا نام لیا ہو اور مسلمان کے علم میں یہ بات ہو تو ذبیحہ مردار ہے اور اگر مسلمان تھا پھر کتابی ہوا تو اس کا ذبیحہ بھی مردار ہے کہ وہ مرتد ہے عنایہ میں ہے ومن شرط الذابح ان یکون الذابح صاحب ملة التوحید اما اعتقاداً کالمسلم او دعوی کالکتابی فانہ یدعی ملة التوحید وانما تحل ذبیحتہ اذا لم یذکر وقت الذبح اسم عزیر والمسیح لقولہ تعالٰی وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اور مرتد وہ کافر ہے کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں مجاہر و منافق، مرتد مجاہر وہ ہے کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا یعنی دہریہ، مشرک مجوسی یا کتابی وغیرہ کچھ بھی ہو گیا، اور مرتد منافق وہ ہے کہ اسلام کا کلمہ پڑھتا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے مگر خدائے عز وجل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہے جیسے آج کل کے وہابی، دیوبندی کہ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے مگر اپنے عقائد کفریہ مندرجہ حفظ الایمان صـ۸، تحذیر الناس صـ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ صـ۵۱ کی بنا پر مرتد ہیں جیسا کہ مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، پاکستان، ہندوستان بنگال اور برما وغیرہ کے سیکڑوں علمائے کرام و مفتیان عظام کے فتاوے وہابیوں کے بارے میں حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں شائع ہو چکے ہیں اور مرتد احکام دنیا میں سب کافروں سے بدتر ہیں کہ مستحق قتل ہیں اس سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا اور اس کا نکاح مسلم کافر یا مرتد کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہو گا محض زنا ہو گا۔ کما صرح فی الکتب الفقہیة اور مرتد کا ذبیحہ اس وجہ سے حرام و مردار ہے کہ وہ کلمہ گو ہو کر کفر کرتا ہے ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہے پھر اگرچہ وہ کتابی ہو جائے اس کا ذبیحہ مردار ہے کہ دین اسلام چھوڑ کر جس دین کی طرف وہ چلا گیا اس پر بھی اسے ثابت

نہ مانا جائے گا۔ یعنی خواہ کسی ملت کا دعویٰ کرے مرتد کا دعویٰ بیکار ہے ہدایہ میں ہے لاتوکل ذبیحۃ المجوسی والمرتد لانہ لاملۃ لہ فانہ لایقر علی ما انتقل الیہ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے لاتؤکل اہل الشرک والمرتد لانہ لایقر علی الدین الذی انتقل الیہ۔ ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
یکم ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

مسئلہ:۔ از فصیح اللہ گورا بازار ضلع بستی

(۱) ـــــــ حلال جانوروں کا کپورہ کھانا کیسا ہے؟

(۲) ـــــــ حلال جانور مثلاً مرغ اور بکرے کا چمڑا مع گوشت یا گوشت الگ بھون کر یا پکا کر کھانا کیسا ہے؟

الجواب:۔ (۱) ـــــــ ذبح شرعی کے باوجود حلال جانوروں کا کپورہ کھانا حرام ہے فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۶ میں ہے ما یحرم اکلہ من اجزاء الحیوان سبعۃ الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ کذا فی البدائع یعنی حلال جانوروں میں سات چیزیں حرام ہیں (۱) بہتا ہوا خون (۲) آلہ تناسل (۳) دونوں خصیے یعنی کپورے (۴) شرمگاہ (۵) غدود (۶) مثانہ (۷) اور پتہ ایسے ہی بدائع میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ـــــــ حلال جانوروں کا چمڑا بعد ذبح شرعی مع گوشت یا گوشت سے الگ بھون کر یا پکا کر کھانا جائز ہے (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۳۲۴) وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۸ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ

مسئلہ:۔ از احسان اللہ شاہ قادری بیل گھاٹ۔ گورکھپور

اوجھڑی اور آنتیں کھانا درست ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ اوجھڑی اور آنتیں کھانا درست نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔ (ترجمہ) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خبائث یعنی گندی چیزیں حرام فرمائیں گے۔ اور خبائث سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے سلیم الطبع لوگ گھن کریں۔ اور انہیں گندی جانیں امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اما الدم فحرام بالنص واکرہ الباقیۃ لانہا مما تستخبثھا الانفس قال تعالیٰ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حیوان ماکول اللحم کے بدن میں جو چیزیں مکروہ ہیں ان کا مدار خبث پر ہے۔ اور حدیث میں مثانہ کی کراہت منصوص ہے اور بیشک اوجھڑی اور آنتیں مثانہ سے خباثت میں زیادہ نہیں تو کسی طرح کم بھی نہیں۔ مثانہ اگر معدن بول ہے تو آنتیں اور اوجھڑی مخزن فرث ہیں۔ لہٰذا دلالت النص سمجھا جائے یا اجرائے علت منصوصہ بہر حال اوجھڑی اور آنتیں کھانا جائز نہیں۔ ھٰکذا قال الامام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم۔ کتبہ:۔ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از چودھری بیت اللہ سرنخ۔ پیپری بزرگ۔ بستی

کافر کے ہاتھ سنی مسلمان کے یہاں سے گوشت منگا کر کھانا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے کہ ناجائز ہے تو اس کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ جائز ہے زید کا کہنا صحیح نہیں۔ بہار شریعت حصہ ۱۶ ص ۳۶ میں ہے اپنے نوکر یا غلام کو گوشت لانے کے لئے بھیجا اگرچہ یہ مجوسی ہو یا ہندو ہو وہ گوشت لایا اور کہتا ہے کہ مسلمان یا کتابی سے خرید کر لایا ہوں تو یہ گوشت کھایا جاسکتا ہے اور اگر اس نے یہ کہا کہ مشرک مثلاً مجوسی یا ہندو سے خرید کر لایا ہوں تو اس کو نہ مانا جائے گا۔ گوشت کا کھانا

حرام ہے کہ خریدنا بیچنا معاملات میں سے ہے اور معاملات میں کافر کی خبر معتبر ہے اگرچہ حلت وحرمت دیانات میں سے ہے اور دیانات میں کافر کی خبر نامقبول ہے مگر چونکہ اصل خبر خریدنے کی ہے اور حلت وحرمت اس مقام پر ضمنی چیز ہے۔ لہذا جب وہ خبر معتبر ہوئی تو ضمناً یہ بھی ثابت ہو جائے گی۔ اور اصل خبر حلت وحرمت کی ہوتی تو نہ معتبر ہوتی۔ انتھٰی بالفاظہٖ۔ فتاویٰ عالمگیری مصری ج ۵ ص ۲۷۱ اور ہدایہ مجیدی ج ۴ ص ۴۳۷ اور اس کی شرح کفایہ میں ہے من ارسل اجیرًا لہ مجوسیا او خادمًا فاشتریٰ لحمًا فقال اشتریتہ من یھودی او نصرانی او مسلم وسعہ اکلہ اھ۔ اور درمختار کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے یُقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی فیحرم ولا یردہ بقول الواحد واصلہ ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات اور فتاویٰ ہندیہ مصری ج ۵ ص ۲۷۱ میں ہے لایقبل قول الکافر فی الدیانات الا اذا کان قبول قول الکافر فی المعاملات یتضمن قبولہ فی الدیانات فحینئذٍ تدخل الدیانات فی ضمن المعاملات فیقبل قولہ فیھا ضرورۃ ھکذا فی التبیین۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۵ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ:۔ از رضوان علی موضع جھامٹ ضلع گورکھپور

چار بھائی ہیں اور سب ایک میں ہیں اور ان سب کا باپ نہیں ہے لہذا بڑا بھائی مالک ہے۔ تو آیا قربانی چاروں کے نام سے واجب ہوگی یا صرف بڑے بھائی کے نام؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ اگر چاروں بھائی ایک میں ہیں اور چاروں بھائیوں کا

مشترکہ مال چار نصاب پورا نہیں ہے تو کسی پر قربانی واجب نہیں اور اگر چار نصاب پورا ہے تو ہر بھائی پر قربانی واجب ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں ان میں کا ہر ایک مالک نصاب ہے اور بڑا بھائی مالک بہ معنی انتظام کار ہے نہ کہ حقیقی مالک۔ وھو اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۴ ذی الحجہ سنہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از محمد بابر برکاتی نائب صدر دار العلوم برکاتیہ بزم برکات منشی کمپاؤنڈ جوگیشوری ویسٹ بمبئی ۱۰۲

جرسی گائے و بیل کی قربانی کرنا کیسا ہے؟ نیز جرسی گائے کا دودھ پینا اور گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جرسی گائے اور بیل کی قربانی کرنا جائز ہے۔ بکر کہتا ہے کہ وہ خنزیر کی جنس سے ہیں اس لئے نہ ان کی قربانی جائز ہے نہ ہی ان کا گوشت کھانا جائز ہے۔ یہاں تک کہ گائے کا دودھ پینا بھی ناجائز و حرام ہے۔ آپ سے مؤدبانہ التماس ہے کہ اگر جائز ہے تو اور ناجائز ہے تو دونوں صورتوں میں تفصیلی جواب سے نوازیں تاکہ عوام کو شرعی حکم سے آگاہ کیا جاسکے۔

الجواب:۔ جرسی گائے اور بیل جب کہ گائے کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں تو ان کی قربانی کرنا، ان کا گوشت کھانا جائز ہے اور جرسی گائے کا دودھ پینا بھی جائز ہے۔ اس لئے کہ جانوروں میں ماں کا اعتبار ہے۔ لہذا بکر کا قول صحیح نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۶۲ میں ہے ان کان متولداً من الوحشی والانسی فالعبرۃ للام فان کانت اھلیۃ تجوز والا فلا حتی لو کانت البقرۃ وحشیۃ والثور اھلیا لم تجز۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ ذو القعدہ سنہ ۱۴۱۴ھ

مسئلہ :- از ارشاد حسین صدیقی بانی دارالعلوم امجدیہ کسان ٹولہ سندیلہ ہردوئی
ایک شخص صاحب نصاب ہے مگر ایام قربانی گذر گئے اور وہ قربانی نہیں کر سکا تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- شخص مذکور اگر قربانی کا جانور خرید چکا تھا تو اسی کو صدقہ کرے۔ اور اگر نہیں خریدا تھا تو ایک بکرا کی قیمت صدقہ کرنا اس پر واجب ہے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ ردالمحتار جلد پنجم صفحہ ۲۰۱ میں ہے۔ ذکر فی البدائع ان الصحیح ان الشاۃ المشتراۃ للاضحیۃ اذا لم یضح بہا حتی مضی الوقت یتصدق الموسر بعینہا حیۃ کالفقیر بلاخلاف بین اصحابنا اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے ان لم یشتر وھو موسر وقد مضت ایامہا تصدق بقیمۃ شاۃ تجزئ للاضحیۃ اھ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :- از رحمت اللہ جمبور۔ بمبئی
زید کہتا ہے کہ مالک نصاب ایک سال اپنے نام سے قربانی کر دے وہ کافی ہے ہر سال اپنے نام سے قربانی واجب نہیں ایک سال اس نے اپنے نام سے قربانی کر دی اور اب ہر سال دوسرے کے نام قربانی کرتا ہے تو واجب اس کے ذمہ سے ساقط ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- جس طرح مالک نصاب پر ہر سال اپنی طرف سے زکاۃ وفطرہ دینا واجب ہوتا ہے ایسے ہی مالک نصاب پر ہر سال اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہوتا ہے تو جس طرح کہ دوسرے کی طرف سے زکاۃ وفطرہ ادا کرنے سے بری الذمہ نہ ہوگا ایسے ہی دوسرے کی طرف سے قربانی کرنے پر بھی واجب اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا لہذا زید کا یہ کہنا غلط ہے کہ مالک نصاب پر ہر سال اپنے نام سے قربانی واجب نہیں۔ اگر وہ مالک نصاب

ہوتے ہوئے ہر سال اپنے نام سے قربانی نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
یکم ذی الحجہ سنہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی فصیح اللہ مدرسہ گورا بازار ضلع بستی
دسویں ذی الحجہ کو بعد نماز فجر قبل نماز عید الاضحیٰ قربانی کرنی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ شہر میں نماز عید الاضحیٰ سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں لیکن دیہات میں دسویں ذی الحجہ کو بعد نماز فجر قبل نماز عید الاضحیٰ قربانی کرنا جائز ہے بلکہ طلوع صبح صادق ہی سے جائز ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد کرے درمختار میں ہے اول وقتہا بعد الصلوٰۃ ان ذبح فی مصر وبعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ اھ ملخصًا اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے فاما اھل السواد والقریٰ والرباطات عندنا یجوز لھم التضحیۃ بعد طلوع الفجر الثانی من الیوم العاشر من ذی الحجۃ اھ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۲۶ میں ہے والوقت المستحب للتضحیۃ فی حق اھل السواد بعد طلوع الشمس وفی حق اھل المصر بعد الخطبۃ کذا فی الظہیریۃ اھ۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۴؍ ذوالقعدہ سنہ ۱۳۸۸ھ

مسئلہ:۔ از حافظ عبد المجیب کاتب مدرسہ عالیہ وارثیہ مچھلی محال لکھنؤ
بقرعید کے دن اگر شہر میں کرفیو لگ جائے یا فتنہ وفساد ایسا ہو کہ لوگ گھروں سے نکل کر عیدگاہ یا مسجد میں بقرعید کی نماز نہ پڑھ سکیں تو اس صورت میں شہر کے لوگ قربانی کب کریں؟

الجواب:۔ جب کہ کرفیو یا کسی دوسرے فتنہ کے سبب شہر میں

عید اضحیٰ کی نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں دسویں ذوالحجہ ہی کو شہر میں بھی طلوع فجر کے بعد ہی سے قربانی کرنا جائز ہے درمختار مع شامی جلد پنجم ص۲۰۳ میں ہے۔ فی البزازیة بلدة فیها فتنة فلم یصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار۔ اور شامی میں ہے قوله جاز فی المختار لان البلدة صارت فی هذا الحکم کالسواد اتقانی وفی التتارخانیة وعلیه الفتویٰ۔ وهو تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از قاضی عبدالصمد فاروقی بسڈلیہ پوسٹ ہلور۔ بستی

(۱) ـــــــ قربانی کا بکرا سال بھر کا ہے اور دانت ابھی نہیں نکلا ہے لیکن گاؤں کے لوگ کہتے ہیں کہ سال بھر کا ہوگیا ہے تو اس بکرا کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

(۲) ـــــــ جب کہ قربانی کے بکرا کی سینگ وغیرہ صحیح ہونا چاہئے یعنی اس کا بے عیب ہونا ضروری ہے تو کیا بدھیا ہونا عیب نہیں ہے کہ اسکی قربانی جائز ہے؟

(۳) ـــــــ کیا تین دن قربانی کا جائز ہونا حدیث و فقہ سے ثابت ہے؟

الجواب:۔

(۱) ـــــــ قربانی کے بکرا کی عمر سال بھر ہونا ضروری ہے دانت کا نکلنا ضروری نہیں لہٰذا بکرا اگر واقعی سال بھر کا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے اگرچہ اس کے دانت نہ نکلے ہوں۔ درمختار مع شامی جلد پنجم ص۲۰۴ میں ہے صح الثنی فصاعداً والثنی هو ابن حول من الشاة اھ ملخصا

(۲) ـــــــ بیشک بدھیا ہونا عیب نہیں ہے اس لئے کہ عیب اس بات کو کہتے ہیں جس کے سبب جانور کی قیمت کم ہو جائے اور بدھیا ہونے سے جانور کی قیمت کم نہیں ہوتی ہے بلکہ بڑھ جاتی ہے تو اس کی قربانی جائز ہی نہیں بلکہ افضل ہے اس لئے کہ بدھیا ہونے سے

اس کا گوشت اور عمدہ ہوجاتا ہے ہدایہ جلد سوم باب خیار العیب صہ۲۳ میں ہے کل ما اوجب نقصان الثمن فی عادۃ التجار فھو عیب اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مطبوعہ مصر صہ۲۶۴ میں ہے الخصی افضل من الفحل لانہ اطیب لحماً کذا فی المحیط اور جوہرہ نیرہ جلد دوم صہ۲۵۴ میں ہے یجوز ان یضحی بالخصی لانہ اطیب لحماً من غیر الخصی قال ابوحنیفۃ مازاد فی لحمہ انفع مما ذہب من خصیتہ اھ ملخصا

(۳) ـــــــ بیشک تین دن قربانی کا جائز ہونا حدیث وفقہ سے ثابت ہے بدائع الصنائع جلد پنجم صہ۶۵ میں ہے روی عن سیدنا عمر و سیدنا علی وابن عباس وابن سیدنا عمر وانس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنھم انھم قالوا ایام النحر ثلاثۃ اولھا افضلھا والظاہر انھم سمعوا ذالک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان اوقات العبادات والقربات لا تعرف الا بالسمع اھ اور ہدایہ جلد چہارم صہ۴۳ میں ہے۔ وھی جائزۃ فی ثلاثۃ ایام یوم النحر ویومان بعدہ اھ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۵/ ذی الحجہ سنہ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:۔ از قاضی صالح محمد رتن نگر ضلع چورو (راجستھان)
عقیقہ اور قربانی کی کھال قبرستان کی حفاظت کے لئے خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:۔ فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ قربانی کے چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اسے اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے مثلاً مصلی بنائے یا چلنی یا مشکیزہ وغیرہ۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری صہ۲۶۵ میں ہے یتصدق بجلدھا او یعمل منھا نحو غربال وجراب۔ یعنی قربانی کا چمڑا صدقہ کرے اور چلنی اور تھیلی وغیرہ بنائے۔ معلوم ہوا کہ قربانی کے چمڑے کا وہ حکم نہیں جو

زکاۃ اور صدقہ فطر کا ہے کہ چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں اور اگر صدقہ کرے تو اس میں تملیک نہیں شرط ہے اور زکاۃ وغیرہ میں تملیک شرط ہے اسی لئے زکاۃ کو تعمیر مسجد یا حفاظت قبرستان میں صرف کرنا جائز نہیں کما صرح فی کتب الفقہ۔ اور چرم قربانی کو حفاظت قبرستان میں صرف کرنا جائز ہے اور یہی حکم عقیقہ کی کھال کا بھی ہے۔ البتہ اگر چرم قربانی کو اپنی ذات پر خرچ کرنے کی نیت سے بیچا تو اب اس کا پیسہ حفاظت قبرستان میں خرچ کرنا جائز نہیں کہ اس صورت میں اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور صدقہ واجبہ میں تملیک شرط ہے۔ کفایہ میں ہے اذ تمولها بالبیع وجب التصدق کذا فی الایضاح اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از عبد الحمید ساکن بشنپور ٹنٹوواں پچپڑوا۔ ضلع گونڈہ

چرم قربانی کی قیمت سے مسجد کا کوئی حصہ تعمیر کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ زید کا قول ہے کہ چرم قربانی کی قیمت سے مسجد کو تعمیر کیا جا سکتا ہے۔ زید دلیل میں بہار شریعت حصہ پانزدہم صـ ۱۲۴ کی یہ عبارت پیش کرتا ہے "قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لئے دیدے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دے دے یا کسی فقیر کو دے دے"۔ اس عبارت میں کسی قسم کی تشریح قیمت وغیرہ کی نہیں ہے تو مسجد میں چرم کس صورت میں صرف ہو سکتا ہے۔ مفصل و مدلل مع حوالۂ کتب جواب تحریر فرمانے کی زحمت کریں۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ قربانی کا چمڑا صدقہ کرنا واجب نہیں۔ اسی لئے فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی جائز کام میں بھی لا سکتا ہے مثلاً اس کا مصلی بنائے یا چلنی اور مشکیزہ وغیرہ بنائے یا

کتابوں کی جلدوں وغیرہ میں لگائے یہ سب جائز ہے۔ فتح القدیر جلد ہشتم صنہ ۴۳۷ میں ہے الانتفاع بنفس جلد الاضحیۃ غیر محرم اھ یعنی قربانی کے چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اسے کام میں لانا حرام نہیں ہے۔ اور درمختار مع شامی جلد خامس صنہ ۲۰۹ میں ہے یتصدق بجلدھا او یعمل منہ نحو غربال وجراب وقربۃ وسفرۃ ودلو اھ یعنی قربانی کا چمڑا صدقہ کر دے یا چلنی، تھیلی، مشکیزہ، دسترخوان اور ڈول وغیرہ بنائے۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری صنہ ۲۶۵ میں ہے۔ یتصدق بجلدھا او یعمل منھا نحو غربال وجراب اھ یعنی قربانی کا چمڑا صدقہ کرے یا چلنی اور تھیلی وغیرہ بنائے۔ اور فتاویٰ قاضی خاں جلد ثالث مع ہندیہ صنہ ۳۸۷ میں ہے لا باس بان یتخذ من جلد الاضحیۃ فروا او بساطا او متکأ یجلس علیہ اھ یعنی قربانی کے چمڑے کا لباس، بستر یا بیٹھنے کے لئے تکیہ بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور فتاویٰ بزازیہ جلد سوم مع ہندیہ صنہ ۲۷۹ میں ہے یجوز الانتفاع بجلدھا بان یتخذ فراشا او فروا او جرابا او غربالا اھ۔ یعنی قربانی کے چمڑے کو اپنے کام میں لانا جائز ہے کہ بستر بنائے یا پوستین، تھیلی اور چلنی بنائے۔ بلکہ قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں سے بھی بدل سکتا ہے کہ جس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں لائے جیسے چلنی، مشکیزہ اور کتاب وغیرہ البتہ کسی ایسی چیز سے نہیں بدل سکتا کہ جس کو ختم کر کے فائدہ حاصل کرے مثلاً چاول، گیہوں اور گوشت وغیرہ جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ جلد پنجم مصری صنہ ۲۶۵ میں ہے لا باس بان یشتری بہ ما لا ینتفع بہ الا بعد الاستھلاک نحو اللحم والطعام اھ۔ اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے لا باس بان ینتفع باھاب الاضحیۃ او یشتری بھا الغربال والمنخل اھ۔ اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے لہ ان یشتری متاع البیت کالجراب والغربال والخف لا الخل والزیت واللحم اھ۔ ان حوالہ جات سے خوب ظاہر ہو گیا کہ قربانی کے چمڑے کا وہ

حکم نہیں ہے جو زکاۃ، عشر اور صدقۂ فطر کا ہے کہ چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں اور اگر صدقہ کرے تو اس میں تملیک شرط نہیں۔ اور زکاۃ وغیرہ میں تملیک شرط ہے۔ اسی لئے زکاۃ کا مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں صرف کرنا جائز نہیں۔ کما صرح فی الکتب الفقھیۃ اور چرم قربانی کو مسجد یا اس کے مینارے وغیرہ کی تعمیر میں صرف کرنا جائز ہے خواہ متولی مسجد کو چمڑا دے کہ وہ بیچ کر مسجد کی تعمیر پر صرف کرے یا مسجد میں صرف کرنے کی نیت سے بیچ کر اسکی قیمت دے ہر طرح جائز ہے اور بہار شریعت کی عبارت کا یہی مطلب ہے فتاویٰ ہندیہ جلد ۵ ص۲۶۵ میں ہے لو باعھا بالدراھم لیتصدق بھا جاز لانہ قربۃ کالتصدق کذا فی التبیین وھٰکذا فی الھدایۃ والکافی اھ۔ اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے لہ ان یبیعھا بالدراھم لیتصدق بھا اھ اور فتاویٰ خانیہ میں ہے ان باعہ بدراھم او فلوس یتصدق بثمنہ فی قول اصحابنا رحمھم اللہ تعالیٰ اھ اور جوہرہ نیرہ جلد ثانی ص۲۵۵ میں ہے فان باع الجلد او اللحم بالفلوس او الدراھم او الحنطۃ تصدق بثمنہ لان القربۃ انتقلت الیٰ بدلہ اھ۔ اور حدیث شریف میں جو بیچنے کی ممانعت ہے اس سے مراد اپنے لئے بیچنا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے لا یبیعہ بالدراھم لینفق الدراھم علی نفسہ وعیالہ اھ۔ یعنی اپنی ذات پر اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کے لئے چمڑے کو بیچنا جائز نہیں۔ اور خانیہ میں ہے لیس لہ ان یبیع الجلد لینفق الثمن علیٰ نفسہ او عیالہ اھ۔ یعنی قربانی کے چمڑے کو اس لئے بیچنا کہ اس کی قیمت اپنی ذات پر یا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے گا جائز نہیں۔ اور اگر اپنی ذات پر صرف کرنے کی نیت سے بیچا تو اس کی قیمت کو مسجد یا مدرسہ کی تعمیر پر صرف کرنا جائز نہیں کہ اب اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور صدقۂ واجبہ میں تملیک شرط

ہے کفایہ میں ہے اذا تمولها بالبیع وجب التصدق کذا فی الایضاح اھ۔ ھذا ما ظھر لی والعلم عند المولیٰ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ و وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ:۔ از ابرار احمد شمسی معین الاسلام دار العلوم اہلسنت پرانی بستی
زکاۃ یا چرم قربانی کا پیسہ مسلمانوں کی عام قبرستانوں کی چہار دیواری یا دوسری ضروریات میں صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیز چلبندی میں گورنمنٹ کی طرف سے قبرستان کے لئے عطا کی ہوئی زمین جو بالکل خالی پڑی ہے اس کی چہار دیواری کے لئے چرم قربانی کے پیسے تصرف میں لائے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:۔ زکاۃ کی رقم قبرستان کی دیوار یا مسجد اور مدرسہ وغیرہ کی تعمیر میں نہیں صرف کر سکتے کہ زکاۃ میں تملیک شرط ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے لا یجوز ان یبنی بالزکاۃ المسجد وکذا الحج وکل ما لا تملیك فیہ کذا فی التبیین ملخصا۔ اگر زکاۃ کی رقم ان چیزوں کی تعمیر میں صرف کرنا چاہیں تو کسی غریب آدمی کو دے دیں پھر وہ اپنی طرف سے ان چیزوں کی تعمیر پر صرف کرے تو ثواب دونوں کو ملے گا ھکذا قال صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی بہار شریعت ناقلا عن رد المحتار اور چرم قربانی کو قدیم و جدید قبرستان کی دیوار یا مسجد اور مدرسہ وغیرہ کی تعمیر میں صرف کر سکتے ہیں کہ اس کی تملیک اور صدقہ واجب نہیں بلکہ چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اسے اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے مثلاً اسکی جانماز، چلنی، مشکیزہ، دسترخوان اور ڈول وغیرہ بنائے یا کتابوں کی جلدوں میں لگائے یہ سب کر سکتا ہے (بہار شریعت جلد ۱۵ صفحہ ۱۴۴) اور در مختار

میں ہے یتصدق بجلدھا او یعمل منہا نحو غربال وجراب وقربۃ و سفرۃ ودلو اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۸ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ:۔ از اللہ بخش پنچیڈ ضلع رتلام (ایم، پی۔)

پانچوں وقت باجماعت نماز پڑھنے کے بعد مسلمانوں کا آپس میں مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ مصافحہ کرنا سنت ہے۔ حدیث شریف میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے اور نماز باجماعت کے بعد بلاشبہہ جائز ہے۔ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء میں ہے تجوز المصافحۃ ولو بعد العصر وقولھم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ ملخصاً بقدر الضرورۃ یعنی بعد نماز عصر بھی مصافحہ کرنا جائز ہے۔ اور فقہاء نے جو اسے بدعت فرمایا تو وہ بدعت مباحہ حسنہ ہے جیسا کہ امام نووی نے اپنے اذکار میں فرمایا۔ اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے قال اعلم ان المصافحۃ مستحبۃ عند کل لقاء واما ما اعتادہ الناس من المصافحۃ بعد صلاۃ الصبح والعصر فلا اصل لہ فی الشرع علی ھذا الوجہ ولکن لا باس بہ۔ قال الشیخ ابوالحسن البکری وتقیید بما بعد الصبح والعصر علی عادۃ کانت فی زمنہ والا فعقب الصلوٰۃ کلھا کذالک ملخصاً بقدر الضرورۃ۔ (شامی جلد پنجم ص۲۵۲) یعنی امام نووی نے فرمایا کہ ہر ملاقات کے بعد مصافحہ کرنا سنت ہے اور فجر و عصر کے بعد جو مصافحہ کا رواج ہے اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں لیکن اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ شیخ ابوالحسن بکری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صبح اور عصر کی قید فقط لوگوں کی عادت کی بنا پر ہے جو امام نووی کے زمانے میں تھی ورنہ ہر نماز کے بعد مصافحہ کا یہی حکم ہے یعنی جائز

ہے هذا ما عندی والعلم بالحق عند الله تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۵ ربیع النور ۱۳۸۷ھ

مسئلہ: از حافظ لئیق احمد انصاری۔ رائے بریلی

(۱) ــــــ وسیلہ فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا مستحب؟ کتاب و سنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

(۲) ــــــ بزرگان دین کے وصال کے بعد ان کے مزارات یا ان کی ذوات سے توسل کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا طریقہ بتایا ہے؟ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد صحابۂ کرام آپ کے روضۂ اقدس سے کس طرح توسل کرتے رہے؟

(۳) ــــــ زید جو عالم دین ہے دوران تقریر کہا کہ غیر اللہ سے استمداد جائز ہے۔ تو کیا قرآن و حدیث میں اس کی کوئی اصل ہے۔ نیز اللہ و رسول نے اس کا حکم فرمایا ہے یا نہیں؟

الجواب: وسیلہ بالاعمال فرض ہے یعنی ایسے اعمال کو اختیار کرنا جس سے خدائے تعالیٰ کی نزدیکی حاصل ہو بندوں پر فرض ہے۔ اور وسیلہ بالذوات جائز و مستحسن ہے اس لئے کہ وسیلہ اس عمل یا ذات کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعہ خدائے تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے جیسا کہ پ ۶ ع ۱۰ کی آیت کریمہ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ کے تحت تفسیر کشاف میں ہے وهی شاملة للذوات والاعمال لان الوسيلة كل ما يتوسل به ای يتقرب به الى الله تعالىٰ من قرابة او صنيعة او غير ذلك اھ۔

(۲) ــــــ بزرگان دین کے مزارات اور ان کی ذوات سے وسیلہ جائز ہے۔ اور جائز کام کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ بتانا

ضروری نہیں۔ مسلمانوں کو اختیار ہے وہ جائز طریقہ پر جس طرح بھی چاہیں ان کو وسیلہ بنائیں۔ جیسے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اداروں کے جشن منانے کا کوئی طریقہ نہیں بتایا تو ندوۃ العلما لکھنؤ اور دیوبند کے بڑے بڑے مولویوں نے اپنے دار العلوم کا جس طرح چاہا جشن منایا بلکہ اس کا آغاز ایک کافرہ عورت سے کرایا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور کے روضۂ اقدس سے مختلف طریقے پر توسل کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو الجوزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
قال قحط اهل مدينة قحطا شديدا فشكوا الى عائشة فقالت انظروا قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فاجعلوا منه كوى الى السماء حتى لايكون بينه وبين السماء سقف ففعلوا امطروا مطرا حتى نبت العشب وسمنت الابل حتى لفتقت من الشحم فسمي عام الفتق۔ یعنی حضرت ابو جوزار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑ گیا۔ لوگوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک کو دیکھ کر اسکے مقابل آسمان کی جانب چھت میں سوراخ کر دو یہاں تک کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا تو اس زور کی بارش ہوئی کہ خوب سبزہ اگا اور اونٹ فربہ ہو گئے یہاں تک کہ ان کی چربی پھٹی پڑتی تھی تو اس سال کو خوشحالی کا سال کہا جانے لگا (دارمی۔ مشکوٰۃ ص۵۴۵) حضرت علامہ سمہودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی سنہ ۹۱۱ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ آج کل قحط کے وقت اہل مدینہ کا طریقہ یہ ہے حجرہ شریف کے گرد جو مقصورہ ہے اس کا وہ دروازہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارک کے سامنے ہے کھول دیتے ہیں اور وہاں جمع ہوتے ہیں (وفاء الوفاء جلد اول ص۳۹۸) اور امام بیہقی و ابن ابی شیبہ نے مالک الدار سے روایت کی ہے اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن

الخطاب فجاء رجل ربلال بن حارث المزنی الصحابی) الیٰ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ استسق اللہ لامتك فانهم قد هلكوا فاتاه رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام فقال ائت عمر فاقرأه السلام واخبرهم انهم سیسقون یعنی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں ایک مرتبہ قحط پڑا تو ایک صحابی یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزار اقدس پر حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگئے کہ وہ ہلاک ہوئی جاتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ عمر کو جا کر سلام کہو اور لوگوں کو خبر کر دو کہ جلد پانی برسنے والا ہے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قرۃ العینین میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھا کہ رواہ عمر فی الاستیعاب اور امام قسطلانی نے مواہب میں فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳) ـــــ زید نے صحیح کہا۔ بے شک غیر اللہ سے استمداد جائز ہے جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ می شود بوے بعد از وفات ویکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے ایشاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیاء شمردہ و مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ ست گفتہ و سیدی احمد بن مرزوق کہ از اعاظم فقہاء و علماء و مشائخ دیار مغرب ست گفت کہ روزے شیخ ابوالعباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی اقوی ست یا امداد میت من گفتم قومے می گویند کہ امداد حی قوی تر ست و من می گویم کہ امداد میت قوی تر ست پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق ست و در حضرت اوست و

نقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر ازیں ست کہ حصر و احصا کردہ شود و یافتہ نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف و صالح کہ منافی و مخالف ایں باشد و رد کند ایں را۔ یعنی حجۃ الاسلام حضرت محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس سے زندگی میں مدد طلب کی جاتی ہے اس سے اس کی وفات کے بعد بھی طلب کی جا سکتی ہے۔ مشائخ میں سے ایک نے فرمایا کہ میں نے بزرگوں میں سے چار شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی قبروں میں سے ویسے ہی تصرف کرتے ہیں جیسے اپنی زندگی میں یا کچھ زیادہ۔ شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی اور دو دوسرے حضرات کو اور مقصود حصر نہیں ہے جو خود دیکھا اور پایا کہا اور سیدی احمد بن مرزوق جو عظماء فقہاء و علماء و مشائخ مغرب میں سے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ایک دن شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے یا فوت شدہ کی۔ میں نے کہا ایک قوم کہتی ہے کہ زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ فوت شدہ کی امداد زیادہ قوی ہے تو شیخ ابو العباس نے فرمایا ہاں۔ اس لئے کہ وہ بارگاہ حق میں ہیں اور اس کے حضور میں۔ اور اس گروہ سے اس معنی کی نقل حصر و احصا کی حد سے باہر ہے۔ اور کتاب و سنت نیز اقوال سلف میں کوئی بات ایسی نہیں پائی جاتی جو اس کے منافی ہوں (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۷۱۶) اور جب کتاب و سنت میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جو غیر اللہ سے استمداد کے منافی ہو تو یہی قرآن و حدیث سے اس کے جواز کی اصل ہے۔ جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ یعنی حلال وہ ہے جو خدائے تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جو خدائے تعالیٰ نے

اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس کا کچھ نہیں ذکر فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف ہے یعنی اس کے فعل پر کچھ مواخذہ نہیں۔

امام المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کے تحت ارشاد فرماتے ہیں فیہ ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ یعنی اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور امام عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمۃ او الکراھۃ الذین لابد لھما من دلیل بل فی الاباحۃ التی ھی الاصل یعنی یہ احتیاط نہیں ہے کہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدائے تعالیٰ پر افترا کیا جائے کہ حرمت وکراہت کے لئے دلیل درکار ہے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اباحت مانی جائے اس لئے کہ اصل وہی ہے۔ اور جائز ہونے کے لئے اللہ ورسول کا حکم فرمانا ضروری نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوا۔ اسی لئے مسلمانوں میں بیشمار چیزیں ایسی رائج ہیں کہ جن کا اللہ ورسول نے حکم نہیں فرمایا۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

۲۰ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد عبد الوارث اشرفی الیکٹرک دوکان مدینہ مسجد ریتی روڈ۔ گورکھپور۔

جو لوگ وعظ کہنے یا نعت شریف پڑھنے کے لئے جلسوں میں جاتے ہیں اور روپے پاتے ہیں تو یہ آمدنی ان کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں تین صورتیں ہیں۔ اگر وعظ کہنے اور حمد ونعت پڑھنے سے مقصود یہی ہے کہ لوگوں سے کچھ مال حاصل کریں تو بیشک اس

آیت کریمہ کے تحت میں داخل ہیں اور حکم لاتشتروا بآیٰتی ثمنا قلیلا (پ۱ ع ۵) کے مخالف۔ وہ آمدنی ان کے حق میں خبیث ہے خصوصاً جبکہ ایسے حاجت مند نہ ہوں جن کو سوال کی اجازت ہے کہ اب تو بے ضرورت دوسرا سوال حرام ہوگا اور وہ آمدنی خبیث تر و حرام مثل غصب ہے عالمگیریہ میں ہے ماجمع السائل بالتکدی فھو خبیث۔ دوسرے یہ کہ وعظ اور حمد و نعت سے ان کا مقصود محض اللہ ہے اور مسلمان بطور خود ان کی خدمت کریں تو یہ جائز ہے اور وہ مال حلال۔ تیسرے یہ کہ وعظ سے مقصود تو اللہ ہی ہو مگر ہے حاجت مند اور عادۃً معلوم ہے کہ لوگ خدمت کریں گے اس خدمت کی طمع بھی ساتھ لگی ہوئی ہے تو اگرچہ یہ صورت دوم کے مثل محمود نہیں مگر صورت اولی کی طرح مذموم بھی نہیں جیسا کہ درمختار میں فرمایا الوعظ لجمع المال من ضلالۃ الیھود والنصاریٰ یعنی مال جمع کرنے کے لئے وعظ کہنا یہود و نصاریٰ کی گمراہیوں سے ہے۔ یہ تیسری صورت بین بین ہے اور دوم سے بہ نسبت اول کے قریب تر ہے جس طرح حج کو جائے اور تجارت کا کچھ مال بھی ساتھ لے جائے جیسے (پ۲ ع ۹ میں) لَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ فرمایا ــــــ لہٰذا فتوی اس کے جواز پر ہے افتی بہ الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ کما فی الخانیۃ والھندیۃ وغیرھما والذی ذکرتہ تنیق بین القولین وباللہ التوفیق (فتاوی رضویہ جلد دہم صفحہ ۳۹) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از جیب

قبلہ جناب مولانا نعمانی صاحب مدظلہ۔ سلام مسنون

مزاج گرامی! میں آپ کے علمی وادبی صلاحیتوں کا معترف ہوں

لہذا ازراہ کرم بروئے شریعت آگاہ فرمائیں کہ مؤمنات خواص وعوام دونوں تکمیل مسرت کے لئے شادی کی تقریبات میں نغمہ سرائی کرتی ہیں مسلمانوں کے بعض حلقے اس فعل کو معصیت کفر وشرک اور بدعت قرار دیتے ہیں جبکہ اس کا جواز موجود ہے خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مداخلت کے باوجود شادی (عید) کے موقع پر لڑکیوں کو دف بجاکر گانے کی اجازت دی ہے ۔ صرف اس قدر نہیں بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بیٹھ کر سماعت فرمایا ۔ اس حدیث کو اور اسکے راوی کو آپ صحیح اور مستند تسلیم فرماتے ہیں یا نہیں ؟ خواتین زیادہ تر امیر خسرو کے نغمے گاتی اور یہی نغمے عرس کے موقع پر قوال ساز پر گاتے ہیں، اجمیر شریف پھلواری اور متعدد مقامات پر میں نے خود سنا ہے ایسی حالت میں خواتین پر کس حد تک پابندی لگائی جاسکتی ہے اور شریعت انہیں کس حد تک اجازت دیتی ہے ۔ آپ ازراہ کرم واضح اور شافی جواب دیں تاکہ غلط فہمیاں دور دور ہوں ۔

محتاج کرم ۔ حبیب

حضرت مفتی دارالعلوم فیض الرسول سے گذارش ہے کہ اس استفتار کا جواب باصواب تحریر فرماکر کرم فرمائیں ۔

محمد عبدالمبین نعمانی قادری خادم دارالعلوم غوثیہ نظامیہ جمشید پور

الجواب ۔ بیشک عورتوں کو شادی وغیرہ کسی بھی تقریب میں گانا معصیت ہے ہرگز جائز نہیں کہ ان کا گانا آواز کے ساتھ ہوتا ہے اور فتنہ ہے یہاں تک کہ اسی فتنے کے سبب ان کو اذان بھی کہنا جائز نہیں بحرالرائق جلد اول صـ ۲۶۳ میں ہے اما اذان المرأۃ فلانها منهیة عن رفع صوتها لانها یؤدی الی الفتنة ۔ اور گانے میں عموماً وصال ہجر کے اشعار ہوتے ہیں اور ایسا گانا بہرحال برا ہے کہ وہ زنا کا منتر ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے الغناء رقیة الزنا وھو مروی عن ابن مسعود رضی اللہ

تعالیٰ عنہ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ثانی ص۲۴۹) لیکن جو لوگ کہ عورتوں کے گانے کو کفر و شرک کہتے ہیں وہ کھلی ہوئی غلطی پر ہیں اور جو لوگ کہ اس کا جواز حدیث شریف سے ثابت مانتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں اس لئے کہ مشکوٰۃ شریف ص۲۷۱ باب اعلان النکاح کی وہ حدیث جس میں یہ ذکر ہے کہ لڑکیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں دف بجا کر گایا اسکی شرح میں امام المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں تلك البنات لم یکن بالغات حد الشھوۃ یعنی دف بجا کر گانے والی لڑکیاں حد شہوت کو پہونچی ہوئی نہیں تھیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۳ ص۴۱۹) اور مشکوٰۃ شریف ص۱۲۶ پر باب صلوٰۃ العیدین کی وہ حدیث جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دف کے ساتھ لڑکیوں کا گانا سن رہی تھیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے چہرۂ اقدس پر کپڑا ڈالے ہوئے آرام فرما رہے تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے لڑکیوں کو گانے سے منع کیا تو حضور نے فرمایا دعھما یا ابا بکر فانھا ایام عید یعنی اے ابو بکر! لڑکیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ یہ عید کا دن ہے۔ اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عندھا جاریتان کے تحت فرماتے ہیں ای بنتان صغیرتان یعنی دف بجا کر گانے والی دو چھوٹی بچیاں تھیں (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ثانی ص۲۴۹) اور حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں، دو دخترک بودند از دخترگان انصار یعنی دف بجانے اور گانے والی انصار کی لڑکیوں میں سے دو چھوٹی لڑکیاں تھیں۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول ص۵۹۹) اور چھوٹی لڑکیاں غیر مکلف ہوئی ہیں۔ لہٰذا ان کے گانے سے عورتوں کے گانے کا جواز ثابت کرنا کھلی ہوئی غلطی ہے اور جب کہ فتنہ کے سبب عورتوں کو اذان کہنا جائز نہیں تو انہیں امیر

خسرو وغیرہ کے نغمے گانا کیوں کر جائز ہوگا۔ اور قوال وغیرہ کا اچھے سے اچھے اشعار کے ساتھ بھی ساز کا ملانا حرام ہے۔ جیساکہ حضرت محبوب الٰہی سیدنا نظام الدین سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں مزامیر حرام ست۔ اور مزامیر جب کہ حرام و ناجائز ہے تو وہ ہر جگہ حرام و ناجائز رہے گا۔ چاہے اجمیر شریف میں ہو یا مکہ معظمہ میں۔ خواتین کو گانا گانے کے لئے پورے طور پر پابندی ہے ان کو کسی بھی درجہ میں گانے کی اجازت دینا فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:۔ از سید نصیر اللہ قادری مدرسہ اشاعت الاسلام محمد ڈیہہ پوسٹ رہرا بازار ضلع گونڈہ۔

زید کہتا ہے کہ ہندوستان میں جس طرح تعزیہ داری کا عام رواج ہے کہ حضرت امام حسین کے روضے کے نام پر مندر کی شکل بناتے ہیں اور اس کو رکھ کر ڈھول وغیرہ بجاتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ اور بکر کہتا ہے کہ ڈھول تاشہ وغیرہ بجانا جائز ہے۔ تعزیہ داری کو ناجائز اور مندر کی شکل بتانے والا سنی نہیں ہے بد دین ہے تو ان میں حق پر کون ہے؟

الجواب:۔ زید حق پر ہے بیشک ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری ناجائز و حرام ہے اور بیشک عام طور پر تعزیہ دار حضرت امام حسین کے روضہ کا نقشہ نہیں بناتے بلکہ مندر کی شکل کا ڈھانچہ بنا کر اس کو اپنی بیوقوفی سے امام حسین کے روضہ کا نقشہ سمجھتے ہیں اور بیشک ڈھول وغیرہ جیساکہ محرم میں عموماً بجاتے ہیں حرام و ناجائز ہے۔

اور بکر جاہل گنوار ہے جو ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری اور ڈھول تاشہ وغیرہ بجانے کو جائز سمجھتا ہے۔ اور اگر اس نے واقعی مروجہ

تعزیہ داری کو ناجائز بتانے والے کو غیر سنی اور بددین کہا تو اس پر توبہ لازم ہے کہ علمائے اہلسنت نے مروجہ تعزیہ داری کو ناجائز قرار دیا ہے یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رسالہ تعزیہ داری میں ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری کو ناجائز وحرام اور بدعت سیئہ لکھا ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاویٰ عزیزیہ جلد اول صـ۷۵ پر تحریر فرماتے ہیں: "تعزیہ داری ہم چوں مبتدعان می کنند بدعت ست و ہم چنیں ساختن ضرائح وصورت قبور وعلم وغیرہ ایں ہمہ بدعت ست و ظاہر ست کہ بدعت حسنہ کہ دراں ماخوذ نہ باشد نیست بلکہ بدعت سیئہ است۔ اور حافظ ملت حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب مرادآبادی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ مروجہ تعزیہ داری ڈھول تاشا باجا وغیرہ یزیدیوں کی نقل اور رافضیوں کا طریقہ ہے یہ ناجائز وحرام ہے۔ (تحریر ۳ رجب ۸۸ھ) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
یکم ربیع الاول سنہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از محمد شوکت علی صدر بزم قادری موضع کھریا۔ وارانسی
علماء اور مشائخ کی دست بوسی کرنا کیسا ہے؟ کچھ لوگ اس کو ناجائز وحرام کہتے ہیں۔

الجواب:۔ علماء اور مشائخ کی دست بوسی کرنا جائز ہے اسے ناجائز وحرام کہنا جہالت ہے۔ درمختار باب استبراء میں ہے لا باس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرك یعنی برکت کے لئے عالم اور پرہیزگار آدمی کا ہاتھ چومنا جائز ہے۔ اور اشعۃ اللمعات جلد چہارم صـ۲۱ پر ہے بوسہ دادن دست عالم متورع را جائز ست۔ بعضے گفتہ اند مستحب ست۔ یعنی پرہیزگار عالم کا ہاتھ چومنا جائز ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ مستحب ہے یہاں

تک کہ مخالفین کے پیشوا، مولوی رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۵۴ میں لکھتے ہیں تعظیم دین دار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے حدیث سے ثابت ہے۔ فقط رشید احمد عفی عنہ۔

اس مسئلہ پر مزید حوالہ جاننے کے لئے رسالہ "محققانہ فیصلہ" کا مطالعہ کریں

وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از جمیل احمد متعلم مدرسہ حنفیہ غوثیہ کان پور

نسبندی کیا ہوا شخص اذان دے سکتا ہے کہ نہیں؟ امام کے پیچھے کھڑا ہو سکتا کہ نہیں؟ امام کو لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں اگر امام نے لقمہ لیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ چاند یا دیگر شرعی گواہی دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ نسبندی کیا ہوا شخص بعد توبہ اذان دے سکتا ہے امام کے پیچھے اگلی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ امام کو لقمہ بھی دے سکتا ہے اور چاند وغیرہ کی شرعی گواہیاں بھی دے سکتا ہے بشرطیکہ اس میں کوئی اور شرعی خرابی نہ ہو حدیث میں التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ اور شراب پینے والے چوری کرنے والے، زنا کرنے والے، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے اور اسی قسم کے دوسرے گناہ کبیرہ کا مرتکب جن کی حرمت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ اگر بعد توبہ اذان وغیرہ دے سکتے ہیں تو نسبندی کے گناہ کا مرتکب بدرجہ اولیٰ ان کاموں کو انجام دے سکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۱ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ:۔ از غلام رب موضع ڈھلہوپور پوسٹ سلیم پور ضلع بستی

تعزیہ داری کرنا اور باجا بجانا کیسا ہے؟ اور تعزیہ دار بدعتی ہے یا نہیں؟

الجواب: تعزیہ داری کرنا جیساکہ آج کل عام طور پر ہندوستان میں رائج ہے اور باجا بجانا حرام وناجائز بدعت سیئہ ہے اور تعزیہ دار بدعتی ہے جیساکہ پیشوائے اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اپنے رسالہ مبارکہ اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الهند وبیان الشہادۃ ص۱۳ میں تحریر فرماتے ہیں۔ اب کہ تعزیہ داری طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت وناجائز وحرام ہے۔ وهو سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ ذی الحجہ سنہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از ملک شوکت علی اے ڈیو مہواخر دپوسٹ دھوبھا۔ بستی

زید کہتا ہے کہ مرنے کے بعد بیوی کو شوہر نہ ہاتھ لگا سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے نہ جنازہ اٹھا سکتا ہے اور نہ قبر میں اتار سکتا ہے اس لئے کہ وہ مرنے کے بعد نکاح سے خارج ہو جاتی ہے۔ تو زید کی باتیں کہاں تک صحیح ہیں۔؟

الجواب: مرنے کے بعد عورت نکاح سے ضرور خارج ہو جاتی ہے لیکن شوہر اسے دیکھ سکتا ہے جنازہ اٹھا سکتا ہے اور قبر میں اتار سکتا ہے البتہ بلا حائل اس کے بدن کو ہاتھ نہیں لگا سکتا ہے۔ لہٰذا زید کی سب باتیں صحیح نہیں۔ درمختار مع شامی جلد اول ص۵۷۵ میں ہے۔ یمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر الیها علی الاصح۔ اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شوہر عورت کے جنازہ کو نہ کندھا دے سکتا ہے نہ قبر میں اتار سکتا ہے نہ منھ دیکھ سکتا ہے یہ محض غلط ہے صرف نہلانے اور اس کے بدن کو بلا حائل ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے (بہار شریعت حصہ چہارم ص۱۳۵) وهو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از عبدالوارث اشرفی الیکٹرک دوکان مدینہ مسجد ریتی روڈ گورکھپور
ہندی اور انگریزی تعلیم مسلمانوں کو حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ دینی تعلیم کے علاوہ دوسری ایسی تعلیم کہ جو دین کی ضروری تعلیم کے لئے رکاوٹ بنے مطلقاً حرام ہے چاہے وہ ہندی، انگریزی تعلیم ہو یا کوئی دوسری۔ اور ان باتوں کی تعلیم جو اسلامی عقیدے کے خلاف ہیں جیسے آسمان کے وجود کا انکار، شیطان و جن کے ہونے کا انکار، زمین کے چکر کاٹنے سے رات و دن ہونا، آسمان کا خرق والتیام محال ہونا یا اعادہ معدوم نا ممکن ہونا وغیرہ تمام باطل عقیدے جو قدیم و جدید فلسفے میں ہیں ان کا پڑھنا پڑھانا حرام ہے چاہے وہ کسی بھی زبان میں ہوں۔ اور ایسی تعلیم بھی جائز نہیں کہ جسمیں نیچریوں، دہریوں کی صحبت رہے ان کا اثر پڑے دین کی گرہ کھل جائے یا سست ہو۔ اور اگر یہ خرابیاں نہ ہوں تو بقدر ضرورت علم دین حاصل کرنے کے بعد ریاضی و ہندسہ اور حساب و جغرافیہ وغیرہ سیکھنے کی ممانعت نہیں۔ خواہ وہ کسی زبان میں ہوں اور ہندی انگریزی نفس زبان سیکھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ ھٰکذا فی الجزء العاشر من الفتاویٰ الرضویہ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از فقیر محمد قادری موضع پیپری نئی بستی۔ اترولہ ضلع گونڈہ
پردہ سے غیر مرد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر عورتوں کو چوڑی پہننا کیسا ہے؟

الجواب:۔ بلا پردہ ہو یا پردہ سے بہر صورت غیر مرد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر عورتوں کو چوڑی پہننا ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اسی قسم کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ حرام حرام حرام ہے۔ ہاتھ دکھانا غیر مرد کو حرام ہے۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا حرام ہے جو مرد اپنی عورتوں کے ساتھ اسے جائز رکھتے ہیں۔ دیوث ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر صفحہ ۲۰۸) وھو سبحانہ و

تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از ڈاکٹر عثمانی

عورت کا حمل ساقط کرنا کیسا ہے؟

الجواب:۔ چار مہینہ میں جان پڑ جاتی ہے اور جان پڑ جانے کے بعد حمل ساقط کرنا حرام ہے اور ایسا کرنے والا گویا کہ قاتل ہے۔ اور جان پڑنے سے پہلے اگر ضرورت ہو تو حرج نہیں۔ (فتاوی رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۱۵۱ و ص ۲۶۰) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از محمد عبد الوارث اشرفی الیکٹرک دوکان مدینہ مسجد ریتی روڈ شہر گورکھپور۔ یو، پی

ساس اپنے داماد سے اور بہو اپنے خسر سے پردہ کرے یا نہیں؟

الجواب:۔ جوان ساس کو اپنے داماد سے پردہ مناسب ہے یہی حکم خسر اور بہو کا بھی ہے ھکذا فی الجزء العاشر من الفتاویٰ الرضویہ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از اوج محمد چھاؤنی بازار ضلع بستی

لڑکیوں سے لکھوانا شرع میں کیسا ہے اور لڑکیوں کو لکھنا سکھانے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ لڑکیوں کو لکھنا سکھانا منع ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لا تسکنوھن الغرف ولا تعلموھن الکتابۃ وعلموھن المغزل وسورۃ النور یعنی عورتوں کو کوٹھوں پر نہ رکھو اور انھیں لکھنا نہ سکھاؤ۔ انہیں چرخا کاتنا

سکھاؤ اور سورۂ نور پڑھاؤ (بیہقی شریف) اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ لا تسکنوا نساء کم الغرف ولا تعلموھن الکتابۃ یعنی اپنی عورتوں کو بالاخانہ پر نہ رکھو اور نہ انہیں لکھنا سکھاؤ (ترمذی شریف) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے لا تعلموا نساء کم الکتابۃ ولا تسکنوھن العلالی۔ یعنی اپنی عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ اور نہ انھیں کوٹھوں پر ٹھہراؤ (ابن عدی وابن حبان) لہٰذا لڑکیوں کو لکھنا سکھانے والے فعل ممنوع کے مرتکب ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے پرہیز کریں اور حدیث شریف کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از ارشاد حسین صدیقی بانی دار العلوم امجدیہ سنڈیلہ۔ ہردوئی

عورت جیٹھ، دیور اور خسر سے پردہ کرے یا نہیں؟

الجواب: جیٹھ اور دیور سے پردہ واجب ہے کہ وہ نامحرم ہیں اور خسر سے پردہ واجب نہیں جائز ہے۔ اس کے بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقاً واجب ہے اور محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب ہے اگر کرے گی گنہگار ہوگی اور محارم غیر نسبی جیسے کہ مصاہرت اور رضاعت کا رشتہ تو ان سے پردہ کرنا اور نہ کرنا جائز ہے مصلحت اور حالت کا لحاظ ہوگا۔ اسی واسطے علماء نے لکھا ہے کہ جوان ساس کو داماد سے پردہ کرنا مناسب ہے یہی حکم خسر اور بہو کا ہے اور جہاں فتنہ کا گمان ہو پردہ واجب ہو جائے گا۔ ھکذا فی الجزء العاشر من الفتاوی الرضویۃ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین الامجدی

مسئلہ: حافظ عبد الواحد متعلم دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر۔ یو، پی

آج کل مسلک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامیوں سنی مسلمانوں کا دستور چل پڑا ہے کہ بعد نماز فجر وعصر اختتام جماعت کے بعد جھوم جھوم کر بلند آوازوں سے سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں کہیں بعض جگہ پر لاؤڈ سپیکر کا بھی استعمال ہوتا ہے کچھ مقتدی یا مصلیان جنہیں جماعت نہیں ملتی ہے وہ اپنی نمازیں آکر پڑھتے ہیں صلاۃ وسلام کی آواز کی بنا پر مسجد گونج اٹھتی ہے ایسے نمازی اپنی نمازیں صحیح طور پر نہیں ادا کر پاتے ہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فتاویٰ جلد سوم ص۵۹۶ و ص۵۹۷ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر صلوٰۃ و سلام زور سے پڑھنے سے منع کیا جاوے۔ صورت مستفسرہ میں جو شرعاً حکم ہو تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں بینوا توجروا

الجواب: اہلسنت وجماعت مسلک اعلیٰ حضرت کے حامیوں میں آج کل عام طور پر جو یہ طریقہ رائج ہو گیا ہے کہ فجر وعصر کی جماعت کے بعد بلند آواز سے صلاۃ وسلام پڑھتے ہیں بیشک یہ غلط ہے اس لئے کہ اس کے سبب بعد میں آنے والے لوگ بھول جاتے ہیں ان کے خیالات بدل جاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کو صحیح طور پر ادا نہیں کر پاتے ہیں۔ لہذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس طرح صلاۃ وسلام ہرگز نہ پڑھیں اور مخصوص لوگوں پر واجب ہے کہ یہ طریقہ بند کرائیں اگر قدرت کے باوجود ایسا نہیں کریں گے گنہگار ہوں گے حدیث شریف میں ہے ان الناس اذا راو منکرا فلم یغیروہ یوشک ان یعمھم اللہ بعقابہ یعنی لوگ جب کوئی ناجائز کام دیکھیں اور اس کو نہ مٹائیں تو عنقریب خدائے تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب میں بتلا کرے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۶) اگر لوگ بعد نماز درود وسلام کی برکت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو الگ الگ آہستہ پڑھیں۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل مجدہ و صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ ازعبدالرحمٰن موضع مرٹھوا گنیش پور ضلع بستی

نظم میں نور نامہ نام کی ایک کتاب عوام میں بہت مقبول ہے۔ خاص کر عورتیں اسے بہت پڑھتی ہیں تو اس کتاب میں جو روایت لکھی ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس کا پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ نور نامہ مذکور میں جو روایت لکھی ہوئی ہے وہ بے اصل ہے اس کتاب کا پڑھنا جائز نہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "رسالہ منظوم ہندیہ بنام نور نامہ مشہور ست روایتش بے اصل ست خواندنش روا نیست چہ جائے ثواب (فتاویٰ رضویہ جلد نہم صـ۱۵۵) وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از قاضی اطیعوا الحق عثمانی رضوی۔ علاء الدین پور سعد اللہ نگر ضلع گونڈہ۔ یو،پی

سونے یا چاندی کے دانت بنوانا یا ہلتے ہوئے دانتوں کو سونے یا چاندی کے تار سے بندھوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ چاندی کا دانت بنوانا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز ہے اور سونے کا بنوانا جائز نہیں شامی جلد پنجم مصری صـ۲۳۹ میں تاتارخانیہ سے ہے کہ اذا سقط سنة فاراد ان یتخذ سنا اخر فعند الامام یتخذ ذالك من الفضة فقط وعند محمد من الذهب ایضًا اھ اور ہلتے ہوئے دانتوں کو سونے چاندی سے بندھوانا جائز ہے (بہار شریعت) اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری صـ۲۹۵ میں ہے ذکر الحاکم فی المنتقی لو تحرکت سن رجل وخاف سقوطها تشدها بالذهب او بالفضة لم یکن به باس عند ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله تعالیٰ وھو سبحانہ وتعالیٰ واعلم۔

کتبہ:۔ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ ازمولوی فخرالحسن حیدرپور اوجھا گنج ضلع بستی
ایک شخص نے ایک مرتبہ شراب پی لی تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ حدیث شریف میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شراب پیئے گا اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی پھر اگر توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا پھر اگر پیئے گا تو چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی اس سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا پھر اگر چوتھی مرتبہ پیئے گا تو چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی۔ اب اگر توبہ کرے تو اللہ اسکی توبہ قبول نہیں فرمائے گا۔ (ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ ص۳۱۷) شخص مذکور کے بارے میں شریعت کا یہ حکم ہے کہ اس پر حد جاری کی جائے یعنی اس کو اسی کوڑے مارے جائیں۔ مگر یہ کام حکومت اسلامیہ کا ہے لہذا موجودہ صورت میں صرف دل سے توبہ واستغفار کرے۔ اگر اس کا شراب پینا لوگوں پر ظاہر نہیں ہوا ہے تو پوشیدہ طور پر توبہ کرے اور خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں روئے گڑگڑائے کسی پر ظاہر نہ کرے کہ گناہ کا ظاہر کرنا بھی گناہ ہے اور کھلم کھلا شراب پی ہے تو علانیہ توبہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ یعنی جب تو گناہ کرے تو فوراً توبہ کر۔ خفیہ کی خفیہ اور علانیہ کی علانیہ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از احمد علی اشرفی ۔ مدنپورہ بمبئی ۸
سنا گیا ہے بلکہ ایک کتاب میں لکھا ہوا بھی دیکھا گیا ہے کہ دارالعلوم

فیض الرسول کے بانی شاہ یار علی صاحب نے اپنی مسجد کی تعمیر میں کسی فاسق وفاجر معمار کو کام نہیں کرنے دیا اس کے سارے کاریگر نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے پابند تھے۔ پھر حاجی محمد یوسف سیٹھ نانپاروی نے اسی اہتمام سے آپ کا روضہ بھی بنوایا۔ تو کیا شرع کی رو سے مسجد اور بزرگوں کا روضہ بنانے والوں کا غیر فاسق اور نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کا پابند ہونا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ آستانۂ فیض الرسول کے ذمہ داران بلکہ خود حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی یہ سنا گیا ہے کہ مسجد فیض الرسول کی تعمیر میں کسی فاسق وفاجر معمار کو کام نہیں کرنے دیا گیا۔ اس کے سارے کاریگر زمانۂ تعمیر میں نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے پابند تھے لیکن سیٹھ محمد یوسف نانپاروی (جن کو سوال میں حاجی لکھا گیا حالانکہ ابھی وہ اس نعمت سے مشرف نہ ہوئے ان) کے متعلق یہ کہنا صحیح نہیں کہ انہوں نے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا روضہ بھی اسی اہتمام سے بنوایا۔ اس لئے کہ اس کی تعمیر میں فاسق وفاجر بلکہ کافروں نے بھی کام کیا ہے۔ رہا آپ کے سوال کا جواب تو عند الشرع مسجد اور بزرگوں کا روضہ بنانے والوں کا غیر فاسق اور نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کا پابند ہونا بہتر ہے ضروری نہیں۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

مسئلہ :۔ از سید تنویر ہاشمی درگاہ حضرت ہاشم دستگیر علیہ الرحمہ بیجاپور۔ (کرناٹک)

غیر مقلدین جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتے اور اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ ان کے ساتھ کھانا، پینا

اٹھنا، بیٹھنا، سلام وکلام کرنا، ان کے پیچھے نماز پڑھنا، ان کے جنازے میں شریک ہونا اور ان کے یہاں شادی بیاہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ وہ اولیاء اللہ و بزرگان دین کہ جن کا نقش قدم راہ خدا و صراط مستقیم ہے ان کے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ سلسلۂ عالیہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ کے جتنے مشائخ کرام و بزرگان دین ہوئے ہیں سب کے سب چاروں اماموں میں سے کسی نہ کسی کی تقلید کر کے ضرور مقلد ہوئے ہیں اور اس فرقہ کے لوگ تقلید کرنے والوں کو گمراہ قرار دیتے ہیں۔ اسی سبب سے سارے اولیاء کرام و بزرگان دین کو وہ بدمذہب سمجھتے ہیں اور ان کی شان میں توہین و بے ادبی کرتے ہیں نعوذ باللہ من ذالک۔

اور اس نام نہاد اہل حدیث فرقے کا عقیدہ ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جیسا کہ ان کے مذہب کی اہم کتاب تقویۃ الایمان مطبوعہ مطبع قیومی کانپور کے صفحہ ۴۱ پر ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۴۲ پر ایک حدیث تحریر کرنے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے افتراء کر کے یہ لکھ دیا کہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ اس تحریر کی بنیاد پر ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے۔ معاذاللہ۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۴ پر رسول کے لئے قوم کے چودھری کا درجہ بتایا اور جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کے دن اپنا وکیل اور سفارشی سمجھے اسی کتاب کے صفحہ ۶ پر اسے ابوجہل کے برابر مشرک ٹھہرایا۔ اور کسی نبی یا ولی کے مزارات کی زیارت کے لئے سفر کرنا، اور ان کے مزار پر شامیانہ کھڑا کرنا، روشنی کرنا، فرش بچھانا، جھاڑو دینا، لوگوں کو پانی پلانا، ان کے لئے وضو اور غسل کا انتظام کرنا، ان ساری باتوں کو اسی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ ۷، صفحہ ۸ پر شرک قرار دیا ہے۔ اور اس فرقہ کی دوسری اہم کتاب "صراط مستقیم" فارسی

کے صفحہ ۸۶ پر نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیال کو زنا کے خیال اور گدھے وبیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر قرار دیا ہے۔ اور نماز میں حضور کی طرف خیال لے جانے والے کو مشرک ٹھہرایا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

اسی طرح اس نام نہاد اہل حدیث فرقہ کے اور بہت سے باطل و فاسد عقیدے ہیں جن کے سبب فقہائے کرام نے ان کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت پیشوائے اہل سنت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ غیر مقلدین زمانہ (جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں) بحکم فقہاء و تصریحات عامہ کتب فقہ کافر تھے ہی جس کا روشن بیان الکوکبۃ الشہابیۃ و رسالہ "سل السیوف" و رسالہ "النہی الاکید" وغیرہا میں ہے اور تجربہ نے ثابت کر دیا کہ وہ ضرور منکرین ضروریات دین ہیں اور ان کے منکروں کے حامی و ہمراہ تو یقیناً قطعاً اجماعاً ان کے کفر و ارتداد میں شک نہیں (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۵۵)

لہٰذا نام نہاد اہل حدیث کے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا، سلام و کلام کرنا، ان کے پیچھے نماز پڑھنا، ان کے جنازہ میں شریک ہونا اور ان کے یہاں شادی بیاہ کرنا یعنی مسلمانوں جیسا ان کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا حرام و ناجائز ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم ولا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم۔ یعنی بدمذہب سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو۔ اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔ ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو۔ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے

ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جلت عظمتہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۵ رجب المرجب سنہ ۱۴۱۵ھ

مسئلہ:۔ سید محمد نسیم امام جامع مسجد کمبل شریف ضلع منگلور (کرناٹک) شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ صالح العقیدہ بزرگ اور مشہور عالم دین تھے ان کا لڑکا شیخ محمد بارہویں صدی کی ابتداء میں پیدا ہوا۔ اس نے توہین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور نئے فرقے کی بنیاد ڈالی۔ شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ شیخ محمد کے عقائد کی مخالفت کرتے رہے عرض یہ ہے کہ شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ سنی صحیح العقیدہ مسلمان تھے توہین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شیخ محمد نے کیا۔ ایسی صورت میں شیخ محمد کو یا اس کے ماننے والوں کو وہابی کیوں کہا جاتا ہے۔ مع حوالہ آگاہ فرمائیں اور جو لوگ دوران تقریر میں یا دوران گفتگو میں کہہ جاتے ہیں کہ عبدالوہاب نے توہین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے ان کے لئے شرعی کیا حکم ہے؟ وہابی کہنے پر فرقہ دیوبندی وغیرہ خوش ہوتے ہیں کہ ہم لوگوں کی نسبت ایسے بزرگ کی طرف ہے جو متبع سنت تھے توہین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شیخ محمد نے کی تو فرقہ محمدی کہنا چاہیئے نہ کہ وہابی خلاصہ وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں۔

الجواب:۔ بے شک حضرت عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھے اور ان کا بیٹا محمد گستاخ و بے ادب ہوا مگر چونکہ اس کا وہی نام ہے جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی ہے اس لئے وہ ابن عبدالوہاب کے ساتھ مشہور ہوا اور پھر کثرت استعمال کے سبب اختصار کے لئے لفظ ابن چھوڑ کر وہ صرف عبدالوہاب سے یاد کیا جانے لگا

اس طرح عبدالوہاب اس کا دوسرا علم ہوگیا۔ اسی لئے خاتم المحققین حضرت ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی اسے عبدالوہاب ہی سے یاد کیا ہے جیساکہ وہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ردالمحتار جلد سوم ص۳۰۹ پر تحریر فرماتے ہیں اتباع عبد الوهاب الذین خرجوا من نجد ۔ عبدالوہاب کے متبعین نجد سے نکلے۔ لہذا آج بھی اگر کوئی شخص محمد بن عبدالوہاب کو عبدالوہاب سے یاد کرے تو اسے مجرم نہیں قرار دیا جائیگا اور اس کا نام عبدالوہاب پڑجانے ہی کی بنیاد پر اس کے جاری کئے ہوئے فرقہ کو وہابی کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ مگر جس طرح حنفی، شافعی اور رضوی وغیرہ میں نسبت ملحوظ ہے اس طرح وہابی میں نسبت ملحوظ نہیں بلکہ اب وہ نام ہے گستاخ رسول کا۔ جیسے کہ لوطی میں لوط علیہ السلام کی طرف نسبت ملحوظ نہیں بلکہ وہ نام ہے لواطت کرنے والے کا۔ وہابی، دیوبندی ہٹ دھرم اور بے حیا۔ بقول اپنے اگر ایک متبع سنت کی طرف منسوب کرنے سے خوش ہوتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ اللہ کے ایک نبی حضرت لوط علیہ السلام کی طرف نسبت کے سبب لوطی کہنے پر بدرجۂ اولیٰ خوش ہوں۔ وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی النبی الکریم وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ

مسئلہ:۔ حاجی ثابت علی چرمری ضلع سرگجا (ایم، پی)

زید نے اپنی عورت کے حمل ہونے کے بعد مشین سے چیک کروانے میں یہ پتہ چل جاتا ہے کہ لڑکی ہے تو اسے گروا دیتے ہیں اور اگر لڑکا ہے تو اسے نہیں گرواتے ہیں۔ اس کے اوپر شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور اس کے گھر میں کھانا پینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس کی پرورش میں دو

لڑکیاں بالغ ہونے تک رہیں تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ میں اور وہ بالکل پاس پاس ہوں گے یہ کہتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں ملا کر فرمایا کہ اسی طرح (مسلم شریف، انوار الحدیث ص۴۰۶) اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی پرورش کرے پھر ان کو ادب سکھائے اور ان کے ساتھ مہربانی کرے۔ یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ ان کو بے پروا کر دے (یعنی وہ بالغ ہو جائیں اور ان کا نکاح ہو جائے) تو پرورش کرنے والے پر اللہ تعالیٰ جنت کو واجب کر دے گا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اور دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی پرورش پر کیا ثواب ہے؟ حضور نے فرمایا دو کا بھی۔ یہی ثواب ہے۔ (راوی کہتے ہیں) اگر صحابہ ایک بیٹی یا ایک بہن کے بارے میں پوچھتے تو ایک کے بارے میں بھی حضور یہی فرماتے (مشکوۃ شریف، انوار الحدیث ص۴۰۷) جو شخص لڑکیوں کا حمل گروا دیتا ہے اسے لڑکیوں کی پرورش کی فضیلت والی مذکورہ بالا حدیثیں سنائی جائیں پھر اسے توبہ کرایا جائے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا اس سے عہد لیا جائے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ اس کے ساتھ کھانا، پینا، اور سلام و کلام سب بند کر دیں اس لئے کہ اگر ایسے لوگوں پر سختی نہیں کی جائے گی تو دوسرے لوگ بھی لڑکیوں کا حمل گروانا شروع کر دیں گے پھر ایک وقت ایسا آجائے گا کہ مسلمانوں کے گھروں میں لڑکیاں پیدا ہی نہیں ہوں گی۔ تو لڑکوں کی شادیاں نہیں ہو پائیں گی جو بہت سی برائیوں اور فتنوں کا سبب ہو جائے گا۔ ھٰذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل مجدہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از واحد علی رحمانی موضع پیری نئی بستی اترولہ۔ گونڈہ

مرغی کا انڈا بیچنے والے سے انڈا خریدا گیا اور توڑنے پر خراب نکلا تو انڈا بیچنے والے پر اس کی قیمت واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ انڈا خراب نکلا تو بیچنے والے پر اس کی قیمت واپس کرنا فرض ہے اگر نہیں واپس کرے گا تو حق العبد میں گرفتار ہوگا۔ بہار شریعت حصہ ۱۱ صفحہ ۶۵ میں ہے کہ انڈا خریدا توڑا تو گندا نکلا کل دام واپس ہوں گے کہ وہ بیکار چیز ہے بیع کے قابل نہیں اور درمختار مع شامی جلد چہارم صفحہ ۸۵ میں ہے شری نحو بیض وبطیخ فکسرہ فوجدہ فاسدا ان ینتفع بہ فلہ نقصانہ وان لم ینتفع بہ اصلا فلہ کل الثمن لبطلان البیع اھ۔ ملخصا اور اسی طرح فتاویٰ عالمگیری جلد سوم صفحہ ۷۶ میں بھی ہے وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از حاجی محمد حدیث پوسٹ ومقام ٹنڈوا۔ ضلع بستی۔

مدرسہ اہلسنت بقرعیدیہ مظہر العلوم ڈومریا گنج کے ذمہ داروں نے مدرسہ کی کچھ رقم ہمارے پاس بطور امانت رکھی ہے جس کو ہم نے حفاظت کی غرض سے بینک میں جمع کر دیا ہے ایک صاحب اس رقم میں سے چار ہزار روپیہ ہم سے بطور قرض مانگتے ہیں تو اس رقم سے ہم کسی کو قرض دیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ تسلی بخش جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب:۔ رقم مذکور میں سے آپ کا کسی کو قرض دینا جائز نہیں ہے اس لئے کہ آپ اس رقم کو صدقہ نہیں کر سکتے کہ امانت ہے اور جس رقم کو آپ صدقہ نہیں کر سکتے اسے آپ قرض بھی نہیں دے سکتے جیسا کہ ہدایہ اخیرین صفحہ ۶ میں ہے لا یملک القرض من لا یملک التبرع کالوصی والصبی یہاں تک کہ مدرسہ کے ذمہ داران کو بھی مدرسہ کی رقم قرض دینا جائز نہیں کہ وہ مدرسہ کی رقم کو اس کی ضروریات پر خرچ کرنے کے مالک ہوتے ہیں صدقہ

کرنے کے مالک وہ بھی نہیں ہوتے ھٰذا ما ظھرلی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :۔ از ملا محمد حسین حیدر پور ۔ اوجھاگنج ضلع بستی

کافر کے کھانے وغیرہ پر حضرت سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ اور کسی دوسرے بزرگ کی نیاز کرنا کیسا ہے ؟

الجواب :۔ کافر کی کوئی نیاز کوئی عمل قبول نہیں نہ ہرگز اس پر ثواب ممکن جسے پہونچایا جائے قال اللہ تعالیٰ وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (پ۱۹ ع ۱) اس کے کھانے پر فاتحہ دینا اس کے ثواب پہونچنے کا اعتقاد کرنا ہے اور یہ قرآن عظیم کے خلاف ہے جو شخص ایسا کرے اس پر توبہ فرض ہے بلکہ تجدید اسلام و نکاح بھی چاہئے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۳۲۹) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :۔ از محمد محبوب فیضی موضع لال پور، پوسٹ لچھمی پور۔ گورکھپور

استاذ کے حقوق کس قدر ہیں ؟ جس استاذ سے علم دین حاصل کیا ہو اس کے کچھ حقوق تحریر فرمائیں۔

الجواب :۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ عالمگیری میں وجیز حافظ امام الدین کردری سے ہے۔ قال الزندویستی حق العالم علی الجاھل وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء وھو ان لا یفتتح بالکلام قبلہ ولا یجلس مکانہ وان غاب ولا یرد علی کلامہ ولا یتقدم علیہ فی مشیہ ۔یعنی فرمایا امام زندویستی نے

عالم کا حق جاہل پر اور استاذ کا حق شاگرد پر یکساں ہے اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت میں بھی نہ بیٹھے اور اس کی بات کو رد نہ کرے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے۔ اسی میں غرائب سے ہے ینبغی للرجل ان یراعی حقوق استاذہ وآدابہ لا یبخل بشیٔ من مالہ۔ آدمی کو چاہیئے کہ استاذ کے حقوق واجب کا لحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔ اسی میں تاتارخانیہ سے ہے یقدم حق معلمہ علی حق ابویہ وسائر المسلمین ویتواضع لمن علمہ خیرا ولو حرفا ولا ینبغی ان یخذلہ ولا یستاثر علیہ احدا فان فعل ذالک فقد فصم عروۃ من عری الاسلام۔ یعنی استاذ کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے اپنے استاذ پر کسی کو ترجیح نہ دے اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کی رسیوں میں سے ایک رسی کھول دی (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ ص۹۶) اور تحریر فرماتے ہیں استاذ علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص۹۶) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ مسئولہ ۔۔۔ لوی
ضلع بستی ۔ یوپی

حدیث شریف میں ہے ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام ۔ یعنی جس چیز کا کثیر نشہ آور ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے تو حدیث شریف کے اس قاعدہ

کلیہ کے مطابق پان کے ساتھ جو تمباکو کھایا جاتا ہے اس کو بھی حرام ہونا چاہیئے
اس لئے کہ اس کا بھی کثیر نشہ آور ہے بینوا توجروا

الجواب:۔ حدیث شریف ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام میں
صرف وہ نشہ آور چیزیں مراد ہیں جو مائع و سیال یعنی پانی کی طرح بہنے والی ہیں
جیسے تاڑی اور سیندھی وغیرہ نہ کہ تمباکو اور مشک و زعفران و اشباہہا کہ ان کا
قلیل حلال ہے اور نشہ لانے کی مقدار میں حرام۔ رد المحتار جلد پنجم صـ۲۹۲
میں ہے الحاصل انہ لا یلزم من حرمۃ الکثیر المسکر حرمۃ قلیلہ و لا
نجاستہ مطلقا الا فی المائعات لمعنی خاص بہا اما الجامدات فلا یحرم
منہا الا الکثیر المسکر و لا یلزم من حرمتہ نجاستہ کالسم القاتل فانہ
حرام مع انہ طاہر اھ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ
الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام میں
صرف مسکرات مائعہ مراد ہیں۔ جن کا نشہ لانا ان کے سیال کرنے سے
ہوتا ہے ورنہ مشک و عنبر اور زعفران بھی مطلقاً حرام و نجس ہو جائیں کہ حد
سے زیادہ ان کا کھانا بھی نشہ لاتا ہے (فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم صـ۸۷)
ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

انوار احمد قادری
کتبہ
فاضل فیض الرسول براؤں شریف

۴۲

مسئلہ:۔ از اختر علی خان براؤنی تاج سائیکل شاپ ٹاٹا نگر گوونڈی ممبئی
کیا اپنے اعمال نماز روزہ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ کا ثواب مردہ اور زندہ
دونوں کو بخشنا جائز ہے؟

الجواب:۔ ہاں اپنے تمام اعمال نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ
ہر قسم کی نیکیوں کا ثواب زندہ اور مردہ دونوں کو بخشنا جائز ہے۔ جیسا کہ
فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری صـ۲۴۰ میں ہے ان الانسان لہ ان یجعل

ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ کان اوصوما او صدقۃ او غیرھا کالحج وقرأۃ القرآن والاذکار وزیارۃ قبور الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام والشھداء والاولیاء والصالحین وتکفین الموتی وجمیع انواع البر۔ یعنی اپنے عمل نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج قرآۃ قرآن واذکار کا ثواب اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام شہدائے اسلام، اولیائے کرام وبزرگان دین کی قبروں کی زیارت کا ثواب اور مُردوں کی تجہیز وتکفین وغیرہ ہر قسم کی نیکیوں کا ثواب دوسرے کو بخشنا جائز ہے اور بحر الرائق جلد سوم ص ۵۹ میں ہے لا فرق بین ان یکون المجعول لہ میتا اوحیا۔ یعنی مردہ اور زندہ کو ثواب بخشنے میں کوئی فرق نہیں۔ ھذا ما عندی. وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل مجدہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ
انوار احمد قادری
فاضل فیض الرسول براؤں شریف

مسئلہ:۔ ازمولوی مقبول احمد سیٹھ ڈائی میکر کیراف اقبال میٹرورکس اکبر لالہ کمپاؤنڈ آزاد نگر گھاٹ کوپر۔ بمبئی

آج کل عام طور پر یہ رواج ہوتا جارہا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی لڑکی کی شادی کسی کے یہاں کرنا چاہتا ہے تو لڑکے کا باپ یا اس کے گھر والے بلکہ کبھی خود لڑکا کہتا ہے کہ اتنے ہزار روپئے نقد اور اتنے روپئے کا سامان جہیز میں لیں گے تب شادی کریں گے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ موٹر سائیکل لیں گے اور کچھ لوگ جیپ یا کار کا مطالبہ کرتے ہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ لڑکا یا اس کے گھر والوں کا شادی کرنے کے لئے نقد روپیہ اور سامان جہیز مانگنا یا موٹر سائیکل اور جیپ وکار وغیرہ کا مطالبہ کرنا حرام وناجائز ہے اس لئے کہ وہ رشوت ہے فتاویٰ عالم گیری جلد اول ص ۳۰۶ میں ہے لو اخذ اھل المرأۃ شیئا عند التسلیم فللزوج ان یستردہٗ لانہ رشوۃ

کذا فی البحر الرائق یعنی عورت کے گھر والوں نے رخصتی کے وقت کچھ لیا تھا تو شوہر کو اس کے واپس لینے کا شرعاً حق ہے اس لئے کہ وہ رشوت ہے اور جب لڑکے سے لینا رشوت ہے تو لڑکی سے نکاح پر لینا بدرجۂ اولیٰ رشوت ہے۔ اس لئے کہ آیت کریمہ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ کے مطابق نکاح کے عوض مہر کی صورت میں شوہر پر مال دینا واجب بھی ہوتا ہے اور بیوی پر کسی حال میں نکاح کے بدلے کوئی مال واجب نہیں ہوتا لہٰذا نکاح پہ لڑکی یا اس کے گھر والوں سے مال وصول کرنا رشوت ہی ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الراشی والمرتشی یعنی رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ یہ ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔ اور احمد و بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے کے درمیان واسطہ بننے والے پر بھی لعنت فرمائی ہے (مشکوٰۃ شریف ص۳۲۶) لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لعنت سے بچیں اور اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ یعنی لڑکی والوں سے نکاح کے عوض کسی چیز کا مطالبہ نہ کریں اور مانگنے کی صورت میں لڑکی والے ان کو کچھ نہ دیں اگر وہ لوگ نہ مانیں تو ان کے درمیان واسطہ نہ بنیں بلکہ ان کو ذلیل قرار دیں۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ صراحتاً یا اشارتاً مطالبہ کیا جائے اور اگر اپنی خوشی سے دیا جائے تو شرعاً کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ المعہود کالمشروط نہ ہو۔ ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از مظفر احمد پوسٹ و مقام کھوری ضلع ساگر (ایم، پی)
ماہ صفر میں آخر چہار شنبہ کو بہت سے لوگ بستی چھوڑ کر جنگلوں میں نکل

جاتے ہیں، وہیں کھاتے پکاتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں، لوگوں کا کہنا ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی روز بیماری سے صحت یاب ہوئے تھے اور جنگل میں جاکر نفل نمازیں ادا کی تھیں تو کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب:۔ بالکل بے اصل ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ خلاف واقع ہے جیسا کہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور کتاب بہار شریعت حصہ شانزدہم کے صفحہ ۲۵۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ "ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں سیر و تفریح و شکار کو جاتے ہیں پوریاں (وغیرہ) پکتی ہیں اور نہاتے، دھوتے، خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی روز غسل صحت فرمایا تھا اور بیرون مدینہ طیبہ سیر کے لئے تشریف لے گئے تھے سب باتیں بے اصل ہیں بلکہ ان دنوں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض شدت کے ساتھ تھا وہ باتیں (غسل اور سیر و تفریح) خلاف واقع ہیں۔ اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ ذی الحجہ سنہ ۱۳۸۴ھ

مسئلہ:۔ از والدۂ مولوی شبیر احمد محلہ گھاسرائے ٹانڈہ۔ فیض آباد

آج کل عورتیں میلاد میں نعت شریف بلند آواز سے پڑھتی ہیں اور پھر آخر میں صلاۃ و سلام تو اتنی زور سے پڑھتی ہیں کہ انکی آواز گھر کے باہر دور تک پہنچ جاتی ہے تو اس طرح عورتوں کو پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ عورتوں کو اس طرح پڑھنا حرام، حرام، حرام ہے سورۂ نور رکوع ۴ کی آیت کریمہ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ الخ کے تحت تفسیر روح البیان میں ہے رفع صوتها بحيث يسمع الاجانب كلامها حرام یعنی عورت کا آواز کو اس طرح بلند کرنا کہ اجنبی مرد سنیں حرام ہے اور رد المحتار جلد اول صفحہ ۲۵۷ میں ہے رفع صوتهن حرام یعنی عورتوں کو اپنی آواز اونچی کرنا حرام

ہے۔ لہٰذا ان پر لازم ہے کہ وہ نعت شریف اور صلاۃ وسلام اتنی آہستہ پڑھیں کہ گھر کے باہر آواز نہ جائے ورنہ ایسا میلاد شریف حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی کی بجائے ان کی ناراضگی اور آخرت کی بربادی کا سبب ہوگا۔ ھذا ما عندی وھو اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :- از رضی الدین احمد موضع سرسیا کرامت چودھری۔ سدھارتھ نگر

وہابی دیوبندی عام طور پر کہتے ہیں کہ یزید نے اگرچہ حضرت امام حسین کو شہید کروایا مگر وہ جنتی ہے۔ اس لئے کہ بخاری شریف میں حدیث ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قسطنطنیہ پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔ اور قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا یزید ہے لہٰذا وہ بخشا بخشایا ہوا پیدائشی جنتی ہے۔ تو وہابیوں دیوبندیوں کی اس بکواس کا جواب کیا ہے؟ مفصل ومدلل تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔

الجواب :- یزید پلید جس نے مسجد نبوی اور بیت اللہ شریف کی سخت بے حرمتی کی جس نے ہزاروں صحابۂ کرام وتابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بے گناہ قتل عام کیا، جس نے مدینہ طیبہ کی پاک دامن خواتین کو تین شبانہ روز اپنے لشکر پر حلال کیا اور جس نے فرزند رسول جگر گوشۂ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر پیاسا ذبح کیا ایسے بدبخت اور مردود یزید کو جو لوگ بخشا بخشایا ہوا پیدائشی جنتی کہتے ہیں اور ثبوت میں بخاری شریف کی حدیث کا حوالہ دیتے ہیں وہ اہل بیت رسالت کے دشمن خارجی اور یزیدی ہیں۔ ان باطل پرست یزیدیوں کا مقصد یہ ہے کہ جب یزید کی بخشش اور اس کا جنتی ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے تو امام حسین کا ایسے شخص کی بیعت نہ کرنا اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کرنا بغاوت ہے اور سارے

فتنہ و فساد کی ذمہ داری انھیں پر ہے نعوذ باللہ من ذالک
وہابی دیوبندی یزید پلید کے جنتی ہونے کے متعلق جو حدیث پیش کرتے ہیں اس کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ قال النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے (بخاری شریف جلد اول ص۴۱) تو اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان حق ہے۔ لیکن قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا یزید ہے وہابیوں، دیوبندیوں کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ اس لئے کہ یزید نے قسطنطنیہ پر کب حملہ کیا اس کے بارے میں چار اقوال ہیں۔ ۴۹ھ، ۵۰ھ، ۵۲ھ اور ۵۵ھ جیساکہ کامل ابن اثیر جلد سوم ص۱۳۱، بدایہ نہایہ جلد ششم ص۳۲، عینی شرح بخاری جلد چہاردہم اور اصابہ جلد اول ص۴۰۵ میں ہے۔ ثابت ہوا کہ یزید ۴۹ھ سے ۵۵ھ تک قسطنطنیہ کی کسی جنگ میں شریک ہوا چاہے سپہ سالار وہ رہا ہو یا حضرت سفیان بن عوف۔ اور وہ معمولی سپاہی رہا ہو مگر قسطنطنیہ پر اس سے پہلے حملہ ہو چکا تھا۔ جس کے سپہ سالار حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے۔ اور ان کے ساتھ حضرت ابو ایوب انصاری بھی تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ جیساکہ ابو داؤد شریف کتاب الجہاد ص۳۴۰ کی حدیث عن اسلم ابی عمران قال غزونا من المدینۃ نرید القسطنطنیۃ وعلی الجماعۃ عبد الرحمٰن بن خالد بن الولید الخ سے ظاہر ہے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتقال ۴۶ھ یا ۴۷ھ میں ہوا جیساکہ بدایہ نہایہ جلد ہشتم ص۳۱، کامل ابن اثیر جلد سوم ص۲۲۹ اور اسد الغابہ جلد سوم ص۲۴۰ میں ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کا حملہ قسطنطنیہ پر ۴۶ھ یا ۴۷ھ سے پہلے ہوا۔ اور تاریخ کی معتبر کتابیں شاہد ہیں کہ یزید قسطنطنیہ کی ایک جنگ کے علاوہ

کسی میں شریک نہیں ہوا تو ثابت ہو گیا کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسطنطنیہ پر جو پہلا حملہ کیا تھا یزید اس میں شریک نہیں تھا تو پھر حدیث اول جیش من امتی الخ میں یزید داخل نہیں۔ اور جب وہ داخل نہیں تو اس حدیث شریف کی بشارت کا بھی وہ مستحق نہیں۔ اور چونکہ ابو داؤد شریف صحاح ستہ میں سے ہے اس لئے تمام کتب تاریخ کے مقابلہ میں اسی کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ رہی یہ بات کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال اس جنگ میں ہوا کہ جس کا سپہ سالار یزید تھا تو اس میں کوئی خلجان نہیں۔ اس لئے کہ قسطنطنیہ کا پہلا حملہ جو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں ہوا آپ اس میں شریک رہے اور پھر بعد میں جب اس لشکر میں شریک ہوئے کہ جس کا سپہ سالار یزید تھا تو قسطنطنیہ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے کہ قسطنطنیہ پر متعدد بار اسلامی لشکر حملہ آور ہوا ہے ——— اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا جو لشکر تھا اس میں یزید موجود تھا پھر بھی یہ ہرگز نہیں ثابت ہو گا کہ اس کے سارے کرتوت معاف ہو گئے اور وہ جنتی ہے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں یہ بھی ہے مامن مسلمین یلتقیان فیتصافحان الاغفرلھما قبل ان یتفرقا۔ یعنی جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کو بخش دیا جاتا ہے۔ (ترمذی شریف جلد دوم ص۹۷) اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے من فطر فیہ صائما کان لہ مغفرۃ لذنوبہ۔ یعنی جو ماہ رمضان میں روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہوں کے لئے مغفرت ہے (مشکوٰۃ شریف ص۱۷۴) اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث یہ بھی ہے۔ یغفر لامتہ فی اٰخر لیلۃ فی رمضان یعنی روزہ وغیرہ کے سبب ماہ رمضان کی آخری رات میں اس امت کو بخش دیا جاتا ہے (مشکوٰۃ شریف ص۱۷۴) لہٰذا اگر وہابیوں دیوبندیوں کی بات مان لی جائے تو ان احادیث کریمہ کا

یہ مطلب ہوگا کہ مسلمان سے مصافحہ کرنے والے، روزہ دار کو افطار کرانے والے اور ماہ رمضان میں روزہ رکھنے والے سب بخشے بخشائے جنتی ہیں۔ اب اگر وہ حرمین طیبین کی بے حرمتی کریں معاف، کعبہ شریف کو (معاذ اللہ) کھود کر پھینک دیں معاف، مسجد نبوی میں غلاظت ڈالیں معاف، ہزاروں بے گناہ کو قتل کر ڈالیں معاف، یہاں تک کہ اگر سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر پاروں کو تین دن کا بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کر ڈالیں تو وہ بھی معاف اور جو چاہیں کریں سب معاف۔ نعوذ باللہ من ذلک

خدائے عزوجل یزید نواز وہابیوں، دیوبندیوں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ اور گمراہی و بد مذہبی سے بچنے کی توفیق بخشے۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از عبد اللہ کرنیل گنج کانپور

آج کل لوگ زندگی کے ہر شعبے میں ترقی کر رہے ہیں۔ تو بہت سے لوگ اپنے نسب میں بھی ترقی کرنے لگے ہیں۔ بعض لوگ جو حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد سے نہیں ہیں مگر اپنے آپ کو صدیقی، فاروقی، عثمانی اور علوی لکھنے لگے ہیں اور بہت سے لوگ جو سید نہیں ہیں وہ اپنے آپ کو سید لکھنا چالو کر دیئے ہیں۔ اور کچھ لوگ اپنے پیر اور استاذ کو جو سید نہیں ہیں عزت بڑھانے کے لئے ان کو سید بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں تو ان سب کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ نسب بدلنا: جو لوگ کہ خلفائے اربعہ کی اولاد سے نہ ہوں ان کا اپنے آپ کو صدیقی، فاروقی، عثمانی اور علوی لکھنا۔ اور جو لوگ سید نہ ہوں ان کا اپنے آپ کو سید کہنا و لکھنا سخت ناجائز اور خدائے تعالیٰ و ملائکہ وغیرہ کی لعنت کا سبب ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی

محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ یوم القیمۃ صرفا ولا عدلا۔ ھذا مختصر۔ یعنی جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے نہ نفل۔ بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وغیرہم نے یہ حدیث مولا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے (فتاویٰ رضویہ جلد ۵ صہ ۶۶۷) اور جو لوگ کہ اپنے پیر واستاذ کو سید بنانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بھی اس وعید کے مستحق ہیں اس لئے کہ جب اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرنے والے پر یہ وعید ہے تو جو شخص کسی کو اس کے باپ کے سوا دوسرے کی طرف منسوب کرے وہ بدرجۂ اولیٰ اس وعید کا مستحق ہے۔ ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :۔ از محمد شاکر علی صدیقی۔ مدنپورہ بمبئی۔

وہ مدارس عربیہ جو الٰہ آباد بورڈ سے ملحق ہیں وہ مدرسین وطلبہ کی تعداد اور ان کی حاضریاں بلکہ داخلہ خارجہ کے کاغذات بھی عموماً فرضی بنا کر گورنمنٹ سے روپیہ حاصل کرتے ہیں تو ان کا یہ فعل کیسا ہے؟ ان مدارس میں تدریس کی ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کہا جاتا ہے کہ مولانا بدر الدین احمد رضوی نے الحاق کی وجہ سے فیض الرسول براؤں شریف کی ملازمت چھوڑی ہے، تو یہ کہاں تک صحیح ہے؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ مدرسین وطلبہ کی تعداد، ان کی حاضریاں اور داخلہ وغیرہ کے متعلق جھوٹے کاغذات بنا کر یہاں کی گورنمنٹ سے بھی رقم حاصل

کرنا جائز نہیں کہ یہ غدر ہے اور غدر و بدعہدی مطلقاً سب سے حرام ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فتاوی رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۱۰۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ غدر اور بدعہدی مطلقاً ہر کافر سے بھی حرام ہے، ہدایہ و فتح القدیر وغیرہما میں ہے۔ ان مالھم غیر معصوم .فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحاً مالم یکن غدراً. اھ ملخصاً اگر اس فعل حرام کے ذمہ داران مدارس کے کلرک وارا کین ہیں نہ کہ علماء و مدرسین لہذا ایسے مدارس میں تدریس کی ملازمت کرنا جائز ہے بشرطیکہ کلرک و اراکین کے غلط کاموں سے راضی نہ ہو اور روکنے پر قادر ہو تو روکے ورنہ دل سے برا جانے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا عملت الخطیئة فی الارض من شھدھا فکرھھا کان کمن غاب عنھا۔ یعنی جب کسی جگہ کوئی گناہ کیا جائے تو جو شخص وہاں حاضر ہو مگر اسے برا سمجھتا ہو تو وہ اس آدمی کے مثل ہے جو وہاں موجود نہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۶)

رہی مولانا بدر الدین احمد قدس سرہ کی بات کہ انہوں نے الحاق کی وجہ سے فیض الرسول براؤں شریف کی ملازمت چھوڑی تو یہ ان کے چند مریدین کا الحاقی مدارس کے علماء کی تحقیر اور اپنے پیر کی تعظیم کے لئے جھوٹا پروپگنڈہ ہے جو بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ اس لئے کہ ان کے براؤں شریف چھوڑنے کی وجہ کچھ اور ہے جو دار العلوم فیض الرسول کے داخلی و اندرونی حالات جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں۔ اگر وہ الحاق کے سبب فیض الرسول سے مستعفی ہو رہے ہوتے تو وہ اس کی ممبری سے بدرجہ اولیٰ استعفار دے کر الگ ہو جاتے۔ اس لئے کہ الحاق سے متعلق ساری مکاریوں اور فریب کاریوں کے ذمہ دار الحاقی مدارس کے اراکین و ممبران ہی ہوتے ہیں لہذا تا وقتیکہ وہ مستعفی ہو کر الگ نہ ہو جائیں ان

مدارس کی غلط کاریوں سے وہ بری نہیں ہو سکتے۔ البتہ مدرسین وملازمین اس صورت میں گنہگار ہوں گے جب کہ ان مکاریوں سے راضی ہوں یا ان میں شریک ہوں، یہی وجہ ہے کہ بت خانہ کا ممبر بننا حرام وناجائز ہے اور بعض صورتوں میں کفر بھی ہے لیکن اس کے جائز کاموں کی ملازمت و مزدوری جائز ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ فی الخانیۃ لو اٰجر نفسہ یعمل فی الکنیسۃ ویعمرھا لاباس بہ لانہ لامعصیۃ فی عین العمل اور ہدایہ میں ہے من اٰجر بیتا لیتخذ فیہ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر بالسواد فلا باس بہ۔ وھذا عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ فتاویٰ رضویہ جلد دھم نصف اول ص۸۵)

خلاصہ یہ ہے کہ الحاقی مدارس کی غلط کاریوں کے ذمہ دار اس کے ممبران واراکین ہیں نہ کہ مدرسین وملازمین لہٰذا مولانا بدرالدین احمد رضوی قدس سرہ اگر الحاق کے سبب فیض الرسول براؤں شریف کی مدرسی سے مستعفی ہوئے ہوتے تو اس کی ممبری سے ضرور استعفار دے کر الگ ہو جاتے حالانکہ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک الحاقی مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف کے ممبر رہے ھذا ھو الحق المبین وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی النبی الکریم الامین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ ۔ ازعباس علی انصار ٹیلر چلبا بازار ضلع بستی

(۱) ــــــــ زید نے ایک موقع پر ایک غیر مسلم سے طلب کرتے ہوئے کہا کہ ہم کو ایک گلاس پانی پلادو کہ ہم بھی تمہارے جیسے ہیں پانی پینے کے بعد زید نے کہا ہم ہندو ہیں نیز فوراً بعد ایک ضعیف العمر مسلمان سے کہا کہ آپ لوگ ہم کو ہندو قرار دیتے تو اچھا تھا۔ ایسے نام نہاد مسلم کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) ــــــــ ایک عالم صاحب نے جلسے کے چندے کے سلسلے میں بکر سے سوال کیا اس نے کراہت سے دس روپیہ دے دیا لیکن عالم کے چلے جانے کے بعد اس نے کہا کہ میرا دس روپیہ بیکار گیا اگر وہ میرے پاس ہوتا تو دو کلو آلو لے لیتا۔ اس کے بارے میں بھی شرع کا جو حکم ہو کتاب و سنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ (۱) ــــــــ صورت مسئولہ میں زید ہندو ہو گیا بلکہ اگر وہ زبان سے نہ کہتا صرف ہندو ہونے کی نیت کر لیتا تب بھی وہ ہندو ہو جاتا۔ الاشباہ والنظائر ص۱۵ میں ہے لا یکون مسلماً بمجرد نیۃ الاسلام بخلاف الکفر لہٰذا زید پر لازم ہے کہ وہ توبہ و استغفار کرے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ۷ ع۱۴)
وَھُوَ تَعَالٰی اَعْلَمُ

(۲) ــــــــ عالم چندے کی رقم صحیح طور پر خرچ نہیں کرتا اگر اس بنیاد پر بکر نے

جملہ مذکور کہا یا اس سبب سے کہا کہ میں نے ثواب کی نیت سے روپیہ نہیں دیا۔ تو ان صورتوں میں بکر پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اور اگر اس لئے کہا کہ جلسہ کے نام پر چندہ دینے میں کوئی ثواب نہیں تو وہ علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ ھذا ما ظھر لی واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۸ر شعبان ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:۔ از اسلم انصاری ساکن نرکٹیا ڈاکخانہ سمریا ضلع سیوان بہار

زید کی بیوی ہندہ نے کہا کہ قرآن طوطا مینا کی کہانی ہے۔ معاذاللہ اس کے علاوہ کہتی ہے کہ ہم کیسے یقین کرلیں کہ قرآن خدا کی بھیجی ہوئی آسمانی کتاب ہے۔ خدا کو کس نے دیکھا ہے؟ پھر بعد میں اس نے کہا کہ میں نے مذاق سے کہہ دیا ہے غلطی ہوگئی۔ اب اس عورت ہندہ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ عورت ہندہ کافرہ مرتدہ ہوکر اسلام سے خارج ہوگئی اور اپنے شوہر پر حرام ہوگئی اگرچہ مذکورہ جملوں کو اس نے مذاق میں کہا ہو۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرے اور قرآن کے منزل من اللہ یعنی اللہ کی کتاب ہونے کا اقرار کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا اور اس کے ہمنواؤں کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ۷ ع ۱۴) لیکن عورت شوہر پر حرام ہونے کے باوجود توبہ اور تجدید ایمان کے بعد بھی بغیر طلاق دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ عورت معاذاللہ ان میں کی ہوگئی (یعنی کافرہ ومرتدہ ہوگئی) اور مرد سنی رہا تو نکاح تو فسخ نہ ہوا علی مافی النوادر وحققناہ الافتاء بہ فی ھذا الزمان فی فتاوانا۔ مگر مرد کو اس سے قربت حرام ہوگئی جب تک اسلام نہ لے

آئے۔ لان المرأۃ لیست باھل ان یطأھا مسلم او کافر او احد (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص۶۳) ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی

۱۷؍ شوال ۱۴۰۷ھ

مسئلہ:۔ از اکبر علی حشمتی مدرسہ گلشن مدینہ نگر پالیکا چوک مینڈرکی ضلع سولہ پور۔ مہاراشٹر

مہاراشٹر کے جس علاقہ میں ہم لوگ رہتے ہیں یہاں کے اکثر مسلمان اپنے دینی مسائل سے ناواقف ہیں اور زیادہ تر ہندی تعلیم حاصل کرتے ہیں جس میں کافروں کی عید کے موقع پر مسلمان بچوں اور بچیوں سے ہندو ٹیچر سرسوتی اور گنڑپتی کی پوجا کراتے ہیں۔ اب ان بچوں اور بچیوں کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ اس فعل سے وہ مسلمان رہیں گے یا ان پر کفر کا فتویٰ دیا جائے گا اور ان کے ماں باپ کے لئے کیا حکم ہے اور ان کو بچوں کے متعلق کیا کرنا چاہیئے؟ لہٰذا قرآن واحادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر اس عمر کے ہوں کہ دین و مذہب کو سمجھتے ہوں تو چاہے بچے ہوں یا بچیاں ان پر کفر کا فتویٰ ہے اور ان کے ماں باپ کا اپنے بچوں کی اس پوجا پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "الرضا بالکفر کفر" یعنی کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے اسکولوں سے اپنے بچوں کو ہٹالیں، انھیں کلمہ پڑھائیں توبہ کرائیں اور ان کے دل میں اسلام کی عظمت بٹھائیں اور خود بچوں کے ماں باپ بھی توبہ، تجدید ایمان و نکاح کریں اور سب مسلمان مل کر اپنا اسکول قائم کریں جس میں دینیات کے ساتھ ہندی وغیرہ کی تعلیم کا بھی انتظام ہو۔ یا ایسے اسکول میں اپنے بچوں کو پڑھائیں جہاں سرسوتی اور گنڑپتی وغیرہ کی پوجا نہ کرائی جاتی ہو۔ بہر صورت ایسے اسکولوں سے بچوں اور بچیوں کو نکال لیں کہ ان میں مسلمان بچوں اور بچیوں کا پڑھنا ان کے

دین وایمان کے لئے زہر ہلاہل ہے اگر مسلمان ایسا نہ کریں تو خدائے تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کریں۔ ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از ثنا الیکٹریکل قاضی سعید اللہ پورہ چھوٹی محل کے سامنے بنارس
خطبہ کی اذان منبر کے پاس مسجد کے اندر پڑھنا سنت ہے یا باہر؟ بینوا توجروا

الجواب:- خطبہ کی اذان منبر کے پاس مسجد کے اندر پڑھنا بدعت ہے اور باہر پڑھنا سنت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے زمانۂ مبارکہ میں یہ اذان خارج مسجد ہی ہوا کرتی تھی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے عن السائب بن یزید قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر۔ یعنی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور ایسا ہی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی رائج تھا۔ (ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۶۲) اور حضرت علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آیت کریمہ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ الخ کی تفسیر میں لکھتے ہیں اذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد۔ یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز منبر پر تشریف رکھتے تو مسجد کے دروازہ پر اذان پڑھی جاتی تھی (تفسیر جمل جلد چہارم صفحہ ۳۴۳) قرآن مجید کی تفسیر اور حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ خطبہ کی اذان مسجد کے باہر پڑھنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت ہے۔ اسی لئے فقہائے کرام مسجد کے اندر اذان پڑھنے سے منع

فرماتے ہیں جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان جلد اول مصری ص۵۵ اور بحر الرائق جلد اول ص۲۶۸ میں ہے لایؤذن فی المسجد یعنی مسجد میں اذان پڑھنا منع ہے اور فتح القدیر جلد اول ص۲۱۵ میں ہے قالوا لایؤذن فی المسجد۔ یعنی فقہائے کرام نے فرمایا کہ مسجد کے اندر اذان نہ پڑھی جائے اور طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۲۱۷ میں ہے یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم یعنی مسجد کے اندرونی حصہ میں اذان دینا مکروہ ہے اسی طرح سے قہستانی میں نظم سے ہے ۔۔۔۔۔۔ خدائے عزوجل لوگوں کو ہٹ دھرمی سے بچائے اور تفسیر و حدیث نیز فقہ کی کتابوں پر عمل کرنے کی توفیق بخشے آمین بحرمۃ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین

کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ رجب المرجب ۱۷ھ

مسئلہ:- از ایم بلال احمد قادری عفی عنہ۔ مدرسہ مشائخ العلوم بسو پالن پور۔ گجرات

(۱) ۔۔۔۔۔۔ جمعہ کی اذان ثانی جو خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے مسجد کے اندر منبر کے سامنے ہونی چاہئے یا مسجد کے باہر نیز یہ بھی خلاصہ فرمائیں کہ حضور علیہ التحیۃ والثناء کے دور ظاہری اور خلفاء راشدین کے دور پاک میں یہ اذان کہاں ہوتی تھی؟

(۲) ۔۔۔۔۔۔ ہمارے یہاں یہ اذان ثانی منبر کے سامنے ہوتی ہے امام صاحب نے کہا کہ اذان ثانی باہر ہونی چاہئے اس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ ہمارے یہاں برسوں سے اندر ہوتی ہے اور ہوگی یہ نئی بات ہم نہیں مانیں گے حوالہ کے طور پر فتاویٰ رضویہ اور احکام شریعت، فتاویٰ فیض الرسول پیش کرنے پر کہا کہ یہ بھی نئی کتابیں ہیں اور رکن دین، فتاویٰ عالمگیری اور غنیۃ الطالبین یہ پرانی کتابیں ہیں ان میں خطیب کے روبرو یا منبر کے سامنے کا لکھا ہے

تو لہذا سامنے اندر ہی ہوتا ہے۔ واضح فرمائیں کہ اندر یا سامنے کا کیا مطلب ہے؟

(۳) ـــــ ـــــ جو شخص فتاویٰ رضویہ و فتاویٰ فیض الرسول کے حوالہ کو نہ مانے کیا وہ سنی ہو سکتا ہے اور ایسے لوگوں کے لئے شرع شریف میں کیا حکم ہے جو سنت کے مقابلے میں رسم و رواج کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ عرض یہ ہے کہ جو بھی حکم شرع ہو واضح فرما کر جو لوگ بضد ہیں کہ اذان اندر ہی ہو ان کیلئے شرعی احکام سے آگاہ فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ (۱) ـــــ خطبہ کی اذان مسجد کے باہر ہونا چاہیے کہ یہی سنت ہے اذان مسجد کے اندر پڑھنا بدعت سیئہ ہے اس لئے کہ خطبہ کی اذان حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ مبارکہ میں اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں مسجد کے باہر ہی ہوا کرتی تھی جیسا کہ حدیث کی مشہور کتاب ابو داؤد شریف جلد اول ص ۱۶۲ میں ہے عن السائب بن یزید قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر و عمر۔ یعنی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے روز منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور ایسا ہی حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ مبارکہ میں

ـــــ اور حضرت علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آیت مبارکہ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ الخ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں اذا جلس علی المنبر اُذّن علی باب المسجد یعنی جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے روز منبر پر تشریف رکھتے تو مسجد کے دروازہ پر اذان پڑھی جاتی تھی۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) ـــــ جمعہ کی اذان ثانی منبر کے سامنے مسجد کے باہر ہی ہونا چاہئے فتاویٰ فیض الرسول اور احکام شریعت یہ کتابیں نئی ضرور ہیں مگر ان کی باتیں قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ ہی کی روشنی میں ہیں۔ جب کہ حدیث شریف اور تفسیر

میں علی باب المسجد ہے یعنی خطبہ کی اذان مسجد کے دروازہ پر ہوا کرتی تھی تو ظاہر ہوا کہ فتاوی عالمگیری، غنیۃ الطالبین اور رکن دین میں جو خطیب کے روبرو یا منبر کے سامنے لکھا ہوا ہے اس کا مطلب ہے مسجد کے باہر۔ جو لوگ اس کا مطلب مسجد کے اندر سمجھتے ہیں تو وہ حدیث و تفسیر کے خلاف اس کا معنی متعین کرتے ہیں جو سراسر جہالت ہے اس لئے کہ کسی کتاب میں فی المسجد یعنی مسجد کے اندر کا لفظ نہیں آیا ہے مگر ہٹ دھرمی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) ـــــ جو لوگ فتاوی رضویہ اور فتاوی فیض الرسول کے حوالوں کو نہیں مانتے یا تو وہ سنی نہیں ہیں۔ اور یا تو وہ جاہل ہٹ دھرم ہیں کہ سنت کے مقابلہ میں رسم و رواج کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ تفسیر و حدیث اور فقہ کو مانیں اور رسم و رواج کو چھوڑیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمان ان سے دور رہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ر رجب المرجب ۱۶ھ

مسئلہ: از محمد کلیم اللہ قادری نوری دربار سیوان

نماز پنج وقتہ، جمعہ، تراویح و عیدین لاؤڈ اسپیکر پر پڑھنا شرع کے مطابق جائز ہے یا نہیں؟ اگر لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ مکبر بھی رہے تو ایسی حالت میں شرع کا کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ میں اکابر علمائے اہلسنت کے کیا فتاوے ہیں؟ ان حضرات کے ناموں کو بھی تحریر کریں ـــــ ایک عالم دین کا کہنا ہے کہ "صدائے امام کی تکبیرات انتقالیہ سن کر رکوع و سجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز صحیح ہے اس لئے کہ جب نماز کے شرائط و ارکان سب موجود اور مفسدات سب مفقود تو نماز کو فاسد بتانا مخذول و مطرود۔ گنبد اور لاؤڈ اسپیکر سے امام کی آواز سنکر رکوع و سجود کرنے والے کی نماز فاسد نہیں ہوتی ہے"۔ ان کا یہ

قول از روئے شرع کہاں تک درست ہے کہاں تک صحیح نہیں ؟ سوال کا جواب از روئے شرع مدلل عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب :- نماز پنج وقتہ ہو یا جمعہ، تراویح اور عیدین وغیرہ کسی میں بھی لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں اس لئے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز بعینہٖ متکلم کی آواز نہیں ہوتی بلکہ اس کی نقل ہوتی ہے جو آواز کے ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہے ملاحظہ ہو فتاویٰ فیض الرسول جلد اول میں ص۳۶۱ سے ص۳۶۶ تک ماہرین سائنس اور اسکے انجینیروں کے متفقہ اقوال۔ اور آواز کے ٹکرانے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے وہ صدا ہوتی ہے جیسے پہاڑ اور گنبد وغیرہ سے ٹکرا کر پیدا ہونے والی آواز صدا ہوتی ہے۔ اور صدا کا وہ حکم نہیں جو متکلم کی آواز کا ہے کہ متکلم کی آواز بغیر کسی چیز سے ٹکرائے صرف ہوا کے تموج سے سننے والے کے کان تک پہنچتی ہے۔ اور صدا چونکہ کسی چیز سے ٹکرا کر پیدا ہوتی ہے اس لئے آیت سجدہ سننے تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ جیسا کہ امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں فی الخلاصۃ ان سمعہا من الصدا لا تجب (فتح القدیر جلد اول ص۴۶۸) اور تنویر الابصار و درمختار مع شامی جلد اول ص۵۱۷ میں ہے لاتجب بسماعہ من الصدیٰ اور مراقی الفلاح مع طحطاوی ص۲۶۴ میں ہے لا تجب بسماعہ من الصدیٰ وھو ما یجیبک مثل صوتک فی الجبال والصحاریٰ ونحوھا۔

اس تغایر حکم سے صاف ظاہر ہوا کہ صدا کا حکم جداگانہ ہے۔ اور جب سجدۂ تلاوت کے وجوب میں صدا کا اعتبار نہیں تو حکماً صدا نفس آواز متکلم سے الگ ہے اور جب سجدۂ تلاوت میں صدا نفس آواز متکلم سے جدا ٹھہری تو نماز کے سجدہ کیلئے صدا کو شرعاً بعینہٖ آواز متکلم مان لینا صحیح نہیں یعنی جب سجدۂ تلاوت میں صدا نفس آواز متکلم سے جدا اور خارج ہے تو اس میں بھی خارج قرار پائے گی اور جب صدا خارج قرار پلئی تو حالت نماز میں اس سے تلقن جائز نہیں۔ خواہ وہ لاؤڈ اسپیکر کی صدا ہو یا صحرا وغیرہ کی۔ اس لئے کہ خارج سے تلقن مفسد نماز ہے

جیساکہ ردالمحتار جلد اول مطبوعہ نعمانیہ صؔ ۴۱۸ پر ہے المؤتم لما تلقن من خارج بطلت صلاتہ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صؔ ۹۳، عنایہ شرح ہدایہ مع فتح القدیر جلد اول صؔ ۹۲ اور فتاویٰ رضویہ جلد سوم صؔ ۴۱۲ پر بھی اسی طرح ہے۔

خلاصہ یہ کہ ماہرین سائنس کی تحقیقات اور فقہائے معتمدین کے اقوال سے یہ امر پورے طور پر متحقق ہوگیا کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع وسجود کرنے والوں کی نماز فاسد ہوجاتی ہے اور ایسی نماز کا پھر سے پڑھنا فرض ہوتا ہے ____ اور مکبرین کے ساتھ بھی لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہ ہوگا اسلئے کہ جو مکبر اور مقتدی امام سے دور ہوں گے وہ لاؤڈ اسپیکر ہی کی آواز کی اتباع کرینگے جو نماز کے فساد کا باعث ہوگا۔ اکابرین علمائے اہلسنت کا یہی فتویٰ ہے کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ممنوع و ناجائز اور مفسد نماز ہے۔

شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں۔ اگر میکروفون میں امام آواز ڈالے گا بے اس کے وہ آواز نہ لے گا تو اسی عمل سے امام کی نماز جاتی رہے گی۔ امام کی جائے گی تو مقتدیوں کی بھی جائے گی۔ اور اگر لاؤڈ اسپیکر ایسا ہو کہ میکروفون میں آواز ڈالی نہ جاتی ہو فرض کیجئے وہ خود لیتا ہو امام کے منھ کے سامنے نہ ہو قریب ایک طرف رکھا ہوا ہو امام اس میں آواز نہ ڈال رہا ہو تو امام کی تو ہو جائے گی اور ان مقتدیوں کی بھی جو خود آواز سنکر اتباع امام کی کر رہے ہیں مگر دور دور کے وہ مقتدی جن تک امام کی آواز پہنچ ہی نہیں سکتی وہ لاؤڈ اسپیکر ہی کی آواز کی اتباع کر رہے ہیں ان کی نماز نہ ہوگی کہ لاؤڈ اسپیکر میں پہنچ کر امام کی آواز اس سے ٹکرا کر ختم ہو جاتی ہے جیسے گنبد میں بولنے والے اور کنوئیں میں بولنے والے کی آواز ختم ہو جاتی ہے پانی اور گنبد کے اس ٹکراؤ سے اور آواز پیدا ہوتی ہے ویسے ہی لاؤڈ اسپیکر میں اور آواز پیدا ہوتی ہے کئی بار ہم نے اسے خود محسوس کیا ہے بنفسہٖ جو لفظ بولتا ہے ویسے ہی لاؤڈ اسپیکر سے اسی طرح سے ہے

جیسے گنبد اور کنوئیں سے (القول الازھر فی الاقتداء لاؤڈ اسپیکر تصنیف شیر بیشہ سنت مولانا محمد حشمت علی لکھنوی علیہ الرحمۃ ص۲۰) اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) سے خطبہ سننے میں حرج نہیں مگر اس کی آواز پر رکوع وسجود کرنا مفسد نماز ہے۔ فتاویٰ امجدیہ جلد اوّل ص۱۹۰)

اس کے حاشیہ میں فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب قبلہ امجدی لکھتے ہیں کہ پہلا فتویٰ (جس میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں جائز قرار دیا گیا ہے) خود بتا رہا ہے کہ اس وقت تک لاؤڈ اسپیکر کی حقیقت اچھی طرح منکشف نہ تھی اور جب اس کی حقیقت واضح ہو گئی تو یہ فتویٰ دیا۔ فساد صلاۃ کی وجہ تلقن من الخارج ہے۔ اس لئے کہ لاؤڈ اسپیکر کی ساخت کے ماہرین کا کہنا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر متکلم کی آواز کے مثل دوسری آواز پیدا کرتا ہے۔ تو نمازیوں کو جو آواز سنائی دے رہی ہے وہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز ہے۔ اور اگر اسے صحیح نہ مانا جائے تو بھی کم از کم اتنا ضرور ہے کہ ہارن سے نکلنے والی آواز میں خارج کا مکمل عمل و دخل ہے۔ فقہاء نے صدیٰ (آواز بازگشت) کو فرمایا لانہا محاکاۃ ولیس بقراءۃ (غنیہ، طحطاوی علی مراقی) صرف اس بنا پر کہ صدیٰ میں اگرچہ بعینہٖ آواز متکلم سنائی دیتی ہے مگر اس میں خارج کا عمل و دخل ہے اگرچہ اضطراری اور بہت قلیل۔ خارج کے اس اضطراری وقلیل دخل نے بعینہٖ متکلم کی آواز کو محاکاۃ کے حکم میں کر دیا۔ تو لاؤڈ اسپیکر میں بالقصد والاختیار خارج کا اثر ہے اور وہ بھی بہت زائد۔ تو ہارن سے جو تکبیر سنائی دے رہی ہے وہ تکبیر نہیں محاکاۃ ہے اس لئے اس پر التفات کرنا تلقن فی الخارج اور بلا شبہہ مفسد صلاۃ ہے (حاشیہ فتاویٰ امجدیہ جلد اول ص۱۹۱)

حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ خطبہ کی حالت میں آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) لگانے میں کوئی حرج نہیں مگر نماز کی حالت

میں امام کا اس آلہ کو استعمال کرنا درست نہیں۔ اس آلہ کے ذریعہ جن لوگوں نے تکبیرات کی آواز سن کر رکوع و سجود کیا ان کی نمازیں نہیں ہوئیں۔ (فتاویٰ امجدیہ جلد اول صـ۱۹۲)

اور حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اجمل صاحب مفتی سنبھل قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں: فرض کر لیجئے کہ اس آلہ میں بعینہٖ آواز امام ہی منتقل ہوتی ہے لیکن اس بات کو ماننی پڑے گی کہ امام کی آواز ہوا میں متکیف ہو کر اس آلہ میں پہنچی اور اس آلہ نے اگلی ہوا میں نیا تموج پیدا کیا تو اگلی ہوا کے تموج کا سبب قریب یہ آلہ ہی تو قرار پایا تو اب اس آواز کی نسبت اس آلہ لاؤڈ اسپیکر کی طرف ضرور کی جائے گی نیز امام کی آواز جہاں تک پہنچی اس آلہ نے اس میں اتنا تصرف کیا کہ اب وہ آواز اس مقام پر بھی پہنچا دی جہاں اصل آواز امام کسی طرح نہیں پہنچ سکتی تھی۔ تو لاؤڈ اسپیکر کا اتنا تصرف تو ناقابل انکار ہے اور جب لاؤڈ اسپیکر کا یہ تصرف تسلیم ہے اور اس کی آواز کی نسبت لاؤڈ اسپیکر کی طرف صحیح ہے تو پھر وہی نتیجہ نکلا کہ مقتدی کے حق میں غیر امام کا تصرف اور آواز واسطہ بنی۔ تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جانے کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ (تحقیق الاکابر لاتباع الاصاغر) مرتبہ حافظ محمد عمران قادری رضوی صـ۱۸)

اور شیر بیشۂ سنت حضرت علامہ مولانا محمد حشمت علی خان صاحب لکھنوی ثم پیلی بھیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ لاؤڈ اسپیکر سے جو مسموع ہوتی ہے وہ اصل متکلم کی صوت نہیں ہوتی بلکہ صدا ہے اور حضرت سیدنا المفتی الاعظم مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب دام ظلہم العالی نے بھی ممبئی میں بماہ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ اپنی تحقیق یہی بیان فرمائی اور اس وقت وہاں جو دوسرے اکابر علمائے اہلسنت مثل حضرت مخدومی مولانا سید آل مصطفیٰ میاں صاحب مارہروی و حضرت معظمی مولانا السید محمد المحدث الاعظم کچھوچھوی دامت برکاتہم القدسیہ و مجاہد ملت مولانا محبوب علی خاں صاحب نصرہم المولیٰ تعالیٰ

تشریف فرما تھے۔ سب نے اس کی تصدیق فرمائی جس کی کھلی ہوئی روشن دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں سے اصل متکلم کی آواز بھی سنتا ہو اور لاؤڈ اسپیکر کے کسی ہارن کا منھ اس کی طرف ہو تو وہ اصل متکلم کی آواز کو اور ہارن سے نکلی ہوئی صدا کو علٰحدہ علٰحدہ متمائز و متغائر طور پر سنے گا جیسا کہ ہارن کا مشاہدہ ہے جب یہ صدا ہے تو صدا ہی کے سب احکام اس پر مرتب ہونگے جس طرح صدا کی اقتدا بحکم شریعت مطہرہ صحیح نہیں اسی طرح لاؤڈ اسپیکر سے سنی ہوئی آواز کی اقتدا بھی شرعاً باطل ہے۔ نماز میں اس آلہ کا استعمال شرعاً حرام و ناجائز اور موجب بطلان نماز مصلیان ہے۔ تحقیق الاکابر لاتباع الاصاغر صفحہ ۲۰، ۲۱)

حضرت شیر بیشۂ سنت کی اس تحریر سے ظاہر ہوا کہ سید العلماء حضرت علامہ سید آل مصطفٰے صاحب قبلہ مارہروی اور محدث اعظم حضرت علامہ سید محمد کچھوچھوی علیہما الرحمۃ والرضوان کے نزدیک بھی نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں بلکہ سید العلماء قبلہ نے شیر بیشۂ سنت رحمۃ اللہ علیہ کے لاؤڈ اسپیکر کے نماز میں استعمال کے عدم جواز کے فتویٰ پر ان الفاظ میں تصدیق فرمائی ہے اجواب الجواب والمجیب الفاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصیب و مثاب۔ بست و دوم صفر المظفر ۱۳۸۰ھ سہ شنبہ۔ ملاحظہ ہو القول الازہر فی الاقتداء بلاؤڈ اسپیکر صفحہ ۱۸۔

اور محدث اعظم قبلہ نے حضور مفتی اعظم ہند مصطفٰی رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے ایک فتویٰ کی ان لفظوں کے ساتھ تصدیق فرمائی ہے جو نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے عدم جواز کے متعلق ہے ھذا حکم العالم المطاع وما علینا الا الاتباع (تحقیق الاکابر لاتباع الاصاغر صفحہ ۶) اور اس فتویٰ کی تصدیق حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے بھی ان الفاظ میں فرمائی ہے الجواب ھو الصواب (تحقیق الاکابر صفحہ ۷)

اور مفتی اعظم دہلی حضرت مولانا شاہ محمد مظہر اللہ صاحب شاہی امام مسجد جامع فتحپوری قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں "ظاہر ہے کہ یہ آلہ (مکبر الصوت یعنی لاؤڈ اسپیکر) امام اور مقتدیوں کا غیر ہے اور امام کا غیر مقتدی کے قول پر اور مقتدی کا غیر امام کے قول پر عمل کرنا مفسد صلاۃ ہے۔ پس اس آلہ کی آواز پر جو لوگ ارکان نماز ادا کریں گے ان کی نماز نہ ہوگی (فتاویٰ مظہری ص۱۲۱)

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوگیا کہ اکابر علمائے اہلسنت کا فتویٰ اسی پر ہے کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں جو لوگ اس کی آواز پر رکوع و سجود کریں گے ان کی نمازیں فاسد ہوجائیں گی اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ فقہائے عظام اور اہلسنت کے اکابر علمائے کرام کے نزدیک عالم مذکور کا یہ قول صحیح نہیں کہ صدا، گنبد اور لاؤڈ اسپیکر سے امام کی آواز سن کر رکوع و سجود کرنے والوں کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جلت عظمتہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۶رشعبان المعظم ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:۔ ازمحمد علی راعینی۔ دکھن دروازہ۔ بستی

زید ایک دین دار صوم وصلاۃ کا پابند سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے۔ زمانہ ماضیہ میں اس کی چند برسوں کی نمازیں فوت ہوگئی ہیں جن کی قضا وہ پوری مستعدی سے ادا کر رہا ہے۔ فرائض پنجگانہ کی ادائیگی کے بعد وہ نوافل نہ پڑھ کر قضا ادا کرتا ہے حسب گنجائش فجر کی سنتوں کے بعد قبل فرض یا بعد فرض بھی قضا پڑھ لیتا ہے یوں ہی بعد عصر قبل غروب آفتاب بھی قضا ادا کرتا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اوقات مذکورہ میں قضا نمازوں کی ادائیگی جائز ہے یا نہیں۔؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ اوقات مذکورہ میں قضا نمازوں کی ادائیگی جائز ہے لیکن فجر کی سنتوں کے بعد قبل فرض یا بعد فرض اگر لوگوں کے سامنے قضا نمازیں پڑھیگا

تو گنہگار ہوگا۔ اس لئے کہ فجر کے وقت دو رکعت سنت کے علاوہ اور کوئی نفل نماز جائز نہیں تو لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ قضا نماز پڑھ رہا ہے اور قضا نماز کا لوگوں پر ظاہر کرنا گناہ ہے اس لئے کہ نماز کا ترک کرنا گناہ ہے اور گناہ کا ظاہر کرنا بھی گناہ ہے جیسا کہ شامی جلد اول ص ۵۹۵ میں ہے اظہار المعصیۃ معصیۃ اسی طرح لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر بعد عصر غروب آفتاب سے بیس منٹ پہلے تک قضا نماز پڑھ سکتا ہے ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ

مسئلہ:۔ از محمد قمر الزماں ہینسر بازار۔ ضلع بستی

ہمارے یہاں کی مسجد زیر تعمیر ہے جس کی وجہ سے ہم لوگ مسجد کے باہر مدرسہ میں نماز ادا کرتے ہیں۔ ایک شخص زیر تعمیر مسجد میں تنہا اذان دے کر نماز پڑھتا ہے۔ شخص مذکور غیر مسلموں سے جے سیتا رام، جے رام جی وغیرہ سے سلام کرتا ہے ایسے شخص سے مسلمانوں کا ربط ضبط رکھنا اور اس کے یہاں میلاد و طعام میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ اگر مسجد میں جماعت ممکن نہیں تو مدرسہ کی جماعت میں شرکت شخص مذکور پر واجب ہے۔ اس صورت میں مسلسل ترک جماعت کے سبب وہ فاسق مردود الشہادہ ہے۔ اس لئے کہ عاقل بالغ قادر پر جماعت واجب ہے بلا عذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار اور مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کرے تو فاسق مردود الشہادہ اور اس کو سخت سزا دی جائے گی۔ اگر پڑوس سکوت کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۲۹ پر ہے۔ اور مذکورہ طریقہ پر غیر مسلموں سے سلام کرنے کے سبب وہ مبتلائے کفر ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ مشرک کی جے نہ پکارے گا مگر مشرک (فتاوی

رضویہ جلد ششم صفحہ ۹۳) اور معبودان باطل کی جے بولنا اس سے بھی سخت تر ہے۔ لہذا تاوقتیکہ شخص مذکور علانیہ توبہ واستغفار نہ کرلے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح نہ کرے مسلمانوں کا اس سے ربط ضبط رکھنا اور اس کے یہاں میلاد وطعام میں شرکت کرنا جائز نہیں قَالَ اللہُ تَعَالیٰ وَلَا تَرْکَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ (پ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳) ھٰذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۳/ شعبان المعظم ۱۷ھ

مسئلہ:- از عبدالمنان، عبدالرحمٰن نگینہ مسجد۔ نگینہ چوک۔ پوسد ضلع ایوت محل۔

ایک سنی عالم دین جمعہ کے خطبے میں خلفائے راشدین کے نام کبھی لیتے ہیں اور کبھی نہیں لیتے تو کیا ایسے عالم دین کی امامت صحیح ہے اور وہی عالم دین منبر پر بیٹھ کر سیاسی گروہ بندی کے حق میں تقریریں کرتے ہیں اسلام دشمن جماعت شیوسینا، بی، جی، پی سے دوستی وتعلق رکھتے ہیں، گنپتی جلوس میں صرف شرکت ہی نہیں کرتے بلکہ پورے شہر میں گشت کرتے ہوئے جلوس کی رہبری میں پیش پیش رہتے ہیں اور اس حالت میں نمازیں بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ تو ایسے عالم کے پیچھے نماز پڑھنا، ان کا ساتھ دینا اور مالی امداد وتعاون کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:- خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر مستحب ہے جیسا کہ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۵۴۴ میں ہے یندب ذکر الخلفاء الراشدین اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ دوسرے خطبہ میں آواز بہ نسبت پہلے سے پست ہو اور خلفائے راشدین وعمین مکرمین حضرت حمزہ وحضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر ہو (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۷۹ مطبوعہ اشاعت الاسلام دہلی)

اور جب خلفائے راشدین کا ذکر خطبہ میں صرف مستحب ہے تو اس کے ترک سے عالم مذکور کی امامت کی صحت پر کچھ اثر نہ پڑے گا۔ بہار شریعت حصہ دوم صہ ۶ پر مستحب کے بارے میں ہے کہ اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں اھ۔ اور باقی باتیں جو عالم مذکور کے بارے میں درج ہیں۔ اگر واقعی یہ ساری باتیں اس کے اندر پائی جاتی ہیں تو وہ فاسق معلن ہے بلکہ اس پر حکم کفر ہے۔ حضرت صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں "کفار کے میلوں تہواروں میں شریک ہو کر ان کے میلے اور جلوس مذہبی شان و شوکت بڑھانا کفر ہے۔ (بہار شریعت حصہ ۹ فہرص ۱۳۲) لہٰذا تاوقتیکہ وہ علانیہ توبہ و تجدید ایمان نہ کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنا، اس کا ساتھ دینا اور مالی امداد و تعاون کرنا جائز نہیں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ۷ ع ۱۴) اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَرْکَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ (پ ۱۲ ع ۱۰) هٰذَا مَا عِنْدِیْ وَهُوَ تَعَالٰی اَعْلَم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۸ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از عبد الجبار خاں قادری مسجد قرطبہ جوگیشوری۔ بمبئی

استاذی الکریم حضرت فقیہ ملت صاحب قبلہ دام ظلکم العالی عرض یہ ہے کہ انوار شریعت صہ ۸۱ پر ایک مسئلہ یوں درج ہے کہ اگر سجدۂ سہو واجب نہیں تھا اور تنہا پڑھنے والے نے سجدۂ سہو کر لیا تو اس کی نماز ہو گئی اور اگر امام نے ایسا کیا تو امام اور وہ مقتدی کہ جس نے پہلی رکعت سے آخر تک امام کے ساتھ پڑھی ان سب کی نماز ہو گئی لیکن مسبوق یعنی وہ مقتدی جو کچھ رکعتیں ہو جانے کے بعد جماعت میں شامل ہوا اس کی نماز نہیں ہوئی (فتاوی قاضی خاں طحطاوی علی مراقی) عرض اس مقتدی کے متعلق ہے جو کچھ رکعتیں ہو جانے کے بعد شریک جماعت ہوا اس کے بے جا سجدہ سہو کرنے پر اس کی نماز کیوں نہیں ہوئی؟

جب کہ مقتدی مسبوق اپنی بقیہ نماز میں منفرد کی طرح ہے۔

الجواب:- عزیزم مولانا عبدالجبار خاں قادری زیدت محاسنکم وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ‘ ـــــــ انوار شریعت کی مذکورہ عبارت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امام کے سلام پھیر دینے کے بعد مسبوق نے اپنی باقی نماز پوری کرنے میں بیجا سجدۂ سہو کیا تو اس کی نماز نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ اس صورت میں اس کی نماز ہو جائے گی کہ وہ منفرد ہے اور منفرد کا حکم ان لفظوں کے ساتھ پہلے بیان کر دیا گیا ہے کہ اگر سجدۂ سہو واجب نہیں تھا اور تنہا پڑھنے والے نے سجدۂ سہو کر لیا تو اس کی نماز ہو گئی بلکہ انوار شریعت کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب سجدۂ سہو واجب نہیں تھا اور غلطی سے امام نے سجدۂ سہو کیا تو داہنی طرف سلام پھیرتے ہی اس کی نماز ختم ہو گئی اور مسبوق کو چونکہ سجدۂ سہو میں امام کی اتباع کا حکم ہے اس بنیاد پر اس نے امام کی پیروی کر لی تو محل انفراد میں اقتدار کے سبب مسبوق کی نماز فاسد ہو گئی۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ انہ اذا سجد وقع لغوا فکانہ لو یسجد فلم یعد الی حرمۃ الصلاۃ (رد المحتار جلد اول ص۵۰۴) اور سید العلماء حضرت سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں لو تابعہ المسبوق ثم تبین ان لا سہو علیہ ان علم ان لا سہو علی امامہ فسدت (طحطاوی علی مراقی مطبوعہ قسطنطنیہ ص۲۵۳) ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:- از نصر الدین ٹی، ٹی، آفس۔ کانپور سینٹرل

نماز کے رکوع میں کعبین کے ملانے کا کیا مسئلہ ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:- الملفوظ حصہ چہارم ص۵۷ پر ہے۔ عرض۔ درمختار کبیری صغیری وغیرہ میں لکھا ہے کہ رکوع میں دونوں ٹخنوں کو ملانا سنت ہے۔ ارشاد

لم یثبت۔ کہیں ثابت نہیں۔ دس بارہ کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے اور سب کا منتہی زاہدی ہے اھ لیکن فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۵۵ پر اس کے مسنون ہونے کی تصریح ہے۔ مگر یہ فتویٰ بہت پہلے کا ہے۔ سوال کی تاریخ ۹ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ ہے اور الملفوظ کا ارشاد ۱۳۳۶ھ کے بعد کا ہے ھکذا قال المفتی العلام مُحمّد شریفُ الحق الامجدیُ۔ اور حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "مجھے خیال ہے کہ بہار شریعت میں درمختار کے حوالہ سے میں نے الصاق کو سنن میں شمار کیا تھا مگر اعلیٰ حضرت قبلہ نے اسے نکال دیا۔" (فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۸۰) لہٰذا معتبر و معتمد وہی ہے جو الملفوظ میں ہے یعنی الصاق کعبین کا سنت ہونا ثابت نہیں ھذا ما عندی وھو تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ

مسئلہ:۔ از عبدالرشید رضوی راج گڈھ پالہ ضلع پنچ محال گجرات

عشاء کی نماز باجماعت ہو رہی ہے اور زید تیسری رکعت میں شامل ہوا تو زید دو رکعت نماز جہری ادا کرے یا صرف الحمد شریف پڑھ کے نماز پوری کرے۔؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں امام کے سلام پھیر دینے کے بعد زید کو دونوں رکعتوں میں الحمد پڑھنے کے بعد کوئی سورت، تین چھوٹی آیت یا ایک بڑی آیت کا پڑھنا واجب ہے اگر بھول کر چھوڑ دے گا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا اور جان بوجھ کر چھوڑ دے گا تو نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہوگا۔ ھکذا فی کتب الفقہ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: ازصغیر احمد مستری موضع بہادرپور ضلع بستی۔ یوپی

جس مقام پر دن اور رات چھ چھ مہینے کے برابر ہوں اس جگہ نماز پنجگانہ کس طرح ادا کی جائے گی؟ بینوا توجروا

الجواب: اعلیٰحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ جہاں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہے وہاں انسانی آبادی کا نام نہیں کہ اُسّی درجے عرض سے آگے لوگوں کا گذر بھی نہیں کہ ہمیشہ ہر آن برف باری نے وہاں سمندر کو دلدل بنا رکھا ہے نہ پانی رہا کہ جہاز گذرے نہ زمین ہو گیا کہ آدمی چلیں بلکہ ستر درجے آگے سے آبادی کا پتہ نہیں (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۱۴۷) معلوم ہوا کہ جہاں چھ چھ مہینے کے رات اور دن ہوتے ہیں وہاں انسان کا گذر نہیں۔ تو آپ کا سوال غیر ضروری ہوا۔ لہٰذا اس طرح کا سوال کرنے سے پرہیز کریں اور نماز وغیرہ کے جن مسائل کا جاننا آپ پر فرض ہے ان کا علم حاصل کریں۔ حدیث شریف میں ہے من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔ یعنی آدمی کے حسن اسلام سے یہ بات ہے کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جو اس کو نفع نہ دے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ نبینا الکریم وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ر شعبان المعظم ۱۷ھ

مسئلہ: ازالحاج حافظ محمد انوار رضوی محلہ ہرسدی اندور (ایم پی)

زید کہتا ہے کہ تراویح میں قرآن مجید پڑھنے والے حافظ کو ثواب کم ملتا ہے اور سننے والے کو ثواب زیادہ ملتا ہے اور بکر کہتا ہے کہ پڑھنے والے حافظ کو ثواب زیادہ ملتا ہے اور سننے والے کو کم ملتا ہے تو ان میں کس کا قول صحیح ہے۔

الجواب: زید کا قول صحیح ہے، بیشک تراویح میں قرآن مجید پڑھنے والے حافظ کو ثواب کم ملتا ہے اور سننے والے کو زیادہ ملتا ہے اس لئے کہ قرآن مجید کا سننا فرض ہے خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ

فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ یعنی جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔ (پ۹ ع۱۴)

اور نماز تراویح کی ہر رکعت میں صرف ایک آیت کا پڑھنا فرض ہے اور پوری سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب اور اس کے ساتھ ایک چھوٹی سورت یا تین چھوٹی آیتیں یا ان کے برابر ایک دو آیتیں ملانا واجب ہے۔ لہٰذا حافظ جب اتنی تلاوت کرنے کے بعد آگے بڑھا تو وہ سنت ادا کر رہا ہے اور سننے والے شروع سے آخر تک سب فرض ہی ادا کئے اور فرض کا ثواب سنت سے زیادہ ہے۔ ردالمحتار جلد اول ص۳۰۰ میں ہے "قرأۃ آیۃ من القرآن وھی فرض عملی فی جمیع رکعات النفل واما قرأۃ الفاتحۃ والسورۃ او ثلاث آیات فھی واجبۃ اھ تلخیصًا

اور خارج نماز قرآن مجید پڑھنا فرض نہیں مگر سننا فرض ہے اور فرض غیر فرض سے افضل ہوتا ہے غنیہ ص۴۶۵ میں ہے استماع القرآن افضل من تلاوتہ وکذا من الاشتغال بالتطوع لانہ یقع فرضًا والفرض افضل من النفل اھ۔ ھٰذا ما عندی وھو تعالٰی اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ رشوال المکرم ۱۷ھ

مسئلہ:۔ از غلام انوار طاہر نظامی۔ مکتبہ انوار الحق۔ نٹراج نگر۔ تحت کلثوم پورہ حیدرآباد (اے، پی)

بخدمت گرامی حضور فقیہ ملت علامہ فہامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی دامت برکاتہم القدسیہ۔

عرض خدمت ہے کہ حیدرآباد دکن میں یہ بات چلی آرہی ہے کہ متبرک راتوں یعنی شب معراج، شب برات اور شب قدر کے مواقع پر صلاۃ التسبیح کا باجماعت اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ کم علم اور ناواقف حضرات جو تنہا صلاۃ

التسبیح ادا نہیں کر سکتے وہ جماعت میں شریک رہتے ہیں اور تمام حضرات باجماعت نماز پڑھتے ہیں لیکن اختلاف یہ پایا جارہا ہے کہ بعض حضرات نماز باجماعت کو جائز سمجھتے ہیں اور حضرات جائز نہیں جانتے جس کی وجہ سے مساجد میں فساد برپا ہو رہا ہے۔ لہٰذا حضور فقیہ ملت کی خدمت میں عرض ہے کہ اس تعلق سے فتویٰ جاری فرمائیں کہ علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ اور اسی تعلق سے کہ یا نماز تہجد باجماعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

اَلجواب:۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ تراویح وکسوف واستسقاء کے سوا جماعت نوافل میں ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب معلوم ومشہور اور عامۂ کتب مذہب میں مذکور ومسطور ہے کہ بلا تداعی مضائقہ نہیں اور تداعی کے ساتھ مکروہ۔ تداعی ایک دوسرے کو بلانا جمع کرنا اور اسے کثرت جماعت لازم عادی ہے۔ پھر اس کی تحدید کے متعلق چند ائمہ کرام کی عبارتیں نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں" بالجملہ دو مقتدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ اور تین وچار میں اختلاف نقل ومشایخ اور اصح یہ کہ تین میں کراہت نہیں چار میں ہے۔ تو مذہب مختار یہ نکلا کہ امام کے سوا چار یا زائد ہوں تو کراہت ہے ورنہ نہیں۔ ولہٰذا درر وغرر پھر درمختار میں فرمایا یکرہ ذالک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ واحدا پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ لمخالفۃ التوارث نہ تحریمی کہ گناہ وممنوع ہو۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۴۶۴) معلوم ہوا کہ صلاۃ التسبیح اور تہجد کی نماز جماعت سے پڑھنا ناجائز، گناہ اور ممنوع نہیں ہے بلکہ صرف مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہے۔ لہٰذا ان نمازوں کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کے لئے لوگوں پر دباؤ ڈالنا غلط ہے اور جماعت سے پڑھنے پر فساد برپا کرنا گناہ

ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۹؍شعبان المعظم ۱۷ھ

مسئلہ:۔ از جمیل اختر رضوی۔ قصبہ بارہ۔ کانپور

چاروں اماموں کے نزدیک نماز میں ہاتھ باندھنے کے کیا کیا طریقے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ حنفیہ اور حنبلیہ کے نزدیک نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے گا۔ اور شافعیہ کے نزدیک ناف کے اوپر سینہ کے نیچے باندھے گا۔ اور مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ فرض نماز میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے چھوڑ کر رکھنا مستحب ہے البتہ سنتوں میں ہاتھ باندھنا ان کے نزدیک مستحب ہے۔
الصلاۃ علی المذاہب الاربعہ۔ بیان سنن الصلاۃ ص۱۴۰ میں ہے۔ وضع الید الیمنیٰ علی الید الیسریٰ وان یحلق بالابہام والخنصر علی الرسغ وجعلھا تحت السرۃ۔ وقال الشافعیۃ تحت الصدر وفوق السرۃ۔ اور اسی کتاب کے ص۱۴۱ پر ہے وقال المالکیۃ یکرہ ذالک فی الفرض بل یندب ارسالھا اما فی السنۃ فمندوب اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۳؍ذوالقعدہ ۱۶ھ

مسئلہ:۔ از محمد قاسم انصاری محلہ بارہ گدی مہنداول۔ بستی

زید نے گھر یلو کسی بات پر ناراض ہو کر اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاق دے دی جب کہ ہندہ کے پیٹ میں چھ یا سات مہینے کا حمل تھا۔ بعدازاں کسی عالم سے اس سلسلے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ وضع حمل کے بعد تین مہینے تیرہ دن کی عدت گذارے اور پھر دوسرے سے شادی کر کے طلاق لے کر اتنی ہی مدت گذارے تو زید شادی کر سکتا ہے۔ ہندہ نے

مدت مذکورہ گذار کر دوسرے سے شادی کیا اور اس سے طلاق لے کر تقریباً چار مہینے کی مدت گذار لیا ہے مگر پیچیدگی یہ درپیش ہے کہ ہندہ کی پہلے ہی یہ عادت جاریہ ہے کہ ایک بچے کی پیدائش کے بعد سے تین یا چار سال تک بالکل حیض ہی نہیں آتا اور اس کے بعد ایک دو بار آتا ہے معاً حمل قرار پا جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شوہر ثانی کے طلاق کے بعد ہندہ تین حیض اپنی عدت کیسے پوری کرے گی جب کہ پانچ بچوں کی ماں ہو چکی ہے اور ہر بار اتنے دنوں تک حیض نہیں آتا کیا حیض کا انتظار کرنے کے لئے چھ یا سات سال کا عرصہ گذارنا ہے یا کوئی اور صورت ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں شوہر ثانی نے اگر بعد ہمبستری طلاق دے دی ہے تو حلالہ صحیح ہو گیا لیکن اگر اس سے حمل قرار پا گیا ہو تو بعد وضع حمل شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے ورنہ تین ماہواری آنے کے بعد۔ خواہ تین ماہواری تین ماہ، تین سال یا دس بیس سال میں آئیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ۔ (پ۲ ع ۱۲) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از شاہ محمد جماعت ثامنہ دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا بستی

زید عصر و فجر کے علاوہ نماز ادا کرنے کے بعد کچھ اوراد و ظائف پڑھتا ہے پھر توفیق ادائیگی نماز پر ایک سجدہ کرتا ہے جس میں کچھ نہیں پڑھتا آیا اس کا یہ طریقہ جائز ہے؟ نیز اس طرح سجدہ کی کوئی شرعاً اصل بھی ہے اور اگر سجدہ میں دعا ماثورہ یا قرآن کی کوئی آیت کریمہ بنیت دعا یا کلمات تسبیح وغیرہ پڑھے تو اس طرح کا ایک سجدہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ توفیق ادائیگی نماز پر ایک سجدہ کرنے کو سجدہ

شکر کہا جائے گا۔ اور سجدۂ شکر کے بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔
حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک سنت ہے اور امام احمد امام
ابو یوسف اور امام محمد علیہم الرحمۃ والرضوان کا بھی یہی قول ہے لیکن امام اعظم
اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک سنت نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے
جیسا کہ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ
والرضوان تحریر فرماتے ہیں "سجدۂ شکر نزد امام شافعی سنت ست وقول امام
احمد وابی یوسف ومحمد نیز ہمیں ست واحادیث وآثار دریں باب بسیار ست
ونزد امام ابو حنیفہ ومالک سنت نیست بلکہ مکروہ است وایشاں گویند کہ
نعم الٰہی تعالیٰ غیر متناہی ست چہ ہر نفس کہ میزند نعمتی ست متضمن نعم کثیرہ وورای
آں نعمتہاست کہ در حصر واحصا نیاید وبندہ عاجز ست از ادای شکر آں
پس تکلیف بداں گرچہ بطریق سنت واستحباب بود مودی بتکلیف مالا یطاق
باشد" (شرح سفر السعادہ صفحہ ۱۵۹) حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
نزدیک سنت نہ ہونے اور مکروہ ہونے کی جو علت بیان کی گئی ہے اس
سے ظاہر ہے کہ سجدۂ شکر حضرت امام اعظم کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے
یعنی جائز مع الکراہۃ۔ بعض لوگوں کے نزدیک سجدۂ شکر کی اصل وہ حدیث
ہے جس کو حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "اقرب
ما یکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء" یعنی بندہ سجدہ کی حالت
میں اپنے رب سے زیادہ قریب ہوتا ہے تو اس میں دعائیں زیادہ مانگو"
(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۴) حضرت مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمۃ اس حدیث
شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض لوگ سجدے میں گر کر دعائیں
مانگتے ہیں یعنی دعا کے لئے سجدہ کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔
(مرآۃ المناجیح جلد دوم صفحہ ۸۳) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں " فی البحر وحقیقۃ السجود وضع بعض الوجہ علی الارض مما لا سخریۃ فیہ فدخل الانف (ردالمحتار جلد اول ص۳۰۰) لہذا جب زید نے پیشانی اور ناک زمین پر رکھ دی تو سجدہ ہوگیا اور یہ جائز ہے اگرچہ اس میں وہ کچھ نہ پڑھے اس لئے کہ سجدہ کی حقیقت پائی گئی۔ اور اسی بنیاد پر نماز کے سجدہ میں بھی اس کی تسبیح پڑھنا واجب نہیں تو اگر کسی نے اسے بھول کر چھوڑ دیا تو سجدۂ سہو لازم نہیں اور قصداً ترک پر نماز کا اعادہ واجب نہیں۔ اور جب سجدۂ شکر میں کچھ نہ پڑھنا بھی جائز ہے تو اس میں دعاء ماثورہ، قرآن کی آیت کریمہ بنیت دعا یا تسبیح وغیرہ کے کلمات پڑھنا بھی جائز ہے۔ مسلم شریف کی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے سجدہ میں کہتے تھے اللّٰھم اغفرلی ذنبی کلہ دقہ وجلہ واولہ وآخرہ وعلانیتہ وسرہ (مشکوٰۃ شریف ص۸۴) حضرت مفتی احمد یار خاں قدس سرہٗ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں "ظاہر ہے کہ یہ دعا تہجد یا کسی اور نفل کے سجدے میں بھی کبھی کبھی فرائض کے سجدے میں بیان جواز کے لئے (مراۃ جلد دوم ص۸۱) اور جب تہجد، دیگر نوافل اور فرائض کے سجدے میں اس طرح کی دعا پڑھنا جائز ہے تو سجدۂ شکر میں دعا ماثورہ وغیرہ بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ

مسئلہ از تیغ علی قادری خطیب مسجد تمائی ہیروڈیہہ کوڈرما۔ ہزاری باغ۔ صوبہ بہار۔ ہند

(۱) ——— زید سنی صحیح العقیدہ عالم دین ہے جو ایک مسجد میں امامت کے منصب پر فائز ہے۔ اس مسجد سے دو کتابیں غائب ہوگئیں لیکن بکر جو دیوبندی مکتبۂ فکر کا حافظ ہے اس نے زید موصوف پر کتاب مذکور کی

چوری کا الزام عائد کیا ہے بغیر ثبوت شرعی کے صورت مسئولہ میں زید کی اقتدار اگر بکر کرے تو درست ہو گی یا نہیں ؟ اور بکر کی اقتدار زید کر سکتا ہے یا نہیں ؟

(۲) ـــــــ بعد نماز فجر و عصر مصلیان مسجد زید (امام) سے مصافحہ کرتے ہیں اور زید (امام) مصلیان مسجد کو اقامت کے وقت حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر کھڑے ہونے کا حکم دیتے ہیں جس پر ایک شخص کا اعتراض ہے کہ اس گاؤں میں دو فرقے کے لوگ ہیں اس لئے یہاں قرآن و حدیث کی کوئی بات نہ چلے گی ۔ بلکہ گاؤں کے دستور سابقہ پر عمل کرنا ہو گا ۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو شخص قرآن و حدیث کی باتیں نہ چلنے کا قول کرے اس کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے ۔؟

(۳) ـــــــ بعد نماز فجر و عصر مصافحہ اور تکبیر کے وقت حی علی الفلاح پر اٹھنے سے متعلق فقہ حنفیہ کا کیا حکم ہے ۔ نوٹ ۔ صحاح ستہ کی حدیثوں میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کی کوئی دلیل ہو تو ضرور تحریر فرمائیں بینوا توجروا

الجواب:- (۱) ـــــــ حافظ بکر جو دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہے اگر وہ مولوی اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کی عبارات کفریہ مندرجہ حفظ الایمان ص۸ تحذیرالناس ص۳ ص۱۴ ص۲۸ اور براہین قاطعہ ص۵۱ پر یقینی اطلاع کے باوجود ان مذکورہ مولویوں کو مسلمان مانتا ہے یا ان کے کفر میں شک کرتا ہے تو بمطابق فتویٰ حسام الحرمین کافر و مرتد ہے ۔ بلکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ اب وہابیہ میں کوئی ایسا نہ رہا جس کی بدعت کفر سے گری ہوئی ہو خواہ غیر مقلد ہو یا بظاہر مقلد ۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص۱۱)

لہٰذا بکر کی نماز عند الشرع نماز ہی نہیں تو اس کا زید یا کسی اور کی اقتدار

کرنا بیکار اور اقتدار کے درست ہونے اور نہ ہونے کا سوال لغو ہے۔
اور زید بکر کی اقتدار ہرگز نہیں کرسکتا کہ سنی کو دیوبندی کی اقتدار کرنا حرام و ناجائز ہے اور مسلمان سمجھ کر اس کے پیچھے نماز پڑھنا کفر ہے وھو تعالیٰ اعلم

(۲)_____ یہ کہنا کفر ہے کہ قرآن و حدیث کی کوئی بات نہ چلے گی۔ ایسا کہنے والا علانیہ توبہ و استغفار کرے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے وھو تعالیٰ اعلم

(۳)_____ بعد نماز فجر و عصر بلکہ ہر نماز با جماعت کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبرا میں ہے "تجوز المصافحۃ ولو بعد العصر وقولھم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ اھ ملخصاً۔ یعنی بعد نماز عصر بھی مصافحہ کرنا جائز ہے اور فقہاء نے جو اسے بدعت فرمایا تو وہ بدعت مباحہ حسنہ ہے۔

اور فقہ حنفی میں تکبیر کے وقت حی علی الفلاح پر اٹھنے کا حکم ہے جیسا کہ محرر مذہب حنفی حضرت امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔
"ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقوموا الی الصلاۃ فیصفوا ویسووا الصفوف" یعنی تکبیر کے وقت مکبر جب حی علی الفلاح پر پہنچے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ نماز کے لئے کھڑے ہوں اور صف بندی کرتے ہوئے صفوں کو سیدھی کریں (مؤطا امام محمد باب تسویۃ الصف ص۸۸) اور سید العلماء حضرت سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں " اذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ و دخل رجل المسجد فانہ یقعد ولا ینتظر قائما فانہ مکروہ کما فی مضمرات قہستانی ویفھم منہ کراھۃ القیام ابتداء الاقامۃ والناس عنہ غافلون یعنی مکبر جب تکبیر کہنے لگے اور کوئی مسجد میں آئے تو وہ بیٹھ جائے کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے اس لئے کہ تکبیر کے وقت کھڑا رہنا مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات قہستانی میں ہے اور اس حکم سے سمجھا جاتا ہے کہ شروع اقامت

میں کھڑا ہو جانا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں (طحطاوی علی مراقی مطبوعہ قسطنطنیہ صلا ۱۵۱) فقہ کا مطلقاً انکار کرنا اور کسی بھی مسئلہ پر صرف صحاح ستہ کی حدیثوں کا مطالبہ کرنا اور ان کے علاوہ دوسری کتابوں کی حدیثوں کو نہ ماننا گمراہی و بدمذہبی ہے کہ شریعت کے بے شمار مسائل حدیث کی دوسری کتابوں سے بھی ثابت ہیں۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ر شوال ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:۔ نور محمد اطہر مسجد پنجابیان محلہ کٹرہ شہاب خاں۔ اٹاوہ

زید اپنی دوکان میں ویڈیو گیم رکھا ہے اور اس کے ذریعہ جو بھی آمدنی ہوتی ہے اسے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور زید امامت بھی کرتا ہے اور زید کڑھائی ماسٹر بھی ہے کپڑوں میں جاندار و غیر جاندار کی تصویریں بنانا ہی اس کا ذریعۂ معاش ہے اور زید اپنی بیوی سے عزل کرتا ہے تاکہ زیادہ اولاد نہ ہوں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان صورتوں میں زید کی امامت صحیح ہے یا نہیں۔ نیز عزل کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ زید اگر واقعی ویڈیو گیم کے ذریعہ آمدنی کرتا ہے اور کپڑوں میں جاندار کی تصویریں بناتا ہے تو اسکے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں کہ یہ چیزیں حرام و ناجائز ہیں۔ اور عزل حرہ عورت کی اجازت سے جائز ہے ورنہ نہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یعزل عن الحرۃ الا باذنھا اخرجہ ابن ماجۃ والبیھقی۔ اور عمدۃ الرعایہ میں ہے۔" العزل وھو الانزال خارج الفرج وھو مباح فی امۃ الواطی مکروہ فی الحرۃ الا باذنھا اھ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۱ر ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:۔ از معین الدین رضوی بن محمد اسحٰق موضع ڈاڑھی پور پوسٹ بلیہاری ضلع مہراج گنج۔

زید جو صوم وصلاۃ کا پابند ہے اور امامت بھی کرتا رہا اور کر رہا ہے زید کا حقیقی لڑکا بکر ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ کی مرمت اپنے ہی گھر پر دوکان رکھ کر کیا کرتا ہے یہی ہنر بکر کا ذریعۂ معاش ہے۔ بکر اپنے باپ زید کے ہی زیر سرپرستی رہتا ہے اور ایک ہی ساتھ طعام وقیام و دیگر اخراجات کا بوجھ شامل ہے۔ بکر کا والد زید جو امامت کر رہا ہے از روئے شرع اس کا امامت کرنا جائز ہے یا پھر اس میں کوئی قباحت ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب سے نوازیں۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں" بھنگ وافیون بقدر نشہ کھانا پینا حرام اور خارجی استعمال نیز کسی دوا میں قلیل جز ہو کہ روز کے قدر شربت میں قابل تفتیر نہ ہو اندرونی بھی جائز۔ تو وہ معصیت کے لئے متعین نہیں تو اُن کی بیع حرام نہیں (فتاویٰ رضویہ جلد ھشتم ص۱۸۴ مطبوعہ سنی دار الاشاعت مبارکپور) اسی طرح ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ بھی معصیت کے لئے متعین نہیں کہ ان کے ذریعہ تلاوت قرآن، نعت شریف، وعظ وتقریر اور خبریں بھی سنی جاتی ہیں۔ لہذا ان کی بیع بھی حرام نہیں اور نہ ان کی مرمت ناجائز ہے۔ اعلیٰ حضرت اور تحریر فرماتے ہیں " نفس اجرت کہ کسی فعل حرام کے مقابل نہ ہو حرام نہیں۔ یہی معنی ہیں اس قول حنفیہ کے کہ یطیب الاجر وان کانت السبب حراما کما فی الاشباہ وغیرھا (فتاویٰ رضویہ جلد ۸ ص۱۶۶-۱۶۷) یہاں تک کہ بت خانہ جو عبادت غیر اللہ کے لئے متعین ہے مسلمان راج گیر کو اجرت پر اسکی تعمیر ومرمت بھی حرام نہیں فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف اول ص۸۵ پر خانیہ سے ہے لو اجر نفسہ یعمل فی الکنیسۃ ویعمرھا لاباس بہ لانہ لامعصیۃ فی عین العمل

۱ھ۔ خلاصہ یہ کہ ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ کی مرمت کے سبب زید و بکر پر کوئی گناہ نہیں۔ البتہ جو کام مسلمانوں کی نگاہ میں برا ہو اس سے بچنا چاہئے۔ زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ کوئی اور وجہ مانع امامت نہ ہو۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ ربیع الآخر ۱۷ھ

مسئلہ:- از محمد کلیم اللہ برکاتی۔ مدرسہ برکاتیہ محلہ شیر پور نگہر بستی
جس کے گھر کی عورتیں کھیت میں کام کرتی ہیں وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں اگر باہر نکلنے (اور کھیت وغیرہ میں کام کرنے) میں اس (کے گھر کی عورتوں) کے کپڑے خلاف شرع ہوتے ہوں مثلاً باریک کہ بدن چمکے یا اوچھے کہ ستر عورت نہ کریں جیسے اونچی کرتی پیٹ کھلا ہوا یا بے طوری سے اوڑھے پہنے جیسے دوپٹہ سر سے ڈھلکا یا کچھ حصہ بالوں کا کھلا یا زرق برق پوشاک جس پر نگاہ پڑے اور احتمال فتنہ ہو یا اس کی چال ڈھال بول چال میں آثار بد وضعی پائے جائیں اور شوہر (یا گھر کا ذمہ دار) ان باتوں پر مطلع ہو کر با وصف قدرت بندوبست نہیں کرتا تو وہ دیوث ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ۔ فان الدیوث من لا یغار علی امرأتہ او محرمہ کما فی الدر المختار وھو فاسق واجب التعزیر۔ فی الدر لو اقر علی نفسہ بالدیاثۃ او عرف بھا لا یقتل ما لم یستحل ویبالغ فی تعزیرہ الخ والفاسق تکرہ الصلاۃ خلفہ اور اگر ان شناعتوں سے پاک ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۱۷۵) وھو تعالیٰ اعلم

کتبـــہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ رجب المرجب ۱۶ھ

مسئلہ: از الحاج عبدالعزیز فردوسی بگان شاہی ڈاکخانہ آزادنگر (مانگو) جمشید نگر ۔ بہار

(۱) ـــــ ہمارے یہاں محلہ کی مسجد کے امام صاحب نے رمضان شریف میں تراویح پڑھائی تو قرآن پاک کے چودہ سجدے جو واجب ہیں ان میں سے صرف چھ سجدے کئے ۔ پارہ ۱۳ اور پارہ ۱۵ اور پارہ ۱۷ اور پارہ ۱۹ اور آخری سجدہ و پارہ ۳۰ درمیان کا باقی آٹھ سجدہ انہوں نے نہیں کیا ۔ سوال کرنے پر انہوں نے کہا کہ اسی ہی ہوگیا کوئی ضروری نہیں ہے ۔ ہماری عمر تقریباً ۸۰ برس ہو رہی ہے ۔ بہت اماموں کے پیچھے میں نے تراویح پڑھی ہے یہی قاعدہ رہا کہ آیت سجدہ کے قبل مقتدیوں کو آگاہ کر دیا کرتے کہ پہلی یا دوسری رکعت میں سجدہ ہے ۔ امت کا تعامل تو اسی پر زیادہ ہے اس کے خلاف یہ نیا طریقہ کہاں سے انہوں نے نکالا کیا یہ ترک واجب نہیں ہے؟ وہ خود ترک واجب کئے اور مقتدیوں کو ترک واجب کرکے گنہگار بنائے ہیں کیا ترک واجب کا گناہ نہ ہوا؟ بینوا توجروا

(۲) ـــــ یہی امام صاحب صبح کی نماز کے بعد مائک لگا کر صلاۃ و سلام پڑھتے ہیں جب کہ بہت سے ایسے نمازی ہوتے ہیں جن کی نماز جماعت سے چھوٹ جاتی ہے ۔ وہ نماز پڑھتے ہوتے ہیں اور مائک کی سخت تیز آواز کے باعث ان کی نماز و قرات میں خلل واقع ہوتا ہے ۔ یہی صورت جمعہ کے روز بھی ہوتی ہے کہ بہت سے نمازی کچھ نوافل درود شریف میں مشغول ہی ہوتے ہیں کہ پھر صلاۃ و سلام شروع ہو جاتا ہے اسکے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

(۳) ـــــ سرکار کی یہ حدیث پاک کہ "العلماء ورثۃ الانبیاء"

کیا یہ اس دور کے ہر مولوی اور عالم کے لئے ہے جو درس نظامیہ کی کچھ کتابیں پڑھ کر عالم کی سند لے لی اور اپنے کو وارث انبیاء کہنے لگے اس کے لئے خاص قسم کے علماء مراد ہیں۔ اور اس کے کچھ خاص شرائط ہیں اور وارث انبیاء کا مقام پانے والے کون عالم اور کون سی خاص جماعت ہے جنہیں ہم صحیح طور پر وارث انبیاء کہہ سکیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب ارسال فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب:- (۱)

———— امام مذکور نے جن آٹھ جگہوں میں سجدۂ تلاوت نہیں کیا۔ اگر ان مقامات میں سجدہ کی آیتوں کو پڑھنے کے بعد فوراً نماز کا سجدہ کر لیا یعنی آیت سجدہ کے بعد تین آیتوں سے زیادہ نہ پڑھی اور رکوع کر کے سجدہ کیا تو اگرچہ سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کی ہو ادا ہو گیا الگ سے سجدۂ تلاوت واجب نہ رہا۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ چہارم ص۶۹ میں ہے اور فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۶۵۴ پر ہے، سجدۂ نماز جب فی الفور کیا جائے تو اس سے سجدۂ تلاوت خود بخود ادا ہو جاتا ہے اگرچہ نیت نہ ہو فی رد المحتار (جلد اول ص۵۱۹) لو رکع وسجد للصلاۃ فوراً ناب سجود المقتدی عن سجود التلاوۃ تبعاً بسجود امامہ لما مر انفاً انہا تودی لسجود التلاوۃ فوراً وان لم ینو بلکہ ہمارے علماء بحالت کثرت جماعت یا اخفائے قرأت اسی طریقہ کو مطلقاً افضل ٹھہراتے ہیں کہ آیت سجدہ پڑھ کر فوراً نماز کے رکوع وسجود کرے تاکہ تلاوت کے لئے جدا سجدہ کی حاجت نہ پڑے جس کے باعث جہال کو اکثر التباس ہو جاتا ہے۔

مراقی الفلاح مع طحطاوی ص۲۶۴ میں ہے ینبغی ذالك للامام مع کثرۃ القوم اوحال المخافتۃ حتی لایودی الی التخلیط اھ ملخصاً ———— اور اگر امام مذکور نے آیت سجدہ تلاوت کرنے کے بعد تین آیتوں تک نماز کا بھی رکوع کے بعد سجدہ نہ کیا تو واجب ترک کرنے کے سبب بیشک وہ گنہگار ہوا۔ و ھو تعالیٰ اعلم

(۲) ـــــــ آواز کے ساتھ اوراد و ظائف یا قرآن مجید کی تلاوت ـــــ سے لوگوں کی نمازوں میں خلل ہو تو اس کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں اسے جہر سے منع کرنا فقط جائز نہیں بلکہ واجب ہے (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۵۹۶)

لہٰذا لاؤڈ اسپیکر سے یا اس کے بغیر جہر سے صلاۃ و سلام پڑھنے کے سبب اگر لوگوں کی نمازوں میں خلل واقع ہوتا ہو تو لوگوں پر واجب ہے کہ امام کو ایسا کرنے سے روکیں۔ اگر قدرت کے باوجود امام کو ایسا کرنے سے لوگ نہیں منع کریں گے تو وہ گنہگار ہوں گے۔ اور امام پر لازم ہے کہ وہ اس طرح صلاۃ و سلام پڑھنے سے باز آجائیں۔ اس کے بجائے ہر شخص الگ الگ آہستہ آہستہ صلاۃ و سلام پڑھیں۔ اور یا تو فجر کی جماعت ایسے وقت میں قائم کریں کہ اس سے فارغ ہو کر صرف دو تین بند سلام پڑھیں جس میں نئے آنے والے نمازی بھی شریک ہوجائیں پھر اس کے بعد وہ بآسانی سورج نکلنے سے پہلے فجر کی نماز پڑھ سکیں اور اس طرح صلاۃ و سلام پڑھے جانے کا بار بار اعلان کرتے رہیں تاکہ بعد جماعت آنے والے ختم سلام سے پہلے نماز نہ شروع کریں اور بعد نماز جمعہ تاوقتیکہ لوگ نماز سے فارغ نہ ہوجائیں صلاۃ و سلام ہرگز نہ شروع کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ـــــــ العُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الاَنۡبِیَاءِ ـــ سے مراد اہل سنت و جماعت کے وہ علماء ہیں جو حقیقت میں علم والے ہیں چاہے وہ سند یافتہ ہوں یا نہ ہوں کہ سند کوئی چیز نہیں خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ جاہلوں کو عالم فاضل کی سند دی جارہی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ سند کوئی چیز نہیں کہ بہتیرے سند یافتہ محض بے بہرہ ہوتے ہیں (فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص۲۳۱) اور تحریر فرماتے ہیں سند حاصل کرنا تو کچھ ضروری نہیں ہاں باقاعدہ تعلیم پانا ضروری ہے مدرسہ میں

ہو یا کسی عالم کے مکان پر۔ اور جس نے بے باقاعدہ تعلیم پائی (خواہ مدرسہ میں رہ کر وہ جاہل محض سے بدتر نیم مُلّا خطرۂ ایمان ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص۵۰۲) اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان اس حدیث شریف کی شرح میں جس کا ایک جزان العلماء ورثۃ الانبیاء ہے تحریر فرماتے ہیں کہ عالم دین سے وہ شخص مراد ہے جو علم حاصل کرنے کے بعد فرائض وسنن مؤکدہ ضروری عبادتیں کرتا ہو یعنی بے عمل نہ ہو (اشعۃ اللمعات فارسی جلد اول ص۱۵۹) اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ حاصلہ ان العلم یورث الخشیۃ وھو تنتج التقوی وھو موجب الاکرمیۃ والافضلیۃ وفیہ اشارۃ الی ان من لم یکن علمہ کذالك فھو کالجاھل بل ھو جاھل۔ یعنی آیت مبارکہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا کا خلاصہ یہ ہے کہ علم دین خشیت الٰہی پیدا کرتا ہے جس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور وہی عالم کی اکرمیت وافضلیت کا سبب ہے اور آیت کریمہ میں اس بات کا اشارہ ہے کہ جس شخص کا علم ایسا نہ ہو وہ جاہل کے مثل ہے بلکہ وہ جاہل ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص۲۳۱) اور حضرت امام شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا انما العالم من خشی اللہ عز وجل یعنی عالم صرف وہ ہے جسے خدائے تعالیٰ کا خوف اور اس کی خشیت حاصل ہو (تفسیر خازن ومعالم التنزیل جلد پنجم ص۳۰۲) اور امام ربیع بن انس علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا من لم یخش اللہ فلیس بعالم یعنی جسے اللہ کا خوف اور اسکی خشیت حاصل نہ ہو وہ عالم نہیں (تفسیر خازن جلد پنجم ص۳۰۲) ان حوالہ جات سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ وارث انبیاء وہ علماء اہلسنت ہیں جو باقاعدہ تعلیم حاصل کئے ہوتے ہوں اپنے دلوں میں خدا کا خوف وخشیت رکھتے ہوں اور فرائض وسنن مؤکدہ ضروری عبادتیں کرتے ہوں بے عمل نہ ہوں۔ وَھُوَ تَعَالیٰ اَعْلَم

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
۱۰ر محرم الحرام ۱۷ھ

مسئلہ ازمحمد اقبال صباحی ۲۹ر والنٹ۔ ایس۔ٹی۔ بولٹن (برطانیہ)

(۱) زید نے اپنی ضرورت کے علاوہ ایک اور مکان خریدا جس کی قیمت تقریباً ۲۰ ہزار پونڈ ہے۔ فی الحال اس مکان کی کوئی ضرورت نہیں نہ کرایہ پر ہے نہ اس میں رہائش۔ محض اس غرض سے خریدا کہ آئندہ بچوں کے لئے آسانی رہے سوال یہ ہے کہ اس مکان کی قیمت پر زکاۃ فرض ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

(۲) ــــــ ہماری مسجد دو منزلہ ہے نیچے جماعت خانہ ہے جس میں پنج وقتہ نماز ہوتی ہے اور اوپر کے حصہ میں مدرسہ ہے (واقف نے پہلے اسی طرح نیت کی تھی) رمضان المبارک کے ایام میں اوپر کے ہال میں اگر اعتکاف کیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟ اوپر جانے کا راستہ خارج مسجد سے ہے بینوا توجروا

(۳) ــــــ ایک شخص تفضیلی شیعہ ہے نماز اہل سنت وجماعت کی مسجد میں ادا کرتا ہے اسکے بچے بھی اہل سنت کے مدرسہ میں پڑھتے ہیں ایسے شخص کے انتقال پر اس کی نماز جنازہ پڑھنا یا اس کی مغفرت کے لئے دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: (۱) ــــــ چالیس پچاس ہزار کے مکانات صرف کرایہ وصول کرنے کی غرض سے خریدے گئے اس پر زکاۃ ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ مکانات پر زکاۃ نہیں اگرچہ وہ پچاس کروڑ کے ہوں (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص۴۲۸)
اور جب کرایہ کے مکان پر زکوۃ نہیں تو مکان مذکور جو آئندہ بچوں کے

رہنے کے لئے خریدا گیا ہے اس پر بدرجۂ اولیٰ زکاۃ نہیں۔ البتہ جو مکان بیچ کر نفع حاصل کرنے کی غرض سے خریدا جائے اس پر زکاۃ فرض ہوگی۔
وھو تعالیٰ اعلم

(۲) ـــــــ اوپر کا حصہ جب کہ مدرسہ ہے تو اس کے ہال میں اعتکاف درست نہیں اس لئے کہ اعتکاف کے لئے مسجد ہونا شرط ہے بدائع الصنائع جلد دوم صـ۱۱۲ پر ہے اما الذی یرجع الی المعتکف فیہ فالمسجد وانہ شرط فی نوعی الاعتکاف الواجب والتطوع اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) ـــــــ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ رافضی اگر صرف تفضیلیہ ہے تو اس کے جنازہ کی نماز بھی نہ چاہیئے۔ متعدد حدیث میں بدمذہبوں کی نسبت ارشاد ہوا ان ماتوا فلا تشھدوھم وہ مریں تو ان کے جنازہ پر نہ جائیں ولا تصلوا علیھم ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو۔ نماز پڑھنے والوں کو توبہ واستغفار کرنی چاہیئے (فتاویٰ رضویہ جلد ۴ صـ۹۳) یہی حکم اس کی مغفرت کی دعا کرنے کے بارے میں بھی ہے وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ر ذوالحجہ ۱۶ھ

مسئلہ:۔ از نور محمد اطہر مسجد پنجابیاں محلہ کٹرا شہاب خاں اٹاوہ

خالد پانچ گاڑیوں کا مالک ہے ان میں سے جو روپیہ کرایہ کا آتا ہے اس کو ضروریات زندگی میں خرچ کرنے کے بعد وہ اتنے روپیئے کے مال کا مالک نہیں کہ سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچے ہاں اگر ان میں سے ایک گاڑی کی قیمت جوڑ کر شامل کرے تو نصاب کو پہنچ جاتا ہے اس صورت میں خالد پر زکاۃ کا حکم ہے یا نہیں؟ یا خالد نے بینک میں روپیہ جمع کیا جو ان حول وحاجت اصلیہ سے فارغ ہونے پر بینک میں جمع شدہ ہی رقم بچی جو

صاحب نصاب ہونے کے لئے کافی ہے اس صورت میں خالد پر زکاۃ کا کیا حکم ہے؟ اور اگر صاحب بینک تاریخ متعین کر دے کہ دس سال کے بعد روپیہ ملے گا تو اب خالد نو سال تک زکاۃ دے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ کرایہ کی گاڑی پر زکوۃ واجب نہیں اگرچہ وہ کئی لاکھ کی ہو۔ البتہ کرایہ سے سال تمام پر جو پس انداز ہوگا اس پر زکاۃ واجب ہوگی اگر خود یا اور مال سے مل کر بقدر نصاب ہوں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں زکاۃ صرف تین چیزوں پر ہے سونا چاندی کیسے ہی ہوں پہننے کے ہوں یا برتنے کے یا رکھنے کے سکے ہوں یا پتر ہوں یا ورق۔ دوسرے چرائی پر چھوٹے جانور۔ تیسرے تجارت کا مال باقی چیزوں پر نہیں (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص۴۲۸) اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص۱۷۱ میں ہے لوکان لہ حوانیت اودار غلتہ تساوی ثلثۃ آلاف درھم وغلتھا لاتکفی لقوتہ وقوت عیالہ یجوز صرف الزکاۃ الیہ فی قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ولوکان لہ ضیعۃ تساوی ثلاثۃ آلاف ولا تخرج ما یکفی لہ ولعیالہ اختلفوا فیہ قال محمد بن مقاتل یجوز لہ اخذ الزکاۃ ھکذا فی فتاوی قاضی خان۔

اور بینک میں جو روپیہ جمع ہوتا ہے اگر خود یا دوسرے مال سے مل کر بقدر نصاب ہوں تو ان پر بھی زکاۃ واجب ہوتی ہے اور بینک میں مدت معینہ کے لئے جو رقم جمع کی جاتی ہے اس پر بھی۔ لہذا دس سال کے لئے جو روپیہ جمع کیا گیا ہے جب وہ وصول ہوں گے تو اس وقت پورے دس سال کے حساب لگا کر ادائیگی واجب ہوگی۔ ھکذا فی الجزء الرابع من الفتاوی الرضویۃ۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۱ر ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:۔ از شبیر احمد مصباحی۔ مدرسہ حنفیہ محلہ عالم خان۔ جونپور

(۱) ـــــ گل منجن اور کول گیٹ وغیرہ کا استعمال روزہ کی حالت میں کیسا ہے؟ اگر متعدد بار استعمال کیا تو روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟ اگر ٹوٹے گا تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے یا صرف قضا؟

(۲) ـــــ مرغ اور تمام حلال جانوروں کا گوشت کے ساتھ ان کی کھال یا صرف کھال کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ (۱) ـــــ حالت روزہ میں کسی طرح کا منجن یا کول گیٹ وغیرہ کا استعمال بلا ضرورت صحیحہ مکروہ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ منجن حرام و ناجائز نہیں جب کہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جز حلق میں نہ جائے گا مگر بے ضرورت صحیحہ کراہت ضرور ہے (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص۶۱۴) اگر اس کا کچھ حصہ حلق میں چلا گیا اور حلق میں اس کا مزہ محسوس ہوا تو روزہ جاتا رہا مگر اس صورت میں صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں۔ ردالمحتار جلد دوم ص۹۸ میں ہے

اکل مثل سمسمۃ من خارج یفطر الا مضغ بحیث تلاشت فی فمہ الا ان یجد الطعم فی حلقہ اھ۔ اور حضرت صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ غلطی سے پانی وغیرہ کوئی چیز حلق میں چلی گئی تو صرف قضا واجب ہوگی۔

(بہار شریعت حصہ پنجم ص۱۱۹)

انتباہ:۔ علماء کو کافی اطمینان ہو تب بھی منجن نہ استعمال کریں کہ عوام انھیں دیکھ کر استعمال کرنے لگیں گے اور اپنے روزوں کو برباد کر دیں گے

ـــــ اور حالت روزہ میں اگر کسی چیز کا استعمال مکروہ تحریمی ہو تو متعدد بار استعمال کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا صرف گناہ ہوگا جیسے کہ نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا مکروہ تحریمی ہے مگر بار بار ایسا کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) ـــــــ تمام مذبوح حلال جانور مرغ، بکری اور گائے بھینس وغیرہ کی کھال حلال ہے شرعاً اس کا کھانا ممنوع نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۳۲۴ میں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از شمس الدین راعینی۔ مقام دوبولیا بازار ضلع بستی

عیدگاہ میں جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ عیدگاہ میں جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے جیسا کہ سید العلماء حضرت سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں لا تکرہ فی مسجد اعد لھا وکذا فی مدرسۃ ومصلی عید (طحطاوی علی مراقی مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۳۲۶) وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۷؍ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ:۔ الحاج عبد السلام خاں رضوی نور کاٹج انڈسٹریز بھدوہی

میت کی طرف سے نماز اور روزوں کے فدیہ نکالنے کا مسئلہ کیا ہے؟

الجواب:۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من مات وعلیہ صوم شھر فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکین یعنی جو کوئی مرجائے اور اس پر روزے کی قضا باقی ہو تو اس کی جانب سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور فرماتے ہیں لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد ولکن یطعم عنہ۔ یعنی کوئی کسی کی جانب سے روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے ہاں اس کی طرف سے کھانا کھلائے (مراقی الفلاح مع طحطاوی صفحہ ۲۳۸) اور سید العلماء حضرت سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں قد ورد النص فی الصوم باسقاطہ بالفدیۃ واتفقت کلمۃ المشائخ علی ان الصلاۃ کالصوم استحسانا لکونھا اھم منہ یعنی فدیہ دے

کر روزہ ساقط کرنے کے بارے میں نص وارد ہے اور مشایخ اس بات پر متفق ہیں کہ اس مسئلہ میں نماز روزہ کی مثل ہے اس لئے کہ وہ روزہ سے اہم ہے۔ (طحطاوی علی مراقی ص۲۳۷)

لہذا جو شخص مرجائے اور اس کے ذمہ نماز روزہ کی قضا باقی ہو اور کفارہ کی وصیت کر جائے تو ورثہ اسے ادا کریں۔ حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں لومات وعلیہ صلوات فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلاۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ وکذا حکم الوتر والصوم من ثلث مالہ ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا و یدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم یعنی اگر کوئی قضا نمازیں اپنے ذمہ لے کر مر گیا اور کفارہ کی وصیت کر گیا تو ہر نماز اور ہر روزہ کے بدلے نصف صاع گیہوں صدقۂ فطر کی طرح اس کے تہائی مال میں سے دیئے جائیں۔ اور اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا تو اس کا وارث مثلاً نصف صاع گیہوں لے کر ایک نماز یا ایک روزہ کے بدلے کسی غریب کو دے۔ پھر وہ غریب اسی وارث کو واپس کر دے۔ اور اسی طرح اتنی بار لوٹ پھیر کرے کہ سب نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا ہو جائے (درمختار مع شامی جلد اول ص۴۹۲)

اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں اذا لم یوص فتطوع بہا الوارث فقد قال محمد فی الزیادات انہ یجزیہ انشاء اللہ تعالیٰ یعنی اگر میت نے وصیت نہیں کی پھر بھی وارث نے فدیہ ادا کر دیا تو حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا ان شاء اللہ وہ بھی کافی ہو جائے گا (ردالمحتار جلد اول ص۴۹۲) اسی لئے میت کے ذمہ اگر نماز روزہ کی قضا باقی ہے مگر اس نے فدیہ کی وصیت نہیں کی ہے پھر بھی بہت سے لوگ اپنے عزیز کو بری الذمہ کرنے اور خدائے تعالیٰ کے عذاب

سے اس کو بچانے کے لئے جس قدر نماز اور روزے اس کے ذمہ ہوتے ہیں ان کا فدیہ نکالتے ہیں۔

اور مرنے والا اگر نماز روزے کا پابند تھا تو اس صورت میں بھی اس کی طرف سے فدیہ نکالنا چاہئے۔ اس لئے کہ عموماً لوگ بڑھاپے میں پابند ہوتے ہیں جوانی میں، خاص کر بالغ ہوتے ہی پابند نہیں ہوتے اور نہ ان کو بعد ہی میں ادا کرتے ہیں تو اس زمانے کی قضائیں باقی رہ جاتی ہیں۔ اور پھر ان عبادتوں کی ادائیگی میں عام طور پر لوگ مسائل کی رعایت نہیں کرتے، کپڑے کو پاک کرنا نہیں جانتے، غسل میں ناک کی سخت ہڈی تک پانی نہیں چڑھاتے، اعضائے وضو کے بعض حصے کو دھوتے ہیں اور بعض حصوں کو صرف بھگا کر چھوڑ دیتے ہیں، نماز کے اندر سجدہ میں انگلی کا پیٹ زمین پر نہیں لگاتے اور خاص کر قرآن مجید غلط پڑھتے ہیں العٰلمین کو الألمین، الرحمٰن الرحیم کو الرھمٰن الرھیم، ایاك نعبد وایاك نستعین کو ایاك نابد وایاك نستئین، الصراط کو السراط اور انعمت کو انأمت پڑھتے ہیں اور صحیح پڑھنے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔ جن کے سبب ان کی نمازیں باطل ہو جاتی ہیں۔ ملاحظہ ہو بہار شریعت، فتاویٰ رضویہ اور ردالمحتار۔ تو اس طرح کی غلطیاں کرنے والے بظاہر نمازی ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں ساری نمازیں ان کے ذمہ باقی رہ جاتی ہیں۔

اور اسی طرح روزہ میں بھی اس کے احکام کی رعایت نہیں کرتے سحری کا وقت ختم ہو جانے کے بعد بھی کھاتے پیتے رہتے ہیں اور مسائل نہ جاننے کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے یا کر بیٹھتے ہیں کہ جس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اسے خبر بھی نہیں ہوتی۔ لہٰذا میت کے گھر والوں کو چاہئے کہ اس کی پوری زندگی کے روزہ و نماز کا فدیہ نکالیں۔ مگر افسوس کہ میت کے چالیسواں وغیرہ میں رشتہ دار، دوست واحباب اور دیگر لوگوں

کے کھانے کی دعوت کا شادی کی طرح بڑا اہتمام کرتے ہیں مگر جن عبادتوں کے چھوڑنے یا ان کی ادا میں مسائل کی رعایت نہ کرنے کے سبب خدائے تعالیٰ کے یہاں جو مواخذہ ہوگا میت کو اس سے چھٹکارا دلانے کی فکر نہیں کرتے۔ خدائے تعالیٰ ایسے لوگوں کو سمجھ عطا فرمائے۔

لیکن واضح رہے کہ فدیہ کے بھروسے روزہ اور نماز کو چھوڑنا یا ادائگی میں ان کے مسائل کی رعایت نہ کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ بعض علماء کے نزدیک اس صورت میں فدیہ دینا بھی جائز نہیں۔ حضرت علامہ شیخ محمد صالح کمال مفتی مکہ معظمہ و سابق امام و خطیب مسجد حرام اپنے رسالہ القول المختصر میں تحریر فرماتے ہیں لایجوز ترك الصلاة اعتماداً علی هذا الاسقاط کما لا یجوز ترکها اعتماداً علی القضاء ولا یجوز التساهل فی الاداء والقضاء متعمداً علیه ولو اوصیٰ به بل یجب علیه القضاء فان لم یفعل کان اثما۔ وهل یجزیه حینئذ هذا الاسقاط۔ فی کلام بعضهم الاشارة الی انه لا یجزی۔ یعنی اسقاط و فدیہ کے بھروسہ پر نماز چھوڑنا جائز نہیں جیسا کہ قضا کے بھروسہ پر اس کا چھوڑنا جائز نہیں اور اسقاط و فدیہ کے بھروسہ پر ادا و قضا میں تساہل و تاخیر بھی ناجائز ہے اگرچہ اس کی وصیت کر دی ہو بلکہ اس پر قضا واجب ہے۔ اگر قضا نہ پڑھے گا گنہگار ہوگا۔ اور کیا ایسی صورت میں اسقاط و فدیہ جائز ہوگا؟ تو بعض علماء کے کلام میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ ایسی صورت میں اسقاط و فدیہ کافی نہ ہوگا (رسالہ اسقاط الصوم والصلاۃ ص ۱۵)

حیلۂ شرعی کا بہترین طریقہ کہ جس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں یہ ہے کہ کپڑا وغیرہ کوئی چیز عاقل بالغ کو دکھائے جو مصرف زکاۃ ہو اور فدیہ کی جتنی رقم بنتی ہو اتنے روپے کے بدلے میں اس چیز کو اس غریب سے خریدنے کے لئے کہے۔ اور بتادے کہ سب روپے ہم تمہیں دیں گے اس سے تم اس چیز کی قیمت ادا کر دینا۔ وہ یقیناً قبول کرے گا اس لئے کہ وہ چیز

اس کو مفت ہی حاصل ہوجائے گی۔ قبول کرلینے کے بعد بیع ہوگئی۔ اب ایک بڑی رقم اُس غریب کے ہاتھ میں فدیہ کی نیت سے دے۔ جب وہ ان روپیوں پر قبضہ کرلے تو اس سے اپنے بیچے ہوئے سامان کی قیمت وصول کرلے۔ اگر وہ نہ دے تو زبردستی ہاتھ پکڑ کر اور مارپیٹ کر بھی وصول کرسکتا ہے۔ اگر ایک بار ایسا کرنے میں فدیہ کی رقم پوری نہ ہو تو چند بار ایسے ہی کرے یہاں تک کہ وہ پوری ہوجائے۔ حضرت علامہ حصکفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں یعطی مدیونہ الفقیر زکاۃ ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مد یدہ واخذھا (درمختار مع شامی جلد دوم ص۱۲)

اور بعض لوگ زندگی بھر کے کفارہ میں جو ایک قرآن مجید فدیہ دینے کو کافی سمجھتے ہیں وہ صحیح نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ بہت عوام دُور ہی نہیں کرتے ایک مصحف شریف دے دیا اور سمجھ لئے کہ عمر بھر کا کفارہ ادا ہوگیا یہ محض مہمل و باطل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۶۲۸) اور حیلۂ شرعی کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیوی کو سو لکڑیاں مارنے کی قسم کھائی تھی تو خدائے تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهٖ وَلَا تَحْنَثْ یعنی اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر اس سے ماردو اور قسم نہ توڑو (پ۲۳ سورۂ ص آیت ۴۴) حضرت سید احمد حموی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ھٰذا تعلیم المخلص لایوب علیہ السلام عن یمینہ التی حلف لیضربن امرأتہ مائۃ عود۔ وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال وقعت وحشۃ بین ھاجرۃ وسارۃ فحلفت سارۃ ان ظفرت بھا قطعت عضوا منہا فارسل اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام الی ابراھیم علیہ السلام ان یصلح بینھما فقالت سارۃ ما حیلۃ یمینی فاوحی اللہ تعالیٰ الی ابراھیم علیہ السلام ان یامر سارۃ ان تثقب اذنی ھاجرۃ فمن ثم ثقوب الاٰذان کذا فی التتار

خانیۃ۔ یعنی مذکورہ آیت میں حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کی قسم سے بری ہونے کا طریقہ سکھایا گیا ہے اسلئے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو سو لکڑیاں مارنے کی قسم کھائی تھی۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ہاجرہ اور حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کچھ اختلاف ہو گیا تھا تو حضرت سارہ نے قسم کھائی کہ اگر میں ہاجرہ پر قابو پاؤں گی تو ان کا کوئی عضو کاٹوں گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ ان دونوں میں صلح کرا دو۔ تو حضرت سارہ نے کہا مجھے قسم سے بری ہونے کا کیا طریقہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ سارہ کو حکم دو کہ وہ ہاجرہ کے کان چھید دے قسم سے بری ہو جائے گی۔ تو سارہ نے ایسا ہی کیا۔ اور اسی وقت سے عورتوں کے کان چھیدنے کا رواج ہوا ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے (غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر جلد چہارم ص۲۳)

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی
الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از صوفی محمد صدیق نوری۔ ۲۰ جواہر مارگ اندور

اگر حج کا احرام باندھتے وقت عورت کو حیض آگیا تو وہ کیا کرے؟ اور مکہ معظمہ سے روانگی کے وقت اگر حیض آجائے تو عورت کو طواف رخصت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر حج کا احرام باندھتے وقت عورت کو حیض آیا تو وہ غسل کر کے احرام باندھے اور طواف وسعی کے علاوہ حج کے سارے ارکان ادا کرے جیسا کہ شامی جلد دوم ص۱۹۰ میں ہے لو حاضت قبل الاحرام اغتسلت واحرمت وشهدت جميع المناسك الا الطواف

والسّعی اھ اور مکہ معظمہ سے روانگی کے وقت عورتیں حیض یا نفاس میں مبتلا ہوں تو طواف رخصت نہ کریں بلکہ مسجد سے باہر دروازہ پر کھڑی ہوکر دعا کریں اور نہایت دردوغم کے ساتھ کعبہ شریف کوالوداع کہیں (حج وزیارت للامجدی صلہ) اور طواف کے چھوٹ جانے کے سبب ان پر کچھ لازم نہیں جیسا کہ ہدایہ جلد اول ص ۲۴۵ پر ہے ان حاضت بعد الوقوف وطواف الزیارۃ انصرفت من مکۃ ولا شئی علیہ لطواف الصدر اھ۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ ر شوال المکرم ۱۷ ھ

مسئلہ:۔ از شرف الدین احمد قادری خطیب مسجد املی پورہ۔ کھنڈوہ

آج کل سعودیہ حکومت حاجیوں سے قربانی کے لئے پیسے جمع کرالیتی ہے پھر وہی خود قربانی کرتی ہے تو ایسی قربانی صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہوتی تو حاجی پر مواخذہ باقی رہتا ہے تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیئے؟

بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں اگر محمد بن عبدالوہاب نجدی جیسا کفری عقیدہ رکھنے والوں نے قربانی کی تو وہ صحیح نہیں ہوئی۔ اس صورت میں مفرد کا حج ناقص نہیں ہوتا کہ اس پر قربانی واجب نہیں ہوتی۔ البتہ قارن و متمتع پر مطالبہ باقی رہ جاتا ہے اور ان کا حج ناقص ہوجاتا ہے کہ حج کے شکرانہ کی قربانی ان پر واجب ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کو چاہئے کہ وہ اپنی قربانی خود اپنے ہاتھ سے کریں کہ اس کا پیسہ جمع کرنا سعودی حکومت کے قانون سے حاجیوں پر لازم نہیں۔ ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۶ ر شوال المکرم ۱۷ھ

مسئلہ:- از اسلام علی۔ ساکن محلہ نوشہرہ۔ بلرامپور۔ گونڈہ

ہندہ سنیہ کی شادی بکر سے تقریباً ۵ سال قبل ہوئی تھی۔ ہندہ اپنے سسرال ۵ سال کے عرصہ میں صرف تین بار گئی جانے پر معلوم ہوا کہ بکر بدعقیدہ دیوبندی ہے وہی خیالات فاسدہ جوان کے اکابرین کے ہیں اسی پر قائم ہے اور بکر کے والدین بھی اسی عقیدۂ فاسدہ پر قائم ہیں اور علی الاعلان کہتے ہیں کہ میرا عقیدہ دیوبندی مسلک کا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ ایسی صورت میں کیا کرے؟ ہندہ کے والدین پہلے ان کے عقائد فاسد پر مطلع نہ تھے۔ اب جب کہ ان کا عقیدہ معلوم ہو گیا تو عندالشرع جو بھی حکم ہو مطلع فرمائیں؟ بینوا توجروا

الجواب:- ہندہ کے والدین شریعت کو کھیل بنانا چاہتے ہیں سوال سے ظاہر ہے کہ انہوں نے بکر کا عقیدہ معلوم کئے بغیر اس کے ساتھ ہندہ کی شادی کر دی اور جب پانچ سال کے عرصہ میں صرف تین بار ہندہ بکر کے یہاں گئی یعنی تعلقات خراب ہوئے تو اب اس کے دیوبندی ہونے کا بہانہ بنا کر چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا پہلے ہندہ کے والدین کو مجمع عام میں علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے۔ ان کا نکاح پھر سے پڑھایا جائے اور ان سے عہد لیا جائے کہ وہ آئندہ کبھی ہرگز کسی لڑکا یا لڑکی کی شادی مذہب کی تحقیق کئے بغیر نہیں کریں گے۔ اس کے بعد ہندہ کے متعلق استفسار کیا جائے تو جواب اس کا دیا جائے گا۔ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی النبی الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ر شوال المکرم ۱۷ھ

مسئلہ:- از ماسٹر غلام جیلانی مقام و پوسٹ پورینہ پانڈے۔ بستی

(۱) ــــــ کیا صلح کلی کے یہاں شادی کرنا جائز ہے؟

(۲) ـــــــ کیا ہمیشہ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کے اوپر سے عذاب قبر اٹھا لیا جاتا ہے ؟

(۳) ـــــــ زید صلح کلی ہے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے ؟

(۴) ـــــــ کیا ہمیشہ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کی قبر میں روشنی ہوگی ؟ بینوا توجروا

الجواب : (۱) ـــــــ صلح کلی جو ہر مذہب کو حق سمجھتا ہے اس کے یہاں شادی کرنا جائز نہیں ۔

(۲) بیشک ایسے شخص سے عذاب قبر اٹھا لیا جاتا ہے بشرطیکہ اس کے ذمہ کوئی فرض و واجب باقی نہ ہو اور نہ حق العبد میں گرفتار ہو کہ کثرت سے درود شریف پڑھنا مستحب ہے اور فرض و واجب جس کے ذمہ باقی ہو اس کی مستحب عبادت مقبول نہیں ۔ ھکذا قال العلماء لاھل السنۃ کثرھم اللہ تعالیٰ ۔

(۳) ـــــــ زید اگر واقعی صلح کلی ہے یعنی ہر مذہب کو وہ صحیح مانتا ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں

(۴) ـــــــ بے شک ایسے شخص کی قبر میں روشنی ہوگی بشرطیکہ نماز زکاۃ ، روزہ ، حج اور قربانی وغیرہ کوئی فرض یا واجب اس کے ذمہ باقی نہ ہو اور نہ حق العبد میں گرفتار ہو جیسا کہ جواب ۲ میں گذرا ۔ ھذا ما عندی و ھو تعالیٰ اعلم

نوٹ : فتویٰ کے لئے آئندہ لفافہ یا اس کا مساوی ڈاک ٹکٹ ارسال کریں ۔ کارڈ ہرگز نہ بھیجیں کہ وہ فتویٰ کے لئے کافی نہیں ہوتا ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ر شوال المکرم سنہ ۱۷ھ

مسئلہ : از رمضان علی قادری ۔ خادم مدرسہ حبیبیہ قادریہ مقام

وڈاکخانہ ہریہر پور بازار۔ بستی

زید سنی صحیح العقیدہ ہے اس نے اپنی لڑکی کا رشتہ دیوبندی کے یہاں کیا۔ بارات آئی بکر جو کہ عالم دین ہے اس سے نکاح پڑھنے کو کہا بکر نے انکار کر دیا اور مسئلہ کی کتاب بہار شریعت، سنی بہشتی زیور وغیرہ کھول کر دکھایا کہ دیوبندی کا نکاح پڑھنا جائز نہیں ہے اس پر زید نے کہا کہ کیا یہ آسمانی کتاب ہے اس میں اپنی طرف سے من گھڑت لکھا ہے خالد جو کہ صرف حافظ ہے اس نے نکاح پڑھ دیا عند الشرع زید کا کیا حکم ہے خالد جو کہ صرف حافظ ہے اس کا کیا حکم ہے بکر جو کہ عالم ہے اس کا کہنا درست ہے یا نہیں اور جن لوگوں نے زید کا ساتھ دیا ان کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب:۔ دیوبندی اپنے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان ص۸، تحذیر الناس ص۳ ص۱۴، ص۲۸ اور براہین قاطعہ ص۵۱ کی بنا پر بمطابق فتوی حسام الحرمین کافر و مرتد ہیں اور مرتد کا نکاح کسی سے ہرگز نہیں ہو سکتا جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول ص۲۶۳ میں ہے لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط۔ یعنی مرتد کا نکاح مرتدہ، مسلمہ اور کافرہ اصلیہ کسی سے جائز نہیں اور ایسے ہی مرتدہ کا نکاح کسی سے جائز نہیں ایسا ہی مبسوط میں ہے۔ لہذا حافظ مذکور نے دیوبندی کا نکاح جو سنیہ لڑکی سے پڑھایا وہ نہ ہوا پیسہ کی لالچ میں اس نے زنا کا دروازہ کھولا اس پر لازم ہے کہ مجمع عام میں علانیہ توبہ واستغفار کرے نکاح نہ ہونے کا اعلان کرے اور نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس حافظ کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ۷ ع۱۴)

اور بہار شریعت سنی بہشتی زیور کے بارے میں یہ کہنا کہ کیا یہ آسمانی کتاب ہے اس میں اپنی طرف سے من گھڑت لکھا گیا ہے گمراہی وبدمذہبی ہے۔ لہٰذا زید کو علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور جن لوگوں نے زید کا ساتھ دیا وہ بھی گنہگار ہوئے انھیں بھی توبہ کرنا چاہئے اور عالم دین بکر نے شریعت کے مطابق صحیح اور درست کہا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ر محرم الحرام ۱۷ھ

مسئلہ:۔ از حیدر علی مقام بھر تھا پور ڈاکخانہ گاندھی نگر بستی۔

(۱)ــــــ زید سنی صحیح العقیدہ ہے اور زید کی شادی ہندہ بنت بکر کے ہمراہ ہوئی۔ ہندہ جب زید کے گھر آئی تو خود ہندہ نے اپنی زبان سے اقرار کیا کہ میرے یہاں فاتحہ وغیرہ نہیں ہوتا اور زید کا عقد ایک بد دین دیوبندی نے کیا ہے جب کہ زید کا عقد ہونے سے پہلے زید لاعلم تھا اور نکاح ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ ہندہ بھی وہابی اور نکاح پڑھنے والا بھی وہابی ایسی صورت میں زید ہندہ کے ساتھ کیسا سلوک کرے کہ سبھی حضرات زید کے گھر ولیمہ کا کھانا کس صورت میں کھائیں بینوا توجروا

(۲)ــــــ کیا زید کا نکاح کوئی سنی عالم پڑھائے ہندہ کے ساتھ تو کیا ہندہ زید کے نکاح میں آسکتی ہے۔؟ بینوا توجروا

(۳)ــــــ اور اگر زید کے نکاح میں ہندہ آتی ہے تو کس صورت میں آئے گی کہ جس سے عوام زید کے یہاں کھا پی سکیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ (۱)ــــــ دیوبندیوں کے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان، ص۸، تحذیر الناس ص۳، ص۱۴، ص۲۸ و براہین قاطعہ ص۵۱ کی بنا پر مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور برما وغیرہ کے سیکڑوں علمائے کرام و مفتیان عظام نے ان کے کافر و مرتد ہونے

کا فتویٰ دیا ہے جس کی تفصیل حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے اور مرتد کے ساتھ کسی کا نکاح نہیں ہو سکتا جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۲۶۲ میں ہے لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط۔ یعنی مرتد کا نکاح مرتدہ، مسلمہ اور کافرہ اصلیہ کسی سے جائز نہیں اور ایسے ہی مرتدہ کا نکاح کسی سے جائز نہیں ایسا ہی مبسوط میں ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں جب کہ لڑکی وہابی ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے تو اس کے ساتھ نکاح نہیں ہوا۔ اور جب نکاح نہیں ہوا تو ولیمہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) ——— جب کہ ہندہ دیوبندیہ وہابیہ ہے تو سنی عالم کے نکاح پڑھانے سے بھی وہ زید کے نکاح میں نہیں آسکتی جیسا کہ جواب ۱ سے ظاہر ہے اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ توبہ کے بعد تو نکاح ہو جانا چاہیئے تو اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ تجربہ شاہد ہے کہ دیوبندی لڑکے اور لڑکیاں سنیوں کے یہاں شادی کرنے کے لئے یا جو بیاہ ہو چکا ہے اس کو صحیح کرنے کے نام پر بظاہر توبہ کر کے نکاح کرا لیتے ہیں مگر پھر حسب سابق وہ دیوبندی وہابی ہی رہتے ہیں۔ اس لئے بعد توبہ فوراً وہابی یا وہابیہ کے ساتھ نکاح کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے تاوقتیکہ تین چار سال دیکھ کر اطمینان نہ کر لیا جائے کہ واقعی وہ سنی مذہب پر قائم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) ——— بعد توبہ تین چار سال دیکھے بغیر ہندہ بروقت زید کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ رہا پکے ہوئے کھانے کا سوال تو زید ہندہ کو اس کے میکہ روانہ کر دے پھر آبادی کے لوگوں کے سامنے مجمع عام میں توبہ کرے اور پختہ عہد کرے کہ میں ہندہ وہابیہ کو اپنے گھر کبھی نہیں لاؤں گا۔ بلکہ کسی سنی صحیح العقیدہ لڑکی سے شادی کروں گا اس کے بعد لوگ

اس کا کھانا کھالیں تاکہ خراب نہ ہو مگر وہ کھانا ولیمہ کا کھانا بہر حال نہیں۔
وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از عبدالرزاق حواری۔ دھدھوا بھالا۔ پلاموں
جناب سکندر صاحب کا لڑکا جناب صابر صاحب اور جناب عثمان صاحب کی لڑکی نسیمہ بانو، ان دونوں میں شادی ہوئی اس کے بعد ایک سال تک دونوں میاں بیوی رہے۔ پھر شوہر غائب ہو گیا قریب چھ سال تک اس بیچ میں لڑکی کے والد نے لڑکے کے والد سے کہا کہ آپ اب دوسرے لڑکے کے ساتھ نکاح کی اجازت دیں لڑکے کے والد نے انکار کیا لیکن لڑکی کے والد نے ضد سے دوسرے لڑکے کے ساتھ نکاح کر دیا اس کے بعد جو پہلے والا شوہر تھا وہ اپنے کام پر سے نکاح کے چھ مہینہ کے بعد آگیا اور وہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھنا شروع کر دیا کہ یہ ہماری بیوی ہے۔ تو آپ فرمائیں کہ جو دوسری شادی ہوئی اسکے لئے کیا ہونا چاہیے۔ لڑکے کے ساتھ اور لڑکی کے ساتھ کیا ہونا ضروری ہے، اور قاضی کے ساتھ کیا ہونا ضروری ہے۔ اس میں لڑکے کے والد اور لڑکی کے والد کا کہنا ہے کہ شریعت جو کہتی ہے اس کو ہم دونوں مان لیں گے۔ بینوا توجروا

الجواب: صورت مذکورہ میں نسیمہ کا نکاح جو دوسرے کے ساتھ کر دیا گیا تھا وہ سخت ناجائز اور حرام کا ارتکاب کیا گیا کہ زناکاری کا دروازہ کھولا گیا۔ العیاذ باللہ لڑکی اور لڑکا کہ جس کے ساتھ دوسرا نکاح کیا گیا، ان دونوں کے والدین، نکاح پڑھنے والا، گواہ، حاضرین مجلس نکاح اور ہر وہ شخص جو دوسرے نکاح سے راضی رہا سب علانیہ توبہ و استغفار کریں اور لڑکی و لڑکا کے والدین قرآن خوانی و میلاد شریف کریں، غرباء و مساکین

کو کھانا کھلائیں اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھیں اس لئے کہ نیکیاں قبولِ توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ اور نکاح خواں توبہ کرنے کے ساتھ نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے۔ وھُوَ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۳ر شوال المکرم ۱۶ھ

مسئلہ:۔ محمد ضیاء الحق یار علوی۔ موضع کنگھسرا ڈاکخانہ بھینسا چوبے بستی

ہندہ کی شادی زید سے ہوئی چند سال بعد زید کا دماغ کچھ کریک ہوگیا تو ہندہ زید کو چھوڑ کر دوسرے کے یہاں چلی گئی جب کہ اسے حمل تھا اور بچہ دوسرے ہی کے گھر پیدا ہوا پھر کچھ دنوں بعد ایک بچہ اور پیدا ہوا اسکے بعد ہندہ نے اپنے شوہر سے طلاق لے کر دوسرے سے نکاح کیا اب ہندہ اپنے پہلے بچہ کی شادی کرنا چاہتی ہے تو مسلمان ہندہ کی غلط کاریوں کے سبب شادی کی تقریب میں شرکت کے لئے تیار نہیں۔ لہٰذا از روئے شرع کوئی ترکیب تحریر فرمائیں جس پر عمل کرنے سے مسلمان ہندہ کے لڑکا کی شادی میں شریک ہوسکیں۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ ہندہ کو علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور اس سے نماز کی پابندی کا عہد لیا جائے۔ اور اس کو قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے اور غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے جب وہ توبہ وغیرہ کرلے تو مسلمان اس کے لڑکا کی شادی میں ضرور شرکت کریں اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے کہ جس نے گناہ نہیں کیا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۹ر ذوالقعدہ ۱۶ھ

مسئلہ:۔ ازنور محمد حبیبی ۔ میرا محلہ گوجی درہ ۔ضلع بھدرک اڑیسہ

(۱) ـــــــ زید نے کہا کہ مہر میں اشرفی لگانا بے جا ہے کہ اشرفی شی مجہول ہے ۔ عمرو نے تردیداً کہا کہ غلط ۔ بلکہ اشرفی سنت ہے کیونکہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اشرفی پر پابندی لگایا تو ایک بڑھیا کے اعتراض کی بنا پر سیدنا خلیفۂ دوم نے اپنے بیان سے رجوع فرمالیا۔ زید نے جواباً کہا یہ سیدنا امیر المومنین پر افترا ہے بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ آپ نے مہر کی مقدار اکثر مقرر فرمایا تو خواتین نے سیدہ ام المومنین حبیبۂ حبیب سید المرسلین سے اس کی شکایت کی تو ان کے تنبیہ جلیل پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے حکم مقرر مقدار اکثر مہر سے رجوع فرمائے۔

(۲) ـــــــ زید نے اپنی تقریر میں کہا کہ جب شرع مقدس نے طفل سابق کی مدت رضاعت میں نو آمدہ جنین کو ابتدار حمل سے ایک سو بیس روز کے اندر اندر ضائع کرنے کا اختیار دیا باوجودیکہ دودھ کے مقابلہ پر دوسری ہلکی غذائیں موجود ہیں ۔ تو پھر ایک آدمی جس کی آمدنی محدود ہو وہ اگر دو یا تین بچوں کی تعلیم و تربیت کی خاطر مزید بچوں کے لئے مانع حمل سائنٹفک طریقہ اختیار کرے تو قباحت کیا ہے ؟ اس پر بکر نے لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ الخ ۔ الآیۃ پیش کر کے کہا بہر حال یہ قتل ہے اور قرآن کریم اس سے روکتا ہے۔

(۳) ـــــــ ایک امام نے صرف عورت کے بیان پر کہ "مجھے طلاق ہوئی ہے" جب کہ نہ تو کوئی گواہ ہے اور نہ کوئی اور ثبوت، مزید برآں اس کے شوہر شرعی نے اپنے سسر کے پاس اس مضمون کا خط لکھا کہ "جلد میری اہلیہ کو میرے پاس پہنچائیں" کیونکہ وہ دلی میں رہتا ہے ۔ باوجود اس کے امام مذکور نے آٹھ نو سو روپئے لے کر وکیل اور گواہان مقرر کر کے اس

غیر مطلقہ خاتون کا دوسرے سے عقد کروا دیا۔ اب اس عورت، وکیل امام اور گواہوں کا کیا ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ (۱)______ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان تفسیر خزائن العرفان میں پارۂ چہارم سورۂ نسار کی آیت نمبر ۲۰ کے جملۂ مبارکہ اٰتَیۡتُمۡ اِحۡدٰھُنَّ قِنۡطَارًا کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برسرِ منبر فرمایا کہ عورتوں کے مہر گراں نہ کرو۔ ایک عورت نے یہ آیت پڑھ کر کہا کہ اے ابن خطاب، اللہ ہمیں دیتا ہے اور تم منع کرتے ہو۔ اس پر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے عمر! تجھ سے ہر شخص زیادہ سمجھدار ہے "جو چاہو مہر مقرر کرو"۔
لہٰذا زید و عمرو نے جو تفسیر خزائن العرفان کے خلاف بیان دیا اس پر معتبر کتاب کا حوالہ پیش کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کرسکیں تو آئندہ من گھڑت بات بیان کرنے سے توبہ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲)______ اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ جان پڑجانے کے بعد اسقاط حمل حرام ہے اور ایسا کرنے والا گویا قاتل ہے اور جان پڑنے سے پہلے اگر کوئی ضرورت ہے تو حرج نہیں (فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۲۶) اس عبارت سے واضح ہوا کہ طفل سابق کی مدت رضاعت گذرنے کے بعد بھی ضرورت پر جان پڑنے سے پہلے حمل گرانے میں حرج نہیں اور جب جان پڑنے سے پہلے ضرورت پر حمل گرانا جائز ہے اور یہ قتل کے حکم میں نہیں تو ضرورۃً وقتی طور پر مانع حمل ادویہ وغیرہ کا استعمال بدرجۂ اولیٰ نہ قتل اولاد ہے اور نہ حرام و ناجائز ہے البتہ دوا وغیرہ کے ذریعہ قوت تولید ہمیشہ کے لئے ختم کردینا حرام ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳)______ اگر واقعی ثبوت طلاق کے بغیر صرف عورت کے بیان پر

امام نے اس کا نکاح دوسرے سے کر دیا تو وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا۔ اس پر توبہ کرنا، جتنا روپیہ لیا ہے اس کا واپس کرنا اور اس نکاح کے ناجائز ہونے کا اعلان کرنا لازم ہے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سختی کے ساتھ اس کا بائیکاٹ کریں اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ۷ ع۱۴) اور اس واقعہ کے بعد جن لوگوں نے جتنی نمازیں اسکے پیچھے پڑھی ہیں بہرحال ان کا اعادہ کریں اور عورت پر فرض ہے کہ اس غلط نئے شوہر سے فوراً الگ ہوجائے اور علانیہ توبہ واستغفار کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کا بھی بائیکاٹ کریں اور وکیل وگواہان بھی توبہ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ ربیع الآخر ۱۷ھ

مسئلہ: از محمد فاروق اشرفی دارالعلوم گلشن شعیب الاولیاء ار پکورہ۔ ضلع گونڈہ۔ یو، پی

زید نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا جو اپنے ساتھ ایک لڑکا لائی تھی۔ زید نے اس لڑکا کی شادی کی جس کو ایک بچہ پیدا ہوا۔ پھر اس عورت کو اس لڑکے نے طلاق دے دی اور زید نے جس عورت سے نکاح کیا تھا وہ فرار ہوگئی پھر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ نہ بیوہ تھی اور نہ مطلقہ۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید اس عورت کے لڑکا کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: صلبی بیٹے کی بیوی کی حرمت قرآن مجید سے ثابت ہے جیسا کہ پارہ چہارم کی آخری آیت میں ہے وَحَلَائِلُ اَبْنَائِکُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِکُمْ۔ اور پوتے کی بیوی کا حرام ہونا اجماع امت سے

ثابت ہے تفسیر کبیر جلد سوم صہ ۱۹۲ میں آیت مذکور کے تحت ہے اتفقوا علی ان ھذہ الایۃ تقتضی تحریم حلیلۃ ولد الولد علی الجد اور رضاعی بیٹے کی بیوی کی حرمت حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یحرم من الرضاع مایحرم من النسب لیکن ربیب کی بیوی کی حرمت نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور نہ اجماع وقیاس سے۔ اور محرمات کا ذکر فرمانے کے بعد خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ (پ۵ ایت ۱)

لہٰذا صورت مسئولہ میں لڑکا مذکور کی مطلقہ بیوی سے زید کا نکاح کرنا جائز ہے۔ وَھُوَ تَعَالیٰ اَعْلَم

نوٹ:۔ مذکورہ عورت کہ زید نے جس سے نکاح کیا تھا جب کہ بعد میں اس کے متعلق معلوم ہوا کہ نہ وہ بیوہ تھی اور نہ مطلقہ تو اگر حتی الامکان تحقیق کے بغیر اس کے ساتھ نکاح کیا گیا تو زید، نکاح خواں گواہ اور حاضرین مجلس نکاح سب علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۰ ر شعبان المعظم ۱۶ھ

مسئلہ:۔ از جمیل احمد۔ مقام وڈاکخانہ پنیوا پینی۔ ضلع مہراج گنج

(۱) ـــــ یہ تو مسلم ہے کہ چچا اور بھتیجی میں نکاح ناجائز وحرام ہے لیکن اس کا عکس یعنی بھتیجا اور چچی میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(۲) ـــــ زید وعمرو دو حقیقی بھائی ہیں۔ زید کی بیٹی ہندہ کا نکاح خالد سے (جو اجنبی ہے) ہوئی ہے۔ اور وہ اس وقت بھی خالد کی نکاح میں ہے۔ زید کے بھائی عمرو کا انتقال ہوگیا ہے ایسی صورت میں خالد عمرو کی بیوی صفیہ سے (جو خالد کی بیوی ہندہ کی سگی چچی اور خالد کی دور کے

رشتے سے ساس لگتی ہے) نکاح کرنا چاہتا ہے۔ خالد اور صفیہ کی شادی شریعت کی نظر میں جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا
یہ بھی خیال رہے کہ ہمارے علاقے میں چچی کو ماں کی طرح سمجھا جاتا ہے ایسی حالت میں کم از کم معاشرے میں یہ بات معیوب ضرور ہے ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے بصد احترام عرض ہے کہ حق بات کا فیصلہ شریعت کی روشنی میں کیا جائے عین کرم ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب :۔ (۱)_____ جائز ہے اسلئے کہ وہ محرمات میں سے نہیں ہے اور خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ (پ۵ ع۱) وھو تعالیٰ اعلم

(۲)_____ صورت مسئولہ میں خالد کا صفیہ سے نکاح کرنا جائز ہے اور جو عند الشرع جائز ہو وہ عوام کے برا سمجھنے سے ناجائز نہیں ہو جائے گا۔ البتہ معاشرے میں جو بات معیوب ہو اس سے بچنا بہتر ہے وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ ر رجب المرجب ۱۶ھ

مسئلہ :۔ از رحمت علی اشرفی بھاگل پوری مدرسہ اسلامیہ نیا پورہ اوسیاں جودھپور، راجستھان۔

(۱)_____ زید کو نکاح کے وقت ایک بھی کلمہ نہیں پڑھایا اور ایجاب وقبول صرف ایک مرتبہ کرایا۔ ایسی حالت میں نکاح ہوا یا نہیں ؟

(۲)_____ زید اہلسنت وجماعت سے ہے اور یہ دیوبندی میں شادی کیلئے۔ بارات سے آکر اسی وقت فوراً دو بارہ نکاح کر لیا۔ اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ کیا دیوبندیوں کے یہاں سے لڑکی لا سکتے ہیں ؟

الجواب (۱) نکاح کے وقت اگر کلمہ نہیں پڑھا اور صرف ایک مرتبہ

ایجاب وقبول کرایا تو اس صورت میں بھی نکاح ہوگیا۔ اسلئے کہ اس موقع پر کلمہ پڑھانا اور تین بار ایجاب وقبول کا ہونا بہتر ہے ضروری نہیں۔ ھٰذا مَاعِنْدِیْ وَھُوَتَعَالیٰ اَعْلَم

(۲) ـــــــ مولوی اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کی عبارات کفریہ مندرجہ حفظ الایمان ص۸ تحذیر الناس ص۳، ص۱۴، ص۲۸ اور براہین قاطعہ ص۵۱ پر یقینی اطلاع کے باوجود دیوبندی اگر ان مذکورہ مولویوں کو مسلمان مانتا ہے تو مطابق فتویٰ حسام الحرمین کافر و مرتد ہے اور اگر اس کی لڑکی کا بھی اپنے باپ جیسا عقیدہ ہے تو وہ بھی مسلمان نہیں کافرہ و مرتدہ ہے۔ اس صورت میں لڑکی کو اپنے گھر لاکر دوبارہ نکاح کرنے سے بھی نکاح نہ ہوا۔ جیساکہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص۲۶۳ میں ہے لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذالک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط۔ یعنی مرتد کا نکاح مرتدہ مسلمہ اور کافرہ اصلیہ کسی سے جائز نہیں اور ایسا ہی مرتدہ کا نکاح کسی سے جائز نہیں ایسا ہی مبسوط میں ہے۔

اور اگر لڑکی کا کوئی کفری عقیدہ نہیں ہے اور وہ سنی مسلمانوں کو کافر و مشرک نہیں سمجھتی ہے تو اس صورت میں اگرچہ نکاح ہوگیا مگر زید نے دیوبندی کے یہاں شادی کرکے بہت بڑے فتنہ کا دروازہ کھول دیا اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم ولا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم۔ یعنی بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہوں، ان سے ملاقات ہو تو انھیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو اور ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ ـــــــ اور زید نے جب دیوبندی کے یہاں رشتہ

کرلیا تو اغلب یہ ہے کہ سسرال سے تعلق رکھے گا جس سے اس کے اور اس کی اولاد کے گمراہ و بدمذہب ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔
ہذا اس سے عہد لیا جائے کہ وہ اپنی سسرال والوں سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا اور اپنی بیوی کو اس کے میکے نہیں جانے دے گا۔ اگر وہ ایسا عہد نہ کرے یا عہد کرنے کے بعد اس پر عمل نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ اور بائیکاٹ کرنے سے دیوبندی ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲ ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ

مسئلہ:۔ از محمد لیئق عرف کلو مقام پکورہ ڈاکخانہ بھن جوت۔ گونڈہ

زید اور اس کی بیوی ہندہ کے درمیان جھگڑا ہوا ہندہ نے اپنے شوہر سے بار بار طلاق کا مطالبہ کیا کہ ہم کو طلاق دو اسی طرح ہندہ نے چار مرتبہ کہا تو اس کے شوہر نے ہر مرتبہ کے جواب میں کہا کہ جا چلی جا ہم نے تجھ کو طلاق دیا۔ جا چلی جا ہم نے تجھ کو طلاق دیا اس طرح کے الفاظ زید نے کئی مرتبہ کہا ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ طلاق ہو گئی یا نہیں اگر ہو گئی تو کون سی طلاق ہوئی اور پھر اس کے نکاح کی کیا صورت ہوگی مفصل تحریر فرمائیں بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ اب بغیر حلالہ وہ زید کے لئے حلال نہیں قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاِنْ طَلَّقَھَا فَلَا تَحِلُّ لَہٗ مِنْ م بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ (پ۲ ع ۱۳) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عدت گذارنے کے بعد ہندہ دوسرے سے نکاح صحیح کرے۔ دوسرا شوہر اس کے ساتھ کم سے کم ایک بار ہمبستری کرے۔ پھر وہ مرجائے یا طلاق دے دے تو دوبارہ عدت گذارنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی

ہے اگر دوسرے شوہر نے بغیر ہمبستری طلاق دے دی تو حلالہ صحیح نہ ہوگا۔ کمافی حدیث العسیلۃ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ شعبان المعظم ۱۷ھ

مسئلہ:۔ از صلاح الدین مقام و پوسٹ مہراج گنج ضلع بستی

میری سسرال چندہ دوبے پور یکڑی میں ہے میری بیوی بروقت گونڈہ اپنے رشتہ داری میں گئی ہوئی تھی۔ میں اس کو لینے کے لئے گونڈہ گیا اس نے کہا میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔ میں اپنے میکے جاؤں گی تو وہاں سے آؤں گی۔ میں اپنے گھر واپس چلا آیا۔ میری بھابھی نے پوچھا کہ لے کر آگئے؟ میں نے کہا ہم اس کو نہیں رکھیں گے پھر اس کے بعد کہا طلاق، طلاق، طلاق تین چار بار۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس صورت میں میری مدخولہ بیوی پر طلاق پڑی یا نہیں اگر پڑی تو کون سی طلاق اور اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں عورت پر طلاق مغلظہ پڑ گئی کہ اب بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے حلال نہیں حلالہ کا طریقہ یہ ہے کہ عورت عدت گذارنے کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح کرے۔ دوسرا شوہر اس کے ساتھ کم سے کم ایک بار ہمبستری کرے پھر مر جائے یا طلاق دے دے اس کے بعد عورت دوبارہ عدت گذار کر پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر دوسرے شوہر نے بغیر ہمبستری طلاق دے دی تو پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی۔ اور اگر عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت بچہ پیدا ہونا ہے اور جب کہ حاملہ نا بالغہ اور پچپن سالہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ تین حیض تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں اور عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے

تو یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۶رشعبان المعظم ۱۱ھ

مسئلہ:۔ ازانعام علی خاں بھدرک۔ پی، ڈبلو، ڈی آر اینڈ بی۔ سب ڈویژن۔ بھدرک (اڑیسہ)

زید کے چچا کی لڑکی زید کے ساتھ زبردستی زید کے سسرال گھومنے گئی تھی۔ مگر زید کے سالہ کے ساتھ عشق کرنے لگی ایسی پھنسی کی پنچ کے سامنے اس کی شادی بھی ہوگئی۔ مگر زید کے چچا نے اپنے دل میں غلط تاثر یہ لیا کہ ہماری لڑکی کو یہی خراب کیا۔ مگر ایسا نہیں اللہ گواہ ہے۔ بہرکیف زید کے چچا نے یہ کیا کہ ایک کاغذ میں طلاق نامہ ایک محرر سے لکھوایا جب زید نے دیکھنا چاہا تو زید کو بھگا دیا۔ اور عبارت بھی پڑھنے نہیں دیا زید نے پوچھا یہ ہے کیا؟ کہا کچھ نہیں۔ یہ صرف تمہارے ساس سسر کو ڈرانے دھمکانے کے لئے میں کر رہا ہوں تمہارا کچھ نہیں ہوگا صرف اس میں اپنا دستخط کردو تو زید نے اپنا دستخط کردیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ طلاق نامہ تھا۔ اب گاؤں والے یہ پکڑے ہیں کہ حقیقت میں زید نے ہی طلاق دی ہے لیکن حقیقت نہیں ہے کہ زید نے اسے طلاق دیا ہے نہ اپنی زبان سے ایسا کوئی لفظ نکالا ہے۔ صرف مذکورہ طلاق نامہ پر بغیر پڑھے وسمجھے ان کے کہنے پر دستخط کردیا ہے۔ کیا ایسے مذکورہ بالا طریقے پر طلاق واقع ہوگئی؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں اگر واقعی تحریر مذکورہ کا طلاق نامہ ہونا زید پر ظاہر نہیں کیا گیا اور نہ طلاق نامہ سمجھ کر زید نے اس پر دستخط کیا تو اسکی بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوئی۔ اور زید کے چچا نے اگر اپنی لڑکی کو آزاد رکھا اور دوسرے کے گھر جانے سے حتی الامکان اسے نہیں

روکا تو سخت گنہگار ہوا۔ علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا۔ یعنی اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ (پ۲۸ سورۂ تحریم آیت ۶) اور حدیث شریف میں ہے جسے امام بخاری نے روایت کیا الرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول عن رعیتہ۔ یعنی آدمی اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اور اس کے ماتحت کے بارے میں اس سے بازپرس ہوگی (الادب المفرد صـ۳۳) ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۷ھ

مسئلہ:۔ از طفیل احمد اشرفی الجیلانی موضع جگرناتھ پور ڈاکخانہ منڈف ضلع بستی۔ یوپی

زید سے اس کی اہلیہ کا کسی بات پر جھگڑا ہوا تو زید اپنی جنونی کیفیت میں غصے پر قابو نہ پا سکا تو اپنی بیوی سے کہا میں تم کو طلاق دے دوں گا پھر کہا طلاق تم کو دیا۔ یہاں کیا رکھا ہے۔ یہاں سے بھاگ جا اور یہی جملہ چلے جانے کا کئی بار دہرایا۔ اس کے بعد پھر زید نے کہا تمہارا یہاں کیا رکھا ہے۔ تم یہاں سے چلی جا۔ تم کو طلاق دے چکا ہوں۔ جا بھاگ جا یہاں سے۔ سوال یہ ہے کہ ان جملوں سے طلاق ہوئی یا نہیں اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق اور اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب:۔

سوال سے ظاہر ہے کہ عورت زید کی مدخولہ ہے لہذا اس کے ان جملوں سے کہ طلاق تم کو دیا۔ یہاں سے بھاگ جا، دو طلاقیں واقع ہوئیں۔ اس لئے کہ لفظ جا حالت مذاکرہ میں طلاق ثابت کرتا ہے اور اس کے پہلے کی طلاق صریح اس کے لئے مذاکرہ ہوتی ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صـ۶۴۲ میں ہے اور چونکہ لفظ جا کنایہ ہے

جس سے طلاق بائن واقع ہوئی تو اس کے بعد ان کنایہ کے جملوں سے کہ تو یہاں سے چلی جا۔ اور جا بھاگ جا یہاں سے۔ پھر طلاق بائن واقع نہ ہوئی۔ اسس لئے کہ بائن واقع ہونے کے بعد پھر کنایہ سے بائن واقع نہیں ہوتی۔ جیساکہ درمختار میں ہے لا یلحق البائن البائن۔ اس کے تحت رد المحتار جلد دوم ص۴۷۲ میں ہے المراد بالبائن الذی لایلحق ہو ما کان بلفظ الکنایۃ لانہ ہو الذی لیس ظاہرا فی انشاء الطلاق کذا فی الفتح۔

اور رہا یہ جملہ کہ تم کو طلاق دے چکا ہوں۔ اگر یہ ماسبق میں دی ہوئی طلاق کا بیان ہے تو اسس سے تیسری طلاق واقع نہ ہوئی۔ اس صورت میں زید عدت کے اندر اور بعد عدت بھی عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اور رہی جنونی کیفیت میں طلاق دینے کی بات تو اگر گواہان عادل شرعی سے ثابت ہو کہ واقعی وہ اسس وقت حالتِ جنون میں تھا یا یہ معلوم و مشہور ہو کہ اسے جب غصہ آتا ہے عقل سے باہر ہو جاتا ہے اور حرکات مجنونہ اس سے صادر ہوتی ہیں اس حالت میں اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے گا کہ اس وقت میرا یہی حال تھا اور میں عقل سے بالکل خالی تھا تو قبول کر لیں گے اور طلاق کا حکم نہ دیں گے۔ اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر ہوگا۔ ھٰذا ماعندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ رجمادی الاخریٰ ۱۷ھ

مسئلہ:۔ از معین رضا نظامی محلہ بہترین قصبہ مہنداول۔ بستی

زید نے اپنی مدخولہ بیوی کو مندرجہ ذیل تحریر دی۔

"آج سے صبح تک اگر مجھ کو سو روپیہ نہ ملا تو میں اپنی عورت کو

تین طلاق دیتا ہوں" مگر صبح تک اسے سو روپیہ نہیں ملا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی کہ نہیں۔ اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق؟ زید اگر اسی عورت کو رکھنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں اب بغیر حلالہ وہ اس کے لئے حلال نہیں قال اللہ تعالیٰ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ۲ ع ۱۲) اس لئے کہ میں اپنی عورت کو طلاق دیتا ہوں اس جملہ سے تنجیز کی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے جیساکہ بہار شریعت حصہ ہشتم ص۱۱ پر ردالمحتار کے حوالہ سے ہے کہ عورت سے کہا تجھے طلاق دیتا ہوں تو طلاق ہوگئی۔ لہذا تعلیق کی صورت میں بھی مذکورہ جملہ سے طلاق ہو جائے گی ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ

مسئلہ:۔ از قاضی محمد شکیل محمد کپاونڈسی، ایس، ٹی روڈ کالینہ ممبئی ۹۸

زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی پھر دونوں کی ملاقات ہونے سے پہلے ان کے والدین کے درمیان اختلاف ہو گیا تو لڑکی کے والد نے طلاق نامہ مرتب کروا کے لڑکا کے پاس بھیج دیا تو لڑکے نے اس تحریر پر دستخط کر دی تو اس صورت میں اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر واقع ہوئی تو عورت مہر پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ اور ایسی عورت کے لئے عدت ہے یا نہیں۔ اور شوہر پر جہیز کا سامان واپس کرنا لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ جب کہ شوہر نے طلاق نامہ پر دستخط کر دیا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی پھر اگر خلوت صحیحہ سے قبل یعنی زید و ہندہ کی ملاقات سے پہلے طلاق ہوئی تو ہندہ آدھا مہر پانے کی مستحق ہے جیساکہ پارہ دوم سورہ

بقرہ آیت ۲۳۷ میں ہے وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ۔ یعنی اور اگر تم نے عورتوں کو (خلوت صحیحہ اور) ہمبستری کے پہلے طلاق دے دی اور ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا مقرر تھا اس کا آدھا واجب ہے ۔ اور ایسی عورت کے لئے عدت نہیں بعد طلاق وہ فوراً دوسرا نکاح کر سکتی ہے ۔ قرآن عظیم پ ۲۲ رکوع ۳ میں ہے يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا اور فتح القدیر میں ہے الطلاق قبل الدخول لا تجب علیہ العدۃ - اور جہیز چونکہ عورت کی ملکیت ہے جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم ص ۳۶۸ پر ہے کل احد یعلم ان الجهاز ملك المرأة لہذا شوہر پر جہیز کا پورا سامان واپس کرنا لازم ہے ۔ وھو تعالیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی

۷ شوال المکرم ۱۷ھ

مسئلہ: از عبد الرشید رضوی بستوی ، راجگڈھ باللہ ضلع پنچمال گجرات

زید اور بکر دونوں سگے بھائی ہیں زید کی لڑکی کی لڑکی کے ساتھ بکر کے لڑکے کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب: چچازاد بھائی بہن کا ایک دوسرے کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے اس لئے کہ وہ محرمات میں سے نہیں ہے جیسا کہ پارۂ چہارم کی آخری آیت سے ظاہر ہے ۔ لہذا صورت مسئولہ میں جب زید کی لڑکی کے ساتھ بکر کے لڑکے کا نکاح ہو سکتا ہے بشرطیکہ رشتۂ رضاع وغیرہ کوئی وجہ مانع نکاح نہ ہو تو ایک درجہ اور نیچے زید کی لڑکی کی لڑکی سے بکر کا نکاح بدرجۂ اولیٰ جائز ہے ۔ وھو تعالیٰ اعلم ۔ کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از اظہار احمد نظامی۔ بچھرا قاضی۔ ڈومریا گنج۔ ایس نگر
زید نے اپنی بیٹی ہندہ کا نکاح خالد سے کیا۔ ہندہ خالد کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر اپنے میکا چلی آئی۔ کچھ دنوں بعد زید نے ہندہ کا نکاح بکر سے کر دیا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ خالد نے اسے طلاق نہیں دی ہے اور زید کہتا ہے کہ اس نے طلاق دی ہے مگر اس کے پاس طلاق کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور خالد بمبئی میں ہے تو اس صورت میں مسلمان زید کے ساتھ کیا سلوک کریں؟ بینوا توجروا

الجواب:- صورت مسئولہ میں جب کہ زید کے پاس طلاق کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور دنیا بہت مکار و فریب کار ہو گئی ہے تو ظاہر یہی ہے کہ ہندہ کی طلاق نہیں ہوئی ہے۔ لہذا زید تاوقتیکہ طلاق کا اطمینان بخش ثبوت نہ پیش کرے سب مسلمان اس کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور سلام و کلام سب بند کریں۔ قال اللہ تعالیٰ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (پ ع ۱۴) اور نکاح خواں کہ جس نے بغیر ثبوت طلاق نکاح پڑھ دیا اس کا بھی بائیکاٹ کریں اور اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں۔ طلاق ثابت ہو جانے کے بعد پڑھ سکتے ہیں بشرطیکہ اس میں اور کوئی شرعی خرابی نہ ہو اور اگر طلاق ثابت نہ ہو تو وہ علانیہ توبہ و استغفار کرے۔ نکاحانہ پیسہ واپس کرے اور نکاح کے ناجائز ہونے کا اعلان عام کرے۔
لیکن واضح رہے کہ طلاق نامہ سے طلاق ثابت نہ ہوگی جب تک کہ اس کے صحیح ہونے کی پوری تحقیق نہ کر لی جائے کہ بہت سے لوگ جن کو اللہ و رسول جل مجدہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف نہیں ہے وہ اب فرضی طلاق نامہ بھی تیار کر لیتے ہیں العیاذ باللہ و ھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ر شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از اختر الاسلام قادری چھتن پورہ بنارس۔
جہیز کا مالک عورت کو بتایا جاتا ہے جب کہ جہیز کا مطالبہ کر کے شوہر ہی اس کو حاصل کرتا ہے۔ لہذا جہیز کا مالک شوہر کو ہونا چاہئے نہ کہ عورت کو پھر یہ کہ جہیز کا سامان کچھ عورت کے استعمال کا ہوتا ہے کچھ مرد کا تو ہر ایک کا مالک عورت یا شوہر یا دونوں الگ الگ۔ اور اگر سامان مشترک ہو تو کیا حکم ہے مثلاً پلنگ یا مسہری یا میز کرسی وغیرہ بینوا توجروا

الجواب:- بیشک جہیز عورت ہی کی ملک ہے اور اسے ہر شخص جانتا ہے جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم ص۳۶۸ پر ہے کل احد یعلم ان الجھاز ملک المرأۃ۔ لہذا شوہر اگر جہیز کے نام پر کچھ مطالبہ کرتا ہے تو وہ عورت ہی کے لئے مطالبہ کرتا ہے جیسے کہ ہر شخص جب کہ جانتا ہو کہ مسجد کا متولی تعمیر مسجد کا چندہ کرتا ہے تو اگر وہ کسی سے کہے کہ آپ ہمیں پانچ ہزار چندہ دیجئے تو متولی کا یہ مطالبہ اپنی مسجد ہی کے لئے ہے اور اس صورت میں چندہ دینے والا مسجد ہی کو دیتا ہے نہ کہ متولی کو۔ خلاصہ یہ کہ جو سامان جہیز کے نام پر دیئے جاتے ہیں خواہ وہ صرف عورت کے کام آئیں۔ یا انہیں مرد و عورت دونوں استعمال کریں یا صرف مرد کے کام آنے والے ہوں سب عورت کی ملک ہیں شوہر عاریۃً ہی استعمال کرتا ہے۔ اسی لئے سامان جہیز کا جو کاغذ تیار کیا جاتا ہے اس کی پیشانی پر اس طرح کی عبارت درج ہوتی ہے کہ "فلاں خاتون کے سامان جہیز کی تفصیل"۔ ہاں لڑکی والوں نے اگر کوئی سامان بصراحت مرد کو دیا تو اس کا مالک وہی ہے ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۹ر شوال المکرم ۱۷ھ

مسئلہ:- از محمد شمشاد۔ گاندھی نگر۔ شہر بستی

زید نے ایک دوسری شادی موطوءہ ہندہ سے کی جس کی خبر نہ تو زید کے گھر والوں کو ہوئی اور نہ ہی عزیز و اقارب کو کچھ عرصہ کے بعد زید کے والدین اور رشتہ دار کو علم ہوا کہ زید نے دوسری شادی کرلی ہے تو زید کے والدین اور رشتہ داروں نے کہا تم نے بہت غلط کیا تم ہندہ کو فوری طور پر طلاق دو ورنہ تم کو گھر سے نکال دیا جائے گا اور بہت مارا جائے گا لیکن زید کسی حالت میں ہندہ کو طلاق دینے کے لئے راضی نہیں تھا۔ اس کے بعد والدین وغیرہ نے کچھ لوگوں کو جمع کر کے زید کو بلایا اور کہا کہ کہو میں ہندہ کو طلاق دیا۔ زید نے لوگوں کی کہی ہوئی بات کو دہرایا اور کہا میں نے ہندہ کو طلاق دے دیا۔ میں نے ہندہ کو طلاق دے دیا میں نے ہندہ کو طلاق دیدیا اسکے بعد ایک تحریر لکھ کر اس پر زید سے دستخط کروالیا گیا اس طلاق کی خبر ابھی تک ہندہ کو نہیں ہوئی ہے۔ تقریباً دو سال ہوگیا جبکہ زید کسی حالت میں ہندہ کو طلاق دینے پر راضی نہیں تھا صورت متذکرہ بالا میں کون سی طلاق واقع ہوئی اور زید اپنی بیوی ہندہ کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے حکم شرعی کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں اگرچہ زید ہندہ کو طلاق دینے پر راضی نہیں تھا مگر جب کہ لوگوں کے اصرار پر تین بار کہا کہ میں نے ہندہ کو طلاق دیا اور پھر بطور ثبوت طلاق نامہ پر دستخط بھی کر دیا تو ہندہ مدخولہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اگرچہ دو سال گذر گئے کہ ہندہ کو ابھی تک طلاق کی خبر نہیں اسلئے کہ وقوع طلاق کے لئے عورت کو طلاق کی خبر ملنا ضروری نہیں۔ زید اپنی اس مدخولہ بیوی کو اب بغیر حلالہ نہیں رکھ سکتا پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے۔ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ پھر اس کے بعد خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ۔ اور حلالہ کی صورت یہ ہے

کہ عورت ہندہ عدت گذرنے کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح کرے
وہ اس کے ساتھ کم سے کم ایک بار ہمبستری کرے پھر وہ طلاق دیدے
یا مر جائے تو ہندہ دوبارہ عدت گذارنے کے بعد زید سے نکاح کرسکتی
ہے اگر شوہر ثانی نے بغیر ہمبستری طلاق دے دی تو وہ زید کے لئے
حلال نہیں ہوسکتی جیساکہ حدیث عسیلہ میں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۰ر شعبان المعظم ۱۶ھ

مسئلہ:۔ از عاشق علی موضع شہلا ڈاکخانہ مسکنوا۔ گونڈہ

(۱)——— زید کی مدخولہ بیوی کے بارے میں ایک غیر مسلم سے طلاق نامہ لکھوایا گیا جس میں صرف ایک طلاق لکھی ہوئی تھی اس طلاق نامہ پر زید سے دستخط لیا گیا پھر اس سے کہا گیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دو تو زید نے دو بار کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں پھر تین چار سال بعد بغیر حلالہ اس عورت کو دوبارہ نکاح پڑھوا کر رکھ لیا زید کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

(۲)——— مذکورہ معاملہ میں ایک پنچایت ہوئی زید سے طلاق نامہ مانگا گیا مگر اس کے پاس طلاق نامہ موجود نہ تھا اس نے قرآن و حدیث کا وسیلہ دے کر دو بار اپنے طلاق نامہ دیتے ہوئے طلاق کا اقرار کیا مگر پنچوں میں سے بکر کہنے لگا کہ ہم قرآن و حدیث کو نہیں مانتے ہیں طلاق نامہ چاہیئے تو از روئے شرع بکر پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ (۱)——— زید نے جب طلاق نامہ پر دستخط کیا تو ایک طلاق پڑی پھر جب لوگوں کے مطالبہ پر دو بار کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں تو اس کی بیوی پر کل تین طلاقیں واقع ہوگئیں ایک تحریری دو زبانی۔ لہذا بغیر حلالہ زید کے ساتھ نکاح نہ ہوا۔ قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ "فَاِنْ طَلَّقَھَا فَلَا تَحِلُّ لَہٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ" (پ ۲ ع ۱۲) زید بغیر حلالہ اسے

بیوی بنا کر رکھنے کے سبب گنہگار مستحق عذاب نار ہوا۔ اس عورت کو فوراً اپنے گھر سے نکال دے اور اسے علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور اسے قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔

(۱)_____ جس نے یہ کہا کہ ہم قرآن و حدیث کو نہیں مانتے وہ اسلام سے نکل گیا۔ اسے کلمہ پڑھا کر پھر سے مسلمان کیا جائے اسے علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے۔ اگر بیوی والا تھا اور اس کو رکھنا چاہتا ہے تو پھر سے اس کا نکاح پڑھایا جائے اور اس سے عہد لیا جائے کہ آئندہ قرآن و حدیث کے بارے میں پھر ایسی بات زبان سے نہیں نکالے گا اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان سختی کے ساتھ اس کا بائیکاٹ کریں۔
قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ۷ ع ۱۴)

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

۱۵ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ

مسئلہ:- از عباد اللہ۔ ساکن موضع پگار ڈاکخانہ کپتان گنج بستی

زید نے اپنی خالہ سے ناجائز تعلق پیدا کیا پھر اس کو لے کر فرار ہو گیا تقریباً پندرہ سال تک اس کو بیوی بنائے رکھے ہوئے تھا گاؤں والوں نے زید کا اور اس کے گھر والوں کا بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ اب زید کیا کرے کہ گاؤں والے اس کا بائیکاٹ ختم کریں؟

الجواب:- زید نے اپنی خالہ کو پندرہ سال تک بیوی بنائے رکھا۔ العیاذ باللہ۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو زید کو بہت سخت سزا دی جاتی۔ موجودہ صورت میں اسے مجمع عام میں

کلمہ پڑھا کر علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے۔ پھر اس کا اس کے گھر والوں کا بائیکاٹ ختم کیا جائے جب کہ اس کے گھر والے بھی توبہ کریں کہ زید کے ساتھ کھانے پینے اور رہنے سہنے کے سبب وہ بھی گنہگار ہوئے اور نماز کی پابندی و چالیس روز تک مسلسل مسجد میں جھاڑو دینے کا زید سے عہد لیا جائے اور اس کو میلاد شریف و قرآن خوانی کرنے، غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں زیادہ سے زیادہ روپیہ دینے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۸ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از محمد رفیق۔ موضع روپ گڈھ۔ ضلع بستی

ہندہ کی شادی بکر کے ساتھ ہوئی تھی۔ کچھ دنوں بعد بکر نے ہندہ کو طلاق دے دی۔ اب زید ہندہ کے ساتھ شادی کا خواہش مند ہے لیکن ہندہ کے طلاق کے گواہ فاسق ہیں۔ کوئی بھی پابند شرع نہیں ہیں۔ لیکن سنی صحیح العقیدہ ہیں۔ تو ایسی صورت میں جب کہ طلاق نامہ آسام میں ہے۔ تو کیا ہندہ کا نکاح زید کے ہمراہ ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ جو لوگ پابند شرع نہیں ہیں فاسق ہیں۔ انکی گواہی سے طلاق ثابت نہیں ہوگی۔ لہٰذا تاوقتیکہ شرعی طور پر طلاق کا ثبوت نہ ہو جائے زید ہو یا کوئی اور ہندہ کے ساتھ نکاح کے جواز کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ طلاق نامہ آسام میں ہے اس جملہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی شخص عورت مذکورہ کو لاکر اپنے گھر رکھے ہوئے ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس شخص پر لازم ہے کہ فوراً عورت کو گھر سے نکال دے اور علانیہ توبہ و استغفار کرے اور عہد کرے کہ ہم آئندہ اس طرح کی کوئی عورت اپنے گھر نہیں لائیں گے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اسکے

ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا اور سلام وکلام سب بند کر دیں اور سختی کے ساتھ اس کا بائیکاٹ کریں۔ قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ۷ ع ۱۴) ھٰذَا مَا عِنْدِیْ وَھُوَ تَعَالٰی اَعْلَمُ

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۷/ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از محمد رضا عرف ننھے۔ جگرناتھ پور۔ بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمد رضا عرف ننھے ساکن جگرناتھ پور ضلع بستی نے ہوش و حواس کی درستگی میں اپنی بیوی ریحانہ بنت جلے ساکن موضع کھرہواں کو تین طلاق دی۔ ریحانہ کو ہم سے پانچ بچے ہیں طلاق کے وقت وہ حاملہ تھی ہم طلاق دے کر باہر چلے گئے تھے۔ جب واپس ہوئے تو ریحانہ ہمارے گھر میں تھی اور اب بھی ہے ہم اسے رکھنا چاہتے ہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں اگرچہ ریحانہ حاملہ تھی اس پر تین طلاقیں پڑ گئیں کہ اب بغیر حلالہ محمد رضا کے لئے حلال نہیں جیسا کہ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ ۲ ع ۱۳) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عدت گذرنے کے بعد ریحانہ دوسرے سے نکاح صحیح کرے وہ اس کے ساتھ کم سے کم ایک بار ہمبستری کرے پھر وہ طلاق دے دے یا مر جائے تو دوبارہ عدت گذارنے کے بعد وہ محمد رضا سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر دوسرے شوہر نے بغیر ہمبستری طلاق دے دی تو حلالہ صحیح نہ ہوگا کما فی الحدیث العسیلۃ ــــــــ اور تین طلاقیں بیک وقت دینے کے سبب محمد رضا گنہگار ہوا توبہ کرے۔ اور تین طلاقیں دینے

کے بعد جب وہ سفر سے واپس ہوا اگر اس نے ریحانہ سے بیوی جیسا تعلق رکھا تو اسے مجمع عام میں علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے۔ اور اس کو قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے، غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے۔ اور محمد رضا پر لازم ہے کہ ریحانہ کو فوراً اپنے گھر سے نکال دے جب کہ وضع حمل ہو چکا ہو۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان سختی کے ساتھ اس کا سماجی بائیکاٹ کریں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ۷ ع ۱۴) وَھُوَ تَعَالٰی اَعْلَم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ محرم الحرام ۱۷ھ

مسئلہ:۔ از نور محمد موضع پلوار پور۔ بستی

زید نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک تحریر ہندی میں دی جس کی اردو یہ ہے "میں گل حسن چشتی ابن برکت علی چشتی مقام برہ پور ڈاکخانہ برہ پور طہر النساء بنت حبیب محمد کو راضی خوشی و باہوش و حواس "طلاق طلاق طلاق" دے رہا ہوں" اب زید اپنی بیوی کو لے جانا چاہتا ہے۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں طہر النساء پر طلاق مغلظہ پڑ گئی اب بغیر حلالہ وہ گل حسن کے لئے حلال نہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ ۲ ع ۱۳) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ طہر النساء عدت گذارنے کے بعد کسی سنی صحیح العقیدہ سے نکاح صحیح کرے دوسرا شوہر کم سے کم ایک بار اس سے ہمبستری کرے پھر وہ مرجائے یا طلاق دے دے تو

دوبارہ عدت گذارنے کے بعد وہ گل حسن سے نکاح کرسکتی ہے اگر شوہر ثانی نے بغیر ہمبستری طلاق دے دی یا مرگیا تو حلالہ صحیح نہ ہوگا کما فی حدیث عُسیلۃ وھوتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۲ر محرم الحرام ۱۷ھ

مسئلہ:۔ ازمحمد یوسف مقام سسواری۔ڈاکخانہ پوریہ پانڈے، ضلع بستی۔یوپی

ایک طلاق نامہ ہندی میں تیار کیا گیا جس کی اردو یہ ہے کہ میں اپنی بیوی فریدہ خاتون بنت محمود احمد موضع سسواری ڈاکخانہ پوریہ ضلع بستی کو تین طلاق دے کر اپنے نکاح سے الگ کرتا ہوں۔ آج سے میرا اس کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں ہے۔ طلاق دیا، طلاق دیا طلاق دیا۔ قسمت علی ابن رفیق اللہ موضع منگرہا ڈاکخانہ بھیتھرا ضلع بستی یہ تحریر موضع سسواری میں مجمع خاص کے سامنے لکھی گئی ہے۔ مارنے پیٹنے کی دھمکی دے کر قسمت علی سے زبردستی اس تحریر پر دستخط لیا گیا۔ دستخط کرتے ہوئے قسمت علی نے کہا تھا کہ میں طلاق نہیں دوں گا۔ زبردستی آپ لوگ کچھ بھی کرا لیجئے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس صورت میں قسمت علی کی بیوی پر طلاق پڑی کہ نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں اگر واقعی اکراہ شرعی پایا گیا یعنی قسمت علی کو کسی عضو کے کاٹے جانے کا یا ضرب شدید کا صحیح اندیشہ ہوگیا تھا اور اس صورت میں اس نے طلاق نامہ پر دستخط کیا مگر زبان سے اس نے طلاق نہ دی تو طلاق واقع نہ ہوئی۔ اور اگر اکراہ شرعی کے بغیر طلاق نامہ پر دستخط کر دیا تو واقع ہوگئی۔ فتاویٰ قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول صفحہ ۴۷۲ میں ہے رجل اکرہ بالضرب والحبس علی ان یکتب

طلاق امرأة فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امرأته لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولا حاجۃ ھٰھنا۔ اھ۔ و هو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳ ربیع الاول ۱۷ھ

مسئلہ:۔ از نصیب اللہ مقام پوریہ خاص ڈاکخانہ دیواکل پور بستی
زید نے ہندہ کے ساتھ زنا کیا اور دونوں نے اقرار کیا۔ اسکے بعد زید نے کچھ لوگوں کو اکٹھا کر کے انکار کر دیا۔ اب زید کے اوپر شریعت کا کیا حکم؟ نیز لڑکی حاملہ ہوگئی ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں جب کہ دونوں نے زنا کا اقرار کر لیا ہے تو یقیناً سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوئے۔ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو دونوں کو بہت کڑی سزا دی جاتی اور زید نے جب زنا کا اقرار کر لیا تو پھر بعد میں اس کا انکار کرنا بے کار ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے المرء یوخذ باقرارہ لہذا ان دونوں کو علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے ان سے نماز کی پابندی کا عہد لیا جائے اور ان کو قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے، غربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّہٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَابًا۔ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئٰاتِ اور لڑکی کے گھر والوں نے اگر اس کو گھومنے پھرنے کے لئے آزاد رکھا اور اس کی صحیح نگرانی نہیں کی تو انکو بھی علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے۔ و ھُو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۴ ربیع النور ۱۷ھ

مسئلہ:۔ از محرم علی موضع ہتوا ڈاکخانہ ہریا تحصیل ضلع بستی

سکئی بن سکندر نے اپنی بیوی طشب النساء کو کھلے عام طلاق دی اور کئی دفعہ یہی الفاظ استعمال کیا کہ ہم نے طلاق دیا۔ طلاق دیا۔ طلاق دیا۔ اب ایسی صورت میں طشب النساء پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر ہوئی تو کون سی طلاق واقع ہوئی؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ سکئی بن سکندر نے اگر واقعی اپنی بیوی طشب النساء کو طلاق دی ہے تو اس پر واقع ہوگئی۔ پھر اگر طشب النساء سکئی کی مدخولہ نہیں ہے تو اس صورت میں ایک طلاق بائن پڑی۔ شوہر عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص۳۴۹ میں ہے اذا طلق الرجل امراتہ ثلاثا قبل الدخول بھا وقعن علیھا فان فرق الطلاق بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیۃ والثالثۃ کذا فی الھدایۃ۔

اور اگر طشب النساء سکئی کی مدخولہ ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوئی۔ اس صورت میں بغیر حلالہ وہ سکئی کے لئے حلال نہیں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ۲ ع۱۳) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جَلَالُ الدِّین اَحْمَدُ الْاَمْجَدِی
۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:۔ از علاء الدین موضع کرتی پور۔ پوسٹ چولکھڑی۔ بستی

کنیز فاطمہ کی شادی انور علی کے ساتھ ہوئی۔ انور علی جب کنیز فاطمہ کو رخصت کرا کے اپنے گھر لے گیا تو اسی روز دو تین آدمیوں کے سامنے تین بار کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔ لیکن طلاق نامہ لکھ کر نہیں دیا۔ اور عرصہ گزر گیا کنیز فاطمہ اپنے میکہ میں ہے نہ انور علی رخصت کرانے آیا نہ اس کے گھر والوں نے رخصتی کے لئے کبھی کہا۔ کیا کاغذی ثبوت کی تحریر کے

بغیر کنیز فاطمہ کا دوسرا نکاح کیا جا سکتا ہے ؟ بیّنوا توجرُوا

الجواب :- انور علی نے اگر واقعی اپنی مدخولہ بیوی کنیز فاطمہ کو طلاق دی ہے تو عدت گزرنے کے بعد اس کا دوسرا نکاح کیا جا سکتا ہے۔ اور جن لوگوں کے سامنے انور علی نے طلاق دی ہے ان لوگوں سے اس مضمون کی ایک تحریر مع دستخط لکھائی جائے کہ انور علی نے ہم لوگوں کے سامنے اپنی بیوی کنیز فاطمہ کو طلاق دی ہے ہم لوگ اس بات کے گواہ ہیں۔ ثبوت طلاق کے لئے گواہوں کی یہی تحریر کافی ہو جائے گی اور بغیر کسی رکاوٹ کے دوسرا نکاح ہو جائے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۶ ربیعُ الآخر ۱۶ھ

مسئلہ :- از غلام رسول موضع نبی نگر ڈاکخانہ گنیش پور بستی

زاہد حسین کی شادی ایک غیر شادی شدہ لڑکی سے ہوئی۔ شادی کے موقع پر دو دن لڑکی اپنے شوہر زاہد حسین کے ساتھ رہی۔ جسے شادی کے بعد پونے آٹھ مہینے پر لڑکا پیدا ہوا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ زنا کا لڑکا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت میں نکاح مذکور ہوا یا نہیں ؟ بیّنوا توجرُوا

الجواب :- صورت مسئولہ میں زاہد حسین کا نکاح مذکورہ لڑکی کے ساتھ ہو گیا۔ اور لڑکا جب کہ شادی کے پونے آٹھ مہینے پر پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب ہے۔ جن لوگوں کا خیال ہے کہ وہ زنا کا ہے وہ سخت غلطی پر ہیں توبہ کریں اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے الولد للفراش۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۶ ربیع الآخر ۱۶ھ

مسئلہ:۔ از محمد ادریس ساکن گاؤں بی سا۔ بسنت پور وارڈ نمبر ۶ ضلع روپن دیہی۔ نیپال

حشمت علی ایک ایسی عورت کو لاکر غلام حسین کے گھر کر گیا جس کے بارے میں عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دی ہے۔ سوال یہ ہے کہ عبدالرحمٰن جو پابند شرع بھی نہیں ہے۔ اس ایک شخص کی گواہی پر مذکورہ عورت سے غلام حسین شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ ایک شخص کی گواہی سے طلاق نہیں ثابت ہوسکتی اگرچہ وہ پابند شرع ہو۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ" لہٰذا تا وقتیکہ شرعی طریقے پر طلاق ثابت نہ ہو جائے غلام حسین اس سے شادی نہیں کرسکتا۔ اس پر لازم ہے کہ فوراً اس عورت کو اپنے گھر سے نکال دے اور نامحرم کو اپنے گھر میں رکھنے کے سبب توبہ کرے۔ اور اگر اس عورت سے میاں بیوی جیسا تعلق رکھا تو سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا۔ اس صورت میں اسے علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور اسے میلاد شریف و قرآن خوانی کرنے، غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔

اگر عورت مذکورہ کو اپنے گھر سے فوراً نہ نکالے تو سب مسلمان اس کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ۷ ع۱۴) هٰذَا مَا عِنْدِیْ وَهُوَ تَعَالٰی اَعْلَمُ

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

مسئلہ:- از سکندر اعظم۔ گاندھی نگر۔ بستی۔

زید اپنی موطوءہ بیوی ہندہ کو سسرال سے لینے گیا۔ ہندہ نے کسی وجہ سے قسم کھا کر اپنے شوہر سے کہا کہ میں دو سال تک تمہارے گھر نہیں جاؤں گی۔ یہ سن کر زید مایوس ہوا اور اپنے گھر واپس چلا آیا۔ چند روز بعد اس نے اپنی بیوی ہندہ کے پاس ایک رقعہ روانہ کیا جس کا مضمون یہ ہے۔ میں آپ کو طلاق دے رہا ہوں میں نے آپ کو طلاق دیا۔ میں آپ کو طلاق دیا۔ دریافت کرنا یہ ہے کہ صورت متذکرہ بالا میں کون سی طلاق واقع ہوئی۔ اور زید اپنی بیوی ہندہ کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے حکم شرع کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر واقعی زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے کہ میں آپ کو طلاق دے رہا ہوں پھر تین بار یوں لکھا کہ میں نے آپ کو طلاق دیا تو ہندہ پر تین طلاقیں واقع ہوئیں اور چوتھی لغو ہوئی۔ زید اب بغیر حلالہ اپنی بیوی ہندہ کو نہیں رکھ سکتا۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ۲ ع ۱۴) اور حلالہ کی صورت یہ ہے کہ ہندہ عدت گذرنے کے بعد اہل سنت و جماعت کے کسی شخص سے نکاح صحیح کرے اور دوسرا شوہر اس کے ساتھ کم سے کم ایک بار ہمبستری کرے پھر وہ طلاق دے دے یا مر جائے تو ہندہ دوبارہ عدت گذارے اس کے بعد زید اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ اگر دوسرے شوہر نے بغیر ہمبستری طلاق دے دی یا مر گیا تو زید ہندہ سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا کہ حلالہ صحیح ہونے کے لئے دوسرے شوہر کا ہمبستری کرنا شرط ہے جیسا کہ حدیث عسیلہ میں ہے۔ وَهُوَ تَعَالٰی اَعْلَمُ

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از مولوی قطب اللہ قادری نائب امام مسجد قصائی محلہ پین۔ ضلع رائے گڈھ۔ مہاراشٹر

(۱)۔۔۔۔۔ زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو خط کے ذریعہ طلاق دیا خط اپنے سسر کے پاس بھیجا۔ خط میں یہ مضمون لکھا تھا، سنا ہوں کہ تمہاری لڑکی ہندہ ہمارے گھر سے بھاگ کر تمہارے گھر چلی گئی ہے اور تم اس کو رکھے ہو تو میں طلاق دیتا ہوں گنتی کا لفظ نہیں لکھا تو کتنی طلاق واقع ہوگی؟ بینوا توجروا

(۲)۔۔۔۔۔ بکر نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو اپنے سسرال میں ہندہ کے بھائی اور بھابھی کے سامنے کہا کہ میں تجھ کو خط کے ذریعہ طلاق دیا ہوں تو کیا تم منظور کرتی ہو۔ ہندہ نے کہا نہیں تب ہندہ کے بھائی زاہد نے کہا۔ شوہر نے اپنی عورت کو طلاق دے دیا تو طلاق ہوگیا تب بکر نے زاہد سے کہا کہ تو طلاق ہوگیا تو پھر زاہد نے کہا کہ ہاں، عورت منظور کرے یا نہ کرے۔ تو بکر نے کہا کہ اِسے طلاق دے جائت ہے، اِسے طلاق دے جائت ہے، اِسے طلاق دے جائت ہے۔ تو کتنی طلاق واقع ہوگی؟ بینوا توجروا

(۳)۔۔۔۔۔ زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو ایک ساتھ تین طلاق اس کے میکے میں دے دیا۔ دس بارہ دن کے بعد زید کے ساس سسر کی خوشی سے ہندہ کو زید کے ساتھ رخصت کر دیا۔ زید اپنے گھر رکھے ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے یہاں کھانا پینا یا اس کو کھلانا پلانا کیسا ہے؟ اور زید کے ساس سسر کے یہاں کھانا پینا یا ان کو کھلانا کیسا ہے؟ یا ان کو جو لوگ کھلائیں پلائیں ان کے یہاں کھانا پینا یا ان لوگوں کو کھلانا پلانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

(۴)۔۔۔۔۔ بکر کی لڑکی عابدہ خاتون کو اس کے شوہر حامد نے اپنی

مدخولہ بیوی عابدہ خاتون کو تین طلاق دے دی بکر نے اپنی لڑکی عابدہ خاتون کو بغیر حلالہ کروائے اپنے داماد حامد کے ساتھ رخصت کر دیا۔ بکر کا لڑکا ناصر اپنے والدین سے ناراض ہوگیا اور اپنے والدین کے ہاتھ کا کھانا پانی نہیں کھاتا پیتا ہے، حرام سمجھتا ہے اور اپنے والدین سے سلام و کلام کرنا بھی حرام سمجھتا ہے ان کی خدمت بھی نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ تم لوگ عابدہ خاتون کو بھیج کر زناکاری کروا رہے ہو۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ناصر اپنے والدین کے ہاتھ کا کھانا پانی کھا پی سکتا ہے یا نہیں؟ اور ان کی خدمت کر سکتا ہے یا نہیں؟ ناصر اپنے بال بچوں کو لے کر الگ کھاتا پیتا ہے۔ بینوا توجروا

(۵) ــــــ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کو حضرت ابو طالب کہنا کیسا ہے؟ اور ان کو حضرت ابو طالب کہہ سکتے ہیں کہ نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ (۱) ــــــ صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ زید عدت کے اندر عورت کی مرضی کے بغیر بھی اس سے رجعت کر سکتا ہے نکاح کی ضرورت نہیں۔ اور بعد عدت عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ (پ۲ ع۱۳) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) ــــــ تین طلاق واقع ہو گئی اور وہ اپنے شوہر بکر پر اس طرح حرام ہو گئی کہ اب بغیر حلالہ اس کے لئے ہرگز حلال نہیں۔ اللہ جلت عظمتہ نے ارشاد فرمایا فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ۲ ع۱۴) وھو تعالیٰ اعلم

(۳) ــــــ مدخولہ عورت کو تین طلاق دے کر پھر بغیر حلالہ اس سے

بیوی جیسا تعلق رکھنا سخت ناجائز و حرام ہے۔ زید پر لازم ہے کہ اس عورت کو اپنے سے دور کر دے اور خود اس سے دور رہے۔ اگر تین طلاق کے بعد اس سے بیوی جیسا تعلق رکھا تو علانیہ توبہ و استغفار کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان سختی کے ساتھ اس کا بائیکاٹ کریں اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور سلام و کلام سب بند کر دیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ع ۱۴) اور جو لوگ اس کا بائیکاٹ نہ کریں ان سے بھی قطع تعلق رہیں۔ زید کے ساس سسر کا بھی بائیکاٹ کیا جائے نہ ان کے یہاں کھایا جائے اور نہ ان کو کھلایا جائے وھو تعالیٰ اعلم

(۴) ـــــــ حامد نے جب کہ اپنی مدخولہ بیوی عابدہ خاتون کو تین طلاق دے دی تو بغیر حلالہ عابدہ خاتون کو پھر حامد کے گھر رخصت کر دینا بیشک زناکاری کے لئے بھیجنا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ لہٰذا اس بات پر ناصر کا اپنے والدین سے ناراض ہو جانا، ان کے ساتھ کھانا پینا اور سلام و کلام بند کر دینا اور ان کی خدمت سے اعراض کرنا حق ہے۔ ناصر کے ساتھ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ عابدہ خاتون جس کو اس کے ماں باپ زناکاری کے لئے بھیجا ہے تاوقتیکہ اسے واپس بلا کر علانیہ توبہ و استغفار نہ کریں سب لوگ اس کے ماں باپ کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ (پ۱۲ ع ۱۰) جب تک کہ ناصر کے والدین عابدہ خاتون کو واپس لاکر توبہ نہ کریں ناصر اپنے والدین کے ساتھ نہ کھائے پیئے اور نہ ان کی خدمت کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۵) ـــــــ ابو طالب کو حضرت ابو طالب کہنے کی اجازت نہیں اس لئے کہ ان کی موت کفر پر ہوئی۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ رجمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از صدیق احمد۔ مقام وڈاکخانہ اچل پور۔ گونڈہ

زید نے اپنی بیوی ہندہ مدخولہ کو غصہ کی حالت میں تین طلاق دے دی۔ زید کی بیوی ہندہ کی عمر اس وقت پینتالیس سال سے کم نہیں اور پچاس سال سے زیادہ بھی نہیں۔ اور حیض بند ہوئے تقریباً دس سال ہوئے مطلقہ ہندہ لگ بھگ چار مہینے بعد بکر سے نکاح کی۔ بکر بغیر خلوت صحیحہ طلاق دے دیا تو یہ حلالہ صحیح ہوا یا نہیں؟ اور اس کے لئے عدت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں اگرچہ زید نے غصہ کی حالت میں تین طلاق دی ہے اور اگرچہ بیوی کی عمر لگ بھگ پچاس سال ہے اور اگرچہ حیض کو بند ہوئے تقریباً دس سال ہو گئے اس پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ کہ غصہ میں بھی طلاق پڑ جاتی ہے بلکہ اکثر طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے۔ البتہ بیک وقت تین طلاق دینے کے سبب شوہر گنہگار ہوا۔ توبہ کرے۔ اور ہندہ مطلقہ نے لگ بھگ چار مہینے گذرنے کے بعد بکر سے جو نکاح کیا وہ نکاح صحیح تو ہو گیا لیکن بکر نے اگر بغیر ہمبستری اسے طلاق دے دی تو حلالہ صحیح نہ ہوا۔ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حدیث عسیلہ میں ہے کہ حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی۔ عدت کے بعد انھوں نے حضرت عبد الرحمٰن بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نکاح کیا پھر ان سے ہمبستری کئے بغیر حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوبارہ نکاح کرنا چاہا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لاحتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتکِ تم اس وقت تک رفاعہ کی طرف لوٹ کر نہیں جا سکتی

ہو جب تک عبد الرحمٰن سے تم اور تم سے وہ جنسی حظ حاصل نہ کریں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۸۴) اس حدیث شریف سے واضح طور سے معلوم ہو گیا کہ ہمبستری کے بغیر حلالہ صحیح نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا مذکورہ عورت اگر زید سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو بکر یا کسی دوسرے سے نکاح صحیح کرے۔ پھر یہ نیا شوہر اس کے ساتھ کم سے کم ایک بار ہمبستری کرے پھر وہ طلاق دے دے یا مر جائے تب عدت گذارنے کے بعد زید سے نکاح کر سکتی ہے۔ اور بکر نے جو بغیر ہمبستری اور بغیر خلوت صحیحہ عورت مذکورہ کو طلاق دی ہے اس کی عدت نہیں۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ"۔ یعنی اے ایمان والو جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انھیں بغیر ہمبستری کئے چھوڑ دو تو تمہارے لئے کچھ عدت نہیں جسے گنو (پ ۲۲ ع ۳) وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ

مسئلہ:۔ از محمد الیاس احمد۔ ساکن امرڈوبھا۔ ڈاکخانہ بکھرا بازار۔ بستی

زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی کچھ روز دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رہے پھر زید نے ہندہ کو رکھنا نہیں چاہا تو وہ کئی برس تک اپنے میکے میں رہی جب زید سے طلاق کا مطالبہ بدرجۂ مجبوری کیا گیا تو اس نے کہا کہ ہم جہیز کا ایک سامان بھی واپس نہیں کریں گے۔ جب ہندہ نے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں دیکھی تو بدرجۂ مجبوری اس کو مان لیا پھر زید نے یہ مضمون لکھ کر ہندہ کو دیا اور کہا کہ اس پر دستخط کرو کہ میں ہندہ بنت خالد رسول آباد ڈاکخانہ بکھرا بازار ضلع بستی کی ہوں میرا نکاح زید بن بکر ساکن ڈھونڈھیا ضلع بستی کے ساتھ ہوا تھا

میں نے راضی خوشی سے دَین مہر وخرچہ عدت وجہیز دے کر خلع کرایا فقط ہندہ نے اس پر دستخط کر دیا اور زید نے اپنی طرف سے درجۂ ذیل مضمون پر دستخط کر کے ہندہ کو دیا۔ جناب خالد صاحب السلام علیکم ۵ سال سے زائد عرصہ گذر رہا ہے آپ کی بچی ہندہ کی شادی میرے ساتھ ہوئی مگر سوئے اتفاق میرا گذر بسر اس کے ساتھ مشکل ہے اس لئے میں ہوش وحواس کے ساتھ راضی خوشی سے آپ کی لڑکی ہندہ کو طلاق بائن دیتا ہوں سسرال سے ہندہ کو جو زیورات ملے تھے ہندہ نے زید کو واپس کر دیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کا اس طرح کا مطالبہ کر کے جہیز کا سارا سامان، مہر وخرچہ عدت رکھ لینا شرعاً کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب:۔ اگر صرف شوہر کی طرف سے زیادتی تھی تو اس صورت میں جہیز کے سامان اور مہر وغیرہ کے بدلے طلاق دینے کے سبب زید گنہگار ہوا ورنہ نہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا۔ یعنی اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس صورت میں کچھ اس میں سے واپس نہ لو۔ (پ۴ ع۱۴) اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ کرہ تحریما اخذ شئ ویلحق بہ الابراء عنا لھا علیہ ان نشزوان نشزت لا ولو منہ نشوزا ایضاً ولو باکثر مما اعطاھا علی الاوجہ فتح وصحح الشمنی کراھۃ الزیادۃ وتعبیر الملتقی لاباس بہ یفید انھا تنزیھۃ۔ (درمختار مع ردالمحتار جلد دوم ص ۵۶۰ و ص ۵۶۱) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۱ر محرم الحرام ۱۷ھ

مسئلہ:۔ از غلام جیلانی پورینہ پانڈے ضلع بستی

ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی۔ ہندہ دوبار رخصت ہوکر زید کے یہاں گئی مگر زید اسے بہت ستاتا ہے، ظلم کرتا ہے اور بہت زیادہ مارتا پیٹتا ہے۔ اور دھمکی دیتا ہے کہ اب کی بار آئے گی تو اور زیادہ ماروں گا اس وجہ سے ہندہ اب زید کے یہاں جانے کو تیار نہیں۔ زید سے جب طلاق کے لئے کہا گیا تو وہ کہتا ہے کہ خلع کرلیں اور خلع کے بدل میں ہماری شادی کا پورا خرچ دیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ خلع کے بدل میں زید کا پوری شادی کا خرچ طلب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور شادی کے موقع پر جو ہندہ کے گھر والوں نے جہیز دیا اس کا مالک کون ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ اگر زیادتی شوہر کی جانب سے ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے تو اس صورت میں پوری شادی کا خرچ خلع کے بدل میں زید کا طلب کرنا جائز نہیں بلکہ اس حال میں تھوڑا مال بھی مانگنا اس کے لئے حلال نہیں جیسا کہ فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صہ ۵۱۵ میں ہے ان کان النشوز من قبل الزوج فلا یحل لہ اخذ شیٔ من العوض علی الخلع اھ۔ اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کرہ تحریماً اخذ شیٔ ویلحق بہ الابراء عما لھا علیہ ان نشز اھ۔ ہاں اس صورت میں کہ زیادتی عورت کی جانب سے ہو شوہر خلع کے بدل میں صرف اتنا لے جتنا کہ اس نے مہر میں دیا ہو فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صہ ۵۱۵ میں ہے ان کان النشوز من قبلھا کرھنا لہ ان یاخذ اکثر مما اعطاھا من المھر اھ۔ اور جہیز عورت کی ملکیت ہے جیسا کہ فتاوی رضویہ جلد پنجم صہ ۳۴۹ پر رد المحتار سے ہے ان الجھاز ملک المرأۃ اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ رصفر المظفر ۱۳۹۷ھ

مسئلہ:۔ از مقبول احمد موضع اندولی ڈاکخانہ اماری بازار۔ بستی
۱۱ر شوال ۱۵ھ کو محمد حنیف کی شادی قیصر بانو سے ہو کر اسی روز رخصتی ہوئی۔ قیصر بانو کو ۱۹ر ربیع الآخر ۱۶ھ کو لڑکی پیدا ہوئی۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ مذکورہ لڑکی ازروئے شرع محمد حنیف کی قرار دی جائے گی یا زنا کی ٹھہرائی جائے گی؟ اگر وہ لڑکی محمد حنیف کی ہے تو جو لوگ اس کو زنا کی لڑکی کہتے ہیں ان کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟
بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں وہ لڑکی ازروئے شرع محمد حنیف ہی کی ہے زنا کی ہرگز نہیں ہے اس لئے کہ وہ نکاح کے بعد چھ مہینہ آٹھ دن پر پیدا ہوئی ہے اور حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ یعنی حمل اور اس کا دودھ چھڑانا کل تیس مہینہ ہے (پ ۲۶ ع ۲) حضرت علامہ جلال الدین محلی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں ستۃ اشہر اقل مدۃ الحمل والباقی اکثر مدۃ الرضاع۔ یعنی حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے اور دو سال دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت ہے۔ (تفسیر جلالین ص ۴۱۷) اور شرح وقایہ جلد دوم ص ۱۴۵ اور درمختار مع شامی جلد دوم ص ۴۲۳ میں ہے اقل مدۃ الحمل ستۃ اشہر یعنی حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۴۷۹ میں ہے اذا تزوج الرجل امرأۃ فجاءت بالولد لاقل من ستۃ اشہر منذ تزوجها لم یثبت نسبہ وان جاءت بہ لستۃ اشہر فصاعدا یثبت نسبہ منہ۔ یعنی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا تو وہ عورت نکاح کے وقت سے چھ مہینے

سے کم پر لڑکا لائی تو وہ لڑکا ثابت النسب نہ ہوگا۔ (یعنی شوہر کا نہیں مانا جائے گا۔) اور اگر چھ ماہ یا اس سے زیادہ پر لڑکا پیدا ہوا تو شرع کے نزدیک وہ لڑکا شوہر کا ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے الولد للفراش یعنی لڑکا شوہر ہی کا ہے۔ لہذا لڑکی مذکورہ جب کہ شادی کے چھ ماہ بعد پیدا ہوئی تو وہ محمد حنیف ہی کی مانی جائے گی۔ اسے زنا کی لڑکی قرار دینا قرآن مجید، حدیث شریف اور فقہ کا انکار کرنا ہے جو لوگ اپنی جہالت سے مذکورہ لڑکی کو زنا کی لڑکی کہتے ہیں وہ سب علانیہ توبہ واستغفار کریں اور اللہ کے قہر و عذاب سے ڈریں۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل مجدہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۶ رجمادی الاخریٰ ۱۶ھ

مسئلہ: از انوار احمد متعلم جامعہ اشاعت الاسلام بڑھنی بازار ضلع سدھارتھ نگر، یوپی۔ ہند

ہندہ مدخولہ کا شوہر بکر راضی وخوشی ہندہ کو حالت حمل میں اسکے میکے پہنچا کر خود بمبئی چلا گیا اور عرصہ دو سال کے بعد واپس آیا اس درمیان ہندہ اپنے میکے میں رہی اور وہیں ایک بچہ ہندہ سے پیدا ہوا اور فوت ہوگیا ہندہ کی ساس سے جب بھی کہا گیا کہ وہ ہندہ کو اپنے گھر لے جائے تو بکر کی واپسی پہ ٹالتی رہی۔ جب بکر واپس آیا تو بجائے لے جانے کے طلاق دینے پر آمادگی ظاہر کی بکر کو اس بات کا اعتراف بھی تھا کہ ہندہ میں کوئی عیب نہیں ہے اور نہ ہی مجھے اس سے کوئی شکایت ہے بس میرا جی نہیں ملتا ہے اور طلاق دے بھی دیا۔ عدت کا خرچہ وغیرہ ادا کر دیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ اپنے شوہر سے زمانۂ ماضیہ کا نفقہ پانے کا حق رکھتی ہے؟ زید جو عالم دین ہے اس کا کہنا ہے کہ عدم

قضائے قاضی یا رضائے طرفین کے ہندہ نفقۂ زمانۂ ماضیہ پانے کا حق نہیں رکھتی نفقہ شوہر پر اسی وقت واجب ہے جب عورت شوہر کے گھر رہے۔ جو بھی شرعی حکم ہو واضح فرمانے کی زحمت کریں بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جب کہ ہندہ ناشزہ نہیں کہ بکر نے راضی وخوشی سے ہندہ کو اس کے میکہ پہنچایا تو وہ اپنے والد کے گھر رہتے ہوئے بھی نفقہ کی مستحق ہوئی لیکن اُس نے نفقہ وصول نہ کیا اور طرفین کی رضا و قاضی کی قضا کے بغیر کسی طرح اپنی ذات پر خرچ کرتی رہی تو اس زمانہ کا نفقہ ساقط ہوگیا۔ شوہر سے اب اس کا مطالبہ کرنا غلط ہے فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص۱۰۷ پر درمختار سے ہے النفقۃ تجب للزوجۃ ولوھی فی بیت ابیھا اذا لم یطالبھا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی و کذا اذا طالبھا ولم تمتنع اھ ملخصاً اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص۵۱۷ پر ہے اذا خاصمت المرأۃ زوجھا فی نفقۃ ما مضیٰ من الزمان قبل ان یفرض القاضی لھا النفقۃ وقبل ان یتراضیا علی شئ فان القاضی لا یقضی لھا بنفقۃ ما مضیٰ عندنا کذا فی المحیط۔ اور اسی کے مثل فتاویٰ قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول ص۳۹۲ پر ہے اور درمختار مع ردالمحتار جلد دوم مطبوعہ نعمانیہ ص۶۵۸ پر ہے النفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء والرضاء اور شامی میں ہے قولہ النفقۃ لا تصیر دینا ای اذا لم ینفق علیھا بان غاب عنھا او کان حاضرا فامتنع فلا یطالب بھا بل تسقط بمضی المدۃ اھ۔ بلکہ اگر طرفین کی رضا یا قاضی کی قضا سے نفقہ کی کچھ مقدار مقرر بھی ہوتی تو طلاق کے سبب صورت مذکورہ میں وہ بھی ساقط ہو جاتا۔ ردالمحتار جلد دوم ص۶۵۹ میں ہے ان ینظر فی حال الرجل ھل فعل ذلک (ای وقع الطلاق) تخلصا من النفقۃ او لسوء اخلاقھا

مثلاً فان کان الاول یلزم بھا وان کان الثانی لایلزم وھذا ما قالہ المقدسی وینبغی التعویل علیہ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۸ر شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ

مسئلہ:۔ از محمد ذوالفقار احمد چشتی۔ مدرسہ اہلسنت خیر الاسلام کھجوریا۔ تتری بازار۔ سدھارتھ نگر۔

ایک مسجد کی تعمیر کی گئی جس میں نماز پنج وقتہ کے علاوہ نماز جمعہ بھی ہوتی رہی مگر اب جمعہ میں نمازیوں کی کثرت کے بنا پر مسجد تنگ پڑ رہی ہے اور مسجد کے قریب کوئی جگہ بھی نہیں ہے جس سے مسجد کی توسیع ممکن ہو۔ اس آبادی میں ایک عیدگاہ ہے جس میں ابھی دو سال سے عیدین کی نماز ہو رہی ہیں آبادی کے لوگ اس عیدگاہ کو جامع مسجد کی شکل دینا چاہتے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس عیدگاہ کو جامع مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر بنا سکتے ہیں تو کیا پرانی مسجد میں نماز جمعہ قائم رکھنا ضروری ہے جب کہ یہ آبادی شہر میں داخل ہے بینوا توجروا

الجواب:۔ جس زمانہ میں عیدگاہ مذکور بنانے کے لئے زمین دینے والے نے زمین دی یا مسلمانوں کے چندے سے وہ زمین عیدگاہ بنانے کی نیت سے خریدی گئی اگر اس وقت آبادی مذکور ایک گاؤں جیسی حیثیت رکھتی تھی اور شہر میں داخل نہیں تھی تو زمین دینے والے یا اس کے ورثہ کی اجازت سے عیدگاہ مذکور کو مسجد بنا سکتے ہیں اور مسلمانوں کے چندے سے اگر زمین خریدی گئی تھی تو عام مسلمانوں کی اجازت سے عیدگاہ کی جگہ مسجد تعمیر کر سکتے ہیں اسلئے کہ گاؤں میں عیدگاہ کے لئے وقف صحیح نہیں اور جب وقف صحیح نہیں

تو پھر ایسی زمین مالک کی ملکیت پر باقی رہتی ہے وہ جو چاہے اس میں کرے اپنا مکان بنائے، کھیتی کرے یا اس کو مسجد بنانے کے لئے دے دے۔ ایسا ہی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۴۱۶ پر تحریر فرمایا ہے۔

اور جس زمانہ میں وہ زمین دینے والے نے عیدگاہ کے لئے دی یا عیدگاہ بنانے کی نیت سے خریدی گئی اگر اس وقت وہ آبادی شہر میں داخل تھی تو اس عیدگاہ کو مسجد بنانا ہرگز جائز نہیں اس لئے کہ عیدگاہ کے لئے وقف صحیح ہو گیا اور وقف کی تبدیلی جائز نہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ لایجوز تغییر الوقف۔ اور پرانی مسجد جب کہ جمعہ کی نماز کے لئے تنگ پڑ رہی ہے تو عیدگاہ کو جامع مسجد بنانے کے جواز کی صورت میں پرانی مسجد میں جمعہ کی نماز قائم رکھنا ضروری نہیں وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۲ رجب المرجب سنہ ۱۶ھ

مسئلہ:۔ از محمد اظہار علی برکاتی قصبہ وڈاکخانہ جگور۔ ضلع لکھنؤ

ہمارے قصبہ جگور میں اکثریت غیر مسلم کی ہے اسی قصبہ میں ایک جامع مسجد ہے جس کا متولی زید ہے زید کے حکم سے مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اعلانات ہوتے رہتے ہیں اور وہ اعلانات اس طرح کے ہوتے ہیں مثلاً کسی کے سانپ نے کاٹ لیا خواہ کسی غیر مسلم کے کاٹا ہو۔ تو اس کی اطلاع سانپ جھاڑنے والے ہندوؤں کو اسی لاؤڈ اسپیکر سے دی جاتی ہے۔ یا ناگہانی کوئی مصیبت آگئی یا آگ لگ گئی وغیرہ تو ان سب باتوں کی خبر قصبہ کے لوگوں کو اسی لاؤڈ اسپیکر سے دی جاتی ہے۔ زید سے جب منع کیا گیا کہ مسجد سے ایسے اعلانات نہیں

ہونے چاہئیں تو زید کہتا ہے کہ اگر ہم صرف مسلمانوں کے کام کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کریں گے۔ اور غیر مسلم کے لئے نہ کریں گے تو اس سے مسلم اور غیر مسلم کے اتحاد میں فرق آجائے گا اور نتیجتاً مسجد کا لاؤڈ اسپیکر ہٹوا دیا جائے گا۔ اس خوف کے پیش نظر اور ہندو مسلم کے آپسی اتحاد کے پیش نظر زید اعلانات کراتا رہتا ہے تو اس طرح کے اعلانات مسجد سے کرانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ مسجد کی چیز مسجد ہی کے کاموں میں استعمال ہوگی دوسروں کے لئے اس کا استعمال ناجائز و حرام ہے چاہے غیر مسلم ہو یا مسلم۔ یہاں تک کہ جس نے کوئی چیز مسجد میں دی وہ بھی اس چیز کو اپنے استعمال میں نہیں لا سکتا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ مال وقف خود واقف کو حرام ہے کہ وہ اپنے صرف میں لائے۔ (فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۵۴) لہذا مسجد کا لاؤڈ اسپیکر غیر مسلم ہو یا مسلم مسجد کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں۔ نیز وعظ و تقریر وغیرہ کے لئے اسے کرایہ پر دینا بھی درست نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۶ صفحہ ۴۵۵ پر ہے کرایہ پر دینے کے لئے وقف ہوں تو متولی دے سکتا ہے مگر وہ جو مسجد پر اس کے استعمال میں آنے کے لئے وقف ہیں انہیں کرایہ پر دینا حرام لینا حرام کہ جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا ناجائز ہے اگرچہ وہ غرض بھی وقف ہی کے فائدہ کی ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:۔ از محمد رئیس مدرس دار العلوم اہلسنت رضویہ۔ موضع

دساواں ڈاکخانہ بجھرا بستی

زید اپنی زندگی میں ہی اپنے لئے قبر کی جگہ کی تعیین کرسکتا ہے یا نہیں اور وقف علی المسلین زمین پر مزارات وغیرہ کی تعمیر کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ مدرسوں کے وقف زمین پر مدرسہ کے بانی اور اساتذہ کی تدفین اور اس پر مزار وغیرہ کی تعمیر کی جاسکتی ہے؟ زید اپنی قبر کی تعمیر کے لئے اپنی زندگی میں زمین وغیرہ خرید سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ زندگی میں اپنی قبر کے لئے جگہ متعین کرسکتا ہے شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ سے فرمایا کہ تم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جاکر کہو کہ عمر یہ اجازت چاہتا ہے کہ وہ اپنے دونوں دوستوں کے پاس دفن ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یہ جگہ تو میں نے اپنے لئے محفوظ رکھی تھی لیکن آج میں اپنی ذات پر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ترجیح دیتی ہوں (تاریخ الخلفاء عربی ص۱۳۵ اردو ص۲۱۳) اور حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے زندگی میں اپنی قبر تیار کروائی اور اسی میں بیٹھ کر ایک رسالہ تحریر فرمایا جو رسالہ قبریہ سے مشہور ہے۔

اگر کسی نے عام مسلمانوں کو دفن کرنے کے لئے زمین اس شرط پر وقف کی کہ میری یا فلاں کی قبر اس میں پختہ بنائی جا سکتی ہے تو اس صورت میں واقف کی یا جس کے بارے میں اس نے کہا اس کا پختہ مزار وقف علی المسلمین قبرستان کی زمین پر تعمیر کرنا جائز ہے اس لئے کہ شرط واقف مثل نص شارع ہے کما ھو مصرح فی الکتب الفقھیۃ اور اس طرح کی کوئی شرط اس نے نہیں رکھی ہے تو ایسے قبرستان میں پختہ مزار بنانا جائز نہیں کہ زمین کے جتنے حصہ پر اس کی تعمیر ہو جائے

گی اس پر ہمیشہ کے لئے دوسرے کو حق دفن نہیں رہ جائے گا۔ البتہ اگر قبرستان کی حفاظت کے لئے چہار دیواری وغیرہ نہ ہو اور نہ بروقت کسی طرح اس کی حفاظت ممکن ہو اور اس پر ناجائز قبضہ کا غالب گمان ہو تو اس صورت میں قبرستان وقفی کی سرحد پر بقدر ضرورت پختہ قبریں بنائی جا سکتی ہیں الاشباہ والنظائر ص ۹۴ میں ہے الضرورات تبیح المحظورات اھ۔ واقف نے اگر تدفین بانی و اساتذہ کی شرط کے ساتھ وقف کیا ہے تو دفن اور مزار وغیرہ کی تعمیر جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور وقف کے وقت اس نے شرط مذکور کو بیان نہیں کیا تھا تو اب اس کی اجازت سے بھی مدرسہ کی موقوفہ زمین پر اساتذہ وغیرہ کی تدفین نہیں ہو سکتی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۲۴۲ پر تحریر فرماتے ہیں " وقف تمام ہوتے ہی وہ تمام شروط مثل وقف لازم ہو جاتی ہیں کہ جس طرح وقف سے پھرنے یا اس کے بدلنے کا اسے اختیار نہیں رہتا یوں ہی ان میں سے کسی شرط سے رجوع یا اس کی تبدیلی یا اس میں کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لئے اسی کتاب کی جلد و صفحہ مذکور کا مطالعہ کریں۔ اپنی قبر کی تعمیر کے لئے اپنی زندگی میں زمین وغیرہ خرید سکتا ہے وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ رذوالقعدہ سنہ ۱۴۱۶ھ

مسئلہ:۔ از حیدر علی مہتمم قبرستان مسلمانان ہینسر بازار۔ بستی

قبرستان مسلمانان ہینسر بازار جو کہ لب روڈ ہے۔ سالہا سال سے اس کا غیر مسلموں سے مقدمہ چل رہا تھا الحمد للہ اب یہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا ہے مگر اب بھی یہاں کے غیر مسلم اس میں اپنی تقریبات مناتے

ہیں نیز ان کے بچے اس میں لہو ولعب کرتے ہیں۔ ہم برائے تحفظ قبرستان روڈ کی جانب سے کچھ کمرے بنوانا چاہتے ہیں جس کی آمدنی سے قبرستان کی چہار دیواری وغیرہ کا انتظام کر کے اسے بے ادبی سے بچایا جا سکے۔ از روئے شرع کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ اگر کسی مسلمان نے مذکورہ قبرستان کو صرف مردہ دفن کرنے کے لئے وقف کیا۔ یا چکبندی کے موقع پر وہ زمین حاصل کی گئی یا پردھان نے اسے قبرستان کے لئے دی اور مسلمانوں نے پوری زمین کو مردہ دفن ہونے کے لئے خاص کر دیا تو اس پر کمروں کی تعمیر جائز نہیں اگرچہ اس جگہ مردے مدفون نہ ہوں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا جائز نہیں اگرچہ وہ غرض بھی وقف ہی کے فائدہ کی ہو کہ شرط واقف مثل نص شارع صلی اللہ علیہ وسلم واجب الاتباع ہے درمختار کتاب الوقف فروع فصل شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ ولہذا۔ خلاصہ میں تحریر فرمایا کہ جو گھوڑا قتال مخالفین کے لئے وقف ہوا ہو اسے کرایہ پر چلانا ممنوع و ناجائز ہے۔
(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۴۵۵) وھو تعالیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
۱۰ ذوالحجہ ۱۶ھ

مسئلہ:۔ از محمد تصور حسین قادری مدرس مدرسہ بدر العلوم۔ گوبرہا بازار ضلع بہرائچ شریف۔ یوپی

(ا) الف — برائے قبرستان وقف شدہ زمین پر نادانستہ عمارت مدرسہ تعمیر کر لی گئی اور ایک گوشہ میں نل لگا دیا گیا تو اب اس میں چپل جوتے پہن کر جانا، کھانا، پینا، رہنا، سہنا، خواب بیداری، وضو کرنا غسل کرنا یا نماز

پڑھنا یا سلسلۂ تعلیم و تعلم کا اجرا اور لب سڑک دکانیں بنا لینا یہ ساری باتیں جائز ہیں یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(ب) ـــــ اگر ناجائز ہیں تو کیا اس مدرسہ کی چھت پر دوسری عمارت کا بنا لینا اور اس میں ان مذکورہ بالا باتوں کا عمل میں لانا جائز ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(ج) ـــــ اگر روا ہے تو برائے قبرستان وقف شدہ باقی زمین جس پر ابھی مدرسہ کی عمارت نہ بنائی گئی ہے اس میں جگہ جگہ ستون استادہ کرکے اس کے اوپر مدرسہ کی عمارت اور کچھ دوکانیں بنائی جا سکتی ہیں یا نہیں ؟

(د) ـــــ اور اگر نیچے یا اوپر کسی بھی صورت میں مذکورہ بالا تمام باتیں جائز نہ ہو سکتی ہوں تو آیا مدرسہ کی بنی ہوئی عمارت اور سیمنٹڈ فرش اپنے اپنے موجودہ حال پر باقی رکھی جائے یا منہدم کر دی جائیں ؟ بینوا توجروا

(ہ) ـــــ اگر باقی رکھی جائیں تو پھر انھیں یوں ہی چھوڑ دیا جائے کہ اس میں نہ سلسلۂ تعلیم و تعلم جاری رکھا جائے اور نہ ہی اسے رہائش گاہ بنایا جائے اور نہ کوئی مردہ دفنایا جائے ؟ بینوا توجروا

(و) ـــــ یا یہ کہ عمارت باقی رکھتے ہوئے بھی اس میں مردے دفنائے جائیں اور یا منہدم کرکے اس میں مردے دفنائے جائیں ؟ بینوا توجروا

(۲) ـــــ گرمی کی شدت کی بنا پر مسجد کی چھت پر یا برائے قبرستان وقف شدہ زمین پر جو عمارت مدرسہ تعمیر کر لی گئی ہے اس کی چھت پر نماز پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں ؟ اگر پڑھی جا سکتی ہے تو جماعت کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو بغیر جماعت تمام نمازیں بلا استثنیٰ پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں ؟ اور جو کتابوں میں مرقوم ہے کہ مسجد کی چھت پر نماز مکروہ ہے تو اس سے کیا مراد ہے ؟ بینوا توجروا

(۳) ـــــ ایک سنی مردے کی نماز جنازہ کسی وہابی یا دیوبندی نے

بڑھادی تو اس کی اقتدار کرنے والے ازروئے شرع مجرم ہیں یا نہیں اگر ہیں تو جب تک یہ لوگ ازالۂ جرم کی کوئی صورت بروئے کار نہ لائیں اس وقت تک ایسے لوگوں سے ربط ضبط رکھنا کیسا ہے۔ اور دیوبندی سے نماز جنازہ پڑھوانے والے کے بغیر توبہ کئے ہوئے اس کی فاتحہ خوانی کی بزم منعقدہ میں شرکت اور اس کی لائی ہوئی شیرنی کے لئے اور کھانے میں کوئی قباحت تو نہیں ہے اگر ہے تو دیوبندی کی اقتدار کرنے والوں اور بغیر ازالۂ جرم کی صورت اپنائے ہوئے ان کی فاتحہ خوانی میں شرکت کرنے والوں اور ان کی شیرنی لینے اور کھانے والوں کے لئے کیا حکم شریعت ہے اور ازالۂ جرم کی کیا صورت ہے؟
بینوا توجروا

(۴) ـــــــ پنج وقتہ نمازوں میں سے کوئی نماز دانستہ یا نادانستہ کسی وہابی یا دیوبندی کی اقتدار میں ادا کرنا کیسا ہے۔ اور ادا کرنے والا ازروئے شرع مجرم ہے یا نہیں؟ اور ازالۂ جرم کی کیا صورت ہے؟
بینوا توجروا

الجواب:۔ (۱) الف، ب، ج، د، ہ، و وقفی قبرستان مسلمانوں کے مردوں کو دفن کیلئے موقوف ہوتا ہے۔ لہٰذا اسکے کسی حصہ کو مدرسہ بنا دینا سخت ناجائز و حرام ہے اسلئے کہ یہ ابطال غرض وقف ہے اور وہ ہرگز جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے لا یجوز تغییر الوقف اور فتح القدیر میں ہے الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۹۹ میں ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں قبرستان وقف میں کوئی تصرف خلاف وقف جائز نہیں مدرسہ ہو خواہ مسجد یا کچھ اور (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۳۴۷) لہٰذا قبرستان میں بنا ہوا مدرسہ منہدم کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ اگر کسی مسجد کا قبرستان ہونا ثابت ہو جائے تو اس کی

عمارت بھی ڈھادی جائے گی۔ ایسا ہی فتاویٰ مذکور کی اسی جلد کے صفہ ۴۴ پر ہے اور جب قبرستان میں بنے ہوئے مدرسے اور مسجدیں منہدم کر دی جائیں گی تو اس میں دوکانیں تعمیر کرنا اور مدرسہ کی چھت پر دوسری عمارت بنانا بدرجۂ اولیٰ ناجائز وحرام رہے گا۔ البتہ اگر قبرستان کی حدود سے باہر ستون قائم کریں اور اس کی چھت اتنی بلندی پر ڈھالیں کہ اس میں دفن کی غرض سے لوگوں کے آنے جانے میں رکاوٹ نہ ہو اور نہ قبرستان کی زمین کا کچھ حصہ ستون کے قائم کرنے میں لیں تو اس صورت میں اس کی چھت پر مدرسہ اور دوکانیں بنا سکتے ہیں ورنہ نہیں ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفہ ۳۹۹ پر ہے اور قبرستان میں ہر وہ بات جائز نہیں جو اس کے وقف کی غرض سے خلاف ہو یا مردہ کی اذیت کا سبب ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲)______ وقفی قبرستان کی زمین پر جو مدرسہ تعمیر کیا گیا ہے اسکے تو انہدام کا حکم ہے جیسا کہ جواب ۱ میں گذرا۔ اور مسجدوں کی چھت کے بارے میں جو حکم ہے اس کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد کی چھت پر بلا ضرورت جانا منع ہے اگر تنگی کے سبب نیچے کا درجہ بھر گیا اوپر نماز پڑھیں جائز ہے اور بلا ضرورت مثلاً گرمی کی وجہ سے پڑھنے کی اجازت نہیں (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۴۴۸) کتابوں میں جو تحریر ہے کہ مسجد کی چھت پر نماز مکروہ ہے۔ اعلیٰ حضرت کی اس عبارت سے اس کی مراد بالکل واضح ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳)______ وہابی دیوبندی کی اقتدار کرنے والے بیشک مجرم ہیں۔ تاوقتیکہ وہ لوگ ازالۂ جرم کی صورت پر عمل نہ کریں ان سے ربط ضبط ممنوع ہے۔ دیوبندی سے نماز جنازہ پڑھوانے والے کے یہاں توبہ کے بغیر

اس کی مجلس میں شرکت کرنے اور اس کی لائی ہوئی شیرنی کے لینے اور کھانے میں بیشک قباحت ہے۔ دیوبندی کو مسلمان جان کر جن لوگوں نے اس کی اقتدار کی ان پر توبہ کے ساتھ تجدید ایمان ونکاح بھی لازم ہے۔ اور جن لوگوں نے مسلمان جان کر وہابی کی اقتدار نہیں کی بلکہ کسی دباؤ یا لحاظ میں آکر اس کے پیچھے کھڑے ہوگئے تو اس صورت میں صرف توبہ لازم ہے اور ازالۂ جرم کی صورت اپنائے بغیر جو لوگ وہابی یا دیوبندی سے جنازہ پڑھوانے والے کی مجلس فاتحہ خوانی میں شریک ہوئے اور اس کی شیرنی لئے اور کھائے وہ سب توبہ کریں کہ انھوں نے ایسے شخص کا بائیکاٹ نہ کیا جب کہ ارشاد خداوندی ہے۔ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ۷ ع ۱۴) وھو تعالیٰ اعلم

(۴) ـــــ اگر نادانستہ کسی وہابی یا دیوبندی کی اقتدا کرلی تو وہ نماز ازسرنو پڑھے اور اگر جان بوجھ کر پڑھی تو اس صورت میں وہی تفصیل ہے جو نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق اوپر گذری۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ ربیع الاول سنہ ۱۴۰۷ھ

مسئلہ:۔ از غلام نبی قادری گنیش پور۔ بستی

گرام سماج کی زمین جس پر چند مسلمان قابض ہیں وہ اس زمین کو مسجد بنانے کے لئے بخوشی دے رہے ہیں اس زمین پر مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب:۔ گرام سماج کی وہ زمین جس کا کوئی شخص خاص مالک نہیں ہوتا حقیقت میں وہ زمین خدائے تعالیٰ کی ملک ہوتی ہے عند الشرع وہ گورنمنٹ کی ملکیت نہیں ہوتی حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عاد الارض للہ ورسولہ ایسا

ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صـ۴۵۹ پر ہے لہذا زمین مذکور پر جو لوگ قابض ہیں اگر بخوشی اسے مسجد بنانے کے لئے دے رہے ہیں تو اس پر مسجد بنانا جائز ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۱ر محرم الحرام سنہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ :۔ از ماسٹر وکیل احمد موضع بنولی۔ ڈاکخانہ گوپاپور۔ سدھارتھنگر
آبادی میں ایک بنجر زمین تھی جس پر مسلمان کا قبضہ تھا اس نے وہ زمین مسجد بنانے کے لئے دیدی جس پر مسلمانوں نے مسجد ہی کی نیت سے دیواریں مکمل کر دیں۔ اس کے بعد اس زمین کا پٹہ قانوناً مضبوطی کے لئے ایک مسلمان کے نام کروا دیا گیا۔ اب غیر مسلم کہتے ہیں کہ اسے چھوڑ کر دوسری جگہ مسجد بناؤ۔ سوال یہ ہے کہ زمین مذکور پر مسلمانوں کا مسجد بنانا صحیح ہے یا نہیں ؟ اگر صحیح ہے تو پھر اس جگہ کو چھوڑ دینا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ آبادی کی بنجر زمین کہ جسکا کوئی شخص خاص مالک نہیں ہوتا اور حکومت کے آدمی اس میں بطور خود تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دے دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں اس میں بنوا لیتے ہیں۔ ایسی زمین عند الشرع اللہ کی ہے حدیث شریف میں ہے عَادُ الارض للہ ورسولہ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صـ۴۵۹ پر ہے۔ لہذا اس بنجر زمین پر مسلمانوں کا مسجد بنانا صحیح ہے اور جب مسجد ہی بنانے کی نیت سے مسلمانوں نے اس کی دیواریں بھی مکمل کر دیں تو وہ مسجد ہو گئی حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں " یہ کہا کہ میں نے اس کو مسجد کر دیا تو اس کہنے سے بھی مسجد ہو جائے گی (بہار شریعت حصہ دھم بیان مسجد صـ۵۶ بحوالۂ تنویر الابصار) اور زمین مذکور مسجد

ہوگئی تو اب کسی کے کہنے سے اس جگہ کو چھوڑ دینا جائز نہیں ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۷ ربیع الاول سنہ ۱۴ھ

مسئلہ:۔ از (مولانا) مطیع الرحمٰن امجدی دار العلوم رضویہ علی پورہ ادے پور (راجستھان)

(۱) ــــــ سعودیہ سے ایک شخص ایک وہابی کے یہاں رقم بھیجتا ہے وہ علاقہ میں دورہ کرکے حسب ضرورت اپنی نگرانی میں تعمیری کام کے لئے روپیہ دیتا ہے گلے بگاہے آکر دیکھ بھال بھی کرتا ہے ۔ کیا ایسی رقم جس کے بارے میں تحقیق نہ ہو کہ یہ رقم کون دیتا ہے سنیوں کو شخص مذکور سے رقم لے کر مسجد تعمیر کرنا اور ایسی مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے ؟

(۲) ــــــ رافضی بادشاہ کے صرفہ سے بنی ہوئی مسجد جو اب سنیوں کے قبضہ میں ہے سنی امام کی نماز ایسی مسجد میں درست ہے یا نہیں ؟ پورے علاقے کے لوگ مسجد مذکور میں عید کی نماز بھی ادا کرتے ہیں اور اب پنج وقتہ نماز بھی پابندی سے سنی حضرات پڑھتے ہیں درست ہے یا نہیں

(۳) ــــــ مزعفر معصفر مردوں کے لئے حرام ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف ص۳۷۴ کی حدیث عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال رأی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی ثوبین معصفرین فقال ان ھذہ من ثیاب الکفار فلا تلبسوھما سے صاف ظاہر ہے دور حاضر میں جب کہ گروے رنگ کا کپڑا بالعموم ہندو پہنتے ہیں یہ لباس کفار میں شامل ہے لیکن مارہرہ مطہرہ میں معترضین کا کہنا ہے کہ خانقاہ کی جانب سے مشائخ کو جو جوڑا دیا گیا وہ زعفرانی تھا کہاں تک درست ہے تسلی بخش جواب سے نوازیں ۔

الجواب:۔ (۱) ــــــ سنیوں کو مسجد بنانے کے لئے روپیہ

دینا ان کو وہابی بنانے کی خاطر نجدیوں کا عظیم فتنہ ہے اس لئے کہ جو لوگ وہابی سے پیسہ لیں گے وہ اس سے میل جول رکھیں گے، سلام وکلام کریں گے، وہ آئے گا تو اس کی تعظیم وتکریم اور خاطر ومدارات کریں گے، اسے شادی وغیرہ کی تقریب میں شرکت کی دعوت دیں گے اور وہ اس طرح کے مواقع پر سنیوں کو دعوت دے گا تو وہ لوگ اسکی تقریبات میں شریک ہوں گے یہاں تک کہ اس کے گھر والوں کی نماز جنازہ بھی پڑھیں گے اور اگر وہ چاہے گا تو اس کے یہاں شادی بیاہ بھی کریں گے اور وہ اپنا امام مقرر کرے گا تو اس سے بھی انکار نہ کریں گے۔ اس طرح وہابی مسجد کے نام پر سنیوں کو روپیہ دے کر پورے محلہ یا گاؤں کے سارے لوگوں کو تھوڑے دنوں میں اگر وہابی نہیں بنا سکے گا تو صلح کلی ضرور بنائے گا۔ اس لئے مسجد بنانے کے لئے وہابی کے ذریعہ پیسہ لینا ہرگز جائز نہیں۔ رہی اس میں نماز پڑھنے کی بات تو اگر مسجد کی زمین بھی وہابی نے خریدی ہے تو عندالشرع وہ مسجد نہیں۔ لہذا ایسی مسجد میں نماز نہ پڑھیں کہ مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ اور اگر زمین وہابی کی دی ہوئی نہیں ہے تو ایسی مسجد نماز پڑھنے سے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) ـــــــ ہندو راجہ کے حکم سے شیعہ کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "نماز اس میں ہوسکتی ہے تو اصلاً محل اشتباہ نہیں۔ نماز ہر پاک جگہ ہوسکتی ہے جہاں کوئی ممانعت شرعی نہ ہو اگرچہ کسی کا مکان یا افتادہ زمین ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من متی ادرکتہ الصلاۃ فلیصل (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۴۵۹)

لہذا رافضی بادشاہ کے صرفہ سے بنی ہوئی مسجد میں امام اور مقتدی کی اور عیدین و پنج وقتی نمازیں سب جائز ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) ــــــ معصفر اس پیلے کپڑے کو کہتے ہیں جو کسم سے رنگا گیا ہو، جیسا کہ غیاث اللغات میں ہے معصفر بضم میم و فتح عین وسکون صاد مہملہ و فتح فا، بعدہٗ رائے مہملہ چیزے کہ بگل کاجیرہ آنرا رنگ کردہ باشد چہ عُصْفُر بضم اول وثالث گل کاجیرہ است کذا فی بحر الجواھر و گل کاجیرہ را بہندی کسنبھ گویند۔ واضح ہوگیا کہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو کپڑا کسم سے رنگا ہوا ہو اس کا پہننا ممنوع ہے نہ کہ ہر پیلا کپڑا۔ اس لئے کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ کسم یا زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہننا مرد کو منع ہے گہرا رنگ ہو کہ سرخ ہو جائے یا ہلکا ہو کہ زرد رہے دونوں کا حکم ایک ہے۔ عورتوں کو یہ دونوں قسم کے رنگ جائز نہیں۔ ان دونوں رنگوں کے علاوہ باقی ہر قسم کے رنگ زرد، سرخ، دھانی، بسنتی، چنپئی اور نارنجی وغیرہا مردوں کو بھی جائز ہیں (بہار شریعت حصہ شانزدھم ص۴۳ مطبوعہ کتب خانہ اشاعت الاسلام دہلی) اس عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ معصفر کے علاوہ جو زرد، بسنتی، یا نارنجی ہو وہ مردوں کے لئے بلا شبہ جائز ہے اور مارہرہ مطہرہ میں سلطان المرشدین حضرت حیدر حسن میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلفاء کو جو کپڑا دیا گیا وہ معصفر ہرگز نہیں تھا جو ایسا دعویٰ کرے اس پر ثبوت لازم ہے اور معصفر کے ممنوع ہونے کو حرام سے تعبیر کرنا بھی غلط ہے اس لئے حضرت صدر الشریعہ نے لفظ منع تحریر فرمایا۔ رد المحتار جلد پنجم ص۲۲۸ میں ہے فی جامع الفتاویٰ قال ابو حنیفۃ والشافعی ومالک یجوز لبس المعصفر وقال جماعۃ العلماء مکروہ بکراھۃ التنزیہ اھ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:۔ از محمد یوسف قادری چوڑی والے۔ مقام رانی دیہہ ڈاکخانہ کھوزا بار ضلع گورکھپور
مسجد کے اوپر مدرسہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں جائز ہے اور مدرسہ بن چکا ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ مسجد کے اوپر مدرسہ بنانا جائز نہیں۔ اس لئے کہ مسجد کا جو حصہ نماز پڑھنے کے لئے بنایا گیا اس کے مقابل اوپر کا حصہ آسمان کی بلندی تک سب مسجد ہی ہے جیسا کہ درمختار مع شامی جلد اول صہ ۴۴۱ پر مسجد کی چھت پر پیشاب وغیرہ کے ناجائز ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں لانہ مسجد الی عنان السماء یعنی اس لئے کہ چھت آسمان کی بلندی تک مسجد ہے۔ اس لئے اگر امام نیچے ہو اور مقتدی چھت کے اوپر تو اسکی اقتدار صحیح ہے اور اعتکاف کرنے والا اگر اس کی چھت پر جائے تو اعتکاف باطل نہ ہوگا۔ اور اوپر کا حصہ مسجد ہونے ہی کے سبب جس پر غسل فرض ہو اسے اور حیض و نفاس والی عورتوں کو اس پر چڑھنا حلال نہیں۔ اور اسی بنیاد پر کہ مسجد کی چھت بھی مسجد ہے اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں اس مسجد میں داخل نہیں ہوں گا پھر وہ اس کی چھت پر چڑھا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ لازم ہوگا جیسا کہ حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ قال الزیلعی ولھذا یصح اقتداء من علی سطح المسجد بمن فیہ اذا لم یتقدم علی الامام ولا یبطل الاعتکاف بالصعود الیہ ولا یحل للجنب و الحائض والنفساء الوقوف علیہ ولو حلف لا یدخل ھذہ الدار

فوقف علی سطحہا یحنث (رد المحتار جلد اول ص۴۲۱) اور مسجد کی چھت پر مدرسہ بنانا وقف کی تغییر بھی ہے جو ناجائز ہے فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص۲۹۹ پر فتاویٰ عالمگیری سے ہے لا یجوز تغییر الوقف۔ اور کوئی ناجائز عمارت مسجد کی چھت پر یا دیوار پر بنادی گئی تو اسے گرا دینا واجب ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ دہم ص۳۹ پر ہے اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاترخانیۃ فاذا کان ہذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد (درمختار جلد سوم ص۳۷۱) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ ربیع الاول ۱۷ ھ

مسئلہ: از عبدالرشید صدیقی۔ تاتار پور۔ علی گنج۔ لکھنؤ

اسلام پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر ایل، ڈی، اے سرکار نے زمین چھوڑی ہے۔ مزار شریف کے دائیں بائیں دو قبریں بنی ہیں۔ بقیہ خالی زمین پر مسجد تعمیر کرائی جا سکتی ہے یا نہیں؟ کچھ آدمیوں کا اعتراض ہے کہ وہ زمین کسی نے الاٹ نہیں کرایا ہے اور نہ ہی مسجد کے نام سے کسی نے وقف کیا ہے اور کچھ لوگوں کا اعتراض ہے کہ جب مزار کے نام سے زمین چھوٹی ہے تو ضرور مسجد بنائی جا سکتی ہے اور اس چھوٹی ہوئی زمین پر کئی سالوں سے نماز تراویح اور عیدین کی نماز بھی ہوتی ہے۔ تو مذکورہ بالا زمین پر نماز پڑھنا پڑھانا جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: شہر کی وہ زمین جس کا کوئی خاص شخص مالک نہیں ہوتا اور گورنمنٹ اس میں بطور خود تصرف کرتی ہے جسے چاہتی ہے

دیتی ہے اور جو چاہتی ہے اس میں بنوا لیتی ہے۔ ایسی زمین خدائے تعالیٰ کی ملک ہوتی ہے اور بیت المال کی کہلاتی ہے عند الشرع وہ گورنمنٹ کی ملکیت نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عادالارض للہ ورسولہ۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صـ ۴۵۹ پر ہے۔ تو جب ایسی زمین کی مالک ازروئے شرع گورنمنٹ نہیں تو بابا صاحب کے مزار کے نام پر اس کے دینے سے زمین مذکور مزار پر وقف نہ ہوئی لہذا اس زمین پر مسجد بنانا اور اس میں نماز پڑھنا پڑھانا جائز ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر مسلمان جہاں بھی مسجد بنالیں وہ مسجد ہو جائے گی ایسی زمین پر مسجد بنانے کے لئے کسی کے وقف کرنے کی ضرورت نہیں۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ر شعبان المعظم سنہ ۱۴۱۶

مسئلہ:۔ ازمحمد شاکر علی برہانی زمرد گنج موتی نگر فیض آباد

چک بندی کے دوران مسلمانوں نے گورنمنٹ سے یا پردھان سے مسجد کے نام پر دو بسوہ زمین کی مانگ کی اور وہ دستیاب بھی ہوگئی۔ لیکن بیعنامہ نہیں ہوا۔ مگر مسجد اس زمین پر نہ بناکر دوسری جگہ مسلمانوں نے بنالیا ہے اور یہ چند وجوہ سے ایسا کیا گیا ہے۔ پہلی وجہ جانے کا راستہ نہیں ہے دوسری وجہ جگہ مربع نہیں ہے یعنی لمبائی زیادہ ہے اور چوڑائی کم ہے۔ تیسری وجہ سمت صحیح نہیں ہے۔ چوتھی وجہ تین مسلمانوں کے گھر کی نالی اس زمین میں بہتی ہے نقشہ حسب ذیل ہے۔

جنوب

یہ کھیت ہے راستہ بند ہے		
یہ نالی ہے	یہ مسجد کی زمین ہے یہ نالی ہے	یہ نالی ہے
دروازہ	دروازہ	دروازہ
مکان	مکان	مکان

شمال

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ گرام سماج کی زمین جو پردھان نے مسجد کے نام پر دیا اور تقریباً سات سال سے وہ زمین ویسے پڑی ہوئی ہے اور اب تک مسجد کی تعمیر نہ ہو سکی تو اس زمین کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟ کیا مذکورہ عذر کے پیش نظر یا بغیر عذر کے اس زمین کو ان مسلمانوں کے ہاتھ جن کے استعمال میں ہے بیچ کر اس کا معاوضہ جو مسجد تعمیر ہو چکی ہے لگایا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ (جب کہ اسکی اشد ضرورت ہے) اگر نہیں تو کس مصرف میں لایا جائے اور جن لوگوں کی نالیاں پہلے ہی سے اس زمین میں بہہ رہی ہے اب ان کے لئے کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ شہر یا دیہات کی وہ زمین جس کا کوئی شخص خاص مالک نہیں ہوتا اور گورنمنٹ یا پردھان اس میں بطور خود تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دے دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں اس میں بنوا لیتے ہیں ایسی زمین خدائے تعالیٰ کی ملک ہوتی ہے اور بیت المال کی کہلاتی ہے۔ عندالشرع گورنمنٹ یا پردھان اس کا مالک نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عاد الارض للہ ورسولہ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صہ ۴۵۹ پر ہے۔ تو جب ایسی زمین کے مالک عندالشرع گورنمنٹ اور پردھان نہ ہوئے تو مسجد کے نام پر ان کے دینے سے زمین مسجد کے حکم میں نہ ہوگی جب تک کہ اس کو مسلمان مسجد نہ بنالیں۔ لہذا صورت مسئولہ میں جب کہ

گورمنٹ یا پردھان کی دی ہوئی زمین کو مسلمانوں نے مسجد نہ بنایا تو وہ مسجد نہ ہوئی اسے بیچ کر رقم مسجد کی تعمیر میں لگائی جاسکتی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ

مسئلہ:۔ از جلیل شاہ مچھلی محال لکھنؤ

ڈاکخانہ اور بینک میں جو روپئے جمع کئے جاتے ہیں چالو کھاتہ میں یا فکس ڈپوزٹ۔ تو اس پر جو نفع ملتا ہے اسے لینا اور اپنی ضروریات پر خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ کافروں کی تین قسمیں ہیں ذمی، مستامن اور حربی۔ ذمی وہ کافر ہیں جو دار الاسلام میں رہتے ہوں اور بادشاہ اسلام نے انکے جان و مال کی حفاظت اپنے ذمہ لیا ہو۔ اور مستامن وہ کافر ہیں جو کچھ دنوں کے لئے امان لے کر دار الاسلام میں آگئے ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ ہندوستان کے کفار نہ تو ذمی ہیں اور نہ مستامن بلکہ وہ تیسری قسم کے کافر حربی ہیں جیسا کہ حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو بادشاہ عالمگیر کے استاذ تھے اپنے زمانہ کے ہندوستانی کافروں کے بارے میں تحریر فرمایا ان ھم الا حربیون وما یعقلھا الا العالمون (تفسیرات احمدیہ صفحہ ۳) اور کافر حربی و مسلمان کے درمیان سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لا ربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب۔ اور اس حدیث شریف میں دار الحرب کی قید واقعی ہے نہ کہ احترازی۔ جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں قید واقعی ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ——— لہذا وہ بینک جو خالص غیر مسلموں کے ہوں ان سے جو زائد روپیہ ملتا ہے اسے لینا اور اپنی ضروریات پر خرچ کرنا جائز ہے اور وہ بینک جو مسلمانوں کے ہوں یا مسلم و غیر مسلم

دونوں کے مشترکہ ہوں ان سے جو زائد روپیہ ملے وہ یقیناً سود ہے۔ حرام ہے۔ رہے ڈاکخانے اور حکومت کے بینک کے منافع۔ تو یہاں کی حکومت غیر مسلموں کی ہے۔ لہذا اس کے ڈاکخانے اور بینک کے منافع بھی شرعاً سود نہیں خواہ وہ چالو کھاتہ پر ملیں یا فکس ڈپوزٹ پر۔ لیکن منافع کا لینا اسی صورت میں جائز ہے کہ اسے جائز سمجھ کر لے۔ سود سمجھ کر لینا حرام ہے کہ سود بہر حال حرام ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۔ وَھُوَ تَعَالٰی اَعلم

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

۶ ربیع الآخر ۱۶ھ

مسئلہ:۔ از نعیم اللہ برکاتی۔ کتب خانہ برکاتیہ۔ کول پیٹھ۔ کرناٹک

ایک گورنمنٹ بینک ہے جس کے کافر ملازموں نے ایک کمیٹی بنا کر الگ سے سودی کاروبار اسی طرح شروع کیا ہے کہ وہ مسلم اور غیر مسلم سب سے روپیہ لے کر جمع کرتے ہیں اور اپنا روپیہ بھی اس میں ڈالتے ہیں پھر مسلم غیر مسلم سب میں سود پر روپیہ بانٹتے ہیں۔ اور اس کمیٹی میں روپیہ جمع کرنے والوں کو سود دیتے ہیں۔ مذکورہ کمیٹی میں روپیہ جمع کر کے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ کہ اس کمیٹی سے روپیہ قرض لے کر سود دیتے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ مذکورہ کمیٹی میں روپیہ جمع کر کے اس کا نفع سود کی نیت سے لینا جائز نہیں کہ سود بہر حال حرام ہے جیسا کہ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی اللہ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام قرار دیا۔ (پ۳ سورۂ بقرہ آیت ۲۷۵) البتہ اس کمیٹی کا دیا ہوا نفع اس نیت سے لینا جائز ہے کہ وہ سود نہیں۔ اسلئے کہ یہاں کے غیر مسلم حربی ہیں اور مسلمان و حربی کے درمیان سود نہیں۔

جیساکہ حدیث شریف میں ہے لاربابین المسلم والحربی۔ اور کمیٹی مذکور سے روپیہ قرض لے کر اس کو نفع دینا جائز نہیں۔ ہاں اگر تھوڑا نفع دینے میں اپنا نفع زیادہ ہو تو اس صورت میں دینے والوں پر کوئی مواخذہ نہیں فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم ص۳۸۸ پر ردالمحتار سے ہے الظاھران الاباحۃ یفید نیل المسلم الزیادۃ وقد الزم الاصحاب فی الدرس ان مرادھم من حل الربا والقمار ما اذا حصلت الزیادۃ للمسلم اھ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۷ھ

مسئلہ: ازسید محمد تنویر ہاشمی جامعہ ہاشم پیر بیجاپور۔ کرناٹک

زید اور اس کے چند احباب پر مشتمل ایک سوسائٹی ہے۔ اس سوسائٹی کے جملہ ممبران ہر مہینہ طے شدہ رقم جمع کرتے ہیں۔ ان ممبران میں اگر کسی کو ضرورت پڑتی ہے تو دس ہزار روپیہ سوسائٹی ضرورت مند ممبر کو دیتی ہے اس شرط کے ساتھ کہ جب ضرورت مند طے شدہ مدت میں یہ رقم لوٹائے تو ایک ہزار روپیہ زائد سوسائٹی کو دے۔ دس ہزار دینے کا طریقہ یہ ہے کہ ضرورت مند کو زید ایک سنار کے یہاں لے جاتا ہے۔ سوسائٹی کے نام دس ہزار روپئے کا سونا خریدا جاتا ہے۔ پھر ضرورت مند کو وہ سونا دے دیا جاتا ہے۔ ضرورت مند وہ سونا سنار کو لوٹاتا ہے۔ پھر سنار ضرورت مند کو دس ہزار روپیہ دیتا ہے۔ اگر کوئی ممبر فرج (　) یا کوئی دوسری چیز لینا چاہے تو سوسائٹی اس کو مذکورہ بالا طریقہ پر خرید کر دیتی ہے۔ سامان کا ضرورت مند دس ہزار کا سامان لے۔ روپیوں کا ضرورتمند روپیہ لے۔ شرط یہ ہے کہ دس ہزار کے بجائے گیارہ ہزار لوٹائے

اور طے شدہ مدت میں لوٹائے۔ یہ کاروبار خالص مسلمانوں میں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس طرح کا کاروبار جائز ہے؟ بکر اس کاروبار کو سود کا نام دیتا ہے۔ ازراہ کرم جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ مذکورہ صورت بیع عینہ کی ہے جو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ قرض خوبی اور حسن سلوک سے محض نفع کی خاطر سوسائٹی بچنا چاہتی ہے۔ اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ اچھی نیت ہو تو اس میں حرج نہیں بلکہ بیع کرنے والا مستحق ثواب ہے۔ کیونکہ وہ سود سے بچنا چاہتا ہے۔ اور مشائخ بلخ نے فرمایا کہ بیع عینہ ہمارے زمانہ کی بہترین بیع ہے۔ مگر اس بیع میں ضروری ہے کہ سوسائٹی کا آدمی سنار سے سونا اپنے ہاتھ میں لے کر ضرورت مند سے کہے کہ میں نے اس کو گیارہ ہزار روپیہ میں تمہارے ہاتھ بیچا اور وہ کہے کہ میں نے قبول کیا پھر ضرورت مند اسے چاہے دس ہزار میں بیچے یا اس سے کچھ کم زیادہ میں۔ اور اس سنار کے ہاتھ فروخت کرے یا کسی دوسرے کے۔ بہر حال سوسائٹی کا گیارہ ہزار روپیہ اس پر لازم ہو گیا۔ بشرطیکہ مدت معینہ پر رقم کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں سوسائٹی گیارہ ہزار پر کچھ روپیوں کا اضافہ نہ کرے ورنہ سود ہو جائے گا۔ اسی طرح سوسائٹی فرج وغیرہ کوئی چیز دس ہزار میں خرید کر ضرورت مند کے ہاتھ گیارہ بارہ ہزار یا اس سے زیادہ میں فروخت کر سکتی ہے۔ یہ جائز ہے۔ کما ھو الظاھر

البتہ دس ہزار نقد روپیہ دے کر کچھ بھی زیادہ وصول کرنا سود ہے اس صورت میں سوسائٹی کے سارے ممبران اور ضرورت مند سب کے سب سود کے گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں جو اشد حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے "لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٰکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء" یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود لینے والوں، سود دینے والوں، سودی کاغذ لکھنے والوں اور اسکے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ وہ سب (گناہ میں) برابر کے شریک ہیں۔ (انوار الحدیث ص۳۲ بحوالہ مسلم)

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الربا سبعون جزءً ایسرھا ان ینکح الرجل امہ۔ یعنی سود کا گناہ ایسے ستر گناہوں کے برابر ہے جن میں سب سے کم درجہ کا گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے العیاذ باللہ تعالیٰ (ابن ماجہ بیہقی بحوالۂ انوار الحدیث ص۳۲) وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۷ھ

مسئلہ:۔ از محمد جلال الدین الرضوی النعیمی۔ حسن ٹولہ، ڈاکخانہ نرائنپور راج محل ضلع صاحب گنج۔ (بہار)

زید نے بھرے مجمع میں یہ دعویٰ کیا کہ خالد نے عمرو کے ساتھ بدفعلی کیا ہے اور بدفعلی کا کرنا دعویٰ سے تقریباً پانچ مہینہ پہلے کا بیان کیا۔ بلال شیخ نے کہا اے زید آپ مولوی ہو اس لئے آپ ہی بتاؤ کہ ثبوت بدفعلی کے لئے شریعت کے نزدیک کتنے گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ تو زید اور اسکے ساتھ اور دو مولویوں نے کہا کہ تین گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ تو بلال شیخ نے ایک دوسرے مولوی بکر سے دریافت کیا کہ کیا ان دونوں مولویوں نے صحیح بتایا تو بکر نے کہا کہ ان مولویوں نے غلط بتایا۔ شریعت میں ثبوت بدفعلی کے لئے چار گواہوں کی گواہی ضروری ہے تو زید اور ان کے معاون صاحبان نے اپنے اس قول سے رجوع کیا اور بکر کے قول کی تصدیق کی۔ بلال شیخ نے کہا اے زید کیا آپ نے

اپنی آنکھوں سے خالد کو عمرو کے ساتھ بدفعلی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ تو زید نے کہا ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے البتہ چار پانچ شخصوں کو دکھایا ہے۔ تو بلال شیخ نے کہا آپ اپنے گواہوں کو پیش کیجئے۔ تو زید نے کہا ابھی گواہ لوگ موجود نہیں۔ البتہ ایک طالب علم جو دوسرے موقع پر خالد کو عمرو کے ساتھ بدفعلی کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ موجود ہے تو مجمع عام نے اس طالب علم کو بلایا اور پوچھا کہ آپ اس سلسلہ میں کیا جانتے ہیں؟ تو طالب علم نے کہا ہم اس سلسلے میں کسی مدرس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے ہیں البتہ ایک رات خالد کے روم میں ایک لڑکا کو سویا ہوا دیکھا جس کی لنگی اوپر اٹھی ہوئی تھی تو بلال شیخ نے پوچھا کیا خالد اس وقت روم میں موجود تھے؟ تو طالبعلم نے بتایا مجھے اس کا علم نہیں کیونکہ خالد رات کو پڑھا کر اکثر مکان چلا جایا کرتے تھے۔ مگر عابد نے کہا یہ طالب علم دو تین آدمیوں کے سامنے خالد کا عمرو کے ساتھ بدفعلی کرنے کو بیان کیا ہے۔ لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسی صورت میں خالد پر بدفعلی کا الزام شرعاً ثابت ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں تو زید اور ان کے معاون پر عندالشرع کیا حکم ہے؟

(۲) ـــــــ زید اور ان کے معاون امامت اور مدرس بننے کے لائق ہیں یا نہیں؟

(۳) ـــــــ ثبوت بدفعلی کے لئے کتنے گواہوں کی گواہی ضروری ہے اور گواہوں کا کیسا ہونا ضروری ہے؟

(۴) ـــــــ زاہد کا بیان ہے کہ ہم نے اپنی بیوی کو کہا تجھ کو ایک طلاق دو طلاق۔ اور مطلقہ کہتی ہے کہ زاہد ایک طلاق دو طلاق کہنے کے بعد جاتے ہوئے دروازہ پر "جا" کہا ہے مگر زاہد لفظ جا سے لاعلمی کا اظہار کر رہا ہے اور کہتا ہے مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں! ایسی

صورت میں زاہد کی بیوی ہندہ پر کتنی طلاقیں واقع ہوئیں؟ بینوا توجروا

الجواب: (۱) ـــــ صورت مذکورہ میں خالد پر بدفعلی کا الزام عندالشرع ثابت نہیں ہوگا۔ زید اور اس کے ہمنواؤں پر توبہ و استغفار لازم ہے اور خالد سے معافی مانگنا بھی ضروری ہے۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) ـــــ توبہ کے بعد امامت کر سکتے ہیں اور مدرس بہر حال بن سکتے ہیں مگر ایسے لوگوں کو مدرس نہ بنانا چاہیئے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) ـــــ گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے اور ثبوت بدفعلی کے لئے دو گواہوں کی ضرورت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واشھدوا ذوی عدل منکم (پارہ ۲۸، سورۂ طلاق) واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) ـــــ زاہد نے اگر مدخولہ بیوی سے واقعی یوں بغیر عطف کہا کہ تجھ کو ایک طلاق دو طلاق اور عطف کی نیت بھی نہیں کی تو اس جملہ سے صرف دو طلاقیں واقع ہوئیں۔ اور وہ قسم کھا کر کہہ دے کہ لفظ "جا" کے بارے میں مجھے علم نہیں تو محض اس کی مطلقہ کے بیان پر اس لفظ سے وقوع طلاق کا حکم نہ کریں گے۔ اگر خالد جھوٹی قسم کھائے گا تو وبال اس پر ہوگا۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: ـــ از مولوی محمد حدیث ـ سنبر سا پور ندر پور۔ مہراج گنج

(۱) ـــــ زید ڈاکٹری کرتا ہے اور زید کے گھر والے کھلم کھلا دیوبندی ہیں اور اس کے گاؤں کے صحیح العقیدہ مسلمانوں نے بھی بتایا کہ زید دیوبندی ہی ہے۔ زید کچھ بھی کہے۔ اور زید کے ظاہری اطوار و افعال سے بھی پتہ نہیں چلتا کہ وہ سنی ہے۔ بکر جو کہ سنی صحیح العقیدہ عالم

؎ اور شامی بحث الرواطف جلد ۲ صفحہ ۱۵۷ مطبوعہ نیاز برکلیہ بلکی فی الشھادۃ علیھما عدلان (لا) اربعۃ ا؎

ہے وہ زید کی دوکان پر اٹھتا بیٹھتا ہے۔ کھاتا پیتا ہے اور بکر کہتا ہے کہ زید سنی ہے جب کہ اس کی وہابیت مشہور ہے۔ زید اپنی دوکان چلا کے واسطے سنیوں کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے جاتا ہے۔ اب اس صورت مین بکر کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟ اس عالم کے یہاں سنی کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں ؟

(۲) ـــــ جو عالم یا مولوی جان بوجھ کر وہابی کی لڑکی کا نکاح پڑھے اور اس کے یہاں کھانا بھی کھائے اور میل جول بھی رکھے اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ (۱) ـــــ زید کے گھر والے جب کہ کھلم کھلا دیوبندی ہیں اور خود زید کی بھی وہابیت مشہور ہے تو بکر سنی عالم دین پر لازم ہے کہ وہ زید کے پاس اٹھنا بیٹھنا اور اس کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں کہ جو شخص سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن سے دوستی کرتا ہے اور اپنے عمل سے سنی عوام کے گمراہ ہونے کی راہ ہموار کرتا ہے وہ بغیر وضو و غسل کے نماز بھی پڑھا سکتا ہے۔ مسلمان ایسے مولوی کا بائیکاٹ کریں اور اس کے یہاں کھانا وغیرہ ہرگز نہ کھائیں۔

(۲) ـــــ جو عالم جانتے ہوئے وہابی کی لڑکی کا نام نہاد نکاح پڑھ کر زنا کا دروازہ کھولے اور وہابی کے یہاں کھائے پیئے اور اس سے میل جول رکھے تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو سوال ۱ کے جواب میں گذرا۔ لہٰذا اگر وہ نکاحانہ پیسہ واپس کرے اور نکاح کے باطل ہونے کا عام اعلان کرے اور لوگوں کے سامنے توبہ و استغفار کرے تو بہتر ورنہ اس اس کا بھی بائیکاٹ کریں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ۷ ع ۱۴) وَھُوَ تَعَالیٰ اَعْلَم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ رجمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از سید محفوظ الرحمٰن قادری۔ چک رگھوناتھ نینی الہ آباد

(۱) ـــــــ کچھ دنوں سے ہمارے محلہ کی مسجد کے امام صاحب نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ ہمارے محلہ میں بڑے بھائی جو کہ عالم باعمل اور اصول طریقت کے پابند عبادت گذار و متقی و پرہیزگار ہیں۔ ان سے محلہ کے چند احباب مرید ہیں اور اہل محلہ سے بڑے بھائی کے کافی تعلقات اچھے ہیں۔ لیکن امام صاحب نے بڑے بھائی کے مقابل چھوٹے بھائی کو جو صرف حافظ و قاری ہیں۔ امام صاحب اہل محلہ کو سمجھا بجھا کر چھوٹے بھائی سے مرید کراتے ہیں۔ کیا ان کا یہ طریقہ عالم کی عظمت و عزت و اہمیت کے خلاف نہیں ؟

(۲) ـــــــ عالم کی عزت و عظمت کے خلاف امام صاحب کا قصداً عمل ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے ؟

(۳) ـــــــ دونوں حقیقی بھائی ہیں اور ایک ہی پیر سے دونوں بھائی مرید ہیں اور دونوں بھائیوں کا ایک ہی سلسلہ ہے ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے امام صاحب کے اس طریقہ سے دونوں بھائیوں میں شاید رنجش اور ہم سنیوں کے درمیان سخت نا اتفاقی پیدا ہو جائے گی۔ فتنہ و فساد پھیلانے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ (۱) ـــــــ پیری کے لئے چار شرطیں ہیں۔ اول سنی صحیح العقیدہ ہو۔ دوم اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل کتابوں سے نکال سکے اگرچہ سند یافتہ عالم نہ ہو کہ سند کوئی چیز نہیں۔ علم ضروری ہے۔ سوم فاسق معلن نہ ہو۔ چہارم۔ اس کا سلسلہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو۔ لہٰذا اگر یہ چاروں شرطیں

چھوٹے بھائی میں پائی جاتی ہیں تو امام مذکور کا ایسے پیر سے مرید کرانے اور لوگوں کے ان سے مرید ہونے میں بڑے بھائی جو عالم دین ہیں ان کی عزت وعظمت کے خلاف نہیں کہ بہت سے خانوادوں میں پیر کے ہوتے ہوئے اس کے خلیفہ سے، باپ کے ہوتے ہوئے بیٹے سے چچا کے ہوتے ہوئے بھتیجے سے اور استاذ کے ہوتے ہوئے شاگرد سے لوگ مرید کرلتے اور ہوتے ہیں جسے کسی کی عزت وعظمت کے خلاف نہیں قرار دیا جاتا۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲)____ جب امام مذکور کا عمل عالم کی عزت وعظمت کے خلاف نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳)____ چھوٹے بھائی سے لوگوں کے مرید ہونے کے سبب بڑے بھائی کا اس سے رنجش رکھنا اور آپس میں نااتفاقی پیدا کرنا نفسانیت اور گناہ ہے۔ تو اس بنیاد پر فتنہ وفساد پھیلانے کے ذمہ دار بڑے بھائی اور ان کے ہمنوا ہوں گے نہ کہ امام صاحب۔ لہٰذا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ کوئی اور شرعی خرابی نہ ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۳؍ رجب المرجب ۱۷ھ

مسئلہ:۔ از محمد جمیل اختر رضوی قصبہ بارا ضلع کانپور دیہات

(۱)____ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے نبی کی تصویر پر نبی کا اطلاق فرمایا ہے لیکن مفتی احمد یار خاں قدس سرہٗ نے اس کے خلاف لکھا ہے لہٰذا دونوں میں مطابقت کیسے ہو؟

(۲)____ جو لوگ گھٹنے کھولے پھرا کرتے ہیں ان کے سلام کا جواب دینا انھیں سلام کرنا ازروئے شرع شریف کیسا ہے؟

(۴) ـــــــ عین قبرستان میں نماز جنازہ پڑھا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ قبرستان کا علم ہوتے ہوئے پڑھی تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: (۱) ـــــــ امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی کی تحریر میں نبی کی تصویر پر جو نبی کا اطلاق ہے وہ مجازاً ہے اور حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب نے نبی کی تصویر کو نبی بتانا جو کفر قرار دیا ہے وہ حقیقت کے اعتبار سے ہے جیسے کہ کعبہ شریف کی تصویر ہو اور کوئی دریافت کرے کہ یہ کیا چیز ہے؟ اس کے جواب میں کوئی کہے کہ یہ کعبہ شریف ہے تو اس کا یہ قول مجازاً ہے پھر دریافت کرنے والا اگر اس خیال سے کہ جب یہ تصویر کعبہ شریف ہے تو میں اس کی طرف منھ کر کے نماز پڑھوں گا اس پر وہی شخص یہ کہے کہ نماز نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ کعبہ شریف نہیں ہے تو اس کا یہ قول حقیقت کے اعتبار سے ہے

(۲) ـــــــ حدیث شریف میں ہے الرکبۃ من العورۃ۔ یعنی گھٹنہ شرمگاہ میں سے ہے۔ لہذا اسے بلاضرورت کسی کے سامنے کھولنا یا کھولے ہوئے لوگوں کے سامنے پھرنا حرام ہے اور فعل حرام کا علانیہ مرتکب فاسق معلن ہے۔ ایسے شخص کو بے ضرورت اور بلامجبوری سلام کی ابتدا کرنا جائز نہیں مگر ان کے سلام کا جواب دینا جائز ہے۔

وھو تعالیٰ اعلم

(۳) ـــــــ قبرستان کا علم ہوتے ہوئے بھی عین قبرستان میں نماز جنازہ پڑھی تو بھی ہوگئی۔ لیکن اگر قبروں پر کچھ لوگ چلے پھرے یا اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو گنہگار ہوئے۔ کما ھو مصرح فی الکتب الفقھیۃ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ ر رجب المرجب ۱۷ھ

مسئلہ :- از (مولانا) محمد اقبال قادری مصباحی - ۲۹، والنٹ اسٹریٹ - بولٹن - (انگلینڈ)

ایک سنی عالم نے اپنے وعظ میں کہا کہ داڑھی منڈانے والا فاسق معلن ہے ایسا شخص ولی نہیں ہو سکتا - ولی ہونے کے لئے متقی ہونا ضروری ہے - اور فاسق معلن سے مرید ہونا بھی جائز نہیں اگرچہ وہ سید ہو کہ جب فاسق معلن کی اقتداء میں نماز پڑھنا نہیں جائز ہے تو اس کی اتباع و پیری میں جنت کیسے مل سکتی ہے ؟ عرض یہ ہے کہ اگر مولانا صاحب کا بیان صحیح ہے تو دلیل کے ساتھ بالتفصیل جواب تحریر فرمائیں بینوا توجروا

الجواب :- مولانا صاحب کا بیان صحیح ہے - بیشک ولی ہونے کے لئے متقی و پرہیزگار ہونا ضروری ہے - آیت کریمہ "اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ" کے بعد خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا" اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ - یعنی اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو مومن و متقی ہیں (پ۱۱ سورۂ یونس آیت ۶۲) عارف باللہ حضرت علامہ صاوی علیہ الرحمۃ والرضوان آیت مذکورہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں ان اولیاء اللہ ھم الذین اتصفوا بالایمان وھو اعتقاد الصحیح المبنی علی الدلائل القطعیۃ والتقوی وھو امتثال المامورات واجتناب المنھیات علی طبق الشرع - ولذا قال القشیری شرط الولی ان یکون محفوظا کما ان من شرط النبی ان یکون معصوما فکل من کان للشرع علیہ اعتراض فھو مغرور ومخادع - یعنی اولیاء اللہ صرف وہ لوگ ہیں جو ایمان و تقویٰ سے متصف ہوں - اور ایمان نام ہے ان اعتقادات صحیحہ کا جن کی بنیاد دلائل قطعیہ پر ہو اور جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے شریعت کے مطابق ان پر عمل کرنے اور جن باتوں کے کرنے سے روکا گیا ہے ان سے بچنے کو تقویٰ کہتے ہیں اور

اسی لئے حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ولی کی شرط یہ ہے کہ وہ گناہ سے محفوظ ہو جیسے کہ نبی کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ معصوم ہو۔ لہذا ہر وہ شخص کہ جس کے قول وفعل پر شریعت کو اعتراض ہو وہ (اپنے آپ کو ولی سمجھنے کے متعلق) دھوکا وفریب میں ہے۔ (تفسیر صاوی جلد دوم ص۱۸۲) اور حضرت علامہ سلیمان جمل علیہ الرحمۃ والرضوان حضرت علامہ صاوی کی طرح لکھنے کے بعد علامہ قشیری کا یہ کلام بھی نقل فرماتے ہیں قال الولی ھوالذی توالت افعالہ علی الموافقۃ۔ یعنی تو ولی وہ شخص ہے جس کے کام ہمیشہ شرع کے موافق ہوں (تفسیر جمل جلد دوم ص۳۶)

اور حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ الولی ھوالعارف باللہ تعالیٰ وصفاتہ حسب مایمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانھماک فی اللذات والشھوات (شرح عقائد نسفی ص۱۰۱) اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں " ولی کسے است کہ عارف باشد بذات وصفات حق بر قدر طاقت بشری و مواظب باشد بر اتیان طاعت وترک منہیات در لذات وشہوات وکامل باشد در تقویٰ واتباع (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۵۹۵)

ان عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ولی وہ مسلمان ہے جو بقدر طاقت بشری خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات کا عارف ہو اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمیشہ فرمانبرداری کرتا ہو۔ گناہوں سے دور رہتا ہو اور لذات وشہوات میں انہماک نہ رکھتا ہو۔

واضح طور پر معلوم ہوا کہ ولی کے لئے مسلمان ہونے کے ساتھ متقی وپرہیزگار ہونا بھی ضروری ہے۔ لہذا جو شخص قدرت کے باوجود نماز نہ پڑھے یا روزہ نہ رکھے وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اعلیٰ

حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "جو باوصف بقائے عقل و استطاعت قصداً نماز یا روزہ ترک کرے ہرگز ولی اللہ نہیں، ولی الشیطان ہے۔ قرآن و حدیث میں اسے مشرک و کافر تک فرمایا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہو جاؤ وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ جِهَارًا۔ جس نے قصداً نماز چھوڑی وہ علانیہ کافر ہو گیا۔ (فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۹۴)

اور داڑھی منڈانا یا اسے ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔ حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں یحرم علی الرجل قطع لحیتہ (درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۲۶۱) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "داڑھی منڈانا حرام ہے (فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۶۸) اور حضرت صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ داڑھی سنن انبیائے سابقین سے ہے منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔ (بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۱۶۴) لہذا داڑھی منڈانے والا اور اسے ایک مشت سے کم رکھنے والا ارتکاب حرام کے سبب ولی نہیں ہو سکتا اور نہ ایسے شخص کو پیر بنایا جا سکتا ہے کہ وہ فاسق معلن ہے اور پیر کا فاسق معلن نہ ہونا ضروری ہے جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ پیر کے لئے چار شرطیں ہیں قبل از بیعت ان کا لحاظ فرض ہے۔ اول سنی صحیح العقیدہ ہو دوم اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل کتابوں سے نکال سکے سوم فاسق معلن نہ ہو۔ چہارم اس کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو۔ (بہار شریعت حصہ اول صفحہ ۷۹) لہذا اگر کسی سید

ہیں یہ چاروں شرطیں نہ پائی جائیں تو اس سے بھی مرید ہونا جائز نہیں کہ شریعت کا یہ حکم سید اور غیر سید دونوں کے لئے یکساں ہے۔ بلکہ اگر سید کسی گناہ کے سبب فاسق ہو تو اور زیادہ مستحق عذاب ہے جیسا کہ سادات مارہرہ مطہرہ کے مورث اعلیٰ حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ سید کے لئے اطاعت و عبادات میں دوسروں کی بہ نسبت دوگنا ثواب ہے اور گناہوں و بدکاریوں میں دوسروں کی بہ نسبت دوگنا عذاب (سبع سنابل شریف اردو ص۹۶) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲/ شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:۔ از گلزار خان پٹھان مقام پانچ گاؤں۔ آبو پروت ضلع سروہی (راجستھان)

(۱) ـــــ ہمارے یہاں پہلی مرتبہ بعد نماز جمعہ صلاۃ وسلام پڑھا گیا تو اس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ جو آپ پڑھ رہے ہیں یہ کون سی کتاب میں لکھا ہے؟ یہ کہہ کر سلام رکوا دیا کہ ابھی کچھ لوگ نماز ادا کر رہے ہیں خلل ہو رہا ہے بند کرو۔ اس پر امام صاحب بیٹھ گئے جب کچھ لوگ باقی نماز سے فارغ ہو گئے تو امام صاحب نے اجازت لے کر واپس صلاۃ وسلام کے لئے کھڑے ہوئے تو باہر سے کچھ لوگ آئے اور پھر سلام کو رکوا دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ عرب سے فتویٰ منگوا کر دکھا دو تو ہم بھی سلام پڑھیں گے۔

(۲) ـــــ جنھوں نے صلاۃ وسلام پڑھنے پر اعتراض کیا ہے ان لوگوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ (۱) ـــــ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا یعنی اے ایمان والو! نبی پر درود بھیجو اور سلام پڑھو جیسا کہ سلام پڑھنے کا حق ہے (پ۲۲ ع ۴) اس آیت کریمہ میں صلاۃ وسلام پڑھنے کا حکم ہے مگر یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ کب پڑھو اور کیسے پڑھو یعنی حکم مطلق ہے لہذا مسلمان کو اختیار ہے کہ چاہے جب پڑھے اور چاہے جیسے پڑھے کسی کو روکنے کا حق نہیں جیسے کہ آیت کریمہ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ میں زکاۃ دینے کا حکم ہے لیکن یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ صبح، دوپہر، شام کو زکاۃ دو یا رات میں۔ اور یہ بھی نہیں بتایا گیا ہے کہ کھڑے ہو کر، بیٹھ کر یا لیٹ کر زکاۃ ادا کرو۔ یعنی قرآن میں زکاۃ دینے کا حکم مطلق ہے۔ لہذا بندے کو اختیار ہے کہ وہ صبح، دوپہر، شام یا رات کو جب چاہے زکاۃ ادا کرے اسی طرح کھڑے ہو کر لیٹ کر اور بیٹھ کر جس طرح بھی چاہے زکاۃ دے کسی کو روکنے کا حق نہیں۔ اگر کچھ لوگ بعد نماز جمعہ کھڑے ہو کر زکاۃ ادا کریں تو کسی کو منع کرنے کا اختیار نہیں اور نہ یہ کہنے کا حق ہے کہ عرب سے فتویٰ منگاؤ تب ہم تسلیم کریں گے۔ اسی طرح بعد نماز جمعہ صلاۃ وسلام پڑھنے والوں کو روکنا اور ان سے یہ کہنا کہ عرب سے فتویٰ منگا کر ہم کو دکھلاؤ گمراہی و بدمذہبی ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دشمنی کی کھلی ہوئی نشانی ہے۔ البتہ جب کہ لوگوں کی نمازوں میں خلل ہو اس وقت بلند آواز سے درود شریف یا صلاۃ وسلام پڑھنا جائز نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲)______ جب کہ قرآن مجید میں صلاۃ وسلام پڑھنے کا حکم ہے تو جو لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ اگر جاہل نہیں تو گمراہ ہیں اور گمراہ نہیں تو جاہل ہیں۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از محمد ظہور موضع گنیش پور۔ دکھن د وارہ۔ بستی
محمد غنی کی لڑکی نے ایک شخص سے ناجائز تعلق پیدا کر لیا پھر اسی کے ساتھ بھاگ گئی۔ محمد غنی کسی طرح اس کو اپنے گھر واپس لائے پھر وہ دوبارہ اسی کے ساتھ بھاگ گئی اور نکاح کر لیا۔ شخص مذکور لڑکی کی برادری کا ہے اور اس کا کفو بھی ہے۔ اس واقعہ کے بعد سے برادری نے محمد غنی کا بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ اب محمد غنی کو برادری میں شامل ہونے کی کیا صورت ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا۔ یعنی اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے۔ لہٰذا محمد غنی نے اپنی لڑکی کو پردہ میں نہیں رکھا اور حتی المقدور صحیح طور پر اس کی نگرانی نہیں کی یہاں تک کہ اس نے شخص مذکور سے ناجائز تعلق پیدا کر لیا اور اس کے ساتھ بلا نکاح چلی گئی تو محمد غنی سخت گنہگار لائق عذاب قہار ہوا۔ برادری نے ایسے شخص کا بائیکاٹ کیا تو صحیح کیا۔ اب محمد غنی اگر برادری میں شامل ہونا چاہتا ہے تو اسے اور اس کی بیوی کو علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور نماز کی پابندی کا ان سے عہد لیا جائے۔ اور قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے، غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ امور خیر قبول توبہ میں معاون ہوتے ہیں۔
حدیث شریف میں ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا۔ وَهُوَ تَعَالٰی اَعْلَم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ ذی الحجہ ۱۵ھ

مسئلہ:۔ از محمد علی۔ کٹرا گاندھی نگر۔ بستی

زید کی بیوی ہندہ اپنے مکان سے چند منٹ کے لئے کسی ضرورت سے اپنے مکان کے عقبی حصے کے کھیت میں گئی تھی واپسی پر گاؤں کے چند اور زید کے برادران ہندہ پر زنا کا الزام لگاتے ہیں مگر زید اور زید کے باپ کو ہندہ کی پاکدامنی پر پورا پورا اعتماد ہے، ہندہ پر زور جبر کرکے زید کے باپ اور زید دریافت کرتے رہے مگر ہندہ برابر اپنی پاکدامنی کا اعلان کرتی رہی۔ ہندہ دو بچے کی ماں ہے اور ایک بچہ شکم ہندہ میں پرورش پا رہا ہے۔ ایسی صورت میں ہندہ پر کیا حکم لگتا ہے۔؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ بدگمانی حرام ہے خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے

یَآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

یعنی اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو کہ بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے (پ ۲۶ سورۂ حجرات آیت ۱۲) اور زنا کا ثبوت چار چشم دید گواہوں سے ہوتا ہے یا اقرار سے۔ لہٰذا جب کہ عورت زنا کا اقرار نہیں کر رہی ہے تو جو لوگ اس عورت پر زنا کا الزام لگاتے ہیں وہ اگر چشم دید چار گواہوں سے عورت کا زنا ثابت نہ کرسکیں تو اس کو پاک دامن ہی قرار دیا جائے گا اور بلا ثبوت زنا کا الزام لگانے والے سخت گنہگار ہیں توبہ کریں۔ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو ان میں سے ہر ایک کو اَسّی کوڑے لگائے جاتے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ فَاجْلِدُوْھُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَۃً۔ یعنی جو لوگ پارسا عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اَسّی کوڑے مارو۔ (پ ۱۸ سورۂ نور آیت ۴) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ر شوال المکرم ۱۷ھ

مسئلہ:۔ از محمد سرور بادشاہ قادری۔ ہوسپیٹ۔ کرناٹک
مسلک اعلیٰ حضرت کہنا لکھنا کیسا ہے؟ کیا اس سے پانچواں مسلک کا گمان ہوتا ہے۔؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ مسلک اعلیٰ حضرت کہنا اور لکھنا جائز ہے اس میں شرعاً کوئی خرابی نہیں، اور اس سے پانچویں مسلک کا گمان نہیں ہوتا اس لئے کہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی چاروں مذہب کے مجموعہ کا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ر شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

مسئلہ:۔ از عبد المصطفیٰ ابن محمد اسلام موضع چنئی ڈاکخانہ چنڈوا نیپال
(۱) ـــــ مدرسہ الحاق کروانا اور ایڈ لینا جائز ہے یا نہیں جب کہ بہت سی جگہوں پر رشوت دے کر کام کروانا پڑتا ہے۔
(۲) ـــــ بعض جگہوں پر کچھ فرضی طلبہ دکھلاتے ہیں اور صرف رجسٹر میں خانہ پری کی جاتی ہے (حالانکہ یہ جھوٹ اور فریب ہے) کیا ایسا رجسٹر بنانا جائز ہے جس میں غلط طور پر طلبہ دکھائے جاتے ہیں نیز ایسا رجسٹر بنانے والے کے لئے کیا حکم شرعی ہے۔؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ (۱) مدارس عربیہ کا الحاق کروانا اور ایڈ لینا جائز ہے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں اصل یہ ہے کہ بیت المال اسلامی ہو خواہ اسلامی نہ ہو جب انتظامات شرعیہ کا اتباع نہ کرے تو اہل استحقاق مثلاً طلبۂ علم دین و علمائے دین کہ اپنا وقت خدمات دینیہ مثلاً درس و تدریس و وعظ و افتاء

تصنیف میں صرف کر رہے ہوں اگرچہ لکھو کھا روپئے کے مالک، اغنیار کثیر المال ہوں، اور بیوہ یتیم بچے، اندھے فقرار و مساکین جو کچھ اس میں سے برضائے سلطنت بے غدر و فتنہ وارتکاب جرائم پائیں ان کے لئے جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۱۸۴) الحاق کے ذریعہ اپنے اسی حق ثابت کو وصول کیا جاتا ہے۔ جو بلاشبہ جائز ہے۔ اور تحریر فرماتے ہیں کہ جو مدارس ہر طرح سے خالص اسلامی ہوں اور ان میں وہابیت نیچریت و غیر مذہبی کا دخل نہ ہو ان کا جاری رکھنا موجب اجر عظیم ہے۔ احادیث کثیرہ ان کے فضائل سے مملو ہیں ایسے مدارس کے لئے گورنمنٹ اگر اپنے پاس سے امداد کرتی بلاشبہ اس کا لینا جائز تھا۔ اور اس کا قطع کرنا حماقت خصوصاً جب کہ اس کے قطع سے مدرسہ نہ چلے کہ اب یہ سدّ باب خیر تھا اور مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ پر وعید شدید وارد ہے نہ کہ جب وہ امداد بھی رعایا ہی کے مال سے ہو اب دوہری حماقت بلکہ دونا ظلم ہے کہ اپنے مال سے اپنے دین کو نفع پہنچانا بند کیا اور جب وہ مدارس اسلامیہ میں نہ لیا گیا تو گورنمنٹ اپنے قانون کے مطابق اسے دوسرے مدارس غیر اسلامیہ میں دیگی۔ تو حاصل یہ ہوا کہ ہمارا مال ہمارے دین کی اشاعت میں صرف نہ ہو بلکہ کسی دین باطل کی تائید میں خرچ ہو کیا مسلم عاقل اسے گوارہ کر سکتا ہے (فتاویٰ رضویہ ج دھم نصف آخر ص۲۷۷) ثابت ہوا کہ الحاق جائز ہے اور اسی پر آج جمہور علمار کا عمل ہے۔ ——— مدارس اسلامیہ کے لئے گورنمنٹ سے ایڈ لینا مسلمانوں کا حق ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت کی مذکورہ تحریر سے ظاہر ہے اور اپنا حق پانے کے لئے رشوت دینا جائز ہے اگرچہ لینے والا گنہگار ہوگا۔ لہٰذا الحاق کے سلسلے میں رشوت دے کر بھی کام کروانے میں عند الشرع کوئی حرج نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) ـــــــ طلبہ کی تعداد، ان کی حاضریاں اور داخلہ وغیرہ کے متعلق جھوٹے رجسٹر بنانا جائز نہیں کہ یہ غدر ہے اور غدر و بدعہدی مطلقاً سب سے حرام ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص ۱۰۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ غدر و بدعہدی مطلقاً ہر کافر سے بھی حرام ہے ہدایہ و فتح القدیر وغیرہما میں ہے ان مالھم غیر معصوم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحًا مالم یکن غدرا اھ ملتحصًا اور جھوٹا رجسٹر بنانے والا مبتلائے فسق ہے وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ

مسئلہ: از محمد شریف موضع سنرسیا ڈاک خانہ تلک پور بستی

ایک شخص بے نکاحی عورت لے آیا اور ناجائز طور پر اس کو کئی ماہ تک اپنے ساتھ رکھے ہوئے تھا یہاں تک کہ اس کو بمبئی بھی لے گیا کچھ دنوں بعد عورت فرار ہو گئی اس غلطی کی بنیاد پر گاؤں والوں نے اس کا بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ تو اب شخص مذکور کیا کرے کہ گاؤں والے اس کا بائیکاٹ ختم کریں بینوا توجروا

الجواب: شخص مذکور مجمع عام میں لوگوں کے سامنے توبہ و استغفار کرے اور کم سے کم گیارہ آدمیوں کے جوتے چپل اپنے سر پہ اٹھا کر عہد کرے کہ آئندہ ہم پھر اس طرح کی کوئی غلطی نہ کریں گے اس کے بعد مسلمان اس کا بائیکاٹ ختم کر دیں۔ اور اسے قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کریں کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی ۱۲ محرم الحرام ۱۷ھ

مسئلہ: از نصر اللہ۔ اماری بازار۔ ضلع بستی۔

دو مسلمان جو پوری داڑھی نہیں رکھے ہوئے ہیں۔ اور نہ پنج وقتہ نماز پڑھتے ہیں۔ ان لوگوں نے بیان کیا کہ ہم نے سال بھر پہلے زید کو دیکھا تھا کہ وہ ایک اجنبی عورت کے ساتھ لیٹا ہوا تھا۔ اس بنیاد پر انہوں نے زید کے یہاں ایک تقریب میں کھانے سے انکار کیا اور دوسرے لوگوں کو بھی ورغلا کر اپنا ہمنوا بنا لیا۔ جب کہ سال بھر کے درمیان ایسا بیان کرنے والے دو تین بار گھر والوں کے ساتھ زید کے یہاں کھا چکے ہیں تو ایسے لوگوں کا بیان از روئے شرع مانا جائے گا یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب: حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "داڑھی بڑھانا سنن انبیائے سابقین سے ہے۔ منڈانا یا ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے"۔ (بہار شریعت حصہ ۱۶ ص ۱۹۷) اور گواہ کے لئے پابند نماز اور پابند جماعت ہونا ضروری ہے۔ ورنہ گواہی تسلیم نہیں کی جائے گی۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد ہفتم ص ۲۹۴ پر ہے اور اسی کتاب کی اسی جلد کے اسی صفحہ پر فتاوی عالمگیری سے ہے کل فرض له وقت معین کا لصلاۃ والصوم اذا اخر من غیر عذر سقطت عدالته اھ لہذا وہ لوگ جو کہ پوری داڑھی نہیں رکھتے ہیں اور پنج وقتی نماز نہیں پڑھتے ہیں ان کے بیان و گواہی سے زید کا جرم ثابت نہیں ہوگا۔ اور پھر جب کہ سال بھر وہ اس معاملہ میں خاموش رہے یہاں تک کہ زید کے گھر کھاتے پیتے رہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی نئی دشمنی کی وجہ سے وہ ایسا بیان دے رہے ہیں۔ خدائے تعالی انہیں اپنا خوف عطا فرمائے۔ آمین وھو تعالی اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از نور محمد اطہر مسجد پنجابیان۔ محلہ کٹو شہاب جہان۔ اٹاوہ
زید اپنے باپ کی چہلم میں رشتہ دار عزیز و اقارب و غربا و فقرا کو کھانے کی دعوت کی تو زید کو کہا گیا کہ رشتہ دار عزیز و اقارب کو دعوت نہ دو کیونکہ ان لوگوں کو کھانا منع ہے زید نے کہا میرے رشتہ دار عزیز و اقارب کفن دفن میں شریک تھے اس لئے دعوت دیا ہوں اب زید نے دو دیگ پکوائی ایک دیگ مردوں کے نام سے ایصال ثواب کیا پھر غربا و فقرا پر تقسیم کیا کھلایا۔ دوسرا دیگ اپنے رشتہ دار عزیز و اقارب کو کھلایا لہذا چہلم کے دن اپنے رشتہ دار کو، عزیز و اقارب کو دعوت دینا اس طرح کھلانا پلانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:- میت کے گھر والے عام مسلین کے تیجہ، دسواں بیسواں، چالیسواں وغیرہ کے دن دعوت کریں یہ ناجائز اور بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہے نہ کہ غمی میں۔ محقق علی الاطلاق فتح القدیر جلد دوم ص۱۰۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔ یکرہ اتخاذ الضیافۃ من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔ یعنی میت والوں کی طرف سے کھانے کی دعوت کرنا جائز نہیں اس لئے کہ شرع نے دعوت تو خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔ اور اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ سوم، دہم، چہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنی ہے۔ کما فی مجمع البرکات موت میں دعوت ناجائز ہے فتح القدیر وغیرہا میں ہے انھا بدعۃ مستقبحۃ الخ تین دن تک اس کا معمول ہے۔ لہذا ممنوع اس کے بعد بھی موت کی نیت سے اگر دعوت کرے گا ممنوع ہے (فتاویٰ رضویہ

جلد چہارم ص۲۲۳) اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ میت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز اور بدعت قبیحہ ہے (بہار شریعت حصہ چہارم ص۱۶۴) البتہ فقراء و مساکین کو کھلائیں تو بہتر ہے۔ اور مردوں کا کھانا ایصال ثواب کی وجہ سے ممنوع نہیں ہے بلکہ دعوت کی وجہ سے ناجائز و ممنوع ہے۔ لہذا عزیز و اقارب اغنیاء کے لئے الگ سے کھانا پکانے کی صورت میں بھی دعوت ناجائز و ممنوع ہی رہے گی۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل فتاویٰ فیض الرسول جلد اول ص۴۵۸ سے ص۴۶۲ تک ملاحظہ ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ ذوالقعدہ سنہ ۱۶ھ

مسئلہ:۔ از ستار علی موضع کھرائیں۔ بستی

زید نے ہندہ سے زنا کیا اس بات کا زید کو اقرار ہے مگر ہندہ اس سلسلہ میں کچھ نہیں بتاتی تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں اگر واقعی زید و ہندہ نے زنا کیا ہے جیسا کہ زید کو اقرار ہے تو اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو زید و ہندہ کو سو سو کوڑے مارے جاتے یا ان دونوں کو سنگسار کیا جاتا یعنی اس قدر پتھر مارا جاتا کہ وہ دونوں مرجاتے۔ موجودہ صورت میں دونوں کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے۔ اور پوری آبادی یا دس گیارہ مخصوص لوگوں کا جوتا چپل سر پہ اٹھا کر مردوں کے مجمع عام میں زید سے، اور عورتوں کے مجمع میں ہندہ سے عہد لیا جائے کہ پھر وہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کریں گے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان سختی کے ساتھ ان کا بائیکاٹ کریں قال اللہ تعالیٰ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا

تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین (پ۷ ع ۱۴) پھر ان دونوں کو قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے، غربار و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۹ ذوالحجہ سنہ ۱۴۱۶ھ

مسئلہ:۔ از سید اعجاز احمد قادری ۱۴/۹۳ وائی، دی اسٹریٹ کڈاپہ

محرم شریف کے موقع پر شربت بنا کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کرنا اور اس کا پینا پلانا جائز ہے یا نہیں؟ ایک مولوی اسے حرام کہتا ہے۔ اور وہی مولوی حضرت امام حسین کے ذکر کی مجلسوں کو برا کہتا اور ان کے نام سے پہلے لفظ امام لگانے یعنی حضرت امام حسین کہنے کی مخالفت کرتا ہے۔ مذکورہ باتوں سے متعلق جو شریعت کا حکم ہو اسے تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب:۔ سید الشہدا، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نذر و نیاز کے لئے شربت بنانا اور اس کا پینا پلانا جائز و مستحسن ہے اور مسلمانوں کے لئے تبرک ہے۔ جو مولوی اسے حرام کہتا ہے وہ گمراہ و گمراہ گر ہے مسلمان ایسے مولوی سے دور رہیں اور اس کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جو کھانا حضرات حسنین کریمین کو نیاز کریں اس پر فاتحہ، قل اور درود شریف پڑھنے سے تبرک ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے (فتاوی عزیزیہ جلد اول صـ) اور جب کھانا تبرک ہو جاتا ہے تو شربت بھی یقیناً تبرک ہو جاتا ہے۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر

کی مجلسوں کو برا کہنا یہ بھی اس مولوی کے گمراہ و بد مذہب ہونے کی واضح دلیل ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ۔ یعنی صالحین کے ذکر کے وقت رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور امامین کریمین حضرات حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو صالحین کے امام و پیشوا ہیں ان کے ذکر کے وقت تو کثرت سے رحمتیں نازل ہوں گی جن سے ان مجلسوں میں شرکت کرنے والے خاص طور پر مستفیض ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجالسِ محرم کے اور کئی فائدے ہیں جن کی تفصیل خطبات محرم ص۴۵۸ اور ص۴۵۹ پر مذکور ہے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم گرامی سے پہلے لفظ امام لگانے کی مخالفت کرنا اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ وہ مولوی یزیدیوں کی طرح امام عالی مقام کا بہت بڑا دشمن ہے اسلئے کہ امام کے معنی ہیں پیشوا اور ہادی جیسا کہ غیاث اللغات و فیروز اللغات میں ہے۔ اسی لئے دیوبندیوں کے مستند مولانا محمد حنیف گنگوہی فاضل دیوبند نے اپنی کتاب ظفر المحصلین باحوال المصنفین میں امام بخاری امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام نسائی امام طحاوی، امام قدوری، اور امام فخر الدین قاضی خاں، وغیرہ بہت سے لوگوں کے ناموں سے پہلے لفظ امام تحریر کیا ہے۔ اور پوری دنیا کے مسلمان حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام غزالی اور امام رازی وغیرہ کو لفظ امام کے ساتھ لکھتے اور بولتے ہیں۔ یہاں تک کہ نماز پڑھانے والے کو بھی امام صاحب کہا جاتا ہے۔ مگر ان لوگوں کو امام کہنے پر مولوی مذکور کو اعتراض نہیں۔ لیکن جب ان پیشواؤں کے پیشوا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام کہا جاتا ہے

تو وہ اس کی مخالفت کرتا ہے یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس مولوی کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض وعنا داور سخت دشمنی ہے۔ العیاذ باللہ۔ خدائے تعالیٰ اسے ہدایت نصیب فرمائے اور سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے نقشِ قدم پر چلنے کی اسے توفیق رفیق بخشے۔ آمین

کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از منصور علی قادری یار علوی۔ موضع خرودا۔ ڈاکخانہ مؤئی ضلع گونڈہ۔ یوپی

(۱)——— ہندہ کے ایک بچے کو چیچک نکل آئی تو اس نے یہ منت مانی کہ اگر میرا بچہ ٹھیک ہو گیا تو میں دیوی پاٹن کے مندر میں (جو اہل ہنود کا تیرتھ استھان ہے) آنکھ چڑھاؤں گی۔ منظور قدرت کہ اس کا بچہ چیچک سے شفا پا گیا۔ اب ہندہ اور اس کا شوہر دونوں ہندوؤں کے میلے کے موقع پر مندرجہ بالا مقام پر پہنچے اور وہاں پر مصنوعی آنکھ یا کسی کی آنکھ خرید کر ہندہ نے مندر میں مورتی کو چڑھا دیا۔ اس کا شوہر چونکہ داڑھی بھی رکھے ہوئے تھا وہ مندر میں اندر تو نہیں گیا مگر گھر سے میاں بیوی دونوں گئے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ از روئے شرع میاں بیوی دونوں یا دونوں میں سے ایک پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

(۲)——— بعض مسلمان کہلانے والے اہل ہنود کے مرجانے پر ان کے ساتھ ایودھیا یا کسی اور جگہ جاتے ہیں اور موت کے سلسلے میں اہل ہنود جو کھلانا پلانا کرتے ہیں اس کھانے میں بھی شریک ہوتے ہیں اس سلسلے میں شرعی احکام سے مطلع فرمایا جائے کہ مذکورہ حرکات مسلمانوں کے درست ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: (۱) ـــــ ان دونوں کو کلمہ پڑھا کر توبہ وتجدید ایمان کرایا جائے پھر سے ان کا نکاح پڑھایا جائے اور آئندہ اس قسم کی منت نہ ماننے کا ان سے عہد لیا جائے اور پھر ان کو میلاد شریف وقرآن خوانی کرنے، غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا وچٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) ـــــ عندالشرع مذکورہ باتیں ہرگز درست نہیں وھو تعالیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی

الکتبہ

یکم ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ

مسئلہ: ازمتعادم علی شاہ۔ ملولی گوشائیں ڈاکخانہ شنکر پور۔ بستی

زید کا ایک عورت سے ناجائز تعلق رہا۔ ایک بار کئی لوگوں نے اس عورت کو زید کی چارپائی پر رات میں دیکھا۔ جب زید سے دریافت کیا گیا تو اس نے اقرار کیا کہ ہاں میں نے اس عورت سے زنا کیا ہے۔ کچھ دنوں بعد زید نے لوگوں سے بیان دیا کہ میں نے فلاں گاؤں کے مولانا سے توبہ کرلی ہے۔ تو زید کے بارے میں کیا حکم ہے اس طرح کی توبہ اس کی مانی جائے گی یا نہیں؟ اور مذکورہ عورت کو اس کے شوہر نے گھر سے نکال دیا ہے اور زید سے کہتا ہے کہ ہمیں شادی کا خرچ دو ورنہ ہم تمہارا کھیت جوت لیں گے تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: جب کہ زید نے اقرار کرلیا کہ میں نے زنا کیا ہے تو اس کا زنا کرنا ثابت ہے۔ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو زید کے شادی شدہ نہ ہونے کی صورت میں اس کو سو کوڑے مارے جاتے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (پ۱۸ سورۂ نور ع۱) اور زید کے شادی شدہ ہونے کی صورت

میں اس کو سنگسار کر دیا جاتا یعنی اس قدر پتھر مارا جاتا کہ وہ مرجاتا۔ موجودہ صورت میں پوری آبادی یا دس گیارہ مخصوص لوگوں کا جوتا چپل سر پہ اٹھا کر مجمع عام میں اس کو علانیہ توبہ کرنے پر مجبور کیا جائے اور اس سے عہد لیا جائے کہ آئندہ وہ پھر ایسی حرکت کبھی نہیں کرے گا۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان سختی کے ساتھ اس کا بائیکاٹ کریں اور اس کے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا بیٹھنا اور سلام وکلام سب بند رکھیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ع ۱۴) پھر زید کو قرآن خوانی ومیلاد شریف کرنے غربا ومساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا وچٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے۔ اتنا بڑا جرم کرنے کے بعد زید کو اس بیان پر چھوڑ نہیں دیا جائے گا کہ میں نے فلاں گاؤں کے عالم سے توبہ کر لی ہے اور مذکورہ عورت کے شوہر کا زید سے شادی کے خرچہ کا مطالبہ کرنا اور نہ دینے کی صورت میں اس کے کھیت جوت لینے کو کہنا غلط ہے کہ شریعت نے زانی کو شادی کا خرچہ دینے کا حکم نہیں فرمایا ہے بلکہ شوہر نے اپنی بیوی کو حتی المقدور پردہ میں رہنے کی تاکید نہیں کی اور نہ اس کی صحیح نگرانی کی یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد کی چارپائی پر جاتی رہی تو اس کے شوہر کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا (سورۂ تحریم آیت ۶ پ ۲۸) اور حدیث شریف میں ہے کلکم راع وکلکم مسئول۔ وھو تعالیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

مسئلہ: از محمد سرمد بادشاہ قادری۔ ہاسپیٹ بلاری کرناٹک

ہمارے یہاں ایک مولانا صاحب اور ایک پیر صاحب آتے ہیں جو سنی ہیں مگر وہ مسلک اعلیٰ حضرت کہنے پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ مسلک اہل سنت اور مسلک حنفی کہنا کافی ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کہنے کی کوئی ضرورت نہیں تو ایسے لوگوں کو جواب کیا دیا جائے بینوا توجروا

الجواب:۔ جو لوگ سنی ہونے کے باوجود مسلک اعلیٰ حضرت کہنے پر اعتراض کرتے ہیں وہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ مجدد دین و ملت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے حسد میں مبتلا ہیں اور حسد حرام وگناہ کبیرہ ہے جو حسد کرنے والے کی نیکیوں کو اس طرح جلاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو جلاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے الحسد یاکل الحسنٰت کما تاکل النار الحطب (ابوداؤد شریف جلد ۲ ص۳۱۶) اور یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ مسلک اہل سنت اور مسلک حنفی کہنا کافی ہے اس لئے کہ دیوبندی اور مودودی بھی مسلک اہل سنت کے دعویدار ہیں۔ تو دیوبندی مسلک اور مودودی مسلک سے امتیاز کے لئے موجودہ زمانہ میں مسلک اعلیٰ حضرت بولنا ضروری ہے۔ یعنی مسلک اعلیٰ حضرت دیوبندی اور مودودی مسلک سے امتیاز کے لئے بولا جاتا ہے۔ اگر کوئی اپنے کو مسلک اہل سنت اور مسلک حنفی کا ماننے والا بتائے اور یہ نہ کہے کہ میں مسلک اعلیٰ حضرت کا پابند ہوں تو ظاہر نہیں ہوگا کہ وہ سنی ہے یا بد مذہب۔ لہٰذا مذہب حق اہل سنت وجماعت سے ہونے کو ظاہر کرنے کے لئے اس زمانہ میں مسلک اعلیٰ حضرت سے ہونے کو بتانا ضروری ہوگیا ہے خدائے تعالیٰ اس پر اعتراض کرنے والے کو صحیح سمجھ عطا فرمائے آمین ـــــ اور مسلک اعلیٰ حضرت کا مطلب کوئی نیا دین یا

نیا مسلک نہیں ہے بلکہ اس سے وہی مسلک مراد ہے جو صحابہ و تابعین اور اولیائے کرام و اسلاف عظام کا تھا۔ مسلک کی نسبت اعلیٰ حضرت کی طرف اس مناسبت سے ہے کہ انھوں نے بزرگانِ دین کے مسلک کی ترجمانی کی ہے اور اس کی ترویج و اشاعت میں پوری زندگی گذاری ہے

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
۵، ذوالحجۃ سنہ ۱۶ھ

مسئلہ:۔ از محمد طاہر حسین مدرسہ حسینیہ بنکاپور ضلع دھارواڑہ کرناٹک

(۱) ——— کچھ لوگ مرغی ذبح کرنے کے بعد کھولتے ہوئے گرم پانی میں ڈبو دیتے ہیں جب کہ اس کا فضلہ پیٹ ہی میں رہتا ہے اس کے بعد اس کے پر نکال کر پیٹ چاک کر کے فضلہ نکال دیتے ہیں از روئے شرع ایسا گوشت کھانا کیسا ہے؟ مدلل تحریر کریں۔

(۲) ——— بعد نماز جنازہ میت (مرد ہو یا عورت) کا چہرہ دیکھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

(۳) ——— تیجہ، دسواں، بیسواں اور چہلم کا کھانا کن کن لوگوں کو کھانا درست ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ (۱) ——— ایسا گوشت کھانا بھی جائز ہے۔ اور دلیل صرف ناجائز امور کے لئے طلب کرنا چاہئے۔ جائز کاموں کے لئے حوالہ مانگنا غلط ہے۔ اس لئے کہ ہر جائز امور کی تفصیل کتابوں میں نہیں پائی جاتی۔ مثلاً چار، چھ، یا آٹھ گوشے کا کنواں اور حوض بنوانا جائز ہے مگر یہ جزیہ کتابوں میں نہیں ملے گا۔ لہٰذا جو شخص ایسا گوشت کھانے کو ناجائز بتائے دلیل دینا اس پر لازم ہے۔ اس لئے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) ـــــــ جس طرح نماز جنازہ سے پہلے میت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے ایسے نماز جنازہ کے بعد بھی دیکھنا جائز ہے وھو تعالیٰ اعلم
(۳) ـــــــ تیجہ اور دسواں وغیرہ کا کھانا اگر عامۂ مسلمین میں سے کسی کے ایصال ثواب کا ہے تو اغنیاء کو اس کا کھانا منع اور غریبوں کو جائز اور اگر بزرگان دین کے ایصال ثواب کے لئے ہو تو غنی و غریب سب کو کھانا جائز ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل فتاویٰ فیض الرسول جلد اول ص۴۶۱ اور ص۴۶۲ پر ملاحظہ ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۷ھ

مسئلہ:۔ از محمد ناصر علی صدیقی۔ بڑی جوت ڈاکخانہ اموڑھا۔ بستی
گاؤں کی آبادی کے قریب ہی قبرستان ہے کئی پشتوں سے آبادی والوں کا یہ عقیدہ رہا اور ہے کہ اسی قبرستان میں ایک بزرگ ہستی ہے جسے بنیا والے بابا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ کسی آدمی نے خواب میں دیکھا کہ بزرگ آئے اور بتائے کہ ہم یہیں ہیں اور خواب میں اپنے قبر کی نشاندہی کی۔ اب کیا ان کا مزار بنا سکتے ہیں جب کہ وہ قبرستان کی حد میں واقع ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ قبرستان کی حد میں کسی بزرگ کے نام پر مزار بنانے میں کئی شرعی خرابیاں ہیں اس لئے کسی کے خواب کی بنیاد پر اس میں مزار بنانے کی اجازت نہیں۔ فقہ کا قاعدہ کلیہ ہے المفضی الی المحظور محظور۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۹ جمادی الاولیٰ ۱۶ھ

مسئلہ:۔ از شہاب الدین احمد برکاتی۔ دار العلوم خواجہ

غریب نواز سیف آباد۔ ضلع پرتاب گڈھ
زید کی عورت بکر کے گھر گئی بکر گھر میں موجود نہیں تھا۔ اس کا بڑا بھائی عمرو موجود تھا جو باہر سے آیا ہوا تھا بکر کی بیوی اور عمرو دونوں کمرے میں موجود تھے اور کمرہ اندر سے بند تھا۔ جب زید کی عورت نے پوچھا عمرو کہاں ہے تو بکر کی بیوی نے کہا کہ وہ نہیں ہیں جب کہ عمرو گھر کے اندر موجود تھا۔ زید کی بیوی وہیں بیٹھ گئی تو بکر کی عورت کمرے سے نکل کر کمرے میں تالا بند کر کے باہر چلی گئی جب واپس آئی اور تالا کھولا تو عمرو گھر سے نکلا جب زید کی بیوی نے عمرو سے پوچھا کہ بکر کی عورت تمہاری کون ہے اور تم کیا کر رہے تھے؟ اتنے میں دو لڑکے آگئے عمرو نے کہا کہ ان بچوں کو بھگا دو ورنہ بے عزتی ہوگی۔ زید کی عورت نے عمرو کو ڈانٹا تو عمرو نے کہا کہ وہ چیز تمہیں دے دو۔ مذکورہ بالا باتوں میں زید کی بیوی کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ زید کی بیوی کے کہنے پر گاؤں کے کچھ لوگ بکر کے یہاں کھانے پینے سے انکار کیا تو زید کی عورت نے ایک عالم کے سامنے ان سب باتوں کو رکھا۔ عالم صاحب نے عمرو اور بکر کی عورت سے توبہ کرایا اور معافی منگوائی۔ زید توبہ کے بعد عالم کی بات نہیں مانا اور راضی بھی نہیں ہوا۔ ضرور امر طلب یہ ہے کہ زید کے بارے میں اور عمرو کے بارے میں نیز بکر کی بیوی کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بَیِّنُوا تُوجَرُوا

الجواب:۔ توبہ کے بعد عالم نے کیا بات کہی جسے زید نے تسلیم نہیں کیا اور راضی نہیں ہوا۔ سوال میں یہ ظاہر نہیں کیا گیا۔ اگر یہ مطلب ہے کہ عمرو اور بکر کی عورت کا توبہ کرنا زید نہیں مانتا تو یہ اس کی سراسر غلطی ہے۔ اس لئے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے گویا کہ اس نے گناہ ہی نہیں کیا جیسا کہ حدیث شریف میں

ہے التائب من الذنب کمن لاذنب لہ۔ بکر کی بیوی اور عمرو اگر واقعی کمرے میں بند تھے تو وہ سخت گنہگار ہوئے۔ اس لئے کہ جب اجنبی عورت کے ساتھ مرد تنہائی میں ہوتا ہے تو ان دو کے علاوہ تیسرا شیطان بھی ہوتا ہے (یعنی وہ ایک دوسرے کو برائی میں مبتلا کر دیتا ہے) جیسا کہ حدیث شریف میں ہے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لایخلون رجل بامرأۃ الاکان ثالثھا الشیطان۔ رواہ الترمذی (انوار الحدیث ص۳۴۲) لہذا ان پر توبہ لازم تھی اور وہ ایک عالم کے ذریعہ ہوئی تو بہتر ہوا۔ لیکن عمرو اور بکر کی بیوی کو قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّہٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَابًا (پ۱۹ ع۴) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ

مسئلہ: ۔ از رحمت علی تمگھاس گلمی کرسی وکاس بینک نیپال

(۱) ــــــــ ایصال ثواب اگر کسی بزرگ کے نام سے ہو تو اس کھانے کو امیر و غریب دونوں برکت کے لئے کھا سکتے ہیں اور اگر ایصال ثواب کسی عام مسلمان کے نام سے ہو تو اس کھانے و شیرنی کو صرف غریب و مسکین کھا سکتے ہیں کیا یہ مسئلہ درست ہے اور غریب و مسکین مالی اعتبار سے کس کو کہا جائے گا؟ بینوا توجروا

(۲) ــــــــ اگر ایسی جگہ کہ ہر جمعرات کو فاتحہ کرتے ہوں اور ایصال ثواب کسی عام مسلمان کے نام ہو اور اس جگہ کوئی غریب و مسکین نظر نہ آتے ہوں تو اس شیرنی اور کھانے کو کیا کیا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب: ۔ (۱) ــــــــ بیشک جس کھانے کا ثواب کسی بزرگ

کو نذر کیا جائے وہ امیر و غریب ہر ایک کے لئے تبرک ہے اور اگر کسی عام مسلمان کو ایصال ثواب کیا جائے تو ایسے کھانے اور شیرنی کو بھی امیر و غریب سب کھا سکتے ہیں مگر امیر کو ایسے کھانے سے بچنا چاہیے۔ البتہ عام مردہ کے تیجہ، دسواں، بیسواں اور چالیسواں وغیرہ میں شادی بیاہ کی طرح مالدار احباب و رشتہ دار کو دعوت کرنا جائز نہیں اس لئے کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہے نہ کہ غم میں فتح القدیر جلد دوم صفحہ ۱۰۲ میں ہے یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔ اور غریب و مسکین مالی اعتبار سے اس کو کہتے ہیں جو مالک نصاب نہ ہو وھو تعالیٰ اعلم

(۲) ـــــ ہر کھانا اور شیرنی بالاصل بزرگوں کے نام ہی ایصال ثواب ہونا چاہیئے اور عام مسلمانوں کے نام بالتبع تاکہ کسی کے لئے اس کھانے اور شیرنی کی ممانعت نہ رہے۔ اگر کسی نے عام مردہ ہی کو ایصال ثواب کیا اور اسے کوئی غریب نہ ملا تو وہ کھانا اور شیرنی مالداروں میں بھی تقسیم کر سکتا ہے۔ مگر دنیا میں ایسی آبادی نہیں کہ جہاں کوئی غریب نہ ہو کہ مالداروں کے بالغ لڑکے عموماً غریب ہی ہوتے ہیں اسلئے کہ ساری جائداد کا مالک باپ ہوتا ہے اور لڑکا کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۳ رشوال المکرم ۱۶ھ

مسئلہ:۔ از محمد عباس علی قادری۔ گوسائیں گاؤں۔ کوکرا جھار (آسام) انڈیا

زید و بکر دونوں ہی ایک پیر کے مرید دونوں پیر بھائی ہیں سلسلۂ

قادریہ میں بیعت ہیں ۔ زید کی تربیت میں بکر کو اس کے پیرومرشد نے دیا۔ اور بکر سے یہ کہہ دیا کہ جو کچھ ذکر اذکار دینا ہوگا زید دیں گے جو کچھ سمجھنا ہو ان سے سمجھ لیں گے۔ زید اپنے پیر کا خلیفہ ہے اس کے پیر نے اجازت و خلافت دے دی ہے۔ بکر زید سے ذکر و اذکار کا سبق لیتا رہا۔ زید کے کہنے کے مطابق ہر چیز کو کرتا رہا۔ ایک دن زید نے بکر سے کہا کہ آپ اپنے گھر پر میلاد شریف کا پروگرام کریں اسی میں آپ کو خلافت دی جائے گی (خیال رہے کہ زید رشتہ میں بکر کا داماد ہے اور عمر میں چھوٹا ہے) بکر زید کے پاس سے اپنے گھر آیا اس کے محلہ میں کچھ دن بعد جلسہ ہوا اس میں مقررین آئے ان میں ایک بزرگ پیر صاحب بھی تھے ۔ بکر انھیں صبح ناشتہ کے لئے اپنے گھر پر آنے کی دعوت دے دیا اور وہ قبول فرمالئے۔ جب صبح کو پیر صاحب بکر کے گھر آئے تو بکر کے ایک پیر بھائی نے کہا کہ حضرت ہمارے پیر صاحب کا انتقال ہوئے ایک سال ہوگیا اور ہمارے اس بھائی کو خلافت نہیں ملی ۔ پیر صاحب نے بکر سے پوچھا کہ کیا تعلیم ہے۔ بکر نے سب بتایا ۔ حضرت نے اپنے بیگ سے چھپا ہوا پیڈ نکالا فوراً خالی جگہ پر بکر کا نام و پتہ لکھ کر انھیں دے دیا جو خلافت نامہ تھا۔ بکر سلسلۂ قادریہ سے بیعت ہے اور یہ بزرگ سلسلۂ چشتیہ سے تھے اور قادریہ سے بھی منسلک تھے ۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ خلافت درست نہیں ہوئی بکر کو اپنے پیر کے سجادہ نشیں سے یا پیر صاحب نے جن کی تربیت میں دیا تھا ان سے خلافت لینی چاہئے تھی یا پھر دوسری جگہ کے لئے انھیں سے اجازت لینی تھی اس کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے ۔ بکر نے خلافت کے بعد بیعت کرنا بھی شروع کر دیا۔ ان کے مریدوں کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے ؟ ان سے مرید

ہونا کیسا ہے ؟

(۲) ——— پیر و مرشد کے حیات میں رہتے ہوئے کوئی دوسرا پیر اس پیر کے مرید کو تعلیم ذکر و اذکار یا اجازت و خلافت دے سکتا ہے ؟ جب کہ پیر و مرید بہت دور دور رہتے ہوں۔ ملاقات کرنا دشوار ہو اور اسی سلسلہ کے دوسرے پیر قریب میں رہتے ہوں اور امید ہے کہ برابر ملاقات ہوتی رہے گی فیض بھی حاصل ہونے کی امید رکھتا ہو تو اپنے پیر کی زندگی میں کوئی مرید دوسرے پیر سے تربیت لے سکتا ہے یا نہیں ؟ ایسی حالت میں کیا کرے شرع کا حکم کیا ہے ؟ بیّنوا توجروا

الجواب :- (۱) ——— بکر جو سلسلۂ عالیہ قادریہ سے مرید ہے اس نے اپنے پیر یا جس کی تربیت میں ہے ان کی بجائے کسی ایسے پیر سے خلافت لی جو قادریہ چشتیہ سلسلے سے منسلک ہیں تو اس میں ازروئے شرع کوئی حرج نہیں بکر میں پیر بننے کی اگر چاروں شرطیں پائی جاتی ہیں یعنی سنی صحیح العقیدہ ہونا، اتنا علم رکھنا کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے، فاسق معلن نہ ہونا اور اس کا سلسلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہونا۔ تو وہ مسلمانوں کو مرید کر سکتا ہے۔ ھکذا قال صدر الشریعۃ فی جزء الاول من بہار شریعت۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) ——— وہ پیر جو باحیات ہے اس کے مرید کو دوسرا پیر تعلیم ذکر و اذکار اور اجازت و خلافت دے سکتا ہے خاص کر اس صورت میں جب کہ مرید اپنے پیر سے بہت دور ہو اور دوسرا پیر اسی سلسلہ کا شیخ ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از محمد ادریس مقام و پوسٹ رانی پور ضلع بستی
زید کے یہاں ایک غیر مسلم کام کرتا ہے۔ زید نے کہا کہ بکر نے یہ الزام لگایا ہے کہ اس غیر مسلم کا ہمارے ساڑھو کی لڑکی سے ناجائز تعلق ہے۔ لیکن بکر نے کہا کہ میں نے الزام نہیں لگایا ہے چلو مسجد میں ہم قرآن اٹھا کر قسم کھالیں۔ اس پر زید نے کہا کہ مسجد کے معنی کیا ہیں یہیں قسم کھالو۔ تو بکر نے وہیں قرآن مجید اٹھا کر قسم کھالی۔ سب نے اس کی قسم مان لی مگر زید نے کہا کہ بکر بے ایمان ہے۔ قرآن کے معنی کیا ہیں۔ تو زید کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ اگر کوئی شخص مثلاً کہے زید کے دروازہ پر چلو۔ اس پر دوسرا بولے کہ زید کے معنی کیا ہیں؟ تو یہ زید کی توہین ہے اسی طرح جب زید نے کہا مسجد کے معنی کیا ہیں؟ قرآن کے معنی کیا ہیں تو اس نے مسجد اور قرآن کی توہین کی۔ اور مسجد و قرآن کی توہین کفر ہے۔ لہٰذا وہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا سماجی بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ع ۱۴) ھٰذا ما عندی وھو تعالٰی اعلم

کتبہ۔ جلال الدین احمد الامجدی
۳ ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ

مسئلہ:۔ از محمد سمیع احمد ملوی گوشائیں شنکر پور۔ بستی
(۱) ـــــ زید کے پاس دو لڑکے ہیں ایک عمرو دوسرا بکر۔ عمرو کی شادی ہوگئی ہے اور بکر غیر شادی شدہ ہے۔ ایک سال تک عمرو

کی بیوی کا چال چلن ٹھیک تھا۔ لیکن اس کے بعد عمرو کی بیوی کا چال چلن خراب ہوگیا یعنی دوسرے لوگوں سے اس کا ناجائز تعلق ہوگیا۔ اسکے علاوہ زید کا جو چھوٹا لڑکا ہے۔ اس کے ساتھ ناجائز کام کر بیٹھی۔ جب زید اور اس کی بیوی کو اس کی بدچلنی کے بارے میں معلوم ہوا تو ان لوگوں نے عمرو کی بیوی کو گھر سے نکال دیا۔ پھر ایک مہینہ بعد عمرو کی بیوی اپنی سسرال واپس آئی مگر ان لوگوں نے اسے گھر کے اندر نہیں جانے دیا۔ کچھ دنوں بعد زید کا لڑکا عمرو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا۔ ایسی صورت میں زید کے گھر والوں کے اوپر کیا حکم لاگو ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

(۲) ـــــ نیز جب زید کے بھائی پٹیدار کو معلوم ہوا تو ان لوگوں نے زید کے یہاں کھانا پینا چھوڑ دیا۔ تو اب ان کے یہاں کھانے پینے کی کون سی صورت ہوگی؟ بینوا توجروا

اَلجَواب :- (۱-۲) ـــــ جب زید اور اس کی بیوی کو اپنی بہو کی بدچلنی کا علم ہوا تو ان لوگوں نے اُسے گھر سے نکال دیا۔ پھر ایک ماہ بعد وہ جب واپس آئی تو اسے گھر کے اندر نہیں جانے دیا۔ یہاں تک کہ کچھ دنوں بعد زید کے لڑکے عمرو نے اسے طلاق دے دی۔ تو اس صورت میں زید اور اس کے گھر والوں پر کوئی مواخذہ نہیں خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے " لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی " یعنی کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی (سورۂ انعام آیت ۱۶۴ پ ۸) مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے گناہوں میں ماخوذ ہوگا۔ دوسرے کے گناہ میں نہیں۔ لہذا بھائی پٹی دار کا زید کے یہاں کھانا پینا چھوڑ دینا صحیح نہیں۔ ہاں اگر زید اس کی بیوی اور عمرو نے اسے حتی الامکان پابند نہ کیا تھا بلکہ اسے گھومنے پھرنے میں آزاد رکھا تھا تو ان سب کو

توبہ واستغفار کرایا جائے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا ۔ یعنی اے ایمان والو! خود کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ (سورۂ تحریم آیت ۶) هٰذا مَاعندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۵ ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ

مسئلہ: از مشہور رضا خاں قادری برکاتی ۔ اترولہ ۔ گونڈہ

زید جو پشتہا پشت مع اعزاء واقرباء غیر مقلد وہابی ہے۔ بلکہ پوری آبادی "وہابیت کا قلعہ" سے مشہور ہے کیونکہ ایک بڑا دار العلوم بنام سراج العلوم سعودی نجدی تعاون سے یہاں مصروف مشن ہے۔ زید اس کا بھی سرگرم معاون وممبر ہے کیونکہ انتہائی مالدار ہے چند سالوں سے میدان سیاست میں بھی سرگرم ہے۔ عوامی خدمات میں بھی بڑھ بڑھ کر حصہ لیتا ہے مثلاً علاج کے لئے مفت کیمپ، محرم میں سبیلوں کا انتظام، ہندو تیرتھ استھانوں پر مفت بسوں کا انتظام، بیاہ وغیرہ میں خطیر رقوم سے دل کھول کر تعاون، اجمیر شریف زائرین کی خدمت میں مفت بسوں کا انتظام، درگا پوجا، نوراتری کے موقع پر مورتیوں نیز پوجا پاٹ میں بھی سہیوگ ویوگ دان، علماء کی خدمات بابرکات میں بصد عقیدت، تحفہ وتحائف ونذور سے پیش آتا ہے، مساجد میں بھی چٹائیاں ولوٹے وغیرہ کی فراہمی سے بہرہ مند ہے۔ فی الحال ۴ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ کو محفل میلاد ولنگر کا انتظام اپنے سیاسی دفتر واقع اترولہ میں کیا یہاں اہلسنت کے دو مشہور ادارے ہیں دونوں کے علماء وطلبہ کو میلاد ولنگر کی دعوت دی گئی۔ ایک دار العلوم کے صدر المدرسین نے بہر طور شرکت سے انکار کر دیا۔ جب کہ دوسرے جامعہ کے مفتی وشیخ

الحدیث و پرنسپل نے بہر طور بالکلیہ شرکت کی منظوری عنایت عطا فرما دی۔ شہر میں خوب اچھی طرح سے بذریعہ گاڑی و لاؤڈ اسپیکر اعلان ہوا۔ بعد مغرب محفل میلاد کی جب پوری تیاری نیز کھانا وغیرہ تیار ہوچکا اور شرکت کے لئے شام تک بلاوا آچکا۔ بعض حضرات اہل سنت کے اعتراض پر دیگر علماء و طلبہ میں کشش و پنج کی کیفیت پیدا ہوئی۔ زید بلایا گیا۔ ایک عالم صاحب اس پر لاعنۂ وہابیہ اربعہ کے بعضے کفریات پیش کئے۔ اس کے بعد زید نے کہلانے کے بموجب چاروں کے نام بنام تکفیر بھی کئے اس کے سوا چارہ ہی کیا تھا۔ مگر افسوس بیچارے عالم صاحب جلدی میں تلقین شہادت و توبہ بھی بھول گئے۔ کیونکہ زید اور اس کے لوگ میلاد و لنگر میں شرکت کے لئے بیحد پریشان نظر آرہے تھے۔ اور وقت بھی ہوچکا تھا پھر یکایک متفقہ حکم صادر ہوا۔ اساتذہ مع تلامذہ زید کے سیاسی دفتر پر تشریف لے گئے۔ اور کھانا ماحضر (گوشت روٹی، بریانی وغیرہ) جو دن برابر ہی تیار ہوچکا تھا تناول فرما کر شکر خدا بجالائے۔ اور میلاد شریف جو شاہ ولی الرحمٰن فضلو میاں گنج مرادآبادی کی سرپرستی میں تھا شرکت فرمائی۔ یکے بعد دیگرے علماء عوام سامعین کو زید کی سنیت کا مژدہ و مبارکباد پیش کیا (البتہ زید نے اسٹیج پر ایسب کے سامنے کچھ نہ کہا) ہاں مفتی صاحب نے دوران تقریر ضرور یہ کلمہ صادر فرمایا اور سامعین کو سنایا کہ "شعیب بھائی کے بارے میں اب مسلمان ہونے میں جو شبہ کرے وہ اپنے مسلمان ہونے کے بارے میں سوچے" کچھ سرپھرے اسے سیاسی توبہ اور ایمانی متعہ کہتے ہیں یعنی شبہہ تو کیا یقین کی حد تک سنی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیا واقعی ان سب کو بھی وہی سب کچھ کرنا پڑے گا جو زید مذکور نے کیا اور تسلیم نہ کرنے والے کیا کچھ اور زیادہ ہی خراب ہوگئے۔ حکم شرع

شریف سے مع حوالہ بالتفصیل آگاہ فرمائیں۔ تاخیر جواب کے سبب ہنگامہ بھی ہو سکتا ہے اور فروغ گمراہی کا شدید احتمال ہے۔ نیز طریقہ توبہ مرتد اور اس کے احکام سے باخبر فرمائیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب: شیخ المحدثین حضرت شاہ وصی احمد محدث سورتی ثم پیلی بھیتی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے فتویٰ جامع الشواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد مطبوعہ کتب خانہ امجدیہ بستی ص۱۲ پر غیر مقلدوں کے پیشوا مولوی عبداللہ محمدی کی تصنیف اعتصام السنۃ مطبوعہ کانپور ص۷ و ص۸ کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ غیر مقلدوں کا عقیدہ یہ ہے کہ چاروں اماموں کے مقلد اور چاروں طریقوں کے متبع یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور چشتیہ و قادریہ و نقشبندیہ و مجددیہ وغیرہ سب لوگ مشرک و کافر ہیں۔ لہٰذا ملاعنۂ وہابیہ اربعہ یعنی اشرف علی تھانوی قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کے کفریات کسی غیر مقلد کے سامنے پیش کر کے اس سے ان مولویوں کو کافر کہلوانا لغو ہے۔ اس لئے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک اگرچہ مولویان مذکور نہ مسلمان ہیں اور نہ مقلد۔ لیکن غیر مقلدوں کی نگاہ میں وہ مقلد ہیں اور تقلید کے سبب ان کے عقیدے کے مطابق وہ کافر و مشرک ہیں۔

اور بالفرض اس نے مولویان مذکور کو تقلید کے سبب کافر نہ کہا لیکن غیر مقلد وہ مکار قوم ہے جو سنیوں سے تعلقات پیدا کرنے اور ان کو غیر مقلد وہابی بنانے کے لئے طرح طرح کے فریب سے کام لیتی ہے۔ اس لئے اگر کسی غیر مقلد سے صحیح طور پر بھی توبہ لی جائے تو جب تک کہ کچھ عرصہ اسے ازراہ تجربہ جانچ نہ لیا جائے اس کے ساتھ سنیوں جیسا برتاؤ ہرگز نہ کیا جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "امیر المومنین، غیظ المنافقین

امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب صُبیغ سے جس پر بوجہ بحث متشابہات بد مذہبی کا اندیشہ تھا بعد ضرب شدید توبہ لی۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمان بھیجا کہ مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھیں، اس کے ساتھ خرید و فروخت نہ کریں، بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو نہ جائیں اور مر جائے تو اس کے جنازہ پر حاضر نہ ہوں۔

بہ تعمیل حکم احکم ایک مدت تک یہ حال رہا کہ اگر سو آدمی بیٹھے ہوتے اور وہ آتا تو سب متفرق (تتر بتر) ہو جاتے۔ جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرضی بھیجی کہ اب اس کا حال اچھا ہو گیا اس وقت اجازت فرمائی۔" (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۲۱۳) لہٰذا صبیغ جو صرف آیات متشابہات یعنی الٓمٓ، حٰمٓ اور وجہ اللہ و ید اللہ کی مثل میں بحث کیا کرتا تھا وہ مرتد نہیں تھا بلکہ اس پر صرف بد مذہبی کا اندیشہ تھا مگر اس کے باوجود حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توبہ کے بعد بھی اس کا سخت بائیکاٹ کیا جب تک کہ اطمینان نہیں ہو گیا۔ تو غیر مقلد مرتد یا کسی بد مذہب کو توبہ کرانے کے بعد بدرجہ اولیٰ ایک زمانہ تک دیکھا جائے گا۔ جب اس کی بات چیت اور طور و طریقہ سے خوب اطمینان ہو جائے گا کہ وہ واقعی اہل سنت و جماعت کا آدمی ہو گیا تب اسکے ساتھ سنی جیسا برتاؤ کیا جائے گا۔ لہٰذا جس عالم نے غیر مقلد سے دیوبندیوں کے چاروں مولویان مذکور کو کافر کہلوایا اور جس نے مجمع عام میں اس کے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور جن مولویان نے اس کے لنگر میں کھایا پیا وہ سب جمعہ کے دن مسلمانوں کے سامنے یا کسی بڑے جلسہ کے مجمع میں اپنی فریب خوردگی کا اعلان عام کریں۔ اور سب کو بتا دیں کہ غیر مقلد نے ہم سب کو دھوکا دیا اور ہم لوگ اپنی

بعض کمزوریوں کے سبب اس کے دھوکے میں آگئے۔ وہ حسب سابق اب بھی غیر مقلد ہے۔ مسلمان اس سے دور رہیں۔ اس کے ساتھ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے اور سلام وکلام سے بچیں اور کسی معاملہ میں اس کا تعاون ہرگز قبول نہ کریں۔ اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ وہ آج بھی غیر مقلد ہی ہوگا۔ اور اگر واقعی وہ سنی ہوگیا اور اس کا طور طریقہ سب اہل سنت وجماعت جیسا ہوگیا تو ان مولویوں پر کوئی الزام نہیں البتہ اس صورت میں وہ لوگ کہ جنھوں نے بلا تجربہ اس کی سنیت سے انکار کر دیا وہ توبہ کرلیں۔

موجودہ حالت میں مرتد کے متعلق احکام یہ ہیں کہ مسلمان ان کا مذہبی بائیکاٹ کریں، ان کی دعوت نہ کھائیں، ان کے یہاں شادی بیاہ نہ کریں، ان کی نماز جنازہ نہ پڑھیں، اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں انہیں دفن ہونے دیں۔ اور مرتد سے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ ضروریات دین میں سے جس بات کے انکار سے وہ مرتد ہوا اس کا اقرار کرائیں اور کلمہ پڑھا کر پھر سے مسلمان بنائیں۔ اور بیوی والا ہو تو پھر سے اس کا نکاح پڑھائیں۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

۸ ربیع الآخر سنہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:۔ ازعبدالرشید رضوی۔ راجگڈھ (گجرات)

جو بزرگان دین کے نام پر مرغے چھوڑے جاتے ہیں جو منت کا مرغا کہا جاتا ہے اس مرغے کو بیچ کر اس کا روپیہ مزار میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز ایسے ہی مزار پر چڑھی ہوئی چادر کو دوبارہ خرید کر پھر اسی مزار پر چڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ حضرت علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ والرضوان

حدیقۂ ندیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ من هذا القبیل زیارة القبور و التبرك بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لهم بتعلیق ذلك علی حصول شفاء اوقدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة علی الخادمین بقبورهم۔ یعنی اسی قبیل سے ہے قبروں کی زیارت کرنا اور اولیاء کرام و بزرگان دین کے مزارات سے برکت حاصل کرنا اور بیمار کی شفا یا مسافر کے آنے پر اولیاء گذشتہ کے لئے نذر ماننا وہ ان کی قبروں کی خدمت کرنے والوں پر صدقہ کرنے سے مجاز ہے۔

معلوم ہوا کہ نذر مزارات کی خدمت کرنے والوں پر صدقہ ہوا کرتا ہے۔ لہذا وہ مرغ جو کسی بزرگ کی منت کا ہو وہ اس بزرگ کے خدام کو دیا جائے یا اس کو بیچ کر قیمت ان کو پہنچائی جائے۔ پھر خدام چاہیں تو اسے اپنی ضروریات میں خرچ کریں یا اس بزرگ کے مزار کی تعمیر میں لگائیں۔ نذر ماننے والا اسے مزار کی تعمیر میں صرف نہیں کر سکتا۔ اور بزرگ کے نام پر مرغ چھوڑنا جہالت ہے کہ اس صورت میں حقدار کو اس کا حق نہیں پہنچتا اور نہ بزرگ کو اس کا ایصال ثواب ہوتا ہے۔ البتہ اگر اس طرح منت مانی ہو کہ مثلاً ہمارا فلاں کام بن جائے تو ہم ایک مرغ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کریں گے اس صورت میں جہاں چاہے مرغ کی نیاز کرے۔ حضرت کے مزار پر اسے پہنچانا ضروری نہیں ——— اور حدیقۂ ندیہ کی مذکورہ عبارت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ نذر کی چادر بھی مزار کے خدام پر صدقہ کرنے سے مجاز ہے لہذا وہ اسے اپنے کام میں بھی لا سکتے ہیں اور بیچ بھی سکتے ہیں۔ تو جب انہوں نے اسے بیچ دیا تو خریدنے والے اسے پھر مزار پر چڑھا سکتے ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ:۔ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از محمد عمر نظامی۔ جماعت ثامنہ دار العلوم تنویر الاسلام قصبہ امرڈوبھا۔ بکھرا بازار۔ بستی

(۱)____ زید حج فرض ادا کر چکا ہے۔ دوبارہ صرف حج وعمرہ کی ادائیگی کی نیت سے فوٹو کھنچوا کر حج وعمرہ اور زیارت بغداد شریف وغیرہ کر سکتا ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا

(۲)____ حج فرض کی ادائیگی کے لئے جو فوٹو کھنچوایا تھا اس کا نگیٹو محفوظ ہے۔ فوٹو گرافر سے اس کی کاپیاں تیار کرا کے درخواست فارم پر چسپاں کر دے تو جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا

(۳)____ دنیاوی سیر وسیاحت، تجارت، بیوی اور احباب سے ملاقات کی غرض سے بیرون ملک جانے کے لئے فوٹو کھنچوانا کیسا ہے بینوا توجروا

الجواب:۔ (۱)____ اعلیٰ حضرت پیشوائے اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا، بنوانا، اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت سخت وعیدیں ارشاد کیں اور ان کے دور کرنے، مٹانے کا حکم فرمایا احادیث اس کے بارے میں حد تواتر پر ہیں (فتاوی رضویہ جلد دھم نصف اول ص۱۴۳) اور دوبارہ حج وعمرہ کی ادائیگی اور زیارت بغداد شریف ضرورت شرعیہ مالا بد منہ بھی نہیں اس لئے ان کاموں کے لئے فوٹو کھنچوانا جائز نہیں۔

(۲)____ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن ذھب یخلق کخلقی یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے اس سے بڑھ کر ظالم کون جو میرے بنانے ہوئے کی طرح بنانے چلے۔ (فتاوی

رضویہ جلد دھم نصف اول صـ۱۴۳) اور نگیٹو سے کاغذ پر فوٹو تیار کروانا بھی خدائے تعالیٰ کے بنائے ہوئے کی طرح بنانا اور بنوانا ہے اس لئے وہ بھی حرام ہے۔ لہذا نگیٹو سے بھی کاپیاں تیار کرا کے درخواست فارم پر چسپاں کرنا جائز نہیں۔ بلکہ لازم ہے کہ وہ نگیٹو بھی ضائع کر دیا جائے تاکہ اس کی یا اس سے بنائی گئی دوسری تصویر کی تعظیم کا دروازہ بند ہو جائے۔ فتاویٰ رضویہ کی اسی جلد کے صـ۱۴۵ پر ہے کہ شرع مطہر میں زیادہ شدت عذاب تصاویر کی تعظیم ہی پر ہے۔ اھ

(۳) ـــــ دنیوی سیر و سیاحت، تجارت اور احباب سے ملاقات کی غرض سے بھی بیرون ملک جانے کے لئے فوٹو کھنچوانا جائز نہیں کہ جائز اور مستحب کاموں کے لئے حرام کا ارتکاب حرام ہی رہے گا۔ اور ایسی جگہ شادی کرنا یا ایسی صورت پیدا کرنا جائز نہیں کہ بیوی سے ملاقات کے لئے فوٹو کھنچوا کر حرام کا ارتکاب کرنا پڑے فقہ کا قاعدہ کلیہ ہے " والمفضی الی المحظور محظور" ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ:۔ از نیاز احمد انصاری محلہ باغیچہ التفات گنج۔ امبیڈکر نگر
بعد نماز فجر مسجد میں صلاۃ و سلام پڑھا جاتا ہے کہ جس سے بعد میں آنے والے نمازیوں کو نماز پڑھنے میں دقت ہوتی ہے ایسی صورت میں صلاۃ و سلام پڑھا جائے یا نہ پڑھا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ آواز کے ساتھ اوراد و ظائف یا قرآن مجید کی تلاوت سے لوگوں کی نمازوں میں خلل ہو تو اس کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں اسے جہر سے منع کرنا فقط جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۵۹۶) اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایسا جہر جس سے کسی کی نماز یا تلاوت یا نیند میں خلل آئے یا مریض کو ایذا پہنچے ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دھم نصف آخر ص۱۲۶) لہذا بلند آواز سے صلاۃ وسلام پڑھنے کے سبب بعد میں آنے والے نمازیوں کو نماز پڑھنے میں خلل ہوتا ہے تو اس طرح صلاۃ وسلام پڑھنے سے روکنا مسلمانوں پر واجب ہے اور پڑھنے والوں پر لازم ہے کہ وہ اس طرح پڑھنے سے باز آجائیں۔ اُس کے بجائے ہر شخص الگ الگ آہستہ آہستہ پڑھے اور یا تو فجر کی جماعت ایسے وقت میں قائم کریں کہ اس سے فارغ ہو کر صرف دو تین بند سلام پڑھیں جس میں نئے آنے والے نمازی بھی شریک ہو جائیں۔ پھر اس کے بعد وہ بآسانی سورج نکلنے سے پہلے فجر کی نماز پڑھ سکیں۔ اور اس طرح صلاۃ وسلام پڑھے جانے کا بار بار اعلان کرتے رہیں تاکہ جماعت کے بعد آنے والے سلام ختم ہونے سے پہلے نماز نہ شروع کریں۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ ربیع الآخر ۷ ۱ھ

مسئلہ: از محمد حنیف۔ موضع اٹواڈاکخانہ اٹواکنگائی۔ بستی

(۱) ــــــ مہدی حسن بن محمد یوسف کے پاس گھر کھیت والدین بھائی وغیرہ یعنی تمام خوشحالی کے باوجود بھی بھیک مانگتا ہے اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

(۲) ــــــ مہدی حسن کی بیوی راضیہ خاتون نے ایک عالم دین کو گالی دی اور کہتی ہے کہ مولانا کے داڑھی میں میں پیخانہ اور پیشاب کروں گی اور داڑھی کو اپنے ہاتھ سے اکھاڑوں گی اور مہدی حسن سے لوگوں نے کہا کہ تم اپنی عورت کو منع کیوں نہیں کرتے ہو تو مہدی

حسن جواب دیتا ہے کہ میری عورت ایسی ہی گالی دے گی۔ ایسی صورت میں مہدی حسن کی دعوت وغیرہ میں برادری کے لوگ کھا سکتے ہیں کہ نہیں مہدی حسن اور راضیہ کے اوپر شرعی قانون کیا نافذ ہوتے ہیں جواب عنایت کریں۔ بینوا توجروا۔

(۳) ـــــــ مہدی حسن کے عدم موجودگی میں راضیہ ایک غیر محرم کے ساتھ زنا کرتے دیکھی گئی اور گاؤں کے کئی اشخاص اس بات کی گواہی بھی دیتے ہیں کہ مہدی حسن تمہاری عورت زنا کرتی دیکھی گئی ہے مگر مہدی حسن لوگوں کی شہادت کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ میری عورت جو چاہے سو کرے جس کو جو کرنا ہے وہ کرے۔ کسی سے کوئی سروکار نہیں تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کے یہاں برادری کے لوگ کھا پی سکتے ہیں کہ نہیں اور کھالئے تو کھانے والوں پر اور مہدی حسن اور راضیہ کے اوپر شریعت مطہر کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ (۱) ـــــــ خوشحالی کے باوجود بھیک مانگنا سخت ناجائز و حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من سأل الناس اموالھم مکثرا فانما یسئل جمر جھنم فلیستقل منہ اولیستکثر۔ یعنی جو اپنا مال بڑھانے کے لئے لوگوں سے بھیک مانگے وہ جہنم کی آگ کا ٹکڑا مانگتا ہے اب چاہے تھوڑا لے یا زیادہ (مسلم شریف) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ من سأل من غیر فقر فانما یاکل الجمر۔ یعنی جو بغیر ضرورت شرعیہ بھیک مانگے وہ جہنم کی آگ کھاتا ہے (احمد) وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) ـــــــ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ اگر عالم دین کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر

اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے گالی دیتا ہے اور تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق و فاجر ہے اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے خلاصہ میں ہے من ابغض عالماً من غیر سبب ظاهر خیف علیہ الکفر منح الروض الازھر میں ہے الظاھر انہ یکفر (فتاوی رضویہ جلد دہم ص۱۴۰) اور داڑھی سنن متواترہ میں سے ہے اور اس کی سنیت قطعی الثبوت ہے اور ایسی سنت کی توہین وتحقیر بالاجماع کفر ہے کما ھو مصرح فی الکتب الفقھیۃ والکلامیۃ۔ لہذا داڑھی کی توہین کے سبب راضیہ کا نکاح ٹوٹ گیا۔ اور داڑھی کی توہین کی تائید کرنے کے سبب اس کا شوہر بھی کفر میں مبتلا ہوا۔ دونوں علانیہ توبہ واستغفار کر کے نکاح دوبارہ پڑھوائیں اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو ان دونوں سے جو بچے پیدا ہوں گے وہ حرامی ہوں گے۔ اور مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ ان سے کافروں جیسا برتاؤ کریں گے۔ ان کے یہاں کھانا نہیں کھائیں گے، نہ ان کو کھلائیں گے، مرنے کے بعد ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں ان کو دفن کریں گے، ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد دہم ص۳ میں ہے۔ توبہ ونکاح نہ کرنے کی صورت میں اگر مسلمان ان کا بائیکاٹ سختی کے ساتھ نہیں کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے اس لئے کہ وہ دونوں ظالم وجفاکار ہیں اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ یعنی اور ظالموں کی طرف مائل نہ ہو کہ جہنم کی آگ تمہیں بھون ڈالے گی۔ (پ۱۲ ع۱۰) اور حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من مشی مع ظالم لیقویہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام۔ یعنی جو شخص ظالم کا ساتھ دے

اس کو تقویت دینے کے لئے یہ جانتے ہوئے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا یعنی اس کی خوبیوں سے (انوار الحدیث ص۴۲۷ بحوالہ بیہقی شریف) وھو تعالیٰ اعلم

(۳) ـــــ اگر راضیہ واقعی زناکاری کرتے دیکھی گئی جس کے گواہ گاؤں کے کئی اشخاص ہیں مگر جب اس کا شوہر اپنی بیوی کو تنبیہ کرنے کے بجائے یہ کہتا ہے کہ میری عورت جو چاہے سو کرے جس کو جو کرنا ہو کرلے تو وہ دیوث ہے لانہ من لا یغار علیٰ اھلہ فھو دیوث۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے شخص کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور سلام وکلام سب بند کر دیں۔ برادری یا غیر برادری کوئی مسلمان اس کے یہاں کھا پی نہیں سکتا۔ جنھوں نے اس کے یہاں کھایا وہ حکم شرع نہیں جانتے رہے ہونگے۔ اب شریعت کا حکم جان لینے کے بعد اس کے توبہ وتجدید نکاح سے پہلے جو شخص اس کے یہاں کھائے اس کا بھی بائیکاٹ کیا جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۳ رجب المرجب ۱۶ھ

مسئلہ:۔ از ولایت حسین ایڈوکیٹ ساکن امولی ڈاکخانہ ہتھیا گڈھ۔ ضلع بستی۔

ولی محمد نے ایک بار غلام حسین اور کتاب اللہ کی مدد سے ایک کتے کو ذبح کیا اور اس کا گوشت اپنے لڑکے کو بطور علاج کھلایا اور دوسری بار پھر ولی محمد کی بہو نے اپنے لڑکے کی مدد سے کتے کو ذبح کر کے اسی شخص کو کھلایا۔ واضح رہے کہ غلام حسین اور کتاب اللہ جانتے تھے کہ ولی محمد اپنے لڑکے کو کھلانے کے لئے کتا ذبح کروا رہے ہیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مذکورہ لوگوں کے بارے میں

شریعت کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب:۔ کتے کا گوشت مسلمان کو کھلا دیا گیا۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔ ولی محمد اور اس کی بہو کہ جنھوں نے کتے کا گوشت مریض کو کھلایا۔ اور غلام حسین کتاب اللہ نیز ولی محمد کی بہو کا لڑکا جو لوگ کہ اس حرام اور ناجائز کام کے کرنے میں مدد کئے۔ سب لوگوں کو آبادی کے سارے مسلمانوں کے سامنے کلمہ پڑھایا جائے۔ پھر ان کو توبہ و استغفار کرایا جائے اور ان سے عہد لیا جائے کہ وہ آئندہ اس طرح کی غلطی پھر نہ کریں گے۔ اور ان لوگوں کو چاہئے کہ قرآن خوانی و میلاد شریف کریں، غرباء و مساکین اور فقراء کو کھانا کھلائیں اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھیں کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ یعنی نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ و رسولہ جل مجدہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۶ھ

مسئلہ:۔ از عبد القادر رضوی برکاتی مدرسہ ضیاء العلوم نیپال گنج ملک نیپال کے شہر نیپال گنج اور اس کے اطراف میں آج کل ایک نئی جماعت (مسلم سیوا سنگھ) کے نام سے گشت کر رہی ہے جس کا مقصد مسلمانوں کو عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے الگ کرنا انہیں سلام و قیام اور مزارات اولیاء پر حاضری سے روکنا اور علمائے بریلوی اور مسلک اعلیٰ حضرت سے منحرف کرنا ہے نیز ان کا کہنا ہے کہ ۷۸۶ اسم جلالت اللہ کا عدد نہیں ہے بلکہ ہرے کرشنا کا عدد ہے لہٰذا اس عدد کو برائے حصول برکت کسی کام کے آغاز کے وقت

نہیں لکھنا چاہئے۔ بلکہ جو تحریر کرے وہ بدعقیدہ اور گمراہ ہے۔ نیز ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس سلسلے میں اب تک اکابر و مشائخ غلطی پر رہے۔ حضور والا کی خدمت باعظمت میں عرض ہے کہ یہ فرقہ اپنے ظاہری اخلاق و کردار کی بنیاد پر اس وقت بہت کامیاب چل رہا ہے لوگ ان کے دام فریب میں آتے چلے جارہے ہیں اور اس طرح ایک عجیب طوفان برپا ہے اس لئے آپ بہت جلد اور بہت مدلل جواب سے نوازیں کرم ہوگا۔ اور واضح فرمائیں کہ کیا اس فرقہ کا قول درست ہے اور یہ بھی تحریر کرنے کی زحمت کریں کہ اعداد کا نکالنا کب سے شروع ہے کیا عہد رسالت وصحابہ میں یہ اعداد نکالے جاتے تھے اس کی کچھ حقیقت ہے کہ نہیں اور ایسا کرنے والا اور کہنے والوں پر کیا حکم شرع نافذ ہوتا ہے۔ نہایت سختی سے جواب ارشاد فرماکر قوم کی رہنمائی فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ جس جماعت کے اندر مذکورہ بالا باتیں پائی جاتی ہیں وہ یقیناً وہابی دیوبندی ہیں اس گروہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جیسا علم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے ایسا علم تو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل ہے جیسا کہ ان کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان ص۸ پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کل علم غیب کا انکار کرتے ہوئے صرف بعض علم غیب کو ثابت کیا پھر بعض علم غیب کے بارے میں یوں لکھا کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ معاذ اللہ رب العلمین نئے ایڈیشن میں حفظ الایمان کی یہ عبارت کچھ بدل دی گئی ہے لیکن سارے وہابی دیوبندی اسی پرانی عبارت کو صحیح مانتے ہیں۔

اس گروہ کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخرالانبیاء نہیں ہیں آپ کے بعد دوسرا نبی ہوسکتا ہے جیسا کہ مولوی قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے اپنی کتاب تحذیر الناس صہ ۳ پر لکھا ہے کہ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کا یہ مطلب سمجھنا کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں یہ ناسمجھ اور گنواروں کا خیال ہے ــــــ پھر اسی کتاب کے صہ ۲۸ پر لکھا ہے کہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد دوسرا نبی پیدا ہوسکتا ہے ؎ العیاذ باللہ تعالیٰ

اس گروہ کا عقیدہ یہ بھی ہے شیطان و ملک الموت کے علم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم کم ہے جو شخص شیطان و ملک الموت کے لئے وسیع علم مانے وہ مومن مسلمان ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو وسیع اور زائد ماننے والا مشرک بے ایمان ہے جیسا کہ اس گروہ کے پیشوا مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ صہ ۵۱ پر لکھا ہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ معاذ اللہ ربّ العٰلمین

مذکورہ بالا عقیدوں کے علاوہ اس گروہ کے اور بھی بہت سے کفری عقیدے ہیں اس لئے مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، ہندوستان، پاکستان

برما، اور بنگلہ دیش وغیرہ کے سیکڑوں علمائے کرام و مفتیان عظام نے ان کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا۔ جس کی تفصیل حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے ——— لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس گروہ سے دور رہیں اور ان کی بات نہ سنیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ یعنی بدمذہبوں سے دور رہو اور انھیں اپنے قریب نہ آنے دو تاکہ وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور نہ فتنہ میں ڈالیں (مشکوٰۃ شریف ص۲۸) اگر اس نام نہاد دیوا سنگھ سے مسلمان متاثر ہو رہے ہیں تو علمائے اہل سنت پر فرض ہے کہ اس جماعت کے خلاف جلسے کریں اور مسجدوں میں جا کر خصوصاً جمعہ کے دن مسلمانوں کو اس گروہ کی حقیقت سے آگاہ کریں۔

اور ۷۸۶ کو اسم جلالت کا عدد تو کوئی بھی نہیں مانتا۔ البتہ وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا عدد ضرور ہے۔ پھر اگر وہی ہرے کرشنا کا بھی عدد ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ مسلمان تو بسم اللہ ہی کی نیت سے ۷۸۶ لکھتا ہے۔ اور بخاری شریف کی پہلی حدیث میں ہے انما لکل امرئ مانوی۔ یعنی ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ تو جو شخص اللہ کو خوش کرنے کی نیت سے نماز پڑھتا ہے اسے ثواب ملتا ہے اور جو لوگوں کو دکھانے کے لئے پڑھتا ہے اسے ثواب نہیں ملتا ——— اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے شَیْطَانًا مَّرِیْدًا لَّعَنَہُ اللہُ۔ یعنی شیطان سرکش جس پر اللہ نے لعنت کی (پ۵ سورۂ نساء آیت ۱۱۷–۱۱۸) اس آیت کریمہ کا عدد ۷۸۴ ہے اور حاجی قاسم صاحب نانوتوی کا بھی عدد ۷۸۴ ہے۔ اور خدائے تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ۔ یعنی

ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہو گئے۔
(پ۱۰ سورۃ توبہ آیت ۷۴) اس آیت مبارکہ کا عدد ۱۲۶۴ ہے اور اشرف علی تھانوی صاحب کا عدد بھی ۱۲۶۴ ہے۔ اور ارشاد خداوندی ہے اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ۔ یعنی ہم نے انھیں ہلاک کر دیا بیشک وہ مجرم تھے۔ (پ۲۵ سورۃ دخان آیت ۳۷)
اس آیت کریمہ کا عدد ۶۶۸ ہے اور رشید احمد گنگوہی کا عدد بھی تخرجہ ی ۶۶۸ ہے۔ دیوبندیوں کے گروہ سے پوچھا جائے کہ ان کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں۔؟

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں بھی علم ابجد کا رواج تھا جیسا کہ اس واقعہ سے واضح ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ابو یاسر بن اخطب اس کا بھائی حی بن اخطب اور کعب بن اشرف نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قسم دے کر الٓمٓ کے بارے میں پوچھا کہ یہ آپ پر ایسے ہی نازل ہوا ہے؟ حضور نے فرمایا ہاں ایسے ہی نازل ہوا ہے۔ اس پر حی نے کہا اگر آپ سچے ہیں تو آپ کی یہ امت صرف چند سال رہے گی تو ہم اس دین کو کیسے قبول کریں۔ الٓمٓ کے حروف سے بحساب ابجد ظاہر ہے کہ ۷۱ سال میں یہ قوم مٹ جائے گی۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکرائے۔ حی نے کہا کیا اس کے علاوہ بھی ہے آپ نے فرمایا ہاں الٓمٓصٓ بھی ہے تو حی نے کہا یہ تو ۱۶۱ ہے جو پہلے سے زیادہ ہے۔ پھر اس نے کہا کیا اور بھی ہے؟ حضور نے فرمایا الٓرٰ بھی ہے تو حی نے کہا یہ تو پہلے اور دوسرے سے بھی زیادہ ہے ہم گواہی دیتے ہیں کہ اگر آپ سچے ہیں تو آپ کی امت کا غلبہ صرف ۲۳۱ سال تک رہے گا پھر اس نے کہا کیا اس کے علاوہ بھی ہے

حضور نے فرمایا المٓرٰ بھی ہے۔ تو حی نے کہا کہ ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے اس لئے کہ ہم آپ کی کون سی بات مانیں۔ اس پر ابو یاسر بولا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے انبیاء کرام نے ہمیں خبر دی ہے کہ اس امت کی حکومت ہوگی لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کتنے دنوں تک رہے گی۔ تو اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنے بیان میں سچے ہیں تو میری سمجھ سے ان کی امت کے لئے الٓمٓ، المٓصٓ، الٓرٰ اور المٓرٰ سب جمع ہو جائیں گے۔ پھر سارے یہودی اٹھ پڑے اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ آپ کا معاملہ ہم پر مشتبہ ہے (حاشیہ شیخ زادہ تفسیر بیضاوی جلد اول صـ۶۵)

اور دار الافتاء حلال وحرام اور جائز وناجائز بتانے کے لئے ہوا کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی سے سنبھل ضلع مرادآباد کے ایک شخص نے سوال کیا کہ بعد شہادت کس قدر سر مبارک دمشق کو روانہ ہوئے تھے اور کس قدر واپس آئے؟ تو اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں لکھا کہ حدیث شریف میں فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار باتیں چھوڑ دے۔ یہ سوال وجواب فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر کے صـ۳۷۴ پر چھپا ہوا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے جس حدیث شریف کا حوالہ دیا ہے اسکے اصل الفاظ یہ ہیں "من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ" لہذا یہ سوال کہ اعداد کا نکالنا کب سے شروع ہوا؟ سنبھل کے سوال سے بھی زیادہ بے کار ہے۔ سائل حدیث شریف پر عمل کرے۔ یعنی بے کار باتیں چھوڑ دے اور اپنے اندر اسلام کی خوبی پیدا کرے۔ وَصَلَّی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

کتبہ:۔ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ ازمحمد حسن قادری ۔ اچل پور ۔ ضلع گونڈہ

ایک مولانا صاحب جو دیہات میں بنام جمعہ دو رکعت پڑھنے کے بعد ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کے خلاف ہیں وہ لکھتے ہیں کہ میں اپنی تائید میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا ایک فتویٰ پیش کرتا ہوں اسے پڑھ کر سنا دیا جائے لوگ مان جائیں تو بہتر ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے سوال ہوا "کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایسے قریہ میں جس پر کسی طرح حد مصر ثابت نہیں اگر وہاں کے حنفی المذہب بخیال شوکت اسلامی نماز جمعہ مع ظہر احتیاطی وصلاۃ العیدین پڑھتے ہوں تو وہ گنہگار ہوں گے یا نہیں ؟ اور اگر گنہگار ہوں گے تو اس کی وجہ کیا ہے ؟

الجواب:۔ ایسی جگہ جمعہ یا عیدین پڑھنا مذہب حنفی میں گناہ ہے نہ ایک گناہ بلکہ چند گناہ۔ اولاً جب نماز جمعہ وعیدین وہاں صحیح نہیں تو یہ امر غیر صحیح میں مشغولی ہوئی اور وہ ناجائز ہے فی الدر المختار تکرہ تحریما لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ یہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ غیر صحیح میں مشغول ہونا ہے اس لئے کہ مصر صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ ثانیا۔ اقول۔ فقط مشغولی نہیں بلکہ اس امر ناجائز کو موجب شوکت اسلام جانا بلکہ بنیت وقصد فرض وواجب ادا کیا یہ مفسدہ عقیدہ ہے جس سے علماء نے تحدید شدید فرمائی" اوصوا بترك التزام مستحب اذا خیف ان یظنہ العوام واجبا وفی اخف منہ قال سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یجعل احدکم للشیطٰن شیٔ من صلاتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ۔ رواہ الشیخان فاذا کان ھذا ھو فی شروع باصلہ

فما ظنك بما لو يجز براسه۔ علماء نے ایسی صورت میں مستحب پر پابندی کے ترک کا حکم دیا ہے اس سے ہلکی بات میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنی نماز کا کچھ حصہ شیطان کے لئے نہ کرو یہ اعتقاد کرکے کہ صرف داہنی ہی طرف نماز کے بعد مڑنا واجب ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت دیکھا ہے کہ بائیں طرف مڑتے تھے۔ پس جب یہ ارشاد اس چیز کے بارے میں ہے تو اس کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جو سرے سے جائز ہی نہیں۔ ثالثا۔ جب کہ واقع میں نماز جمعہ وعیدین نہ تھی تو ایک نماز نفل ہوئی کہ باجماعت وا علان وتداعی ادا کی گئی۔ فی رد المحتار عن العلامۃ الحلبی محشی الدر هو نفل مکروہ لادائہ بالجماعۃ۔ یہ نماز نفل مکروہ ہوئی کیونکہ جماعت سے ادا کی گئی۔ یہ تین وجہیں وہ ہیں جو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے افادہ فرمائی۔ چوتھی وجہ یہ بھی ہے کہ اس کا اندیشۂ صحیحہ تو یہ ہے کہ عوام یہ اعتقاد کر بیٹھیں گے کہ جمعہ کے دن چھ نمازیں فرض ہیں یہ سخت مہلکہ ہے کہ کسی ناجائز فعل کو جائز سمجھنا کفر ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور یہ حیلہ کہ خود مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ دیہاتوں میں اگر عوام جمعہ پڑھتے ہوں تو انہیں منع نہ کیا جائے۔ الخ یہاں نہیں چل سکتا اس لئے کہ منع نہ کرنا اور عوام کو اپنے حال پر چھوڑ دینا اور بات ہے اور انھیں حکم کرنا اور بات ہے۔ اور یہاں تو لوگ حکم کرتے ہیں کہ جمعہ بھی پڑھو دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

سوال یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے فتویٰ سے کیا یہ ثابت ہے کہ دیہات میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت سے نہ پڑھیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا بریلوی

علیہ الرحمۃ والرضوان کا فرمان بیشک حق ہے کہ دیہات کے اندر مذہب حنفی میں جمعہ کی نماز پڑھنا گناہ ہے۔ اسی لئے مذہب حنفی کے سچے ماننے والے علمائے اہل سنت بنام جمعہ دو رکعت پڑھنے کے بعد چار رکعت ظہر فرض باجماعت پڑھنے پر زور دیتے ہیں تاکہ لوگوں پر ظاہر ہو جائے کہ دو رکعت جو بنام جمعہ پڑھی جاتی ہے وہ نفل ہے۔ پھر وہ نفل ہی کی نیت سے اس کو پڑھیں گے اور امر غیر صحیح میں مشغول ہونے کے گناہ سے بچ جائیں گے۔ اگر دیہات میں بنام جمعہ دو رکعت پڑھنے کے بعد جو حقیقت میں نفل ہے چار رکعت ظہر فرض باجماعت نہیں پڑھیں گے۔ تو لوگ بہ نیت فرض و واجب دیہات میں جمعہ پڑھ کر اس عقیدۂ مفسدہ میں آئندہ بھی مبتلا رہیں گے جیسے کہ آج مبتلا ہیں جس سے علماء نے تہدید شدید فرمائی ہے اور جب کہ دیہات میں جمعہ نہیں ہے تو بیشک وہ ایک نماز نفل ہوئی جو باجماعت اور اعلان وتداعی کے سبب مکروہ ہوتی ہے مگر بہ کراہت تنزیہی جیساکہ اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ درر و غرر پھر درمختار میں فرمایا یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد۔ پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ لمخالفۃ التوارث۔ نہ تحریمی کہ گناہ و ممنوع ہو (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۲۶۴)

اور جب دیہات میں بنام جمعہ دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد چار رکعت ظہر جماعت سے پڑھی جائے گی تو یہ بات لوگوں پر ظاہر کر دی جائے گی بلکہ خود ہی ظاہر ہو جائے گی کہ دیہات میں جمعہ فرض نہیں ہے اس لئے ظہر کی نماز پڑھی جا رہی ہے۔ تو چھ وقت کی نماز کے فرض ہونے کے اعتقاد کا اندیشۂ صحیحہ و قویہ تو کیا نام کا بھی اندیشہ نہ رہے گا۔ البتہ ظہر باجماعت نہ پڑھنے کی صورت میں لوگ دیہات

میں جمعہ کو فرض سمجھ کر پڑھیں گے بلکہ اسی نیت سے پڑھ رہے ہیں تو سخت مہلکہ میں مبتلا ہیں کہ جب کسی ناجائز فعل کو جائز سمجھنا کفر ہے جیسا کہ مولانا صاحب کی تحریر میں ہے تو ناجائز کو فرض سمجھنا بدرجہ اولیٰ کفر ہے۔ اور بیشک دیہات میں عوام سے جمعہ پڑھنے کا حکم کرنا غلط ہے بلکہ ان سے یہ کہا جائے کہ بنام جمعہ آپ لوگ جو پڑھتے ہیں وہ نفل ہے اور ظہر کی نماز فرض ہے اسے ضرور پڑھو۔

اور دیہات میں جمعہ پڑھنے کی تین خرابیاں مولانا صاحب نے اعلیٰ حضرت کے جس فتویٰ سے نقل کی ہیں اسی میں ہے رابعاً اوّل جمعہ میں اس کے سبب جو ظہر نہ پڑھیں ان پر تو فرض ہی رہ گیا۔ اور ترک فرض اگرچہ ایک ہی بار ہو خود کبیرہ ہے اور جو بزعم خود احتیاطی رکعات پڑھیں وہ بھی تارک جماعت تو ضرور ہوئے اور جماعت مذہب معتمد میں واجب ہے جس کا ایک بار بھی ترک گناہ اور متعدد بار ہو کر وہ بھی کبیرہ (فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص ۷۰۴)

اعلیٰ حضرت کی اس تحریر سے بالکل واضح ہے کہ دیہات میں بنام جمعہ دو رکعت پڑھنے کے بعد اگر ظہر نہ پڑھیں تو فرض باقی رہ جائے گا جو گناہ کبیرہ ہے۔ اور الگ الگ ظہر پڑھیں تو جماعت ترک کرنے کے سبب گنہگار ہوں گے۔ اسی لئے فتویٰ دیا جاتا ہے کہ دیہات میں بنام جمعہ دو رکعت پڑھتے ہیں تو اس کے بعد ظہر کی نماز جماعت سے ضرور پڑھیں تاکہ گنہگار ہونے سے بچ جائیں۔ حضور مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ دیہات میں جمعہ پڑھنا مذہب حنفی میں ہرگز جائز نہیں مگر عوام پڑھتے ہیں اور منع کرنے سے باز نہ آئیں گے فتنہ برپا کریں گے تو ان سے اتنا ہی کہنا ہوگا کہ بھائیو ظہر کے چار رکعت بھی پڑھو کہ تم پر ظہر ہی فرض ہے جمعہ

پڑھنے سے تمہارے ذمہ سے وہ ظہر ساقط نہ ہوئی۔ وہ فرض ظہر بھی جماعت ہی سے پڑھنے کو کہا جائے کہ بے عذر ترک جماعت گناہ ہے۔ (فتاویٰ مصطفویہ حصہ سوم ص۱۸)

اور اعلیٰ حضرت پھر اسی فتویٰ کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں۔ باآنکہ مسجد میں جمع ہیں جماعت پر قادر ہیں تنہا پڑھتے ہیں۔ یہ دوسری شناعت ہے مجتمع ہو کر ابطال جماعت ہے جسے شارع نے خوف جیسی حالت ضرورت شدیدہ میں بھی روا نہ رکھا (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۷۰) لہٰذا اس شناعت سے بچنے کے لئے ظہر کی نماز الگ الگ نہ پڑھیں بلکہ جماعت ہی سے پڑھیں۔ خلاصہ یہ کہ اعلیٰ حضرت کے فتویٰ سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ دیہات میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت سے نہ پڑھیں بلکہ یہ ثابت ہے کہ بنام جمعہ دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد بھی ظہر کی نماز جماعت سے ضرور پڑھیں ورنہ گنہگار ہوں گے اور یہی بات حضور مفتی اعظم ہند قبلہ کی تحریر مذکور میں واضح طور پر مرقوم ہے۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۷ھ

مسئلہ:۔ از صغیر احمد ستری۔ بہادر پور بازار۔ بستی

زید جو دیوبندی ہے وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تحفہ میں بادشاہ نے جس باندی کو دیا تھا اس سے جناب ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے نکاح نہیں کیا تھا تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ جب کہ زید یہ مانتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کو تحفہ میں بادشاہ نے جس عورت کو دیا تھا وہ باندی تھی تو پھر وہ یہ کیوں کہتا ہے کہ حضور نے اس سے نکاح نہیں کیا تھا اس لئے کہ جب بادشاہ نے اسے حضور کو دے دیا تو وہ باندی حضور کی ہو گئی۔ اور اسلام میں اپنی باندی سے نکاح کرنا حرام و ناجائز ہے جیسا کہ حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں "حرم نکاح المولیٰ امتہ" یعنی مالک کا اپنی باندی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۲۸۵) اور ملک العلماء امام علاء الدین کاسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں لا یجوز للرجل ان یتزوج بجاریتہ یعنی کسی مرد کو اپنی باندی سے شادی کرنا جائز نہیں۔ (بدائع الصنائع جلد دوم صفحہ ۲۷۲) بلکہ اگر کسی نے دوسرے کی باندی سے شادی کی پھر اس کے مالک نے وہی باندی اسکے شوہر کو دے دی یا اور کسی طرح سے شوہر اسکے کل یا بعض حصہ کا مالک ہو گیا تو نکاح فوراً باطل ہو جائے گا جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۳۰۲ پر ہے۔ اذا اعترض ملک الیمین علی النکاح یبطل النکاح بان ملک احد الزوجین صاحبہ او شقصا منہ کذا فی البدائع اھ لہٰذا جب کہ اپنی باندی سے نکاح کرنا حرام و ناجائز ہے بلکہ اگر دوسرے کی باندی سے نکاح کیا تو شوہر کی ملکیت میں آنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر زید کا یہ کہنا کہ بادشاہ کی دی ہوئی باندی سے حضور نے نکاح نہیں کیا تھا۔ عوام جو یہ مسئلہ نہیں جانتے صرف ان کو بھڑکانے کے لئے ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت لوگوں کے دلوں سے نکالنے کے لئے ہے۔ اگر ایسا خیال اس کا نہ ہوتا تو صرف اتنا کہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ میں بادشاہ نے جس باندی کو دیا تھا۔ جناب ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے پیدا ہوئے تھے۔ جیسا کہ علمائے اہل سنت کہتے اور لکھتے ہیں۔ بہر حال زید دشمن رسول ہے

ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس سے دور رہیں اور اس کو اپنے قریب نہ آنے دیں ورنہ وہ لوگوں کو گمراہ کر دے گا اور انھیں فتنہ میں ڈال دے گا۔ جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث ہے۔ "ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم (مشکوٰۃ شریف ص۲۸) ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ

مسئلہ:۔ از مولانا فخر الحسن نظامی اوجھا گنجوی مدرسہ غریب نواز شانتی نگر۔ بھیونڈی

زید اپنے وطن ضلع بستی سے بھیونڈی اس نیت سے گیا کہ پندرہ دن کے اندر ہی اپنے وطن واپس آجاؤں گا۔ تو قیام بھیونڈی کے زمانہ میں وہ شرعاً مسافر ہے یا نہیں۔ اور اس پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں جب کہ پندرہ دن کے اندر ہی واپس آنے کی نیت سے زید بھیونڈی گیا ہے تو وہاں کے زمانۂ قیام میں وہ شرعاً مسافر ہے اور اس حال میں اس پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے۔ تنویر الابصار میں ہے "فلا تجب علی مریض ومقعد وزمن۔ درمختار میں ہے وارادۃ سفر۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

قولہ وارادۃ سفر۔ ای واقیمت الصلاۃ ویخشی ان تفوتہ القافلۃ بحر، واما السفر نفسہ فلیس بعذر کما فی القنیۃ (رد المحتار جلد اول ص۳۷۴ مطبوعہ نعمانیہ) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں قولہ فلیس بعذر کما فی القنیۃ۔ اقول لکن فی عمدۃ القاری باب فضل الجماعۃ اخرج ۲ ص ۱۹۰ ان الجماعۃ

لانتاکد فی حق المسافر لوجود المشقۃ اھ وان حمل ھذا علی الفرار وذٰلک علی القرار حصل التوفیق۔ (جد الممتار جلد اول ص۶۵-۲۶۴) ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۵ ربیع الاول ۱۸ھ

مسئلہ: از- ادھین محمد صدیق محمد عبدالواحد ڈین ہاگ نیدرلینڈ

بکر خزانچی نے مسجد کے پیسوں سے اپنا ذاتی کاروبار شروع کر دیا اور مسجد کے نام پر کاروبار کرتے ہوئے حکومت کا ٹکس بھی ادا نہ کیا۔ مسجد کے دیگر اراکین کو اس بات کا علم اس وقت ہوا جب حکومت کی طرف سے مسجد کے نام مبلغ بیس ہزار گلڈرز کا بل آیا اور ساتھ ہی بل وقت مقررہ پر ادا نہ کرنے کی صورت میں مسجد کی عمارت کو نیلام کر دینے کی دھمکی کا خط بھی۔ تو بکر خزانچی کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب: مسجد کے مال سے اپنا کاروبار کرنا حرام و ناجائز ہے مسجد کے پیسوں سے اپنا ذاتی کاروبار مسجد کے نام پر کرنا اور پھر حکومت کا ٹکس ادا نہ کر کے اسے نیلام کی حد تک پہنچا دینا حرام حرام سخت حرام ہے۔ لہذا بکر خزانچی نے اگر واقعی ایسا کیا تو وہ ظالم جفا کار سخت گنہگار اور مستحق عذاب نار ہے۔ تاوقتیکہ مسجد کے نام کا ٹکس بیس ہزار گلڈرز ادا نہ کرے سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس سے قطع تعلق کریں۔ اس کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا اور سلام وکلام بند کریں۔ قَالَ اللہُ تعالیٰ وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ (پ ۷ ع ۱۴) جو مسلمان ایسا نہیں کرے گا اسے فاسق کی طرح عذاب ہوگا۔ قَالَ اللہُ تعالیٰ

كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝
(سورۂ مائدہ آیت ۷۹) ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ

مسئلہ:۔ (مولانا) ظفر الحسن خاں چورواگنیش پور۔ بستی

آغا دریا خاں مرحوم نے ستّر سال پہلے اپنی زمین پر مسجد بنائی اور خود زندگی بھر اس کے متولی رہے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے بھتیجے عبد الحمید خاں اس مسجد کے متولی رہے۔ پھر عبد الحمید خاں کے فوت ہو جانے پر ان کے لڑکے عبد الوحید خاں متولی ہوئے۔ مگر کچھ دنوں پہلے بعض لوگوں نے عبد الوحید خاں کی بجائے ایک دوسرے شخص کو اس مسجد کا متولی قرار دیا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب واقف کے خاندان والے موجود ہیں اور اہلیت بھی رکھتے ہیں تو ان کو متولی رہنے کا حق ہے یا دوسرے خاندان کے آدمی کو متولی بننے کا حق ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ اگر واقف کے خاندان والے موجود ہوں اور اہلیت بھی رکھتے ہوں تو دوسرے کو متولی نہیں بنایا جائے گا جیسا کہ حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں مادام احد یصلح للتولیۃ من اقارب الواقف لا یجعل المتولی من الاجانب یعنی واقف کے خاندان میں کوئی اگر متولی بنائے جانے کی اہلیت رکھتا ہے تو دوسرے کو متولی نہیں بنایا جائے گا۔ (درمختار مع شامی جلد سوم مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ص۴۱۱)

اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ولا یجعل القیم من الاجانب ما وجد فی ولد الواقف و

اهل بیتہ من یصلح لذلک فان لم یجد فیھم من یصلح لذلک فجعل الی اجنبی ثم صار فیھم من یصلح لہ صرفہ الیہ یعنی دوسرے لوگوں کو متولی نہیں مقرر کیا جائے گا جب تک کہ واقف کی اولاد اور اسکے خاندان والوں میں سے کوئی شخص ایسا ملے جو متولی بنائے جانے کی اہلیت رکھتا ہو۔ اگر کوئی ان میں اس کی صلاحیت نہیں رکھتا تو دوسرے کو متولی مقرر کر دیا گیا۔ پھر کوئی ان میں تولیت کے لائق ہوگیا تو اس کی طرف تولیت منتقل کر دی جائے گی (رد المحتار جلد سوم مطبوعہ نعمانیہ ص۴۱۱)

اور فتاویٰ عالمگیری جلد ثانی مطبوعہ مصر ص۴۰۹ میں ہے وفی الاصل الحاکم لا یجعل القیم من الاجانب ما دام من اهل بیت الواقف من یصلح لذلک وان لم یجد منھم من یصلح ونصب غیرھم ثم وجد منھم من یصلح صرفہ عنہ الی اهل بیت الواقف اھ یعنی محرر مذہب حنفی حضرت امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب مبسوط میں ہے کہ جب واقف کے خاندان والے موجود ہوں اور اہلیت بھی رکھتے ہوں تو حاکم دوسرے کو متولی نہ بنائے اور اگر ان میں کوئی متولی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا تو دوسرے کو متولی کر دیا گیا پھر ان میں کوئی اس کے لائق ہوگیا تو حاکم اس کی طرف تولیت منتقل کر دے۔ اسی طرح فتاویٰ بزازیہ جلد ثالث مع ہندیہ ص۲۳۰ میں بھی ہے۔ لہذا جب عبد الوحید خاں واقف کے خاندان سے ہے اور تولیت کی اہلیت بھی رکھتا ہے تو وہی متولی رہنے کا حقدار ہے اسکی تولیت کو ختم کر کے دوسرے کو متولی بنانا غلط سراسر اسلامی قانون کے خلاف اور ظلم و زیادتی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ صفر المظفر ۱۴۱۰ھ

مسئلہ: از شفیق اللہ سیٹھ دوکان ۷ غفور خاں اسٹیٹ کرلا بمبئی ۷۰ مہاراشٹر۔

حاجی زین اللہ صاحب کا ۷ دسمبر ۱۹۹۱ء کو انتقال ہوا تو ان کے چالیسواں میں عزیز و اقارب، دوست و احباب اور سیٹھوں کو کھانے کی دعوت کی گئی۔ اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ جائز نہیں ہے تو اسی موقع پر میلاد شریف کی محفل میں ایک مولانا صاحب نے اپنی تقریر میں بیان کیا کہ چالیسواں کا کھانا جائز ہے۔ اگر کوئی ناجائز ثابت کر دے تو میں اپنی پگڑی اتار کر رکھ دوں۔ سوال یہ ہے کہ لوگوں کا کہنا صحیح ہے یا مولانا صاحب کا بیان صحیح ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: اہل میت کی طرف سے کھانے کی دعوت ناجائز اور بدعت قبیحہ ہے جیسا کہ محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اہل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ یعنی میت والوں کی طرف سے کھانے کی دعوت ناجائز ہے کہ شرع نے دعوت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ اور یہ بدعت قبیحہ ہے (فتح القدیر جلد دوم ص ۱۰۲) اور مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۳۳۹ پر حضرت علامہ حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ایسا ہی تحریر فرمایا ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ سوم، دہم اور چہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے نہ کہ دعوت دے کر انہیں کھلایا جائے۔ اور برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنی ہے کما فی مجمع البرکات۔ موت میں دعوت

ناجائز ہے (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص۲۳۲) اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ میت کے گھر والے تیجہ وغیرہ (یعنی دسواں، بیسواں اور چالیسواں وغیرہ) کے دن دعوت کریں تو ناجائز و بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم کے وقت۔ اور اگر فقراء کو کھلائیں تو بہتر ہے (بہار شریعت حصہ چہارم ص۱۶۴)

اور جب میت والوں کی طرف سے تیجہ، دسواں، بیسواں اور چالیسواں کی دعوت ناجائز ہے تو ایسی دعوت کا قبول کرنا بھی ناجائز ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (پ۶ سورۂ مائدہ آیت ۲) لہٰذا مولانا کا صرف یہ بیان کرنا کہ چالیسواں کا کھانا جائز ہے۔ اور اس کی دعوت کے ناجائز ہونے کو ظاہر نہ کرنا لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالنا ہے۔ اس لئے کہ مولانا کے بیان سے لوگ یہی سمجھیں گے کہ چالیسواں میں کھانے کی دعوت جیسا کہ عام طور پر رائج ہے جائز ہے۔ حالانکہ وہ ناجائز اور بدعت سیئہ ہے۔ ھٰذا ماعندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جلت عظمتہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عبد العزیز۔ مقام وپوسٹ کسورا بازار۔ بستی

بکر کی لڑکی ہندہ کا عمرو کے لڑکے زید سے ناجائز تعلق کی بنیاد پر ہندہ کو ناجائز بچہ پیدا ہوا۔ جس کو مار ڈالنے کی کوشش کی گئی اور زخمی کر کے پھینک دیا گیا لڑکے کو ایک شخص اٹھا لایا اور بچہ تین دن زندہ رہا پھر انتقال کر گیا۔ ایسی صورت میں ہندہ اور زید کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز جس نے بچے کو مار ڈالنے کی کوشش کی

اور زخمی کرکے پھینکا اس کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے. نیز زید اور ہندہ دونوں اگر نکاح کرنے پر راضی ہوں تو اس کی کیا صورت ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زید و ہندہ اور وہ شخص جس نے بچہ کو مار ڈالنے کی کوشش کی تینوں سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوئے۔ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو ان لوگوں کو بہت کڑی سزا دی جاتی موجودہ صورت میں یہ حکم ہے کہ ان سب کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے نماز کی پابندی کا ان سے عہد لیا جائے۔ اور قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے، غربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی؛ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا یعنی جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع لایا جیسی چاہیے تھی۔ (پ ۱۹ سورۂ فرقان آیت ۷۱) اور زید و ہندہ کے ماں باپ نے اگر اپنے لڑکے لڑکی کی صحیح نگرانی نہیں کی، ان کو آزاد رکھا تو ان لوگوں کو بھی علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور زید و ہندہ دونوں اگر نکاح پر راضی ہوں تو بہتر ہے۔ جس طرح دوسرے نکاح ہوتے ہیں۔ اسی صورت سے ان کا بھی نکاح کر دیا جائے وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:- مرسلہ قاری محمد مطلوب عالم رضوی مدرس دار العلوم اہلسنت تنویر الاسلام امرڈوبھا بستی

زید مدرسہ عربیہ اہلسنت میں علم قرآت و حفظ کا کام انجام دے رہا ہے۔ مدرسہ سے زید کو جو مشاہرہ ملتا ہے مشاہرہ لینے کی صورت میں زید ثواب کا مستحق ہوگا یا نہیں۔ اور یہ خدمت دین کہلائے گی یا نہیں

بکر کا کہنا ہے کہ آپ نے جتنی دیر تعلیم دی مدرسہ نے اس کا مشاہرہ دیا۔ اس صورت میں آپ کو ثواب بالکل نہیں ملتا ہے اور اسے خدمت دین بھی نہیں کہا جا سکتا ہے۔ جب کہ زید کی نیت تصحیح قرآن اور علم قرأت کو فروغ دینا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ جو شخص تعلیم قرآن یا تعلیم حدیث و فقہ پر اجرت لیتا ہے وہ اجیر ہے اور اجیر عامل لنفسہ ہوتا ہے عامل للہ نہیں ہوتا۔ اور جو عمل اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہو اس پر ثواب نہیں ملتا۔ بخاری شریف کی پہلی حدیث ہے " انما الاعمال بالنیات وانما لکل امری مانوی" اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اس سوال کے جواب میں کہ امام کا تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ تحریر فرماتے ہیں جائز ہے مگر امامت کا ثواب نہ پائیں گے کہ امامت بیچ چکے" (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم ص۱۷۱) پھر اسی صفحہ پر ایک سطر بعد اس سوال کے جواب میں کہ تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ اور احادیث کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ تحریر فرماتے ہیں "جائز ہے اور ان کے لئے آخرت میں ان پر کچھ ثواب نہیں اھ" ——— اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان بہار شریعت حصہ سوم ص۳۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ " اذان کہنے پر احادیث میں جو ثواب ارشاد ہوئے وہ انہیں کے لئے ہیں جو اجرت نہیں لیتے خالصاً للہ عزوجل اس خدمت کو انجام دیتے ہیں۔ ہاں اگر لوگ بطور خود مؤذن کو صاحب حاجت سمجھ کر دے دیں تو یہ بالاتفاق جائز بلکہ بہتر ہے اور یہ اجرت نہیں (غنیہ) جبکہ المعہود کالمشروط کی حد تک نہ پہنچ جائے (رضا) ——— لہذا اگرچہ زید کا یہ دعویٰ ہو کہ ہم تصحیح قرآن اور علم قرأت کو فروغ دینے کی نیت سے پڑھاتے ہیں اور خدمت دین کرتے ہیں مگر جب کہ وہ کام فی سبیل اللہ نہیں کرتا۔ بلکہ اس پر اجرت و مشاہرہ لیتا ہے تو وہ ثواب کا مستحق نہیں۔ ہاں

مدرسہ والوں نے تعلیم کا جو وقت مقرر کیا ہے اس کے علاوہ میں اگر خالصًا لوجہ اللہ پڑھائے گا تو ضرور ثواب کا مستحق ہوگا۔ کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عبدالعزیز نوری مکان ۷۱ ہاتھی پالا اندور (ایم پی)

بخدمت فقیہ ملت حضرت مفتی صاحب قبلہ! عرض یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی برکت حاصل کرنے کے لئے خط وغیرہ کے شروع میں ۷۸۶ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور عام طور سے یہ مشہور ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ۱۹ حروف ہیں۔ لیکن رسالہ خاتون مشرق شمارہ نومبر ۹۶ء میں کلمہ جلالت اللہ میں ہ سے پہلے الف اور کلمۂ الرحمٰن میں نون سے پہلے الف مان کر اکیس حروف لکھے ہیں جن کے عدد ۷۸۸ تحریر ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ۷۸۶ اہل ہنود کے بھگوان ہرے کرشنا کے نام کے اعداد ہیں لہٰذا ۷۸۶ لکھنا یا لانا شرک و بدعت ہے۔ اس مضمون نے لوگوں میں بڑا خلجان پیدا کر دیا ہے۔ آپ اسے دور فرمائیں۔ انتہائی کرم ہوگا۔

الجواب: خط وغیرہ کی ابتدا میں تبرکاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف کے اعداد ۷۸۶ لکھنا جائز ہے۔ اس لئے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف کی لکیریں جن معانی پر دلالت کرتی ہیں ۷۸۶ کی لکیریں بھی ان معانی کو ظاہر کرتی ہیں لیکن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن مجید کی آیت ہے اور ۷۸۶ آیت نہیں ہے تو قرآن مجید کی آیت کو بے ادبی سے بچانے کے لئے ۷۸۶ لکھنے کی ابتدا ہوئی۔ پھر جہاں بے ادبی کا اندیشہ نہیں ہے وہاں بھی اسی گنتی کا لکھنا رائج ہوگیا۔

اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں انیس ہی حروف ہیں۔ کلمہ جلالت اللہ میں ہ سے پہلے اور الرحمٰن الرحیم میں نون سے پہلے الف مان کر اکیس حروف بتانا غلط ہے اس لئے کہ کھڑا زبر الف کی طرح پڑھا تو جاتا ہے مگر وہ الف نہیں ہوا کرتا۔ لہٰذا اس کا عدد جوڑ کر ۷۸۶ کی بجائے ۷۸۸ لکھنا

صحیح نہیں۔ بحر العلوم حضرت علامہ عبد العلی لکھنوی علیہ الرحمۃ والرضوان (المتوفی ۱۲۲۵ھ) اپنے رسالہ رسم القرآن میں تسمیہ اور سورۂ فاتحہ کے کلمات اللّٰہ الرحمٰن اور العٰلمین کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ "درہمہ قرآن بے الف اند" اور سورۂ بقرہ کے ابتدائی کلمات ذٰلک الکتٰب کے متعلق لکھتے ہیں "بے الف اند"۔ اور سورۂ نمل آیت نمبر ۳۰ خاص کر بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں کہ "الرحمٰن بے الف"۔

ان شواہد سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ کھڑا زبر الف کے برابر پڑھا جاتا ہے لیکن وہ الف نہیں ہوتا۔ لہٰذا بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم میں کلمۂ جلالت اللّٰہ اور الرحمٰن میں کھڑے زبر کو الف مان کر اس کے اکیس حروف ٹھہرانا اور اس کے اعداد کو ۷۸۸ قرار دینا سراسر غلط ہے۔

اور دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے مترجم قرآن مجید (مطبوعہ تاج آفس بمبئی) کے مقدمہ میں ص۵ پر لکھا ہے کہ رحمٰن اور اسحٰق میں کھڑا زبر کو الف کے برابر پڑھنا ضروری ہے ———
اس عبارت سے بھی واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی کے نزدیک کھڑا زبر الف کے برابر پڑھا جاتا ہے لیکن وہ الف نہیں ہوتا۔

اور اہل ہنود کے بھگوان ہرے کرشنا کا عدد بھی ۷۸۶ ہے تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اس لئے کہ بخاری شریف کی پہلی حدیث ہے انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی۔ یعنی اعمال کے ثواب کا مدار نیتوں ہی پر ہے۔ اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ لہٰذا جو شخص بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کی نیت سے ۷۸۶ لکھے گا وہ ثواب و برکت کا مستحق ہوگا اور جو ہرے کرشنا کی نیت سے لکھے گا وہ کفر میں مبتلا ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و

سلم نے فرمایا "من صلی یرائی فقد اشرک" یعنی جس نے دکھاوے کے لئے نماز پڑھی تو اس نے شرک کیا (مشکوٰۃ شریف ص۴۵۵) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھے گا تو ثواب پائے گا اور دکھاوے کے لئے پڑھے گا تو ثواب پانے کی بجائے شرک خفی میں مبتلا ہو گا۔

غور کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نماز پڑھنے والا جو کام کرتا ہے وہی دکھاوے کے لئے نماز پڑھنے والا بھی کرتا ہے مگر دونوں کی نیتیں الگ الگ ہیں تو ایک ثواب پاتا ہے اور دوسرا گنہگار ہوتا ہے ـــــ اور جو شخص کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے وہ ثواب پاتا ہے اور جو کعبہ کو سجدہ کرتا ہے وہ کفر میں مبتلا ہوتا ہے جیسا کہ درمختار ردالمحتار جلد اول مطبوعہ دیوبند ص۲۸۶ میں ہے۔ یعنی کام دونوں کا ایک ہے مگر نیتوں میں فرق ہے تو ایک مستحق ثواب ہے اور دوسرا مستحق عذاب۔

اسی طرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی نیت سے لکھنے والا۔ اور ہرے کرشنا کی نیت سے اس عدد کو تحریر کرنے والا دونوں کا کام ایک ہی ہے مگر پہلے کی نیت اچھی ہے تو وہ مستحق ثواب ہے اور دوسرے کی نیت کفری ہے تو وہ مستحق عذاب ہے۔

اور جب مسلمان ۷۸۶ لکھے تو اسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی کا عدد لکھنے پر محمول کیا جائے گا نہ کہ اسے زبردستی ہرے کرشنا کا عدد قرار دیا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ گناہ کبیرہ ہے اور بلا تحقیق مسلمانوں پر گناہ کبیرہ کا الزام لگانا بھی گناہ کبیرہ ہے (احیاءُ العُلوم امام غزالی)

رسالہ خاتون مشرق کے مضمون میں وہابی نے لکھا ہے کہ ۷۸۶ لکھنا شرک و بدعت ہے تو مولوی اشرف علی تھانوی نے قرآن مجید مترجم مذکور کے مقدمہ میں ص۹ سے ص۱۱ تک سورۂ یٰسٓ، سورۂ

رحمٰن اور سورۂ اخلاص وغیرہ کی کل گیارہ تعویذیں لکھی ہیں جن کی پیشانیوں پر ۷۸۶ لکھا ہے۔ تو وہابی کی تحریر کے مطابق مولوی اشرف علی تھانوی نے مسلسل شرک کا ارتکاب کیا ہے ـــــــ اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ۔ یعنی اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا (پ۵ سورۂ نساء آیت ۴۸، ۱۱۶) لہذا وہابی کی تحریر سے ثابت ہوا کہ شرک کے ارتکاب کے سبب مولوی اشرف علی تھانوی کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے جہنم ہے۔

اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "شیطانا مرید العنہ اللہ"۔ یعنی شیطان سرکش جس پر اللہ نے لعنت کی (پ۵ سورۂ نساء آیت ۱۱۷-۱۱۸) اس آیت کریمہ کا عدد ۷۸۶ ہے اور حاجی قاسم صاحب نانوتوی کا بھی عدد ۷۸۶ ہے اور خدائے تعالیٰ فرماتا ہے لقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم یعنی ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہو گئے۔ (پ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۷۴) اس آیت مبارکہ کا عدد ۱۲۶۴ ہے۔ اور اشرف علی تھانوی کا عدد بھی ۱۲۶۴ ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے اھلکنٰھم انھم کانوا مجرمین۔ یعنی ہم نے انھیں ہلاک کر دیا بیشک وہ مجرم تھے (پ۲۵ سورۂ دخان آیت ۳۷) اس آیت کا عدد ۶۶۸ ہے اور رشید احمد گنگوہی کا عدد بھی بتخرجہ ی ۶۶۸ ہے اب وہابی دیوبندی بتائیں کہ ان کے بارے میں وہ کیا کہیں گے۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از ڈاکٹر سید عبدالباسط صاحب حسینی۔ سورا۔ سرینگر۔ کشمیر

(۱) ـــــــ کسی مرد یا زن یا لڑکے یا لڑکی کے انتقال پر اس کے گھر میں اقارب اور دوسرے رشتہ داروں کا اجتماع ہوتا ہے شریعت

مطہرہ میں اہل تعزیت جن کے لئے پڑوسی یا دوسرے رشتہ دار یا دوست طعام وغیرہ کا بندوبست کریں اصل میں میت کے کون کون سے رشتہ دار ہیں ؟ کیا میت کی چاچی، ممانی، پھوپھا، بہنوئی، داماد، چچازاد بھائی بہن اوران کی اولاد، پھوپھی زاد بھائی بہن اوران کی اولاد، میرے بھائی بہن اوران کی اولاد، خالہ زاد بھائی بہن اوران کی اولاد، ان سب کے گھریلو نوکر چاکر، بہن یا بیٹی شادی شدہ کی ساس یا میت کے قریبی دوست ان کی ماں اور بہنیں اور بیویاں بھی اہل تعزیت میں شمار ہوتے ہیں ؟

(۲) ـــــــ تعزیت پرسی کے لئے آنے والوں کے لئے میت کے گھر تین دن تک کھانا پینا شرعاً منع ہے لیکن یہاں رواج ہے کہ میت کے رشتہ داروں میں سے کوئی یا بہو کے گھر والے یا پڑوسی ان تین دن تک تعزیت کو آنے والوں کے لئے چائے پانی یا طعام کا اہتمام کرتے ہیں اور اہل تعزیت کو خصوصاً اور اس کے رشتہ داروں اور دیگر تعزیت کے لئے آنے والوں کو عموماً کھلاتے پلاتے ہیں (یہ اہتمام اہل میت کے لئے اخلاقی طور پر ذمہ رہتا ہے تاکہ جب آج کے مہتمم پر ایسا کوئی سانحہ وارد ہو تو اس وقت یہ اس کا بدلہ چکا دے) ایک بات توجہ طلب ہے کہ تعزیت کرنے والوں میں ایسے رشتہ دار اور احباب بھی ہوتے ہیں جو دور گاؤں اور شہروں سے سفر کر کے تھک ہار کے آتے ہیں اور بعض اوقات رات کو میت کے گھر رکنے کے لئے مجبور بھی ہوتے ہیں۔ اول یا دوسرے یا تیسرے دن کے لئے مہتمم سب کے لئے چائے پانی یا طعام حاضر رکھتے ہیں۔ تعزیت کرنے والوں میں سے صرف چند لوگ ہی کچھ کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اکثر لوگ کھانے پینے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ کیا اس طریقے میں شریعت مطہرہ کچھ اصلاح لازم کرتی ہے ؟ اگر اصلاح لازم ہے

تو وضاحت فرمائیں۔

(۳) ـــــــ اہل تعزیت میں سے میت کے پسماندگان میں سے کوئی (جیسے بیٹا، یا بھائی یا باپ یا بیوہ) چہارم کے روز تین طرح کی مجلسوں کے لئے چائے پانی کا انتظام کرتے ہیں۔

(الف) ـــــ روز چہارم چاشت ہی سے عورتوں کا تانتا بندھا رہتا ہے خوب گپ شپ، غیبت اور نمائش حسن وجمال ہوتی ہے جب کہ میت کے قریبی رشتہ دار عورتیں چلاّ کر رونے، سینہ کوبی کرنے، بال نوچنے یا نوحہ خوانی کرنے میں مصروف ہوتی ہیں۔ اس مجلس کے لئے دودھ والا قہوہ اور قلچے اور کبھی کبھی حلوے سے بھری روٹیاں بھی پیش کی جاتی ہیں۔ عورتیں سوگ کے دنوں میں بھی حاضری دیتی ہیں۔ اور بعض تو ہر روز شمولیت کرتی ہیں۔

(ب) ـــــ اس دور کے ساتھ ساتھ یا اس کے بعد مرد حضرات مقررہ وقت پر جو ایک دو روز پہلے ہی اخباروں میں مشتہر کیا جاتا ہے میت نو گذشتہ کی قبر پر جمع ہو جاتے ہیں۔ امام صاحب یا کوئی مولوی صاحب اجتماعی فاتحہ خوانی کی پیشوائی کرتے ہیں۔ عموماً حاضرین بھی پیشوا کے ساتھ جہر سے پڑھتے ہیں۔ اسکے بعد قبرستان سے رخصت ہوتے وقت اہل میت کی طرف سے کوئی شخص منادی کرتا ہے کہ "صاحب تعزیت کی طرف سے ان کے گھر پر جمع ہونے کا سوال ہے"۔ پھر اکثر لوگ صاحب تعزیت کے گھر پہنچتے ہیں اور وہاں نمکین چائے اور تنور کی بڑی روٹیاں کھا کر رخصت ہوتے ہیں۔ بعض اہل میت گرمیوں میں چائے کے بدلے شربت کا انتظام کرتے ہیں۔ اور بعض یہ شربت قبرستان ہی پر پلاتے ہیں۔ کچھ اہل میت چائے شربت وغیرہا کا یہ انتظام سماجی رسم سمجھ کر کرتے ہیں۔ تو کچھ میت کے حق میں نفل صدقہ

جان کر۔ تاکہ ان کی میت کی روح کو اطمینان نصیب ہو۔ چاہے رسم جان کر یا کارِ ثواب جان کر۔ چاہتے ہوئے یا بادلِ ناخواستہ ہر اہل میت کو یہ دستور کے مطابق کرنا ہی پڑتا ہے۔ چاہے اس کے لئے قرض ہی کیوں نہ لینا پڑے۔ یا پھر وہابی بن کر اس سے بچتا ہے۔ اگر اہل میت یا خود میت کی تھوڑی بہت سماجی حیثیت بھی ہو تو بزرگ دوستوں میں سے یا تنظیموں اور انجمنوں یا محلہ کمیٹی کی طرف سے کچھ لوگ تقریر کرتے ہیں جن میں میت کا ذکرِ خیر بھی ہوتا ہے اور اہل میت سے اظہار ہمدردی وغیرہ بھی ہوتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو خدمت دین کے جذبے کے تحت خوش عقیدگی اور سوم، چہارم و چہلم وغیرہ میں ربط ظاہر کرنے کی غرض سے نعت خوانی کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ نعت پڑھتے ہیں جبکہ حاضرین چائے نوشی کرتے ہیں۔ تعزیت نامے خوبصورتی سے لکھوائے اور فریم کروائے ہوئے پڑھے جاتے ہیں۔ اور پھر اہل میت کے حوالے کر دئے جاتے ہیں۔ جو انھیں بطور یادگار اپنے کمروں کے طاقچوں یا الماریوں میں سجاتے ہیں یا دیواروں پر آویزاں کرتے ہیں۔

(ج) اسکے بعد اکثر اسی روز یا پندرہویں دن یا چہلم کے دن شام کو یا دن کو ایک پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں رشتہ داروں پڑوسیوں اور دوستوں کو مدعو کیا جاتا ہے قرآن خوانی کیلئے مسجد کے امام صاحب اور پیشہ ور ملاؤں کو بلایا جاتا ہے۔ قرآن خوانی کے علاوہ ختمات المعظمات، درود نجات، درود و سلام پڑھے جاتے ہیں۔ نعت خوانی بھی ہوتی ہے۔ منقبت بھی پڑھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ پر تکلف طعام پیش کیا جاتا ہے۔ پھر صاحب خانہ ان پیشہ ور لوگوں کو نقد ہدیہ ادا کرتا ہے۔ اور مجلس اختتام پذیر ہوتی ہے۔

کیا چہارم و چہلم وغیرہ کے دن ایصال ثواب اور دعوت کا یہ طریقہ شریعت مطہرہ کے مطابق درست ہے یا اس میں اصلاح کی بھی گنجائش ہے۔ یا اصلاح لازم ہے۔ اور مدعوین کے لئے کیا حکم ہے؟ اگر کوئی ان سے کہدے کہ طعام میت اغنیار کو کھانا جائز نہیں تو برا مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ تبرک کو ٹھکراتے ہیں اور بدعقیدہ گر دانتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب:- (۱) ـــــــ حدیث شریف میں ہے حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد اتاھم ما یشغلھم۔ یعنی جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو اس لئے کہ ان کو وہ مصیبت پہنچی ہے جو انہیں کھانا بنانے سے روک رکھے گی (مشکوۃ ص۱۵۱) اس حدیث شریف میں آل جعفر کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے اور آل کے معنی ہیں فرزندان و اہل خانہ (غیاث اللغات) لہذا پڑوسی، رشتہ دار یا دوست و احباب میت کے لڑکوں اور اس کے گھر والوں کے لئے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں کہ جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور ان رشتہ داروں کے لئے بھی کہ جو بعد دفن اپنے وطن یا کسی دوسرے رشتہ دار کے یہاں نہیں جا پائیں گے۔ اہل خانہ میں چاچی، ممانی، پھوپھا، داماد اور چچازاد بھائی وغیرہ الخ نہیں کہ انہیں اہل تعزیت میں شمار کیا جائے البتہ جن لوگوں کا کھانا میت کے گھر والوں کے کھانے کے ساتھ موت سے پہلے بھی پکتا تھا ان کا بھی کھانا میت کے گھر پہنچایا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے اس میلے کے لئے بھیجنے کا حکم نہیں (جو میت کے گھر ہوتا ہے۔ فتاوی رضویہ جلد چہارم ص۲۱۴)

اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں
تعزیت کے لئے اکثر عورتیں، رشتہ دار جمع ہوتی ہیں اور روتی پیٹتی نوحہ کرتی ہیں انہیں کھانا نہ دیا جائے کہ گناہ پر مدد کرنا ہے۔ اور میت کے گھر والوں کو جو کھانا بھیجا جاتا ہے یہ کھانا صرف گھر والے کھائیں اور انہیں کے لائق بھیجا جائے زیادہ نہیں۔ اوروں کا کھانا منع ہے (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۶۹) وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) ـــــــ تعزیت کرنے والوں میں سے جو لوگ مہتمم کے یہاں کچھ کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں۔ بہتر ہے۔ سب تعزیت کرنیوالوں کو یہی چاہیئے۔ اور اہل میت کو چاہیئے کہ وہ حدیث شریف کے مطابق صرف پہلے دن پڑوسی یا رشتہ داروں کا کھانا قبول کریں۔ دوسرے دن سے اپنے ہی گھر پکائیں کھائیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) الف ـــــــ میت کے گھر عورتوں کا جمع ہو کر چلا کے رونا، سینہ کوبی کرنا، بال نوچنا یا نوحہ خوانی کرنا سب حرام و ناجائز ہے اس مجمع کے لئے تھوے و قلیے وغیرہ کا اہتمام کرنا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو آنسو آنکھ سے ہو اور غم سے ہو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اس کی رحمت کا حصہ ہے۔ وماکان من الید ومن اللسان فمن الشیطان یعنی غم کا جو اظہار ہاتھ اور زبان سے ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے (مشکوٰۃ شریف ۱۵۲)
اور اعلیٰ حضرت پیشوائے اہل سنت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں۔ افعال منکرہ کرتی ہیں مثلاً چلا کر رونا پیٹنا، بناوٹ سے منھ ڈھانکنا الی غیر ذلک۔ اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے۔ ایسے مجمع کے لئے میت کے عزیزوں اور دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد

ہوگی۔ قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے تو ناجائز مجمع کے لئے ناجائز تر ہوگا۔ اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ ضیافت کرنی پڑتی ہے یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ اس میلے کے لئے کھانا، پان چھالیا کہاں سے لائیں۔ اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے۔ غرض اس رسم کی شناعت وممانعت میں شک نہیں۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین ودنیا کا ضرر ہے ترک کردیں۔ اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں۔ اھ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۱۴۰)

(ب) ——— میت کی قبر پر جمع ہو کر اجتماعی طور پر فاتحہ خوانی میں کوئی حرج نہیں۔ مگر اس کے لئے اخباروں میں اعلان نہ کیا جائے، بلکہ وقت پر محلہ کی مسجد کے امام اور چند مخصوص لوگوں کو لے کر گھر والے قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے جائیں۔ فاتحہ خوانی کے پیشوا اگر قرآن مجید بلند آواز سے پڑھیں تو سب اسے سنیں اور چپ رہیں کہ قرآن کا سننا فرض ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو (پ ۹ سورۂ اعراف آیت ۲۰۴) اور درمختار مع شامی جلد اول ص ۳۸۳ میں ہے یجب الاستماع للقراءۃ مطلقا لان العبرۃ لعموم اللفظ۔ اور حضرت صدر الشریعہ تحریر فرماتے ہیں "مجمع میں سب لوگ بلند آواز سے قرآن مجید پڑھیں یہ حرام ہے"۔ (بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۰۴) لہٰذا یا تو سب لوگ قرآن مجید آہستہ پڑھیں اور یا تو کوئی ایک بلند آواز سے پڑھے اور باقی لوگ اسے غور سے سنیں اور یہ آخری صورت بہتر ہے اس

لئے کہ قرآن مجید پڑھنے سے اس کا سننا افضل ہیکہ خارج نماز قرآن مجید پڑھنا فرض نہیں مگر سننا فرض ہے۔ اور فرض غیر فرض سے افضل ہوتا ہے۔ حضرت علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں استماع القرآن افضل من تلاوتہ (غنیہ ص ۴۶۵) اور کثیر مجمع کا فاتحہ خوانی کی واپسی میں میت کے گھر کھانا پینا غلط ہے کہ غمزدہ کو اس کے اہتمام کی تکلیف دینا ہے جس کی اجازت شریعت ہرگز نہیں دے سکتی۔ اور جو مجمع کہ چائے نوشی میں مصروف ہو اسکے سامنے نعت شریف پڑھنا خلاف ادب ہے۔ اس سے احتراز چاہیئے۔ اور فاتحہ خوانی کی واپسی میں میت کے گھر کھانے پینے کی مخالفت کرنے والوں کو وہابی کہنا بہت بڑا گناہ ہے اور کہنے والا گمراہ ہے۔ اس پر توبہ لازم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(ج)——— میت کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کرانا بہتر ہے جب کہ بلا معاوضہ ہو کہ عوض لے کر اور دے کر قرآن مجید پڑھنے اور پڑھانے میں کوئی ثواب نہیں۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ چہاردہم ص ۱۲۹ اور شامی جلد پنجم ص ۳۵ پر ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ معاوضہ طے ہو یا المعروف کالمشروط ہو۔ اور اسی شرط کے ساتھ ختمات العظمات، درود نجات اور درود و سلام پڑھنے میں بھی ثواب ہے۔ نعت خوانی بھی بہتر ہے اور جھوٹی منقبت حرام و ناجائز ہے۔ رہا میت کے گھر والوں کا رشتہ داروں، پڑوسیوں اور دوستوں کو دعوت دے کر کھلانا تو یہ بدعت قبیحہ اور ناجائز ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ سوم، دہم اور چہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے (نہ کہ دعوت دے کر انہیں کھلایا جائے اور) برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنی ہے۔ (کمافی مجمع البرکات)

موت میں دعوت ناجائز ہے (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص۲۳۲) اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ میت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز و بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم کے وقت اور فقراء کو کھلائیں تو بہتر ہے (یعنی بلا دعوت۔ بہار شریعت حصہ چہارم ص۱۶۹) اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۱۵۷ میں ہے۔ لایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلاثۃ ایام کذا فی التتارخانیۃ۔ اور شامی جلد اول ص۶۲۹ اور فتح القدیر جلد دوم ص۱۰۲ میں ہے یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔ ان عربی عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ میت کے گھر والوں کی طرف سے کھانے پینے کی دعوت ناجائز اور بدعت قبیحہ ہے اور جب ایسی دعوت ناجائز ہے تو اس کا قبول کرنا بھی ناجائز ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ شریعت پر عمل کریں اور رسم و رواج و نام و نمود کو چھوڑ دیں کہ ان میں کوئی ثواب نہیں۔ اور اگر واقعی گھر والے میت کو ثواب پہنچانا چاہتے ہیں تو طالب علم دین کو براہ راست پیسہ پہنچائیں اور یا تو ان کو وظیفہ دینے کے لئے مدرسہ والوں کو بھیجدیں کہ ایک کے بدلے کم سے کم سات سو کا ثواب ہے (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص۵۰) اور بزرگوں کے فاتحہ کا کھانا تبرک ہوا کرتا ہے عام لوگوں کے فاتحہ کا کھانا تبرک نہیں ہوتا۔ اغنیار کو اس کے کھانے سے بچنا چاہئے۔ ھکذا قال الامام احمد رضا البریلوی رضی عنہ ربہ القوی فی الجزء الرابع من الفتاوی الرضویہ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۰ محرم الحرام ۱۸ھ

مسئلہ :۔ از محمد اشرف انجم۔ شاہی مسجد گھاس بازار ناسک سٹی مہاراشٹر۔ ہند

ایک ایسے ادارہ کا قیام عمل میں لانے کا پروگرام ہے جس میں اپنی قوم کے بچے مذہبی تہذیب و تمدن سے آراستہ و پیراستہ ہو سکیں اور مخلوط اسکولوں اور کالجوں کے لادینی تہذیب، مشرکانہ گیتوں اور ترانوں سے دور رکھا جا سکے۔ نیز ادارۂ مذکور میں عصری تعلیم و ٹیکنیکل کے ساتھ ایسی دینی تعلیم جس میں عقائد حقہ کی صحیح معلومات اور ارکان اسلام کے مسائل صحیح سے روشناس کرایا جا سکے۔ عمارت ادارہ کی تعمیر میں زر کثیر کی ضرورت ہے۔ لہذا شرعاً مال زکاۃ، فطرہ، صدقات واجبہ کی تملیک کر کے ادارہ کی تعمیر میں لانا درست ہوگا یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب :۔ استفتار کی عبارت سے ظاہر ہے کہ ادارۂ مذکور کے قیام کا اصل مقصد دنیوی تعلیم ہے جس میں دینی تعلیم برائے نام ہوگی۔ لہذا اس کی تعمیر میں بعد تملیک بھی مال زکاۃ، فطرہ اور دیگر صدقات واجبہ کے خرچ کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے کہ انکے اصل حقدار فقراء و مساکین ہیں۔ مگر ضرورت شرعیہ ہو تو انہیں بعد تملیک دینی کاموں میں خرچ کرنے کی اجازت ہے اور ٹیکنیکل و عصری تعلیم ضرورت شرعیہ نہیں۔

لہذا ناسک کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اگر عصری تعلیم اور ٹکنیکل کے لئے کالج قائم کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے الگ سے مخصوص چندہ کریں۔ اور حیلۂ شرعی سے دین کے نام پر دنیوی کاموں میں زکاۃ وغیرہ کی رقم خرچ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ بلکہ ایسے غرباء و مساکین کو دیں اور اسلام و سنیت و مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ و اشاعت میں صرف

کریں۔ اہل سنت کے وہ مفتیان کرام جو مرجع فتاویٰ ہیں ان کے لئے افتار کی کتابیں فراہم کریں۔ مسلک کی آواز ملک و بیرون ملک پہنچانے والے ماہنامے جو مالی پریشانیوں کے سبب بند ہو گئے انھیں جاری کرائیں۔ اور جو موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا ہیں ان کا ہر سال اتنا تعاون کریں کہ وہ زندہ رہیں ——— وہابی، دیوبندی، تبلیغی جماعت، نام نہاد اسلامی جماعت اور دوسرے بد مذہب فرقے جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے طرح طرح کے نئے طریقے نکال رہے ہیں زکاۃ کی رقم ان کی روک تھام پر بعد تملیک خرچ کریں علمائے اہلسنت خصوصًا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی کی تصنیفات چھپوا کر مفت تقسیم کریں۔ انوار شریعت، قانون شریعت اور بہار شریعت وغیرہ مراٹھی زبان میں چھپوا کر مہاراشٹر کے مسلم گھروں میں کسی طرح پہنچانے کی کوشش کریں۔ اور زکاۃ کی رقم حیلۂ شرعی سے دین کے نام پر دنیوی کاموں میں ہرگز خرچ نہ کریں۔
وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی النبی الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:۔ از ارشاد احمد اموڑھا بازار ضلع بستی

زید اور ہندہ خالہ زاد بھائی ہیں۔ زید مقیم حال بہار کا ہے۔ ہندہ مقیم حال بمبئی۔ زید کا ہندہ سے تعلق بچپنے سے ہے۔ کچھ رشتہ کی بنیاد پر کچھ ساتھ میں پڑھائی کی وجہ سے۔ زید کی مرضی ہے کہ ہندہ سے نکاح کر کے اپنے ساتھ رکھے اور ہندہ بھی چاہتی ہے۔ لیکن زید کا والد اور ہندہ کی ماں رضامند نہیں ہیں اس لئے ہندہ اور زید اپنا جائے وطن چھوڑ کر ایک دیہات میں آ گئے اور نکاح کرنا چاہتے ہیں ہندہ کہتی ہے کہ

اس سے پہلے میرا نکاح نہیں ہوا ہے کیا اس کی بات مان کر نکاح کر دیا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: تحقیق سے اگر ثابت ہو جائے کہ واقعی ہندہ کسی کے نکاح یا عدت میں نہیں تو اس کا نکاح کیا جا سکتا ہے۔ صرف ہندہ کے بیان پر کہ اس سے پہلے میرا نکاح نہیں ہوا ہے زید یا کسی کے ساتھ اس کے نکاح کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ: از محمد ادریس مقام کوچری۔ ڈاکخانہ ہینسر بازار۔ بستی

زید نے اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح احمد کے ساتھ کیا۔ شادی کے کچھ دنوں بعد احمد نے اپنی بیوی ہندہ کی رخصتی کا مطالبہ کیا جواباً زید نے اپنی لڑکی ہندہ کی رخصتی سے وقتی طور پر انکار کیا۔ جس پہ احمد نے کہا اگر نہیں رخصت کروگے تو پچھتاؤ گے اور پھر احمد گھر سے باہر چلا گیا تقریباً دس سال تک احمد کا کوئی پتہ نہ ہونے پر زید نے اپنی لڑکی ہندہ کا دوسرے لڑکے سے نکاح کرنا چاہا۔ دوسرے لڑکے کے ولی نے زید سے احمد کے لاپتہ ہونے نیز نکاح کے جواز کا فتویٰ طلب کیا تو زید نے کہا کہ اس کا نکاح ہو جائے گا۔ ہم نے اس کا فتویٰ منگوایا ہے مگر فتویٰ کی تحریر دوسرے لڑکے کے ولی کو دیا نہیں۔ اور اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح زید نے خالد سے کر دیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ نکاح ثانی درست ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: زید نے اپنی شادی شدہ لڑکی کا نکاح، طلاق یا فسخ قاضی کے بغیر فریب دے کر جو خالد سے کیا وہ نکاح درست نہ ہوا۔ لہٰذا خالد پر لازم ہے کہ وہ فوراً اس لڑکی کو اپنے سے الگ کر دے

اور ناجائز نکاح کے سبب وہ اور اس کا ولی گنہگار ہوئے۔ دونوں علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ اور زید جس نے اپنی شادی شدہ لڑکی کا نکاح دوسرے سے کیا وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا۔ اسے اور اس کی لڑکی کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے، ان سے پابندئ نماز کا عہد لیا جائے اور انہیں قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے، غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّہٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَابًا (پ۱۹ ع۴) وھو تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم جل مجدہٗ وصلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲ر محرم الحرام ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ ازعبدالباری، محمد نذیر۔ ٹرسٹ مسجد، بنگالی پورہ بھیونڈی ضلع تھانہ۔ مہاراشٹر

(۱)______مسجد کے لئے جگہ زید نے اپنی طرف سے وقف کی۔ تاکہ اس کی آمدنی سے مسجد کے جملہ اخراجات آسانی سے پورا ہوسکیں۔ مسجد کی وقف شدہ جگہ کا ۲۵ر سالہ پرانا کرایہ ۵ر روپئے فی کمرہ سالانہ ہے۔ وہ آج بھی ۵ر روپئے سالانہ ہی ہے۔ جب کہ آج کے دور میں ۵ر روپئے کی کوئی وقعت نہیں لہذا کم ازکم کتنا کرایہ ہونا چاہئے۔

(۲)______مسجد کی کچھ جگہ ایسی ہے جو کرایہ پر دی جاتی ہے جس میں بکر کو بھی مسجد کی جگہ کرایہ پر دی گئی ہے۔ کئی سالوں سے بکر مسجد میں جگہ کا کرایہ ادا کرتا رہا ہے۔ اور بکر وقف شدہ مسجد کی جگہ پر جو مکان بنایا ہے صرف اس کے عملہ کا ہی مالک ہے۔ اور اس کے قبضہ میں مسجد کی جگہ ہے جس کا بکر میونسپلٹی ٹیکس وغیرہ بھی ادا کرتا ہے۔ لہذا بکر وقف شدہ مسجد

کی جگہ پر جو اس کے قبضہ میں ہے جس پر اس کا مکان ہی ہے اور صرف اپنے عملہ کا ہی مالک ہے۔ وہ بلڈر کے ذریعہ اس جگہ پر کئی منزلہ بلڈنگ بنانا چاہتا ہے۔ جس میں بکر نے بلڈر سے ایک معاہدہ کیا ہے کہ اس میں سے جو بھی نفع ہوگا بکر کو بلڈر ۴۵ر فیصد دے گا اور خود ۵۵ فیصد لے گا۔ ایسی صورت میں وہ منافع بکر اور بلڈر کے حق میں جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس میں سے مسجد کو وہی سالانہ کرایہ ہی ملے گا۔ اور بکر کی عرضی پر ٹرسٹ مسجد نے اجازت نامہ دے دیا ہے۔ کیا ٹرسٹ مسجد از روئے شرع گنہگار تو نہیں؟ اور جو منافع ہوگا اس میں سے مسجد میں کتنا فیصد لیا جا سکتا ہے؟

(۳) ——— زید نے جو جگہ مسجد کے لئے وقف کی تھی اس میں کئی منزلہ عمارت ہے۔ جس میں لوگ زمین ہی کا ۵ر روپئے فی کمرہ سالانہ کرایہ دیتے ہیں۔ لہذا کئی منزلہ عمارت کا فی کمرہ لیا جا سکتا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مکمل و مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب:- (۱) ——— اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ ہمیشہ کے لئے اجارہ (یعنی کرایہ) پر دینا کسی مملوک شئی کا بھی جائز نہیں نہ کہ وقف۔ ظاہر ہے ہمیشگی کسی شئی کو نہیں۔ تو معنی یہ ہوئے کہ جب تک باقی ہے۔ اور یہ مدت بقا مجہول ہے۔ اور جہالت مدت سے اجارہ فاسد ہوتا ہے۔ اور عقد فاسد حرام ہے۔ اسی لئے علماء نے تصریح فرمائی کہ جب تک مدت معین نہ کی جائے اجارہ جائز نہیں (فتاوی رضویہ جلد ششم صـ ۳۴۴)

لہذا مسجد کی زمین جو غیر معینہ مدت کے لئے کرایہ پر دی گئی وہ ناجائز و حرام ہے۔ اور اس طرح کرایہ پر دینے کے سبب جو مسجد کا نقصان ہوا اس کا وبال دینے والے پر ہے۔ وہ علانیہ توبہ و استغفار کرے

اور گورنمنٹ کے قانون کے مطابق صرف گیارہ مہینے کے لئے کرایہ پر دے۔ اور ہر گیارہ مہینے پر گرانی کے لحاظ سے کرایہ بڑھاتا رہے۔ اور مسجد کی زمین جس موقع پر ہے ایسے مواقع کی زمینیں آج کل اس شہر میں جتنے کرایہ پر دی جاتی ہوں اتنا ہی مسجد کی زمین کا بھی ہونا ضروری ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) ــــــ بکر کرایہ دار کو ہرگز یہ اختیار نہیں کہ وہ مسجد کی زمین کسی کو بلڈنگ بنانے کے لئے دے کہ وقف میں مالکانہ تصرف ہے۔ جو سخت ناجائز و حرام ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۳۵۴ پر ہے۔ "وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے۔" اور متولی جب ایسا کرے تو فرض ہے کہ اسے نکال دیں اگرچہ خود واقف ہو چہ جائے کہ دیگر۔ درمختار میں ہے وینزع وجوبا ولو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون۔ (یعنی اگر خود واقف کی طرف سے مال وقف پر کوئی اندیشہ ہو تو واجب ہے کہ اسے بھی نکال دیا جائے۔ اور وقف اس کے ہاتھ سے لے لیا جائے۔ تو غیر واقف کو بدرجہ اولیٰ۔ (ترجمہ از فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۳۷۴) ــــــ

لہذا وقف زمین سے متعلق اس طرح کا نفع بکر اور بلڈر دونوں کے لئے ناجائز و حرام ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ بکر اور بلڈر کو اس طرح کا معاملہ کرنے سے حتی الامکان روکیں۔ اگر وہ باز نہ آئیں تو ان کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ۷ سورۂ مائدہ آیت ۶۸) اگر مسلمان اس معاملہ میں پہلو تہی کریں گے تو ان پر فاسقوں جیسا عذاب ہوگا۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ (سورہ مائدہ آیت ۷۹) اس لئے کہ وقف کے مال کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ

والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف و دفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہونگے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَا یُصِیْبُھُمْ ظَمَأٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَۃٌ اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ (پ۱۱ ع ۴۔ فتاوی رضویہ جلد ششم ص۳۵)

بکر کی عرضی پر وقف میں تصرف بیجا کی اجازت دینے کے سبب ٹرسٹ مسجد ضرور گنہگار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اپنا اجازت نامہ واپس لے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے اسے ٹرسٹ مسجد سے الگ کر دیں اور اس کی جگہ پر کسی ایسے شخص کو مقرر کریں جو مال وقف کی کما حقہ حفاظت کرے اور وقف سے اپنی ذاتی آمدنی رشوت وغیرہ کے ذریعہ نہ کرے۔ وھو تعالٰی اعلم

(۳) ـــــــــ مسجد کی زمین پر جو کئی منزلہ عمارت ہے۔ چونکہ وہ سب مسجد ہی کی زمین پر قائم ہیں اور اسی پر ان سب کا بوجھ ہے اس لئے ہر منزلہ والوں سے کرایہ وصول کیا جائے گا۔ ھٰذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی جل مجدہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ محرم الحرام ۱۸ھ

مسئلہ:۔ از سلطان احمد رضوی کسیوٹولوی۔ گریڈیہہ۔ بہار

زید جو سند یافتہ عالم ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا مرید ہے اپنے آپ کو سید کہتا ہے اور ایک مسجد میں امامت بھی کرتا ہے لیکن شریعت مطہرہ کے خلاف مندرجہ ذیل حرکت کرتا ہے جو نمبروار درج ہے (۱) داڑھی فرنچ کٹ رکھتا ہے (۲) اپنے گھر میں ٹی، وی لگائے ہوئے ہے (۳) اپنے گھر میں ایک کتا پالے ہوئے ہے اور اپنے

ہاتھ سے کتے کو نہلاتا بھی ہے۔ بیمار پڑ جانے پر کتا کو ڈاکٹر کے پاس گود میں بٹھا کر علاج کروانے لے جاتا ہے (۴) اپنی بیوی کو بر سر بازار اسکوٹر پر تفریح کرواتا ہے اور اپنی بیوی کو سیلون میں لے جا کر بال کی سٹنگ کرواتا ہے (۵) تعویذات پر موٹی رقم وصول کرتا ہے (۶) زید کو عالم کہنے پر زید کہتا ہے کہ مجھے عالم مت کہو مجھے نوری کہو جب کہ باصلاحیت عالم ہے۔ (۷) اپنے بچوں کو اہل حدیث کے مدرسہ میں تعلیم دلواتا ہے مندرجہ بالا باتوں پر کیا زید کے پیچھے نماز درست ہے ؟ اور جو نمازیں پڑھ چکے ہیں وہ ہوئیں یا نہیں ؟ اور ایسے شخص کو عالم کہنے کا حق ہے یا نہیں ؟ زید پر توبہ علانیہ لازم ہے یا نہیں ؟ زید شریعت مطہرہ پر ہے یا نہیں ؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں نمبر وار جواب سے نوازیں۔ اور شکریہ کا موقع دیں۔ آپ ہی کے فتوی کی لوگوں میں مانگ ہے۔ برائے مہربانی جلد جواب سے نوازیں تاکہ مسلمانوں میں اتحاد قائم رہے۔

(۲) ـــــــ دوسرے سوال کا جواب بھی عنایت فرمائیں کہ زید جو حنفی ہے سنی ہے۔ لیکن زید چار وقت کی نماز مسلک حنفی پر پڑھاتا ہے اور ایک وقت یعنی فجر میں دوسری رکعت رکوع کے بعد ہاتھ اٹھا کر قنوت نازلہ پڑھتا ہے۔ اور نمازیں پوری کرتا ہے۔ بکر جو شافعی اپنے آپ کو کہتا ہے وہ ہر امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے۔ زید جو امام ہے چند مقتدیوں کی خاطر جو شافعی کہتے ہیں فاتحہ کے بعد پوری فاتحہ سورہ پڑھنے تک رکا رہتا ہے۔ کیا زید کا اس طرح سے نماز پڑھانا درست ہے ؟ مفصل و مدلل قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب :- (۱) ـــــــ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ و

الرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ داڑھی بڑھانا سنن انبیار سابقین سے ہے۔ منڈانا یا ایک مشت سے کم کرانا حرام ہے (بہار شریعت حصہ شانزدہم ص۱۹۷) اور ٹی وی دیکھنا حرام و ناجائز ہے۔ اور بلاضرورت کتا پالنا جائز نہیں۔ صرف کھیتی یا باغ کی رکھوالی کے لئے جائز ہے۔ اور بے پردہ عورت کو سر بازار تفریح کروانا حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں ان الدیوث من لایغار علی امرأته او محرمه کما فی الدرالمختار وھو فاسق واجب التعزیر (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۱۷۵) لہٰذا نام نہاد عالم میں اگر واقعی وہ باتیں پائی جاتی ہیں تو وہ فاسق معلن ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اور جو نمازیں اس کی اقتدار میں پڑھ چکے ہیں ان کا دوبارہ پڑھنا واجب۔ اگر نہیں پڑھیں گے تو گنہگار رہیں گے۔ غنیہ ص۴۸۰ میں ہے۔ لوقدموا فاسقا یاثمون بناءً علی ان کراھة تقدیمه تحریم لعدم اعتنائه بامور دینه وتساھله فی الاتیان بلوازمه فلایبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلاة وفعل ماینافیھا بل ھو الغالب فی النظر الیٰ فسقه اھ۔ اور درمختار مع شامی جلد اول ص۳۰۷ میں ہے کل صلاة ادیت مع کراھة التحریم تجب اعادتھا۔ اور بے شک ایسا شخص عالم کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اور جب کہ وہ نام نہاد اہل حدیث یعنی غیر مقلد کے مدرسہ میں اپنے بچوں کو تعلیم دلواتا ہے تو اسے نوری بھی نہیں کہنا چاہئے۔ اس لئے کہ بدمذہب سے بچوں کو تعلیم دلانا ان کے دین و ایمان کے لئے زہر قاتل ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں ہے۔ انظروا عمن تاخذون دینکم (مسلم، مشکوٰۃ ص۳۲) زید پر علانیہ توبہ واستغفار کرنا اور اپنے بچوں کو غیر مقلد کے مدرسہ سے اٹھا لینا واجب ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) ـــــــ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ حنفی مذہب میں وتر کے سوا اور نمازوں میں قنوت منع ہے۔ متون کا مسئلہ ہے۔ لا یقنت فی غیرہ۔ مگر معاذ اللہ جب کوئی بلائے عام نازل ہو جیسے طاعون و وبا وغیرہ تو امام اجل طحاوی اور امام محقق علی الاطلاق وغیرہ شراح نے فجر کی نماز میں دعار قنوت جائز رکھی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۵۰۰) لہٰذا زید حنفی کو چاہیئے کہ اگر بلائے عام کا نزول نہ ہو تو شافعی مقتدیوں کو خوش کرنے کے لئے فجر میں قنوت نازلہ نہ پڑھے۔ اور بکر واقعی اگر شافعی ہے تو اس کو امام کے پیچھے شافعی مذہب میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے۔ کتاب الصلاۃ علی المذاہب الاربعۃ ص۱۳۳ پر ہے الشافعیۃ قالوا ان قراءۃ الفاتحۃ فرض علی الماموم کما ھی فرض علی الامام والمنفرد علی السواء اھ۔ اور اگر وہ غیر مقلد ہے مگر از راہِ مکاری شافعی بنا ہوا ہے تو اسے مسجد میں آنے سے منع کر دیا جائے۔ اور جماعت میں شامل ہونے سے سختی کے ساتھ روک دیا جائے کہ اس سے قطع صف ہوگی۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد۳ ص۲۵۶ میں ہے اور حنفی امام کا چند شافعی مقتدیوں کے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی خاطر اتنی مقدار چپ رہنا قلب موضوع ہے یعنی امام اسلئے ہوتا ہے کہ مقتدی اسکے تابع ہو مگر جب امام مقتدی کے سورۂ فاتحہ پڑھنے کیلئے چپ رہیگا تو امام مقتدی کے تابع ہو جائیگا کہ جب تک وہ سورۂ فاتحہ نہ پڑھے امام اس کا انتظار کرے۔ اور نماز میں امام کا مقتدی کے تابع ہونا جائز نہیں۔ لہٰذا شافعی مقتدیوں کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی مقدار امام کا چپ رہنا جائز نہیں۔ شرح وقایہ جلد اول مجیدی ص۱۵۱ پر ہے سکوت الامام لیقرأ الموتم قلب الموضوع اور اسی عبارت پر عمدۃ الرعایۃ میں ہے ان موضوع الامام ھو ان یقتدی بہ المقتدی ویتابعہ کما ان وضع المقتدی ان یتبع امامہ

فی افعالہ فلو سکت الامام لغرض قراءۃ المقتدی یلزم کون الامام تابعًا للمقتدی وھذا قلب الموضوع اھ۔ اور مالکیہ وشافعیہ کے نزدیک صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا سنت ہے کتابُ الصّلاۃ علی المذاھب الاربعۃ ص۱۵۵ پر سنن الصلاۃ میں ہے۔ القنوت فی صلاۃ الصبح عند المالکیۃ والشافعیۃ اھ وَھوتعالیٰ اَعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ر محرم الحرام ۱۸ھ

مسئلہ:۔ از مبارک حسین قادری دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ مئو

مسجدوں کی افتادہ زمین کو یا اس پر مکان دوکان بنا کر کرایہ پر دینا کیسا ہے؟ جب کہ ضرورت پڑنے پر مسجد کو نہ یہ زمین واپس ملتی ہے نہ مکان دوکان زیادہ تر یہی ہورہا ہے حتی کہ مسلمان کرایہ دار بھی مسجد کو ضرورت پڑنے پر جگہ نہیں چھوڑتے اور نہ ہی کرایہ بڑھاتے ہیں وہی قلیل کرایہ جو عرصہ سے چلا آرہا ہے دیتے ہیں۔ بعض تو کرایہ بھی روک لیتے ہیں۔ بعض کرایہ دار مسجد کے متولی پر مقدمہ کر دیتے ہیں۔ کرایہ دار تو اپنے فائدے کے لئے خوب تگ و دو کرتا ہے پیسے بھی خرچ کرتا ہے اور متولی پریشان ہوتا ہے اپنا خرچہ حرچہ کرتا ہے۔ بعض متولی مقدمے کو نبھا نہیں پاتے کہ ان کا کوئی ذاتی فائدہ نہیں۔ مقدمہ لڑنے کے لئے قوم سے پیسہ مانگتے ہیں تو قوم پورا تعاون نہیں کرتی لہذا ایسی شکل میں آج کل مسجد کی جائداد کو کرایہ پر دے کر خطرے میں ڈالنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجرُوا

الجواب:۔ مال وقف کی حفاظت مسلمانوں پر حتی المقدور فرض ہے۔ لہذا گورنمنٹ کے قانون کے سبب آج کل جب کہ مسجدوں کی جائداد کے بارے میں وہ سب کچھ ہورہا ہے جو سوال میں درج

ہے بلکہ بعض شہروں کے استفتاء سے معلوم ہوا کہ کرایہ دار مسجد کی زمین کئی منزلہ بلڈنگ بنانے کیلئے بلڈر کو دے کر لاکھوں لاکھ کا فائدہ اٹھاتے ہیں اور مسجد کو وہی سابق کرایہ آٹھ دس روپیہ سالانہ یا ماہانہ دیتے ہیں اس صورت حال میں مسجد کی جائداد کو کرایہ پر دے کر خطرہ میں ڈالنا جائز نہیں کہ اس میں مال وقف کی پوری حفاظت نہیں بلکہ اسکے نقصان کا غالب گمان ہے۔ البتہ گورنمنٹ کے قانون کے مطابق گیارہ گیارہ ماہ کے لئے کرایہ پر دینے میں اگر وقف کی جائداد کو نقصان پہنچنے کا غالب گمان نہ ہو تو دے سکتے ہیں۔ اور اگر کسی نے افتادہ زمین، مکان یا دوکان کرایہ پر دینے کی شرط لگا کر مسجد پر وقف کیا ہو تو اس صورت میں کرایہ پر دینا ضروری ہے لان شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ کذا فی الدر۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جلت عظمتہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ ربیع الاول ۱۴۱۸

مسئلہ:۔ از ظفر الحسن خاں چوروا گنیش پور۔ بستی

زید مندرجہ ذیل باتیں کہتا ہے۔

قرآن بدل دیا گیا ہے۔ صحابہ جنتی بھی ہیں اور جہنمی بھی۔ حضور نے اللہ کو دیکھا ہو گا کہ نہیں، لیکن میں نے اللہ کو دیکھا ہے۔ ایک بار نہیں کئی بار۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں پاخانہ کر کے اس کو گندہ کر دیا۔ اللہ بھگوان، ہری اوم ایک ہی ہے۔ قبر کے سوالوں کے جواب میں میرا نام لے لینا ــــــ تو زید کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اگر وہ کسی سنی لڑکی سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح ہو گا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا بعد توبہ بھی فوراً نکاح نہیں کیا جا سکتا؟

بینوا توجروا

الجواب :- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۔ یعنی بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن ، اور بیشک ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں" (پ ۱۴ سورہ حجر آیت ۹) اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الۡحُسۡنٰی" خدائے تعالیٰ نے سارے صحابہ سے بھلائی کا وعدہ فرمایا یعنی جنت کا۔ (پ ۲۷ ع ۱۷) لہٰذا زید کا یہ کہنا کہ قرآن بدل دیا گیا ہے اور صحابہ جنتی بھی ہیں جہنمی بھی ۔ قرآن مجید کو جھٹلانا ہے ۔ اور اس کا جھٹلانا کفر ہے ۔ زید کے اور باقی جملے بھی کفر و گمراہی کے ہیں تو اس کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا کہ وہ مرتد کے حکم میں ہے ۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صہ ۲۶۳ میں ہے ۔ لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ ۔ وکذٰلک لا یجوز نکاح المرتد مع احد کذا فی المبسوط۔ یعنی مرتد کا نکاح مرتدہ مسلمہ اور کافرہ اصلیہ کسی سے جائز نہیں ۔ ایسے ہی مرتدہ کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا ۔ اسی طرح امام محمد علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب مبسوط میں ہے" اھ ۔ اور بعد توبہ بھی فوراً نکاح نہیں کیا جا سکتا بلکہ کچھ دنوں اسے دیکھا جائے گا کہ وہ اپنے توبہ پر قائم ہے یا نہیں جیسے کہ کوئی فاسق معلن توبہ کر لے تو فوراً اسے امام نہیں بنایا جا سکتا ۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم صہ ۲۱۳ میں ہے کہ فتاویٰ قاضی خاں پھر فتاویٰ عالمگیری میں ہے " الفاسق اذا تاب لا یقبل شہادتہ مالم یمض علیہ زمان یظہر علیہ اثر التوبۃ ۔ یعنی فاسق توبہ کر لے تب بھی اس کی گواہی نہیں قبول کی جائے گی جب تک کہ اتنا وقت نہ گذر جائے کہ اس پر توبہ کا اثر ظاہر ہو ۔ ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب ۔

مسئلہ:۔ از محمد سعید نظامی تنویر الاسلام امرڈوبھا۔ بستی

(۱) ____ مٹی کا تیل، ڈیزل، پٹرول، موبیو آئل اور گرس پاک ہیں یا ناپاک؟

(۲) ____ کپڑے وغیرہ میں یہ اشیاء لگ جائیں تو وہ کپڑے پہن کر نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۳) ____ ان کی کریہ بو اگر کسی تدبیر سے ختم کر دی جائے تو اندرون مسجد ان کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ____ گیس جو لائٹ میں استعمال ہوتی ہے اس کی طہارت یا عدم طہارت کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟ اندرون مسجد اس کا سلنڈر رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوا تُوجَرُوا

الجواب:۔ (۱) (۲) ____ مٹی کا تیل، ڈیزل، پٹرول اور موبیو آئل پاک ہیں اگر کپڑے میں یہ چیزیں لگ جائیں تو انہیں پہن کر مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ ان کی بو کپڑوں میں باقی نہ ہو۔ اور گرس کے بارے میں تاوقتیکہ یقین کے ساتھ معلوم نہ ہو جائے کہ اس میں کوئی نجس چیز اسپرٹ وغیرہ شامل ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "مٹی کے تیل میں سخت بدبو ہے اور مسجد میں بدبو کا لے جانا کسی طرح جائز نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من اکل من ھذہ الشجرۃ المنتنۃ فلا یقربن مسجدنا فان الملائکۃ تتاذی مما یتاذی منہ الانس رواہ الشیخان عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری پھر علامہ سید شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔" و یلحق بما نص علیہ فی الحدیث کل ما لہ رائحۃ کریھۃ ماکول

او غیرہ اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۵۹۸) وھو تعالیٰ اعلم

(۳) ـــــــ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان تحریر فرماتے ہیں: "مٹی کے تیل میں بعض انگریزی عطر جن کو لونڈر کہتے ہیں ملانے سے اس کی بدبو بالکل جاتی رہتی ہے، اس صورت میں جائز ہو جائے گا بشرطیکہ اس لونڈر میں اسپرٹ وغیرہ کوئی ناپاک شئی نہ ہو ورنہ ناپاک تیل کا بھی مسجد میں جلانا جائز نہیں۔ درمختار میں ہے "کرہ تحریما ادخال نجاسۃ فیہ فلا یجوز الاستصباح بدھن نجس فیہ اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۵۹۸) لہذا مذکورہ اشیاء کی بو اگر کسی تدبیر سے دور کر دی جائے تو اندرون مسجد ان کا استعمال جائز ہے۔ لیکن اگر لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہوں مثلاً مٹی کا تیل بو دور کر دینے کے بعد لالٹین میں ڈال کر مسجد میں جلایا جائے اس کی اجازت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ اسے دیکھ کر لوگ غلط فہمی میں پڑیں گے کہ مٹی کا بدبودار تیل مسجد میں جلایا جا رہا ہے جو ناجائز و حرام ہے۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) ـــــــ گیس جو لائٹ میں استعمال ہوتی ہے وہ پاک ہے لیکن اگر اس میں کریہ بو پیدا ہو تو اندرون مسجد اس کا استعمال جائز نہیں۔ ھذا ما ظھر لی واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

مسئلہ: ـ از صوفی ثناء اللہ سیٹھ دوکان ۳۴ ایم، کے برادرس کے سامنے جری مری ممبئی ۷۲

امام نماز عید کی پہلی رکعت میں تکبیرات زائد بھول گیا اور سورہ فاتحہ ختم

کردی پھر تکبیرات کہہ کر سورۂ فاتحہ دوبارہ پڑھی تو نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ نماز ہوگئی کیونکہ حکم یہی ہے کہ اگر پہلی رکعت میں تکبیرات زوائد بھول جائے اور سورۂ فاتحہ پڑھنے کے درمیان یا اسے پڑھنے کے بعد یاد آئے تو فوراً تکبیرات زوائد کہہ لے اور سورۂ فاتحہ دوبارہ پڑھے۔ غنیہ مطبوعہ رحیمیہ صث ۵۲۹ میں ہے نسی التکبیر فی الاولیٰ حتی قرأ بعض الفاتحۃ اوکلھا ثم تذکر یکبر ویعید الفاتحۃ اھ اور حضرت علامہ سید ابن عابدین شامی قدس سرہٗ السامی تحریر فرماتے ہیں فی البحر عن المحیط ان بدأ الامام بالقراءۃ سھوا فتذکر بعد الفاتحۃ والسورۃ یمضی فی صلاتہ وان لم یقرأ الا الفاتحۃ کبر واعاد القراءۃ لزوما لان القراءۃ اذا لم تتم کان امتناعا عن الاتمام لا رفضا للفرض اھ ونحوہ فی الفتح وغیرہ (رد المحتار جلد اول ضث ۵۶) ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

نوٹ:۔ فتاوی فیض الرسول جلد اول ص ۴۲۹ کا فتوای اس فتوای کے مطابق صحیح کرلیں۔ کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:۔ از حاجی عبدالعزیز نوری فلیکس ٹیوبس کیبا کالونی۔ اندور

جو لوگ غافل ہیں، اللہ و رسول سے نہیں ڈرتے، ان کے حکم پر عمل نہیں کرتے، حرام و حلال اور جائز و ناجائز کی پرواہ نہیں کرتے۔ ان کے سامنے آج کل اکثر علمائے اہلسنت قرآن مجید کی ان آیتوں پر تقریریں کرتے ہیں جو خدائے تعالیٰ کی رحمت سے متعلق ہیں اور ان کو شفاعت کی حدیثیں بھی سناتے ہیں۔ تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب:۔ بیشک حرج ہے۔ اس لئے کہ جب عام طور پر لوگ اللہ و رسول جل مجدہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی پروا نہیں کرتے، نماز نہیں پڑھتے، زکاۃ نہیں دیتے، ماہ رمضان میں روزہ نہیں رکھتے بلکہ

علانیہ کھاتے پیتے ہیں اور طرح طرح کی برائیوں میں مبتلا ہیں تو جب ان کے سامنے رحمت کی آیتیں اور شفاعت کی حدیثیں بیان کی جائیں گی تو اللہ و رسول کا خوف ان کے دلوں سے بالکل جاتا رہے گا، ان کی بے عملی بڑھ جائے گی اور گناہوں پر وہ لوگ اور زیادہ جری ہو جائیں گے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی رحمت پر مبنی آیات اور مغفرت سے متعلق احادیث کریمہ صرف دو قسم کے بیماروں کے واسطے شفا کا حکم رکھتی ہیں۔ ایک بیمار وہ شخص ہے جو کثرت معصیت کے باعث ناامید ہو کر توبہ نہیں کرتا۔ اور کہتا ہے کہ مجھ بندۂ روسیاہ کی توبہ بارگاہ الٰہی میں ہرگز قبول نہیں ہو گی تو ایسے شخص کے حق میں آیات رحمت اور احادیث مغفرت شفا ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمارے بندوں سے فرما دیجئے جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ (پ ۲۴ سورۂ زمر آیت ۵۴)

ان لوگوں کے سامنے جب یہ آیت پڑھے تو اس کے ساتھ یہ آیت بھی پڑھے۔" وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ یعنی اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے سامنے گردن جھکاؤ قبل اس کے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ ہو سکے (پ ۲۴ سورۂ زمر آیت ۵۴)

اور دوسرا بیمار وہ شخص ہے جو خدائے تعالیٰ کے خوف سے رات دن عبادت میں مشغول رہتا ہے جس سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ زبردست اور شاقہ ریاضت اس کو ہلاک کر ڈالے گی۔ نہ راتوں کو سوتا ہے نہ کھانا کھاتا ہے تو ایسے شخص کے لئے رحمت کی آیتیں اس کے

زخموں کا مرہم ہیں ـــــــ لیکن جب ان آیات و احادیث کو تو غافلوں سے بیان کرے گا تو ان کی بیماری بڑھ جائے گی اس طبیب کی طرح کہ جس نے حرارت کا علاج شہد سے کر کے بیمار کا خون اپنی گردن پر لیا ـــــــ اسی طرح یہ عالم بھی جو لوگوں کو بگاڑتا ہے حقیقت میں دجال کا رفیق اور ابلیس کا دوست ہے۔ جس شہر میں ایسا عالم سوء موجود ہے تو ابلیس کو وہاں جانے کی حاجت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ عالم خود بطور اس کے نائب کے وہاں موجود ہے (کیمیائے سعادت اردو ص ۶۸۶) هذا ما عندی والحق عند ربی

الجواب صحیح
جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد الامجدی
۲ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:۔ از ولی اللہ برکاتی قصبہ گھر محلہ شیر پور ۔ بستی

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ پہ جو دنبہ قربانی کے لئے جنت سے حضرت جبریل علیہ السلام لائے تھے تو وہ دنبہ جنت میں کہاں سے آیا اور جب اس کی قربانی ہوئی تو قربانی ہونے کے بعد اس کا گوشت اور کھال کیا ہوا۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ جو مینڈھا حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے فدیہ میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ذبح فرمایا تھا وہ کہاں سے آیا تھا اس کے بارے میں اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ وہ مینڈھا جنت سے آیا تھا اور یہ وہی مینڈھا تھا جس کو حضرت آدم علیہ السلام کے صاحبزادے ہابیل نے قربانی میں پیش کیا تھا اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ وہ پہاڑی بکرا تھا جو حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فدیہ میں ذبح ہونے کے لئے ثبیر پہاڑ سے منجانب اللہ اتارا گیا جیسا کہ پارہ ۲۳ رکوع ۷ کی آیت کریمہ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ٥ کے تحت تفسیر جلالین میں

ہے من الجنۃ وھوالذی قربہ ھابیل جاء بہ جبریل علیہ السلام فذبح السید ابراھیم۔ اسی کے تحت صاوی میں ہے وقیل انہ کان تیسا جبلیا اھبط علیہ من ثبیر اھ اور بحوالۂ بیضاوی جمل میں ہے قیل کان وعلا اھبط علیہ من ثبیر اھ اور تفسیر خازن میں ہے قال اکثر المفسرین کان ھٰذا الذبح کبشا رعی فی الجنۃ اربعین خریفا وقال ابن عباس الکبش الذی ذبحہ ابراھیم ھوالذی قربہ ابن اٰدم وقال الحسن ما فدی اسماعیل الا تیس من الروی اھبط علیہ من ثبیر اھ اب رہا یہ سوال کہ اس مینڈھے کا گوشت وغیرہ کیا ہوا تو صاحب روح البیان کی تفسیر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ سر کے علاوہ باقی اجزا کو آگ آکر جلا گئی جیسا کہ امم سابقہ کے لئے مقبول قربانیوں کے بارے میں عادت الٰہیہ تھی۔ لیکن صاوی اور جمل میں ہے کہ باقی اجزا کو درندوں اور پرندوں نے کھایا اس لئے کہ جنتی چیزوں میں آگ مؤثر نہیں ہوتی۔ صاوی کی عبارت یہ ہے ما بقی من الکبش اکلتہ السباع والطیور لان النار لا یؤثر فیما ھو من الجنۃ اور جمل کی عبارت یہ ہے ومن المعلوم المتصور ان کل ما ھو من الجنۃ لا یؤثر فیہ النار فلم یطبخ لحم الکبش بل اکلتہ السباع والطیور تامل اھ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۵۔ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۹۰ھ

مسئلہ:۔ از ابرار احمد متعلم دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف بستی

حلال جانوروں کی اوجھڑی اور آنتیں کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو قربانی کے جانور کی اوجھڑی اور آنتیں کیا کی جائیں؟

الجواب:۔ اوجھڑی اور آنتیں کھانا جائز نہیں۔ تفصیل کے لئے رسالہ "اوجھڑی کا مسئلہ" دیکھیں۔ لہٰذا قربانی کے جانور کی اوجھڑی اور آنتیں دفن کر دی جائیں۔ البتہ اگر بھنگی کھانا چاہے تو اسے منع نہ کریں۔ اعلیٰ حضرت امام

احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں اوجھڑی آنتیں جن کا کھانا مکروہ ہے تقسیم نہ کی جائیں بلکہ دفن کر دی جائیں اور اگر بھنگی اٹھالے منع کی حاجت نہیں (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۱۶۷) وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ رذی القعدہ سنہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ :- از محمد قاسم علوی خطیب لال مسجد ۴ اکڑا روڈ مٹیا برج کلکتہ ۲۴

زید نے عید الفطر کی امامت کے لئے تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھا اور ثنا پڑھنے کے بعد قرأت سے پہلے تکبیر کہنے کے بجائے قرأت شروع کر دی یہاں تک کہ سورۂ فاتحہ ختم کر دیا اور دوسری سورہ کی پہلی ہی آیت شروع کی تھی کہ زید کو لقمہ دیا گیا اور زید نے لقمہ لے کر تینوں تکبیریں کہیں اور الحمد سے پھر سے قرأت شروع کرکے نماز ختم کی نماز کے بعد کچھ لوگوں نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی۔ مگر زید نے کہا کہ نماز ہوگئی۔ ایک عظیم جم غفیر نماز ادا کر رہا تھا اگر پہلی رکعت کی تینوں تکبیریں بعد قرأت کہی جاتیں تو نماز میں بے حد انتشار کا خدشہ تھا۔ زید نے فساد سے بچنے کی خاطر جو نماز ادا کی وہ صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب :- حکم یہ ہے کہ پہلی رکعت میں اگر تکبیرات زوائد بھول جائے اور سورۂ فاتحہ ختم ہونے تک یاد آجائے تو اسی وقت تکبیرات زوائد کہہ لے اور سورۂ فاتحہ کا اعادہ کرے۔ لیکن اگر سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد کوئی سورت شروع کر دے تو درمیان میں تکبیر نہ کہے بلکہ قرأت مکمل کرنے کے بعد کہے جیسا کہ حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں ان بدأ الامام بالقراءۃ سھوا فتذکر بعد الفاتحۃ والسورۃ یمضی فی صلاتہ وان لم یقرأ الا الفاتحۃ کبر واعاد الفاتحۃ لزوما اھ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۱۴۲ پر ہے" اذا نسی الامام تکبیرات العید حتی قرأ فانہ

یکبر بعد القراءۃ او فی الرکوع مالم یرفع راسہ کذا فی التتارخانیۃ اھ۔
لہٰذا امام پر لازم تھا کہ جب وہ سورت شروع کر چکا تھا تو مقتدی کا لقمہ نہ لیتا اور قراءت مکمل کرنے کے بعد تکبیرات زوائد کہتا۔ مگر اس نے لقمہ لیا تو حکم شرع کے خلاف بیجا لقمہ لیا اور بیجا لقمہ دینے اور لینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ تو صورت مسئولہ میں نماز فاسد ہو گئی صحیح نہ ہوئی۔ وھو تعالیٰ اعلم

نوٹ:۔ فتاویٰ فیض الرسول جلد اول ص ۴۲۸ کا فتویٰ اس فتویٰ کے مطابق صحیح کرلیں۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

کتابُ الفرائِض
وراثت کا بیان

مسئلہ:۔ از حکیم غلام محمد ٹیڑھی بازار۔ شہر غازی پور۔ (یو۔پی)
زید کا انتقال ہوا جس کی دو بیویاں ہیں مگر ان سے کوئی اولاد نہیں متوفی زید کے ذمہ دونوں بیویوں کا مہر دین واجب الادا ہے۔ زید کا اور کوئی وارث نہیں البتہ اس کے علاتی سوتیلے بھائیوں کی اولاد ہیں۔ زید نے کوئی وصیت نامہ بھی لکھا ہے جس کا مضمون مخفی ہے۔ اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ زید کی وصیت پوری کی جائے گی یا نہیں؟ اور اس کے ترکہ سے اس کی دونوں بیویوں اور سوتیلے بھائیوں کی اولاد کو کتنا کتنا ملے گا۔ حوالہ کے ساتھ تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب:۔ میت کے ترکہ سے چار حقوق ترتیب وار متعلق ہوتے ہیں۔ اول اس کے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی پھر باقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر باقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ فتاویٰ عالم گیری میں ہے التركة تتعلق بها حقوق اربعة جهاز الميت ودفنه والدين والوصية والميراث فيبدأ اولا بجهازه وكفنه ثم بالدين ــــــ ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما يبقى بعد الكفن والدين الا ان يجيز الورثة اكثر من الثلث ثم يقسم الباقي بين الورثة اھ۔ ملخصاً۔ لہٰذا صورت مستفسرہ میں اگر متوفی کے ذمہ بیویوں کا مہر باقی ہے تو تجہیز و تکفین کے بعد سب سے پہلے اس کے ترکہ سے مہر ادا کئے جائیں گے۔ فتاویٰ عالم گیری میں ہے امرأة ادعت على زوجها

بعد موتہ ان لہا علیہ الف درھم من مھرھا فالقول قولہا الیٰ تمام مھر مثلہا عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کذا فی محیط السرخسی اھ۔ پھر اگر متوفی نے وصیت کی ہے اور وصیت کے جواز کی شرطیں پائی جاتی ہیں یعنی وصیت پوری کرنے میں کوئی شرعی مانع نہیں تو مہر دین کی ادائیگی کے بعد بقدر جواز اس کی وصیت پوری کی جائے گی۔ پھر مذکورہ ورثہ کی صورت میں متوفی کے مابقی مال کے آٹھ حصے کئے جائیں گے جس میں سے ایک ایک حصہ اس کی دونوں بیویوں کو ملے گا اور باقی چھ حصے سوتیلے بھائی کی اولاد کو ملیں گے۔ بشرطیکہ سوتیلے بھائی سے علاتی یعنی باپ شریکی بھائی مراد ہوں۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ (پ۴ ع۱۲۔ آیت میراث) اور درمختار میں ہے فیفرض للزوجۃ فصاعداً الثمن مع ولد او ولد ابن والربع لہا عند عدمہا اھ۔ وھو تعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ر شوال المکرم سنہ ۹۹ھ

مسئلہ: از ماسٹر اقبال احمد خان اشرفی معرفت چنن بھائی۔ پانڈے احاطہ۔ شہر گورکھپور۔

اگر ماں یا باپ اپنے کسی بیٹا یا بیٹی کے بارے میں یہ کہہ دیں کہ میں نے عاق کر دیا۔ میری جائداد سے اس کو حصہ نہ دیا جائے میں نے اسے اپنی میراث سے محروم کر دیا تو اس صورت میں وہ لڑکا یا لڑکی اپنے ماں باپ کی وراثت سے محروم ہو جائیں گے یا نہیں؟

الجواب: توریث ورثہ بحکم شریعت ہے مورث اپنے کسی وارث کی وراثت کو باطل نہیں کر سکتا یہاں تک کہ وارث بھی اپنے حق ارث سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ماں باپ اپنے کسی بیٹا یا بیٹی کو وراثت سے محروم نہیں کر سکتے۔ ان کا یہ کہنا کہ میں نے فلاں کو اپنی وراثت سے محروم کر

دیا لغو ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ رہا باپ کا اولاد کو اپنی میراث سے محروم کرنا وہ اگر یوں ہو کہ زبان سے لاکھ بار کہے کہ میں نے اسے محروم الارث کر دیا یا میرے مال میں اس کا کچھ حق نہیں یا میرے ترکہ سے اسے کچھ حصہ نہ دیا جائے یا خیال جہال کا وہ لفظ بے اصل کہ میں نے اسے عاق کر دیا یا انہیں مضامین کی لاکھ تحریریں لکھے رجسٹریاں کرائے یا اپنا کل مال اپنے فلاں وارث یا کسی غیر کو ملنے کی وصیت کر جائے ایسی ہزار تدبیریں ہوں کچھ کارگر نہیں نہ ہرگز وہ ان وجوہ سے محروم الارث ہو سکے کہ میراث حق مقرر فرمودۂ رب العزت جل وعلا ہے جو خود لینے والے کے اسقاط سے ساقط نہیں ہو سکتا بلکہ جبراً دلایا جائے گا اگرچہ وہ لاکھ کہتا رہے کہ مجھے اپنی وراثت منظور نہیں میں حصہ کا مالک نہیں بنتا میں نے اپنا حق ساقط کیا۔ پھر دوسرا کیونکر ساقط کر سکتا ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ۔ اشباہ میں ہے لو قال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقہ۔ غرض بالقصد محروم کرنے کی کوئی سبیل نہیں۔ ہاں اگر حالت صحت میں اپنا مال اپنی ملک سے زائل کر دے تو وارث کچھ نہ پائے گا۔ کہ جب ترکہ ہی نہیں تو میراث کاہے میں جاری ہو۔ مگر اس قصد ناپاک سے جو فعل کرے گا عند اللہ گنہگار و ماخوذ رہے گا حدیث میں ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من فر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیمۃ۔ جو اپنے وارث کو اپنا ترکہ پہنچنے سے بھاگے اللہ تعالیٰ روز قیامت اسکی میراث جنت سے قطع فرما دے رواہ ابن ماجۃ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص ۲۲۵) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ زید ایک بیوی دو لڑکیاں اور ایک بہن چھوڑ کر مر

گیا تو اس کی جائداد سے ان لوگوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں بعد تقدیم ماتقدم علی الارث وانحصار ورثہ فی المذکورین۔ زید کی کل جائداد کے چوبیس حصے کیے جائیں گے۔ جن میں تین حصے اس کی بیوی کو ملیں گے۔ قال اللہ تعالیٰ فان کان لکم ولد فلھن الثمن اور دونوں لڑکیاں آٹھ آٹھ حصے پائیں گی۔ لانہ للاختین بقولہ تعالیٰ فلھما الثلثان مما ترک فھما اولیٰ ولان البنت تستحق الثلث مع الذکر فمع الانثیٰ اولیٰ۔ اور بہن کو مابقی پانچ حصے ملیں گے۔ لقولہ علیہ الصلاۃ و السلام اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

۴ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد آدم نوری۔ موضع میٹسر پوسٹ کرہی۔ ضلع بستی۔

زید نے انتقال کیا۔ اس نے ایک بیوی، دو عینی بھائی، ایک عینی بہن، تین علاتی بھائی اور دو علاتی بہن کو چھوڑا۔ تو اس کی متروکہ جائداد ان لوگوں میں کس طرح تقسیم ہوگی؟ بینوا توجروا

الجواب: صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم مایقدم کالمھر والدین والوصیۃ اس کی جائداد کے بیس حصے کیے جائیں گے جن میں سے پانچ حصے اس کی بیوی کے ہیں۔ چھ، چھ حصے اس کے عینی بھائیوں کے ہیں اور تین حصے اس کی عینی بہن کے ہیں۔ اور علاتی بھائیوں اور بہنوں کا کوئی حصہ نہیں۔ پارہ چہارم آیت میراث میں ہے ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد اور فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مصری ص۴۲۸ پر اخوات لاب وام کے بیان میں ہے مع الاخ لاب وام للذکر مثل حظ الانثیین کذا فی الکافی پھر اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ہے۔ یسقط اولاد الاب باخ لاب وام کذا فی الکافی۔ ھذا ما عندی

وهواعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از محمد حنیف میاں سسہنیاں کلاں ضلع گونڈہ

باپ نے اپنی زندگی میں اپنے ایک بیٹے کو کچھ جائداد دے کر الگ کر دیا اور بیٹے نے یہ منظور کرلیا کہ باپ کے انتقال پر اب ہم کو اس کے ترکہ میں کچھ حق نہ رہے گا۔ تو اس صورت میں باپ کے فوت ہونے پر اس کی جائداد میں اس کے بیٹے کا حق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں باپ کے انتقال پر اس بیٹے کا ترکہ میں کچھ حق نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ بزرگ موصوف نے اپنی حیات میں صاحبزادی صاحبہ کو کچھ عطا فرما کر میراث سے علیحدہ کر دیا اور وہ بھی راضی ہوگئیں کہ میں نے اپنا حصہ پالیا اور بعد انتقال مورث کے ترکہ میں میرا حق نہیں اشباہ میں طبقات علامہ شیخ عبدالقادر سے اس صورت کا جواز نقل کیا اور اسے علامہ ابوالعباس ناطفی پھر جرجانی صاحب خزانہ پھر شیخ عبدالقادر پھر فاضل زین الدین صاحب اشباہ پھر علامہ سید احمد حموی نے مقرر و مسلم رکھا اور فقیہ ابو جعفر محمد بن یمانی نے اس پر فتویٰ دیا اور ایسا ہی فقیہ محدث ابوعمرو طبری اور اصحاب احمد بن ابی الحارث نے روایت کیا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم صـــ۹۵) ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از خورشید احمد خاں رضوی رموا پور خرد پوسٹ گڑھا کپتان گنج۔ ضلع بستی۔ یوپی

عبدالوحید کا انتقال ہوا تو انہوں نے اپنے بعد چار بھائی عبدالعزیز

عبداللطیف، عبدالرشید و عبدالحمید اور دو لڑکیاں بتول اور زہرا کو چھوڑا۔ پھر ان کے بعد عبدالحمید کا انتقال ہوا جنہوں نے مذکورہ تین بھائیوں اور دو بھتیجوں کو چھوڑا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ عبدالوحید اور عبدالحمید کی متروکہ جائداد میں سے ان سب کا کتنا کتنا حصہ ہے نیز بتول نے اپنے والد عبدالوحید کی ساری جائداد پر قبضہ کر لیا ہے اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم مانع ارث بعد تقدیم ما تقدم عبدالوحید کی منقولہ وغیر منقولہ ساری جائداد کے کل بارہ حصے کئے جائیں گے جن میں سے چار چار حصے ان کی لڑکیوں کے ہیں۔ لان الثلثین للاختین بقولہ تعالیٰ فلھما الثلثان مما ترک فھما اولیٰ ولان البنت تستحق الثلث مع الذکر فمع الانثیٰ اولیٰ اور بحیثیت عصبہ باقی چار حصوں سے ایک ایک حصہ ان چار بھائیوں کا ہے۔ اور عبدالحمید کی متروکہ جائداد کے حقدار صرف تینوں بھائی ہیں بھتیجوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ اور بتول کا اپنے باپ کی پوری جائداد پر قبضہ کر لینا سخت ناجائز وحرام ہے۔ اس پر لازم ہے کہ شریعت کے مطابق ہر وارث کا جتنا حصہ ہے ان کو واپس کرے اور یا تو معاف کرالے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گی تو سخت گنہگار حق العباد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن تین پیسے کی مالیت کے بدلے میں سات سو نماز باجماعت کا ثواب دینا پڑے گا۔ اگر نمازوں کا ثواب نہیں ہوگا تو دیگر نیکیوں کا ثواب دینا پڑے گا اور دوسری نیکیاں بھی اس کے پاس نہیں ہوگی تو حقدار کی برائیاں اس پر لاد دی جائیں گی اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ھذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ:۔ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از جملہ مسلمانان اہلسنت رموا پور کلاں۔ پوسٹ کوڑی کول کپتان گنج ضلع بستی۔ یو، پی

عبدالغنی ایک عورت لائے جو اپنے ساتھ پہلے شوہر کا ایک لڑکا لائی اس لڑکے کا نام محمد شفیع تھا جو عبدالغنی کی پرورش میں رہا۔ عبدالغنی کی اس بیوی سے چار لڑکے بخش اللہ۔ علی رضا۔ محمد صدیق۔ عنایت اللہ۔ اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں جب عبدالغنی کا انتقال ہوا تو مذکورہ بالا سب لڑکے لڑکیاں زندہ تھیں چک بندی کے موقع پر عبدالغنی کے حقیقی لڑکوں نے اپنے ماں شریکی بھائی کو برابر حصہ دیا پھر محمد صدیق کی بیوی کا انتقال ہوگیا اس کے بعد محمد صدیق ایک لڑکی چھوڑ کر فوت ہوئے ان کی جائداد عبدالغنی کے تینوں حقیقی لڑکوں اور محمد شفیع نے بانٹ لیا اس کے بعد محمد شفیع کا انتقال ہوا جنہوں نے ایک بیوی چار لڑکیاں تین ماں شریکی بھائی بخش اللہ۔ علی رضا۔ عنایت اللہ کو چھوڑا اور دو ماں شریکی بہنوں کو۔ محمد شفیع کی متروکہ جائداد میں ان سب کا کتنا کتنا حصہ ہے؟ محمد شفیع کے انتقال کے بعد ان کی کل جائداد عنایت اللہ نے ان کی بیوی کے نام وراثت کرادی۔ جب محمد شفیع کی بیوی نے لوگوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ ہم کل جائداد اپنی بہن کے نام رجسٹری کر دیں گے۔ تو بخش اللہ۔ علی رضا۔ عنایت اللہ کی طرف سے کورٹ میں یہ درخواست دی گئی کہ محمد شفیع کی چھوڑی ہوئی جائداد ہم لوگوں کی ہے اس پر ہم لوگوں کا نام درج ہونا چاہئے تو یہ درخواست کچھ لوگوں نے خارج کرا دی اس کے بعد محمد شفیع کی بیوی نے کل جائداد اپنی بہن کے نام رجسٹری کر دی۔ بخش اللہ کے لڑکے مولانا معین الدین اور علی رضا کے لڑکے جمال الدین نے محمد شفیع کی طرف سے ایک فرضی وصیت نامہ بنوا کر کورٹ میں داخل کیا کہ ہماری کل جائداد ہمارے مرنے کے بعد بخش اللہ اور علی رضا کو ملے چونکہ عنایت اللہ محمد شفیع کے ساڑھو ہیں۔

اس لئے وہ وصیت نامہ جو کورٹ میں داخل کیا گیا ہے اس کے جواب میں انہوں نے یہ درخواست دی ہے کہ محمد شفیع کی بیوی کے نام منتقلی وراثت برقرار رکھی جائے تو مذکورہ بالا معاملات میں جو غلطی پر ہوں ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل طور پر تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں جب کہ محمد شفیع کے ورثہ میں لڑکیاں باحیات ہیں تو محمد شفیع کے ماں شریکی بھائی بخش اللہ۔ علی رضا اور عنایت اللہ نیز ماں شریکی بہنوں کا محمد شفیع کی جائداد میں کوئی حق نہیں جیساکہ سراجی ص۲۰ پر اولاد ام کے بیان میں ہے ویسقطون بالولد و ولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاتفاق۔ اور تنویر الابصار ودرمختار مع شامی جلد پنجم ص۴۹۹ میں ہے ویسقط بنو الاخیاف وھو الاخوۃ و الاخوات لام بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاجماع لانھم من قبیل الکلالۃ کما بسطہ السید۔ اور رد المحتار میں ہے (قولہ بالولد الخ) ای ولو انثی فیسقطون بستۃ بالابن والبنت وابن الابن والاب والجد ویجمعھم قولک الفرع الوارث والاصول الذکور۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مطبوعہ مصر ص۴۲۸ میں ہے ویسقط اولاد الام بالولد وان کان بنتا وولد الابن والاب والجد بالاتفاق کذا فی الکافی لہٰذا بخش اللہ، علی رضا کے لڑکے معین الدین اور جمال الدین یا عنایت اللہ کا محمد شفیع کی جائداد سے حصہ کا مطالبہ کرنا ہرگز جائز نہیں کہ یہ مطالبہ حقیقت میں دوسرے کا مال غصب کرنے کی کوشش کرنا ہے جو بلا شبہہ حرام وناجائز ہے۔ ———— رہی یہ بات کہ پھر محمد شفیع کی متروکہ جائداد وآراضی وغیرہ کے وارث کون لوگ ہیں۔ تو یہ سوال میں جن ورثہ کا ذکر کیا گیا ہے یعنی بیوی اور چار لڑکیوں کے علاوہ اگر دوسرا کوئی وارث باپ

حقیقی بھائی یا حقیقی بہن وغیرہ نہیں ہیں تو تقسیم ترکہ کی آسان صورت یہ ہے
پوری جائداد کے آٹھ حصے کئے جائیں جن میں سے ایک حصہ بیوی کو دیا جائے
اور باقی سات حصے کے چار حصے بنا کر ہر لڑکی کو ایک ایک حصہ دیا جائے۔
لہذا محمد شفیع کی بیوی اگر کل جائداد اپنے نام وراثت کرانے پر راضی رہی
تو وہ لڑکیوں کا حق غصب کر لینے کے سبب اور عنایت اللہ وراثت اس
کے نام کرانے کے سبب سخت گنہگار اور حق العباد میں گرفتار ہوئے۔
البتہ اگر لڑکیاں پوری جائداد ماں کے نام وراثت ہو جانے پر راضی ہیں۔
تو محمد شفیع کی بیوی اور عنایت اللہ پر کوئی مواخذہ نہیں۔ پھر اس صورت
میں اگر محمد شفیع کی بیوی نے کل جائداد اپنی بہن کے نام رجسٹری کر دی تو
درست ہے اور اگر لڑکیاں راضی نہ ہوں تو صرف بیوی کے حصہ کی رجسٹری
درست ہے اور بقیہ حصے لڑکیوں کو وصول کر لینے کا اختیار ہے۔
اور معین الدین وجمال الدین نے جو وصیت نامہ کورٹ میں پیش
کیا ہے جب کہ فرضی ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے تو ان دونوں پر لازم
ہے کہ کورٹ سے وصیت نامہ واپس لے کر مقدمہ اٹھالیں اور جو ناحق
دوسرے کا مال لینے کی کوشش کی اور بیجا پیسہ خرچ کیا اس سے توبہ کریں
اور جو دوسرے کو پریشان کیا اور اس کا پیسہ خرچ کروایا اس سے معذرت
کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ
وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ۔ یعنی اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں
کے پاس مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر
کھالو (پ۲ ع ۷) اور بخاری شریف کی حدیث ہے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے من اخذ من الارض شیئاً بغیر حقہ خسف
بہ یوم القیامۃ الی سبع ارضین۔ یعنی جو شخص دوسرے کی زمین کا کچھ

بھی حصہ لے لیا وہ قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا (انوار الحدیث ص۳۲۷) اور بخاری و مسلم دونوں میں حدیث شریف مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من اخذ شبرا من الارض ظلما فانہ یطوقہ یوم القیمۃ من سبع ارضین یعنی جس نے ایک بالشت زمین ظلم سے لے لی قیامت کے دن ساتوں زمینوں سے اتنا حصہ طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ (انوار الحدیث ص۳۲۷) اور طبرانی کی حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص دوسرے کا مال لے لے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کوڑھی ہو کر ملے گا۔ (بہار شریعت حصہ پانزدہم ص۱۶) لہٰذا معین الدین و جمال الدین اللہ واحد قہار کے عذاب سے ڈریں۔ اور دوسرے کا مال ناحق لے کر اپنی عاقبت برباد کرنے کی کوشش نہ کریں۔

سوال میں معین الدین کے نام کے ساتھ شاید غلطی سے مولانا لکھ دیا گیا ہے اس لئے کہ جو مولانا ہوگا اللہ سے ڈرے گا فرضی وصیت نامہ بنا کر وہ دوسرے کی جائداد لینے کی کوشش نہیں کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا یعنی اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (پ۲۲ ع ۱۶) حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ دلت ھذہ الایۃ علی ان العالم یکون صاحب الخشیۃ یعنی اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خشیت اور خوف الٰہی عالموں کا خاصہ ہے (تفسیر کبیر جلد ہفتم ص۲۶) اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں حاصلہ ان العلم یورث الخشیۃ وھی تنتج التقوی وھو موجب الاکرمیۃ والافضلیۃ وفیہ اشارۃ الی ان من لم یکن علمہ کذالک فھو کالجاھل بل ھو الجاھل۔ یعنی آیت مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ علم دین خشیت الٰہی

پیدا کرتا ہے جس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ اور وہی عالم کی اکرمیت و افضلیت کا سبب ہے۔ اور آیت میں اس بات کا اشارہ ہے کہ جس شخص کا علم ایسا نہ ہو وہ جاہل کے مثل ہے بلکہ وہ جاہل ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۲۳۱) اور حضرت امام شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا انما العالم من خشی اللہ عز وجل یعنی عالم صرف وہی ہے جسے خدائے تعالیٰ کا خوف اور اس کی خشیت حاصل ہو۔ (تفسیر خازن ومعالم التنزیل جلد پنجم ص ۳۰۲) اور امام ربیع بن انس علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا من لم یخش اللہ فلیس بعالم۔ یعنی جسے اللہ کا خوف اور اس کی خشیت حاصل نہ ہو وہ عالم نہیں۔ (تفسیر خازن جلد پنجم ص ۳۰۲)

خلاصہ یہ کہ معین الدین وجمال الدین اگر کورٹ سے فرضی وصیت نامہ واپس لے کر مقدمہ نہ اٹھائیں تو وہ ظالم، جفاکار، حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہیں۔ سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے ظالموں کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ۷ ع ۱۴) اور ارشاد فرمایا وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (پ ۱۲ ع ۱۰) ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

مسئلہ:۔ از نیاز احمد مقام پوکھر بھٹوا پوسٹ کھجوری۔ سدھارتھ نگر

ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی۔ کچھ دن زوجیت میں رہنے کے بعد ایک بچی پیدا ہوئی اور چار دن کے بعد ہندہ کا انتقال ہوگیا۔ پھر دس دن کے بعد پیدا شدہ بچی بھی فوت ہوگئی۔ اب سوال یہ ہے کہ ہندہ کے جہیز کا مالک کون ہے؟ اور کتنا ہے؟ اور شوہر کا اس میں کیا حق ہے؟ اور

پیدا شدہ بچی کا کیا حق ہے؟ اس کے جہیز کا وارث کون ہے؟ ہندہ کے ماں باپ کا اس میں کچھ نہیں ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں بر صدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین پورے جہیز کی مالک تنہا ہندہ تھی۔ بعد انتقال اسکے جہیز اور زیورات وغیرہ سارے ترکہ کا تیرہ حصہ کیا جائے گا۔ جن میں سے دو دو حصے اس کے ماں باپ کے ہیں تین حصہ اس کے شوہر کا۔ اور چھ حصہ اس کی بچی کا ہوا۔ پھر بچی کے انتقال پر اسکے چھ حصے میں سے ایک حصہ اس کی نانی کا ہے اور باقی پانچ حصے اس کے باپ کے ہیں۔ اس طرح اس کی نانی کے کل تین حصے ہو جائیں گے۔ اور اس کے باپ زید کو کل آٹھ حصے ملیں گے۔ پ۴ چہارم سورۂ نساء آیت ۱۱ میں ہے۔ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ اور اسی آیت میں ہے فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ اور اسی سورۃ کی آیت نمبر ۱۲ میں ہے فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ اور فتاوی عالمگیری جلد ششم مصری ص ۴۲۸ پر بیان جدہ صحیحہ میں ہے ولها السدس لاب كانت اولام اور اسی کتاب، اسی جلد کے ص ۴۲۶ پر ذوی الفروض کے بیان میں ہے کہ باپ کی تیسری حالت تعصیب محض ہے۔ وذالك ان لا يخلف غيره فلجميع المال بالعصوبة۔ وكذا اذا اجتمع مع ذى فرض ليس بولد ولا ولد ابن۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ رجب المرجب ۱۴۱۴ھ

مسئلہ:۔ سید فدا حسین اشرفی ترکھا پوسٹ جگدیش پور۔ ضلع بستی یوپی

زید کے پاس ۲۴ ہزار روپیہ تھا جو بینک میں جمع تھا سات سال کے لئے فیکس تھا زید کے دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی بڑے لڑکے کا انتقال ہو گیا تھا۔ چھوٹے لڑکے کی وراثت بینک میں ڈالی گئی اس لئے کہ زید کی پرورش دیکھ بھال چھوٹا لڑکا ہی کرتا رہا۔ بڑے لڑکے کا رہن سہن سسرال میں تھا اسکے صرف

ایک لڑکا ہے زید کے لڑکے انتقال کے بعد بینک سے روپیہ نکلوانے
میں چھوٹے لڑکے کو سارا خرچہ لکیلے اٹھانا پڑا اور اس میں نہ بھتیجے نے کچھ حصہ
لیا نہ بہن نے بلکہ دونوں برابر انکار کرتے رہے کہ مجھے نہیں چاہئے لیکن جب
چھوٹے لڑکے کو سارا پیسہ نو سال کے بعد ملا تو اب بھتیجا اور بہن سب حصہ
لینے کے لئے تیار ہیں اور خرچہ جو لگا ہے وہ دینے سے انکار ہیں۔ تو اب حضرت
سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں
کہ وہ بینک کا روپیہ میں اکیلا لے سکتا ہوں یا بھتیجے اور بہن کو بھی دینا پڑے
گا میں گنہ گار رہوں یا زید کو اللہ تعالیٰ کوئی سزا مستحق دے گا۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ زید کا بڑا لڑکا اس کی زندگی میں انتقال کر گیا تھا تو اس
صورت میں زید کی جائداد سے بڑے لڑکے کی اولاد کا کوئی حصہ نہیں اور اگر
زید کے بعد بڑا لڑکا فوت ہوا تو اس کی اولاد کا زید کے ترکہ میں حصہ ہے
زید کی پرورش میں حصہ نہ لینے کے سبب بڑا لڑکا اور اس کی اولاد ترکہ
سے محروم نہ ہوگی بہن اور بھتیجے نے اگر ترکہ لینے سے انکار کر دیا تھا تو اس
صورت میں بھی ان کی ملکیت زائل نہ ہوئی چھوٹے لڑکے پر فرض ہے کہ
زید کے روپیوں میں سے ان کا حصہ دے البتہ روپیوں کے حاصل کرنے
میں جو اخراجات ہوئے ان میں سے ⅖ حصہ بھتیجے پر اور ⅕ حصہ بہن پر
دینا لازم ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ تحریر
فرماتے ہیں اگر وارث صراحۃً کہہ دے کہ میں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا جب
بھی اس کی ملک زائل نہ ہوگی (فتاویٰ رضویہ جلد ۹ صـ۲۳۲) اور اسی جلد کے
صـ۲۳۳ پر اشباہ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں لو قال الوارث ترکت حقی لم یبطل
حقہ اذ الملك لا یبطل بالترك۔ اھ هٰذا ما عندی وهو تعالیٰ اعلم بالصواب

جلال الدین احمد الامجدی

کتبـــــــــــــــــــه

۱۴ر ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ

مسئلہ:۔ ایاز محمود کلاسنگم ڈی ۲۸/۲۸ مدنپورہ بنارس

مسماۃ کلثوم بی بی نے اپنے دو مکان اور کچھ زیورات (جو کہ ان کے والدامین الدین نے اپنی زندگی میں بذریعہ ہبہ ان کے قبضہ و ملکیت میں دیا تھا) چھوڑ کر آج سے تقریباً دس سال پیشتر دنیائے فانی سے کوچ کیا اور انتقال کے وقت والدہ صغریٰ بی بی، شوہر حاجی محمد نیز پانچ لڑکے ایاز محمود، اعجاز سلیم، انوار کلیم، احسان نعیم انصار فہیم اور تین لڑکیاں شہناز بانو، کنیز فاطمہ و ناظمہ کوثر کو چھوڑا۔ اس واقعہ کے تقریباً دو سال بعد صغریٰ بی بی (والدہ) کی وفات ہوئی اور انہوں نے اپنے پیچھے تین لڑکے محمد نور، بدرالدین و شمس الدین کو چھوڑا۔ پھر تقریباً آٹھ سال کے بعد محمد نور کا بھی انتقال ہو گیا اور انہوں نے اپنے پیچھے چھ لڑکے خالد محمود، شاہد مسعود، عابد مقصود، حامد مسجود، آصف محمود اور ساجد مشہود نیز چار لڑکیاں انجم شہلا، بلقیس زہرا، تسنیم عذرا، تنویر نجمہ اور اپنی زوجہ ثانیہ صفیہ بی بی کو چھوڑا ــــــــــ بالآخر آصف محمود کی بھی وفات ہو گئی جب کہ ان کے مذکورہ پانچ بھائی اور چار بہنیں موجود ہیں اور صفیہ بی بی بھی باحیات ہیں جو کہ ان کی حقیقی والدہ نہیں ہیں (آصف محمود غیر شادی شدہ تھے) ــــــــ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ موجودہ وقت میں کلثوم بی بی کے مال و جائداد میں شرعی حقدار کون کون ہیں اور باعتبار شرع کس فرد کا کتنا حق و حصہ بنتا ہے جب کہ مرحومہ کلثوم بی بی کی کل ملکیت صرف ان کے پانچ لڑکوں اور تین لڑکیوں کے قبضہ میں ہے۔ گذارش ہے کہ تفصیلی جواب عنایت فرمائیں تاکہ ہر کوئی دوسرے کے شرعی استحقاق سے بری الذمہ ہو سکے بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث وانحصار ورثہ فی المذکورین مسماۃ کلثوم بی بی مرحومہ کے دونوں مکان اور نقد و زیورات وغیرہ کل ترکہ کے بارہ حصے کئے جائیں گے جن میں سے دو حصے مرحومہ کی والدہ صغریٰ بی بی کے ہیں۔ اور تین حصے حاجی محمد کو ملیں گے پھر باقی

سات حصے کے تیرہ حصے بناکر دو دو حصے ایاز محمود، اعجاز سلیم، انوار کلیم، احسان تیم اور انصار فہیم کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ کی حقدار لڑکیاں ہیں۔ پارہ چہارم سورہ نساء آیت نمبر ۱۱ میں ہے یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ۔ پھر اسی آیت میں ہے وَلِاَبَوَیْہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْہُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنْ کَانَ لَہٗ وَلَدٌ اور اسی سورہ مبارکہ کی آیت ۱۲ میں ہے فَاِنْ کَانَ لَہُنَّ وَلَدٌ فَلَکُمُ الرُّبُعُ ــــــ پھر صغریٰ بی بی کے انتقال پران کے دو حصے کے تین حصے بناکر ایک ایک حصہ محمد نور، بدر الدین و شمس الدین کو ملے گا در مختار مع شامی جلد پنجم ص۴۹۳ پر بیان عصبات میں ہے عند الانفراد یحوز جمیع المال اھ ــــــ اور محمد نور کے انتقال پران کی ایک حصہ جائداد کے آٹھ حصے کر دیئے جائیں گے جن میں سے ایک حصہ ان کی بیوی صفیہ کا ہے اور باقی سات حصے کے سولہ حصے بناکر دو دو حصے خالد محمود، شاہد مسعود عابد مقصود، حامد مسجود، آصف محمود، شاہد مشہود کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ انجم شہلہ، بلقیس زہرا، تسنیم عذرا اور تنویر نجمہ کو ملے گا۔ پارہ چہارم سورہ نساء آیت ۱۲ میں ہے فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَہُنَّ الثُّمُنُ ــــــ

اور آصف محمود کے حصہ کا چودہ حصہ بناکر دو دو حصے خالد محمود، شاہد مسعود، عابد مقصود، حامد مسجود، شاہد مشہود کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ ان کی بہنوں کو جیساکہ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مع بزازیہ ص۴۵۶ پر بیان اخوات میں ہے مع الاخ لاب وام للذکر مثل حظ الانثیین کذا فی الکافی اھ۔ آصف محمود کی جائداد سے صفیہ بی بی کو کچھ نہ ملے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

۱۰ر شوال ۱۴۱۷ھ

مسئلہ: از شفیق اللہ غفور خاں اسٹیٹ بس ڈپو کے سامنے شاستری مارگ۔ کرلا۔ بمبئی

حاجی زین اللہ کا ۱۷ دسمبر ۱۹۹۶ء کو انتقال ہوا۔ انہوں نے ایک لڑکی اور چار بھتیجے دو بھتیجیوں کو چھوڑا اور ایک بھتیجا جو حاجی زین اللہ سے پہلے انتقال کر گیا۔ اس نے ایک بیوی، ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ حاجی زین اللہ مرحوم کی چھوڑی ہوئی جائداد میں ان کے بھتیجے اور بھتیجیوں کا حق ہے یا نہیں؟ جب کہ تقریباً دس سال پہلے بٹوارہ ہو چکا ہے اور سب الگ الگ رہتے ہیں۔ اگر مرحوم کی جائداد میں ان کے بھتیجے اور بھتیجیوں کا حق ہے تو ہر ایک کو کتنا حصہ ملے گا؟ ایک پیر صاحب سے کہا گیا کہ شریعت کی رو سے ان کا حق ہوتا ہے تو انہوں نے مرحوم کی لڑکی کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ شریعت پر کون عمل کرتا ہے۔ اور ایک صاحب جو مفتی کہے جاتے ہیں انہوں نے اس کی طرفداری میں کہا کہ جب بھتیجے اپنے چچا سے بانٹ کر الگ رہتے تھے تو اب ان کی جائداد میں بھتیجوں کا کوئی حصہ نہیں۔ ان کے بارے میں بھی حکم شرع سے آگاہ فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث وانحصار ورثہ فی المذکورین حاجی زین اللہ مرحوم کی منقولہ اور غیر منقولہ کل جائداد کے آدھے حصہ کی حقدار ان کی لڑکی ہے اور باقی آدھے کے چار حصے ہو کر ایک ایک حصہ چاروں بھتیجوں کو بحیثیت عصبہ ملے گا۔ قرآن مجید پارۂ چہارم میں ہے وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ یعنی اگر ایک لڑکی ہے تو اس کا آدھا ہے (سورۂ نساء آیت ۱۱) اور بھتیجیوں کا حاجی زین اللہ کی جائداد میں کوئی حصہ نہیں۔ اس لئے کہ قرآن نے ان کا کوئی حصہ مقرر نہیں کیا ہے تو وہ اپنے بھائیوں کے سبب عصبہ نہیں ہوں گی جیسا کہ رد المحتار جلد پنجم مطبوعہ نعمانیہ ص۴۹۴ میں ہے من لا فرض لها من الاناث واخوها عصبة لاتصير عصبة باخيها كالعم والعمة اذا كانا لاب وام اولاب كان المال كله للعم دون العمة وكذا فى ابن العم مع بنت العم وفى ابن الاخ مع بنت الاخ اھ اور حاجی زین اللہ سے پہلے جس بھتیجا نے انتقال

کیا اس کی بیوی اور بچوں کا بھی ان کی جائداد میں کوئی حصہ نہیں کہ بھتیجہ کی موجودگی میں بھتیجہ کی اولاد کا کچھ حق نہیں ہوتا۔ اگرچہ وہ یتیم اور ضرورت مند ہوں کہ وراثت کا دارومدار قرابت پر ہے نہ کہ ضرورت پر۔

لہٰذا صورت مذکورہ میں جب کہ متوفیٰ کی صرف ایک لڑکی ہے تو اغلب یہی ہے کہ مرحوم کی پوری جائداد پر تنہا اسی کا قبضہ ہوگا۔ اگر ایسا ہے تو اس پر لازم ہے کہ قرآن کے ارشاد کے مطابق آدھی جائداد خود لے اور آدھی اپنے چچازاد بھائیوں کو دیدے اگر وہ ایسا نہیں کرے گی تو سخت گنہ گار حق العباد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن تین پیسے کی مالیت کے بدلے میں سات سو نماز باجماعت کا ثواب دینا پڑے گا۔ اگر نمازوں کا ثواب نہیں ہوگا تو دوسری نیکیوں کا ثواب دینا ہوگا اور دوسری نیکیاں بھی اس کے پاس نہیں ہوں گی تو حقدار کی برائیاں اس پر لادی جائیں گی اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اس وقت بیجا حمایت کرنے والے پیر اور غلط فتویٰ دینے والے مفتی اسے جہنم میں جلنے سے نہیں بچا سکیں گے۔

اور شریعت کی رو سے حق کے مطالبہ پر جس پیر نے یہ کہا کہ شریعت پر عمل کون کرتا ہے تو وہ گمراہ اور گمراہ گر ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس سے دور رہیں اور اس کی بیعت فسخ کردیں۔ ورنہ اس کی بولی سیکھ جائیں گے اور ہر قسم کی برائیوں میں مبتلا ہوں گے پھر جب انہیں شریعت کا حکم سنایا جائے گا تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ شریعت پر کون عمل کرتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور مفتی نے اگر واقعی یہ کہا کہ جب بھتیجے اپنے چچا سے بانٹ کر الگ رہتے تھے تو اب چچا کی جائداد میں بھتیجوں کا کوئی حق نہیں۔ تو وہ مفتی بغیر علم کے فتویٰ دے کر آسمان و زمین کے فرشتوں کی لعنت کا مستحق ہوا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ من افتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء والارض۔ یعنی جس نے

بغیر علم کے فتویٰ دیا آسمان و زمین کے فرشتوں نے اس پر لعنت کی۔ (رواہ ابن عساکر، کنز العمال جلد ۱۰ ص۱۱۱) تعجب ہے کہ نام نہاد مفتی نے کتاب الفرائض کے موانع ارث کو نہ دیکھا کہ وارث کا مورث سے بانٹ کر الگ رہنا موانع ارث میں سے نہیں ہے۔ اور بہار شریعت حصہ بستم ص۱۱ کا یہ مسئلہ بھی نہ پڑھا کہ پاکستان کے مسلمان اور وہ مسلمان جو ہندوستان، امریکہ، یورپ یا کہیں اور رہتے ہوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، خدائے عزوجل ایسے پیروں اور بے علم فتویٰ دینے والے مفتیوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ و علیھم اجمعین

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۶ر شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از جاوید احمد محلہ سبزی منڈی۔ جونپور

ہندہ کے دو لڑکے ہیں اس نے ایک زمین خریدنی چاہی تو زیور بیچ کر بڑے لڑکے کو دیا کہ دونوں بھائیوں کے نام زمین لکھا لو۔ مگر بڑے لڑکے نے پوری زمین اپنے نام رجسٹری کرالی۔ کچھ دنوں بعد آدھی زمین چھوٹے بھائی کو مکان بنانے کے لئے دی اور مکان تعمیر بھی ہو گیا۔ اب بڑا بھائی کہتا ہے کہ آپ کا حصہ ہے مگر نہیں دے دیجئے تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں جب کہ ہندہ نے دونوں بھائیوں کے نام زمین لکھانے کے لئے رقم دی تھی۔ تو بڑا لڑکا پوری زمین اپنے نام لکھا کر ماں کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کے سبب گنہگار ہوا۔ اب اگر چھوٹے بھائی سے اس کا حصہ مانگتا ہے تو دینے نہ دینے کا اسے پورا اختیار ہے۔ بڑا بھائی اپنے نام زمین لکھوا لینے کے سبب اس پر کوئی دباؤ نہیں ڈال سکتا۔ اگر وہ

ناجائز دباؤ ڈالے یا چھوٹے بھائی کا بیعنامہ میں نام نہ ہونے کے سبب بڑا بھائی اس پر مقدمہ دائر کرے تو سب مسلمان سختی کے ساتھ بڑے بھائی کا بائیکاٹ کریں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ۷ ع ۱۴) ھٰذا ما عندی وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ ؍ شوال المکرم سنہ ۱۴ھ

مسئلہ:۔ از غلام یٰسین یار علوی مقام وڈاکخانہ امورڈھا ضلع بستی

پیر محمد کے دو لڑکے غلام یٰسین اور اصغر علی۔ غلام یٰسین تقریباً بیس سال سے گھر چھوڑ کر اپنے بال بچوں کے ساتھ باہر رہے۔ اس درمیان اصغر علی نے اپنے باپ کی زندگی میں کچھ برتن اور درخت بیچ کر کھالیا۔ اور جتنی آراضی تھی انہیں بھی رہن رکھ کر اس کی رقم کھالی۔ جب غلام یٰسین گھر واپس آئے تو رہن شدہ آراضی کو باپ کی زندگی میں اور پھر ان کے انتقال کے بعد چھڑایا۔ اور باپ کے نام گورنمنٹ کا قرضہ تھا اس کو بھی ادا کیا۔ پیر محمد کے انتقال کے وقت ان کے ورثہ میں صرف یہی دو لڑکے تھے۔ ان کے بعد اصغر علی کا انتقال ہوا۔ اصغر علی نے اپنے ورثہ میں ایک بیوی دو لڑکے اور ایک لڑکی کو چھوڑا اس کے بعد غلام یٰسین نے پوری جائداد اپنے نام اور اصغر علی کے دونوں لڑکوں کے نام مشترکہ طور پر وراثت لکھوائی۔ اصغر علی کے انتقال کے وقت اس کی بیوی موجود نہیں تھی سات ماہ پہلے فرار ہو چکی تھی۔ انتقال کے پانچ سال بعد لڑکوں کے ساتھ واپس آکر غلام یٰسین سے کہتی ہے کہ پوری جائداد کا آدھا حصہ ہمارے لڑکوں کے قبضہ میں دو لیکن غلام یٰسین اس کے لڑکوں کے قبضہ میں جائداد اس اندیشہ سے نہیں دے رہے ہیں کہ لڑکے نابالغ ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ عورت جائداد کو رہن رکھ دے اور رقم لے کر پھر فرار ہو جائے تو اس معاملہ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:- غلام یٰسین نے جو رہن شدہ زمین چھڑایا اور باپ کے نام گورنمنٹ کا جو قرضہ اس نے ادا کیا تو یہ تبرع ہے اس کا ثواب آخرت میں خدائے تعالیٰ اسے عطا فرمائے گا۔ دنیا میں اس کے عوض باپ کے ترکہ سے غلام یٰسین کچھ زیادہ حصہ نہیں پائیگا۔ لہٰذا پیر محمد کے انتقال کے وقت اگر غلام یٰسین اور اصغر علی صرف یہی دو لڑکے وارث تھے تو بعد تقدیم ما تقدم علی الارث پیر محمد کی منقولہ اور غیر منقولہ کل جائداد کے دو حصے کئے جائیں گے جن میں ایک حصہ غلام یٰسین کا ہے اور ایک حصہ اصغر علی کا۔ پھر اصغر علی کی موت کے وقت اگر اس کے ورثہ صرف وہی لوگ تھے جو سوال میں لکھے گئے ہیں تو اس کے ایک حصہ کے آٹھ حصے کئے جائیں گے جس میں سے ایک حصہ اس کی بیوی کا ہے یعنی اصغر علی کی پوری جائداد کا ⅛ جیسا کہ پارۂ چہارم سورۂ نساء آیت میراث میں ہے فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ۔ اور باقی سات حصے دو لڑکے اور ایک لڑکی میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ کے مطابق تقسیم ہونگے لہٰذا غلام یٰسین پر لازم ہے کہ وہ اصغر علی کی جائداد کا آٹھواں حصہ اس کی بیوی کو دے اگر نہیں دے گا تو حق العبد میں گرفتار، سخت گنہگار اور مستحق عذاب نار ہوگا۔ اور بچے چونکہ نابالغ ہیں اور ان کا ولی اقرب بحیثیت چچا غلام یٰسین ہی ہے اس لئے تا وقتیکہ وہ بالغ نہ ہو جائیں۔ ان یتیموں کی جائداد اپنے قبضہ میں رکھے گا اسکی حفاظت کرے گا اور آراضی وغیرہ کی آمدنی ان کی ضروریات پر خرچ کرے گا۔ بالغ ہونے سے پہلے بچوں کی جائداد پر ان کے قبضہ کا مطالبہ سراسر غلط ہے شریعت اس کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتی۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰؍ شعبان المعظم ۱۷ھ

مسئلہ:- از محمد عالم راجہ بازار جونپور

دادا نے اپنے بالغ پوتوں کے نام پوری جائداد لکھ دی اسلئے کہ ان کی ماں

فوت ہوگئی اور باپ نے دوسری شادی کرلی۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ پوتے مذکورہ جائداد کے مالک ہوگئے یا نہیں؟ اور ایسا کرنے سے دادا گنہگار ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ دادا نے اگر مرض الموت سے پہلے اپنے بالغ پوتوں کے نام پوری جائداد لکھ دی اور اس پر انہیں قبضہ بھی دے دیا تو وہ اس کے مالک ہوگئے مگر دادا اپنے بیٹے کو جائداد سے محروم کردینے کے سبب گنہگار ہوا۔ بحرالرائق جلد ہفتم صفحہ ۲۸۸ میں ہے ان وھب مالہ کلہ لواحد جاز قضاء وھو آثم کذا فی المحیط اور حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من فر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ۔ یعنی جو اپنے وارث کو اپنا ترکہ پہونچنے سے بھاگے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکی میراث جنت سے کاٹ دے گا۔ رواہ ابن ماجہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۳۲۵) اور اگر بالغ پوتوں کے نام صرف لکھ دیا مگر ان کے قبضہ میں نہ دیا تو وہ دادا کی جائداد کے مالک نہ ہوئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ نام لکھا دینا اگرچہ دلیل تملیک ہے مگر ہبہ بے قبضہ کے تمام نہیں ہوتا نہ بغیر اس کے موہوب لہ کو ملک حاصل ہو (فتاویٰ رضویہ جلد ۸ صفحہ ۵۴) اور اگر دادا نے مرض الموت میں اپنے بالغ پوتوں کے نام پوری جائداد لکھی تو اس صورت میں اس کا ہبہ صرف تہائی جائداد میں جاری ہوگا۔ ھکذا فی کتب الفقہ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ شوال المکرم ۱۷ھ

مسئلہ :۔ از شبیر احمد قادری۔ محلہ ٹھٹھراہی مقام ڈاکخانہ ہنداول بستی

(۱) ــــــ مرحومہ سائرہ بانو کے جہیز کے سامان کا مالک شریعت مطہرہ کی

روسے کون ہوگا۔ مرحومہ نے اپنے بعد شوہر، ایک چھ ماہ کی بچی، ماں، ایک بھائی اور تین بہن چھوڑا ہے۔ بینوا توجروا

(۲) ـــــ مرحومہ دس ماہ سے بیمار تھی جس کا دوا علاج اس کے دو چچاؤں نے کرایا، علاج میں ایک لاکھ پندرہ ہزار روپئے صرف ہوئے اس خرچہ کا ذمہ کس پر ہوگا۔ بینوا توجروا

(۳) ـــــ مرحومہ کی چھ ماہ کی بچی کی پرورش اور اس کے اخراجات کس کے ذمہ ہوں گے؟ اور کب تک پرورش کے اخراجات لازم ہوں گے۔

(۴) ـــــ مرحومہ کے انتقال کے چند ماہ قبل اس کے شوہر نے مرحومہ کے نام ایک تحریر دی، جو استفتار کے ساتھ تھی ہے اس تحریر سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر طلاق ہو جائے تو مرحومہ کے جہیز کے سامان وغیرہ کا حقدار کون ہوگا۔ بینوا توجروا

استفتار کے ساتھ جو تحریر تھی ہے اس کی نقل یہ ہے ـــــ از محمد نورالدین ـــــ میری طرف سے بانو کو معلوم ہو کہ تم اپنی زندگی بنانا چاہتی ہو تو میرا خیال دل سے نکال دو کیونکہ ہماری تمہاری کبھی نہیں بجے گی اور چچا سے کہہ کر جواب لے لو ورنہ ہمیشہ تم پریشان رہو گی اس لئے تم چچا سے کہہ کر اپنی زندگی سنوار لو۔ میں اب کبھی نہیں مہنداول میں آؤں گا۔ یہ میرا آخری تھا اور میرا خیال اپنے دل سے نکال دو بہت مہربانی ہوگی کیونکہ میں دوسری شادی کرنے جا رہا ہوں میں نے تمہیں بتانا مناسب جانا اور میں اب تک ماں باپ کے دباؤ میں رکھا تھا اور اب اگر مہنداول میں آؤں تو میری ماں کا دودھ حرام ہو تم طلاق لے لو اسی میں تمہاری بھلائی ہے تم طلاق لے لو اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ اھ

الجواب:۔ (۱) سائرہ زندگی میں اپنے پورے جہیز کی مالک تھی اب انتقال کے بعد اس کے مالک سائرہ کے ورثہ ہیں جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم ص۳۶۸ میں ہے کل احد یعلم ان الجہاز للمرأۃ اذا طلقہا تاخذہ

کلہ واذا ماتت یورث عنہا اھ کل جہیز کے بارہ حصے کئے جائیں گے جن میں سے آدھا یعنی چھ حصے لڑکی کے ہیں تین حصے شوہر کے دو ماں کے اور ایک حصہ جو باقی بچا اس کے پانچ حصے کر دیئے جائیں گے جن میں سے دو حصے بھائی کے ہیں اور ایک ایک حصے بہنوں کے۔ پارہ چہارم سورۂ نساء آیت میراث میں ہے اِنْ کَانَتْ وَاحِدَۃً فَلَھَا النِّصْفُ اور اسی آیت میں ہے فَاِنْ کَانَ لَھُنَّ وَلَدٌ فَلَکُمُ الرُّبُعُ۔ پھر اسی آیت مبارکہ میں ہے وَلِاَبَوَیْہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنْ کَانَ لَہٗ وَلَدٌ اور فتاویٰ عالمگیری مع بزازیہ جلد ۶ صفحہ ۴۵۶ پر ماں کی حالتوں کے بیان میں ہے "السدس مع الولد وولد الابن او اثنتین مع الاخوۃ والاخوات من ای جھۃ کانوا" اور اسی صفحہ پر بہنوں کی حالتوں کے بیان میں ہے مع الاخ لاب وام للذکر مثل حظ الانثیین اھ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) ــــــ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "علاج و دوا تو کسی پر واجب نہیں خود اپنی واجب نہیں (فتاویٰ رضویہ جلد دھم نصف آخر ص ۲۶۳) لہٰذا چچاؤں نے مرحومہ کا علاج کروایا وہ صلہ رحمی اور تبرع ہے رقم مذکور کی ادائیگی کسی کے ذمہ واجب نہیں۔ خدائے تعالیٰ اس بھلائی پر انہیں اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) ــــــ بچی اپنی نانی کی پرورش میں نو سال کی عمر تک رہے گی جس کے اخراجات بچی کے باپ پر لازم ہوں گے جب بچی کے پاس مال نہ رہے ایسا ہی بہار شریعت وغیرہ تمام کتب فقہ میں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۴) ــــــ استفتاء کے ساتھ جو تحریر تھی ہے اس میں یہ لکھا ہوا ہے "تم طلاق لے لو" تو تحریر مذکور اگر واقعی شوہر نے لکھی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق پڑ گئی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اپنے رسالہ مبارکہ "رحیق الاحقاق" میں طلاق رجعی کے کلمات کو لکھتے ہوئے ص ۱۶ پر تحریر

فرماتے ہیں۔ طلاق لے"۔ فی ردالمحتار خذی طلاقك فقالت اخذت فقد صحح الوقوع به بلا اشتراط نیة کما فی الفتح وکذا لا یشترط قولها اخذت کما فی البحر (فتاوی رضویہ جلد پنجم ص ۵۰۹)

لہٰذا اس صورت میں مرحومہ کے جہیز وغیرہ کا کل چھ حصہ کیا جائے گا جن میں سے تین حصہ اس کی بچی کا ہے، ایک حصہ اس کی ماں کا ہے اور باقی دو حصے کے پانچ حصے کر دیئے جائیں گے جن میں سے دو حصہ بھائی کا ہے اور ایک ایک حصہ بہنوں کا۔ وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۳ ربیع الاول ۱۷ھ